چنگیز خان

اسلم راہی ایم اے

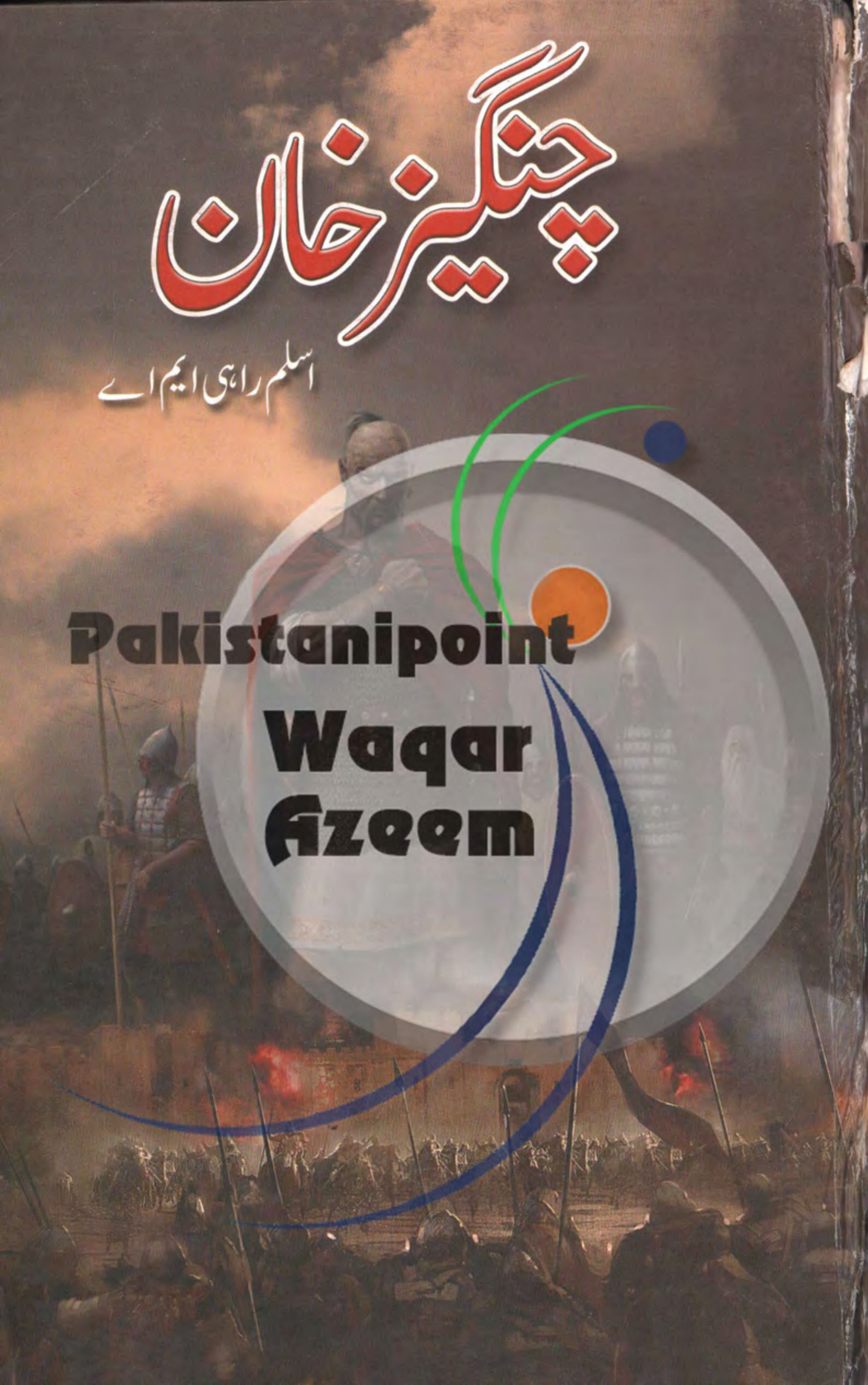

Pakistanipoint
Waqar
Azeem

چنگیز خان

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اسلم راہی ایم۔اے

مکتبہ القریش

سرکلر روڈ، چوک اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37652546 - 042-37668958

خوب سے خوب تر کتابوں کی اشاعت

جدت اور معیار کے ساتھ

باہتمام...... محمد علی قریشی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

باراوّل 2013ء

مطبع .... نیئر اسد پریس لاہور

کمپوزنگ .... کلائمکس گرافکس

قیمت .... [redacted] روپے

اسلم راہی ایم اے کے ولولہ انگیز تاریخی ناول

- ہلاکو خان 500/-
- سلطان برکیاروق 450/-
- سرکش راجکماری 500/-
- اٹیلہ 500/-
- جہانگیر و نور جہاں 400/-
- بعل دیوتا کے پجاری 500/-
- بے سحر رات کے مسافر 400/-
- فرعونِ موسیٰ 400/-
- سلطان محمود غزنوی 600/-
- سلطان اُورخان 550/-
- شیبانی خان 550/-
- ابو مسلم خراسانی 550/-
- نادر شاہ افشار 500/-
- عقبہ بن نافع 600/-
- چاند بی بی 500/-
- سائرس اعظم 450/-
- شیطان کے گماشتے 500/-
- خالدؓ بن ولید 700/-
- محمد شاہ رنگیلا 500/-
- یلغار 400/-
- سکندرِ اعظم 500/-

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

Pakistanipoint
Waqar Azeem

سن 1218ء کے سرما کے آغاز کا دن تھا۔

چنگیز خان صحرائے گوبی کے شمالی کناروں کے پاس بلند ترین جھیل بیکال کے کنارے اپنے مرکزی شہر قراقرم میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار جو ایک بہترین سالار تھا، جس کا نام برماس تھا، وہ چنگیز خان کے خیمے کے سامنے نمودار ہوا۔ خیمہ عالیشان محل نما تھا۔ باہر سے چمڑے کی چادریں تھیں جن کے اندر اُونی کپڑوں کا موٹا استر تھا اور اس کے باہر ایک اور دہرا استر ریشم کا تھا۔ چنگیز خان کو تعظیم دینے کے بعد محافظ دستوں کا سالار سیدھا ہوا اور پھر چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خاقان! تین طرح کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ایک سمرقند کا تاجر ہے، اپنا نام کوشان خان بتاتا ہے۔ دوسرا طبرستان سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ہے نام جس کا بدرالدین ہے اور تیسرا تین افراد پر مشتمل خلیفۂ بغداد کا ایک وفد ہے۔ یہ وفد پہلے ہمارے وزیر، یلواج سے مل چکا ہے۔ اس لئے کہ یہ وفد یلواج کے نام بھی ایک پیغام لے کر آیا ہے۔ اب بدرالدین، سمرقند کا تاجر کوشان خان اور خلیفۂ بغداد کے قاصد ہمارے وزیر یلواج کے ساتھ آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔ آپ جسے حکم کریں گے، میں پیش کر دوں گا۔"

یلواج خان چونکہ چنگیز خان کا وزیر تھا۔ یہ مسلمان تھا اور چنگیز خان اس پر بڑا بھروسہ اور اعتماد کرتا تھا۔ اپنے محافظ دستوں کے سالار برماس کو مخاطب کرتے ہوئے چنگیز خان کہنے لگا۔

''پہلے یلواج کے ساتھ بغداد سے آنے والے وفد کو پیش کرو۔''

چنگیز خان کا یہ حکم سن کر برماس باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خیمے میں چنگیز خان کا وزیر یلواج خلیفۂ بغداد کے تین افراد پر مشتمل وفد کے ساتھ پیش ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے چنگیز خان نے یلواج کو بیٹھنے کے لئے کہا اور اس کے ایک طرف وفد کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وفد کے وہ تینوں ارکان بیٹھ گئے۔ اس کے بعد چنگیز خان اپنے وزیر یلواج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا بغداد کا یہ وفد خلیفۂ بغداد کی طرف سے ہمارے لئے کوئی پیغام لے کر آیا ہے؟''

اس پر یلواج مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یہ پیغام بھی عجیب وغریب ہے اور لائے بھی عجیب وغریب انداز میں ہیں۔''

اس کے بعد یلواج اپنی جگہ پر کھڑا ہوا، وفد کے ارکان میں سے اس نے ایک کو پکڑا، جس کے سر کے بال پوری طرح منڈوا دیئے گئے تھے۔ اسے پکڑ کر یلواج، چنگیز خان کے پاس لے گیا، اس کا سر جھکایا۔ اس کے سر پر خلیفۂ بغداد کی طرف سے ایک پیغام لکھا ہوا تھا۔

اس پیغام میں چنگیز خان کو ترغیب دی گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر جس قدر جلد ممکن ہو، حملہ کرے اور اس کی مملکت پر قبضہ کر لے۔ یہ خلیفۂ بغداد کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

اس پیغام اور طریقۂ پیغام کو دیکھ کر چنگیز خان کچھ دیر تک مسکراتا رہا، اس کے بعد یلواج اور جس کے سر پر پیغام کندہ کر کے بھیجا گیا تھا، دونوں کو چنگیز خان نے نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب وہ بیٹھ گئے، تب چنگیز خان نے یلواج کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''تمہارا اس پیغام سے متعلق کیا خیال ہے؟''

اس پر یلواج مسکرایا اور چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں سمجھتا ہوں اس پیغام پر عمل کرنا چاہئے اور تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے۔ اس طرح شمال مشرق کے بعد جنوب اور مغرب کی طرف سے بھی ہماری مملکت محفوظ ہو

جائے گی۔''

چنگیز خان مسکرایا، پھر یلواج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بغداد سے آنے والے وفد کے ارکان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ان کی خوب تواضع اور آؤ بھگت کرو۔ ان کی حیثیت ہمارے شہر میں بہترین مہمانوں کی سی ہو گی۔''

چنگیز خان کے ان الفاظ پر یلواج، خلیفۂ بغداد کے ان قاصدوں کو لے کر باہر نکل گیا تھا۔ اس کے بعد اپنے محافظ دستوں کے سالار برماس کو اس نے طبرستان کے شخص بدرالدین کو حاضر کرنے کا حکم دیا تھا۔

جہاں تک خلیفۂ بغداد کے وفد کے چنگیز خان کے پاس جانے اور علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی مملکت پر حملہ آور ہونے کا تعلق تھا تو اس سے متعلق مؤرخین تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان فرماں روا تخت نشین ہوتا تو خلیفہ کے نمائندے جشن میں شریک ہوتے۔ اور فرماں روا کو دربارِ خلافت سے خلعت کے علاوہ پروانۂ حکومت بھی عطا ہوتا تھا۔

خوارزم شاہ یعنی علاؤ الدین کو خلیفہ کی طرف سے نہ تو خلعت عطا ہوا، نہ ہی پروانۂ حکومت۔ چنانچہ علاؤ الدین، خلیفہ کی اس حرکت سے سخت برافروختہ تھا۔ چونکہ باقی حکمرانوں کو وہ ایک ایک کر کے ختم کر چکا تھا، اس لئے اب وہ خلیفہ سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

مزید براں حج کے موقع پر جو شخص سلطان کی طرف سے حاجیوں کے قافلے کا سالار ہو کر گیا تھا اس نے واپسی پر سلطان کو بتایا کہ حج کے موقع پر خلیفۂ بغداد نے خوارزم شاہی پرچم کو قلعہ الموت کے شیخ الجبل کے جھنڈے سے پیچھے رکھا تھا۔ جسے خوارزم شاہ نے اپنی بے عزتی، اپنی توہین خیال کیا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ پیشتر ایک ایسا موقع بھی آیا تھا کہ خلیفہ نے چند فدائیوں کی خدمت سلطان کے قتل کے لئے حاصل کی تھی لیکن حُسنِ اتفاق سے سلطان علاؤ الدین پر ان کا داؤ نہ چل سکا تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان کے ایک جانباز سردار کو جس کا نام اَغلمش تھا، خلیفۂ بغداد الناصر باللہ کے اُکسانے پر فدائیوں نے قتل کر دیا تھا۔ اگرچہ ان میں ہر الزام اپنی جگہ بڑا وزنی اور سنگین تھا، مگر سلطان کی مصروفیتوں

نے اسے موقع نہیں دیا تھا کہ وہ خلیفہ کا قرض چکاتا۔

اس گئے گزرے زمانے میں بھی تمام اسلامی دنیا میں خلیفۂ بغداد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہونے کی وجہ سے بڑا وقار حاصل تھا۔ تمام مسلم ممالک میں جمعہ اور عید کے خطبات میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا اور اس کی حکومت کے استحکام اور درازئ عمر کے لئے دعا کی جاتی تھی۔ ہر چند سلطان علاؤالدین کے تعلقات خلیفہ سے کافی بگڑ چکے تھے لیکن عوام کے ڈر سے اُسے جرأت نہیں ہوتی تھی کہ خطبے سے خلیفہ کا نام حذف کر سکے۔

آخر بڑی سوچ بچار کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ کو یہ چال سوجھی کہ عوام میں اس امر کا پرچار کیا جائے کہ خلافت کی حقیقی حقدار حسینؓ بن علیؓ کی اولاد ہے نہ کہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد۔ اس لئے حقیقی مستحق کے ہوتے ہوئے کسی اور کی خلافت واجبِ اطاعت نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ پہلے کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو خاندانِ نبوت سے تعلق رکھتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص ایسا نہ مل سکے تو ان حالات میں آلِ عباس کی خلافت واجبِ اطاعت گردانی جاسکتی ہے۔

چنانچہ سلطان دُھن کا پکا تو تھا ہی۔ آخر ایک شخص کو نام جس کا ابو اعلیٰ ترمذی تھا، جو حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کی اولاد سے تھا، ڈھونڈ نکالا گیا اور خلیفہ کو معزول کر کے ابو اعلیٰ کی خلافت کا اعلان 414ھ بمطابق 1218ء میں کر دیا گیا۔

اس اعلان کی روشنی میں جب خلیفہ، جائز خلیفہ نہ رہا اور غاصب قرار پایا تو سلطان کے لئے اس کے خلاف لشکرکشی کا شرعی جواز پیدا ہو گیا۔

چنانچہ علاؤالدین خوارزم شاہ تین لاکھ انسانوں کا ایک جم غفیر لے کر بغداد کو روانہ ہوا اور ہمدان کے مقام پر پڑاؤ کیا۔

چونکہ خلیفہ، سلطان سے ازحد خائف تھا اس لئے اس نے شیخ شہاب الدین سہروردی کو جو اپنے عہد کے بڑے فاضل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، بطور سفیر سلطان کی خدمت میں بھیجا تا کہ سلطان علاؤالدین سے مصالحت کے لئے گفت و شنید کریں۔ شیخ نے سلطان کے پڑاؤ میں پہنچ کر سلطان سے ملنے کی اجازت مانگی جو منظور کر لی گئی۔

چنانچہ جب شیخ، سلطان کے شاہی خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے سلطان کو ایک قالین پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا، بیٹھا پایا۔ سلطان، شیخ کو دیکھ کر تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ بڑی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا۔ شیخ نے عربی میں تقریر کی۔ ترجمان نے سلطان کی آسانی کے لئے شیخ کے الفاظ کو فارسی میں ڈھال دیا۔

شیخ نے ان خدمات کا ذکر کیا جو خلفائے عباسی نے اس وقت تک سرانجام دی تھیں۔ نیز شیخ نے الناصر باللہ کے ذاتی اوصاف کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش کر دی۔ جب تک شیخ تقریر کرتے رہے، سلطان ادب سے دوزانو بیٹھا رہا۔ جب شیخ تقریر کر چکے تو سلطان نے کہا۔

"میں آپ کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے خلیفہ میں وہ تمام اوصاف پائے جانے چاہئیں جن کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ موجودہ خلیفہ ان اوصاف سے قطعاً عاری ہے۔ اس لئے میں نے اس خلیفہ کو معزول کر کے اس کی جگہ ایک ایسے آدمی کو مقرر کیا ہے، جو ان تمام اوصاف کا حامل ہے۔"

جب شیخ نے سلطان کی یہ گفتگو سنی تو مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ خوارزم شاہ، ہمدان سے روانہ ہو کر اسد آباد کے پاس حلوان نامی ایک مقام پر رات گزارنے کو ٹھہرا۔

جاڑے کا موسم تھا۔ پہلی رات کو ہی اس شدت کی برف باری ہوئی کہ سلطانی لشکر کے تمام مویشی، گھوڑوں اور لشکریوں کی کافی تعداد برف میں دب کر مر گئی۔ اب آگے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان وہاں سے واپس ہو کر پھر ہمدان آ گیا۔ جب برف پگھلنے لگی اور راستے صاف ہو گئے تو وہاں سے رے اور رے سے خوارزم چلا گیا۔

ان حالات میں خلیفۂ بغداد، الناصر بھی حرکت میں آیا۔ چنانچہ اس نے کچھ قاصد تیار کئے۔ ان قاصدوں کو اس نے چنگیز خان کے وزیر یلواج کی معرفت چنگیز خان کے نام پیغام دینے کا ارادہ کر لیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد یلواج، چنگیز خان کے دربار میں وزارت کے منصب پر فائز تھا۔ چنگیز خان کو خوارزم شاہ پر حملے کے لئے خلیفۂ بغداد نے اُکسایا تھا، چنانچہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ڈر سے پیغامبر کے منڈھے ہوئے سر پر یہ پیغام سوئیوں سے

کھودا گیا تھا۔ جب اس کے بال اچھی طرح اُگ آئے، تب اسے چنگیز خان کے دربار میں بھیجا گیا تاکہ اگر پیغامبر پکڑا بھی جائے تو پیغام کی نوعیت کا علم نہ ہو۔

اس طرح خلیفۂ بغداد، الناصر نے ایک شخص کے سر پر پیغام لکھ کر چنگیز خان کے وزیر، محمد یلواج کی معرفت چنگیز خان تک پہنچایا اور یہ پیغام اس تک پہنچ گیا۔ جس میں چنگیز خان کو مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی گئی تھی۔

اس کے بعد چنگیز خان کے محافظ دستوں کے سالار برماس نے دوسرے شخص بدرالدین کو پیش کیا تو بدرالدین نے بھی چنگیز خان کو یہ مشورہ دیا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوا جائے۔ اس نے چنگیز خان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ سلطان علاؤالدین کی مملکت میں انتشار اور نااتفاقی کا دور دورہ ہے۔ اس نے چنگیز خان کو یہ بھی بتایا کہ خلیفۂ بغداد نے اپنے چند نامور نجومی بھی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف بھجوائے ہیں جو اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے ستاروں کے گمراہ کن اثرات سے خوف زدہ کرتے رہیں گے۔

اس بدرالدین سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا پورا نام بدرالدین عمید تھا اور یہ کچھ عرصہ پیشتر تک سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف سے طبرستان کا حاکم ہوا کرتا تھا۔ اس کے چچا اور والد کو سلطان نے کسی جرم کی وجہ سے قتل کرا دیا تھا، لہٰذا بدرالدین ناراض ہو کر سلطان کی خدمت سے علیحدہ ہو گیا تھا۔

چنانچہ سلطان سے انتقام لینے کے لئے یہ بدرالدین، چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے انگیخت کیا۔

جہاں تک اس بدرالدین نے نااتفاقی کا ذکر کیا تو اس سے متعلق مؤرخین مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین کی والدہ ترکان خاتون بڑی خودسر اور ضدی خاتون تھی۔ علاؤالدین کے باپ تکش کے زمانے میں بارہا ایسا ہوا تھا کہ جب بھی سلطان اور ملکہ کا امورِ سلطنت میں اختلاف ہوتا تو کامیابی کا سہرا ہمیشہ ملکہ کے سر بندھتا۔ سلطان کو والدہ کے اس دخل در معقولات کا علم تھا اور وہ اسے انتہا درجہ ناپسند کرتا تھا۔

جب سلطان علاؤالدین تخت نشین ہوا تو اس کی والدہ نے حسبِ سابق ہر چھوٹی موٹی بات میں دخل اندازی شروع کر دی۔ لیکن چونکہ سلطان اپنے والد کی بے بسی کا چشم دید گواہ تھا، اس لئے وہ اپنی ماں کی دخل اندازی کا سختی سے مقابلہ کرتا اور کامیاب رہتا۔

اس وجہ سے سلطان کے تعلقات اپنی والدہ سے کشیدہ رہتے تھے۔ جبکہ سلطان کی والدہ ترکان خاتون کا تعلق ترکوں کے ایک ایسے قبیلے سے تھا جو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے دربار میں بڑا با اثر تھا اور سلطان ان سے دبتا تھا۔

بدرالدین کو اس ناچاقی کا علم تھا نیز اسے اس امر کا بھی واضح اندازہ تھا کہ اگر ترکان خاتون کے قبیلے، سردارانِ لشکر اور سلطان کے درمیان کسی وجہ سے بے اعتمادی کی فضا پیدا کر دی جائے تو سلطان علاؤالدین کی حالت اور بھی پتلی ہو جائے گی اور وہ منگولوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت ہی نہیں کر سکے گا۔ اس بنا پر مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُس نے چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے تمام حالات سے آگاہ کر کے سلطان اور اس کے ننھیال کے درمیان اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے کا مشورہ دیا اور یہ تجویز پیش کی کہ خانِ اعظم، ترکوں کے اس قبیلے کی طرف سے سلطان کے خلاف اور اپنے ساتھ وفاداری کا ایک فرضی خط لکھوا کر قاصد کے حوالے کرے اور اسے ہدایت کرے کہ وہ یہ خط لے کر کسی ایسے مقام سے گزرے کہ سلطان کے آدمی اسے دیکھ لیں اور خط پکڑا جائے اور سلطان اپنے ننھیال سے بدگمان ہو جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ننھیال والوں کو بھی خط کا علم ہو گیا۔ چونکہ انہیں اصل حالات کا علم نہیں تھا، لہٰذا وہ سمجھے کہ خود سلطان نے انہیں رسوا کرنے کے لئے جعلسازی کی ہے۔ اس وقت تک وہ اس لئے سلطان کے ہمرکاب چلے آ رہے تھے کہ اس کی ماں، ان کے قبیلے کی بیٹی تھی۔ اب جب یہ صورتِ حال پیدا ہو گئی تو انہوں نے یہ منصوبہ سوچا کہ رات کے اندھیرے میں سلطان کو قتل کر کے چنگیز خان کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ لیکن یہ منصوبہ سلطان کی خفیہ پولیس کی فرض شناسی کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔

بدرالدین کو فارغ کرنے کے بعد چنگیز خان نے سمرقند کے تاجر کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب تاجر، چنگیز خان کے سامنے گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ تاجر خوب دراز قد، کڑیل جسم اور کسے ہوئے تن کا مالک نوعمر نوجوان تھا۔ چنگیز خان کچھ دیر تک گہری نگاہوں سے

اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کی پیشانی، اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ کسی بہت بڑے مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک تھی، چہرے پر سوالات کی بھرمار، آنکھوں میں ایک جستجو بھری ہوئی تھی۔

کچھ دیر تک اس کا جائزہ لینے کے بعد چنگیز خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر اسے مخاطب کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس شخص نے پہلے ایک گہری نگاہ چنگیز خان پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''میرا نام کوشان خان ہے۔ سمرقند سے میرا تعلق ہے اور میں تاجر ہوں۔ آپ کے لئے کچھ تحائف لے کر آیا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی کوشان خان نے اپنے کندھے پر جو بڑی زنبیل لٹکا رکھی تھی، اس کا منہ کھولا اور اس میں رکھے چینی، ریشم، منقش کپڑے، کڑھا ہوا کپڑا، چاندی کے ہار جن میں جواہرات ثبت تھے، چنگیز خان کے سامنے پیش کئے۔

چنگیز خان کچھ دیر تک ان چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا، پھر تاجر کوشان خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرا دل نہیں مانتا کہ تُو تاجر ہے، نہ ہی تُو سوداگر ہے۔''

چنگیز خان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ کوشان خان بولا اور کہنے لگا۔

''خاقان! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میرا نام جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، کوشان خان ہے۔ سمرقند سے میرا تعلق ہے۔ سمرقند میں، میں نے آپ سے متعلق بہت کچھ سنا کہ آپ خود بہت بڑے سورما ہیں اور آپ کے لشکر کے اندر بھی بڑے بڑے تیغ زن اور جابر قسم کے شمشیر زن ہیں۔ چنانچہ مجھے شوق ہوا کہ آپ کی سرزمینوں میں داخل ہو کر دیکھوں کہ آپ لوگوں کا تمدن، آپ لوگوں کا رہن سہن کیسا ہے؟ اور یہ کہ آپ کے ہاں کس قسم اور کس درجہ کے اچھے اور عمدہ تیغ زن ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشان خان رُکا، پھر کہنے لگا۔

''لیکن یہاں آ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ مجھے آپ کے اس شہر میں کوئی ایسا اچھا تیغ زن دکھائی نہیں دیا جس سے میں متاثر ہو سکوں۔''

کوشان کے ان الفاظ کو چنگیز خان نے ناپسند کیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے، کچھ دیر عجیب سے انداز میں کوشان خان کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست نہیں ہے۔ اور تمہارا اندازہ ابھی تھوڑی دیر تک درست کیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی چنگیز خان نے آواز دے کر اپنے محافظ دستے کے سالار برماس کو بلایا۔ جب وہ چنگیز خان کے سامنے آیا تو برماس کو مخاطب کر کے چنگیز خان کہنے لگا۔

''سارے سالاروں اور میرے بیٹوں کا اجلاس بڑے شامیانے میں طلب کر لو۔''

برماس وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور چنگیز خان کو انتظامات مکمل کرنے کی اطلاع دی۔ اس پر چنگیز خان، کوشان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ۔''

کوشان خان، چنگیز خان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ چنگیز خان ایک بہت بڑے شامیانہ نما خیمے میں داخل ہوا۔ وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ چنگیز خان جب وہاں داخل ہوا تو اس کی تعظیم کے لئے سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر خلیفۂ بغداد کی طرف سے آنے والا وفد اور بدرالدین موجود تھے۔ چنگیز خان نے ایک خالی نشست پر کوشان خان کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد پہلے وہاں جمع ہونے والے سارے افراد کی طرف چنگیز خان نے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

''یہ جو لوگ میرے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں میرا سب سے بڑا بیٹا جوچی خان ہے، اس کے بعد دوسرا بیٹا چغتائی خان، اس کے بعد میرا تیسرا بیٹا اوغدائی خان، اس کے بعد میرا چوتھا بیٹا تولائی خان ہے۔ اس سے آگے جو سالار بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک کا نام قبجار ہے۔ یہ میرا داماد بھی ہے۔ پھر آگے کشتمور ہے۔ کشتمور کے بعد جائسی ہے۔ جائسی کے بعد پیل گوش ہے۔ پیل گوش کے بعد قراچہ ہے۔ قراچہ کے بعد برماس ہے۔ یہ میرا بہترین سالار ہونے کے ساتھ ساتھ میرے محافظ دستوں کا سالار بھی ہے۔ برماس کے بعد سوبدائی ہے، توشہ بکاک ہے، الک ہے، اسکتو ہے، تکائی ہے، جبی نویان ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے چھوٹے سالار بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ہماری سرزمینوں میں داخل ہونے کے بعد تمہیں کوئی اچھا تیغ زن نظر نہیں آیا۔ یہ جتنے نام میں

نے گنوائے ہیں، بولو! ان میں سے کس کے ساتھ تم تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو؟ بظاہر تم کہتے ہو کہ تم ایک تاجر ہو، سوداگر ہو۔ لیکن بات تیغ زنی کی کرتی ہو۔ تمہاری گفتگو سے بھی میں یہ اندازہ لگا سکتا ہوں اور تمہارے جسم کی حرکات وسکنات بھی بتاتی ہیں کہ تم تاجر اور سوداگر کم اور ایک تیغ زن زیادہ ہو۔''

اس موقع پر کوشان خان نے ایک گہری نگاہ چنگیز خان پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''خانِ اعظم! آپ کے جس قدر سالار یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے جو چاہے میرے ساتھ تیغ زنی میں طبع آزمائی کر لے۔''

کوشان کے ان الفاظ پر چنگیز خان چونکا تھا۔ اس کے سارے سالار بھی عجیب سے انداز میں کوشان خان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ چنگیز ان کے چاروں بیٹے بھی ایک جستجو اور حیرت میں پڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان کے سالاروں میں سے قراچہ انتہائی غصے کی حالت میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور پھر کوشان خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں تم سے تیغ زنی کا مقابلہ کروں گا اور خاقان کی موجودگی میں، میں تم سے کہتا ہوں کہ تم چند لمحے بھی میرے سامنے نہیں نکال سکو گے۔ تم تاجر ہو، تجارت کرو۔ سوداگر ہو، سوداگری کرو۔ تیغ زنی اور شمشیر زنی تمہیں زیب نہیں دیتی۔''

قراچہ جب خاموش ہوا، تب گھورنے کے انداز میں کوشان خان نے اس کی طرف دیکھا، پھر چنگیز خان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''خاقانِ اعظم! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کے اس سالار کو جواب دے سکتا ہوں؟''

چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تب کوشان خان کہنے لگا۔

''قراچہ! میں سمرقند کا مسلمان ہوں۔ جھوٹ نہیں کہتا۔ ذرا اپنی تلوار سنبھال کر خانِ اعظم کے سامنے آؤ۔ یہیں تیغ زنی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہیں، مقدر کی بدبختی کس سمت کا رخ کرتی ہے۔ کامیابی اور فوزمندی کس کے گلے میں ہار ڈالتی ہے۔''

کوشان کے ان الفاظ سے چنگیز خان کا سالار قراچہ غضب ناک ہو گیا تھا، تاؤ کھا

گیا تھا۔ لہٰذا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور آگے بڑھا۔

وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگوں نے دیکھا، اس موقع پر کوشان خان نے بھی اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کی تھی اور پھر جب اس نے اپنی تلوار اپنے سامنے لہرائی تو سب دنگ رہ گئے۔ وہ ایک چوڑے پھل کی برچھا نما بھاری وزنی تلوار تھی۔ اور جب اسے کوشان خان نے اپنے سامنے لہرایا تو اس کی چمک دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

اس موقع پر چنگیز خان نے کوشان خان کا جائزہ لیا۔ اس وقت تک قراچہ، کوشان خان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا چنگیز خان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دونوں جب مقابلہ کرو گے تو یہ خیال رکھا جائے گا کہ کوئی کسی کو زخمی نہیں کرے گا۔ اپنی طاقت، اپنی قوت اور اپنی ہنرمندی کا مظاہرہ کرنے کی کھلی اجازت ہو گی۔ تم دونوں کے اس مقابلے کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ جب میں فضا کے اندر اپنا ہاتھ لہراؤں، تم دونوں مقابلے کی ابتدا کر دینا۔''

اس پر قراچہ اور کوشان خان دونوں مستعد ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب چنگیز خان نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تب اس کا سالار قراچہ ایک دم حرکت میں آیا اور وہ کوشان خان پر زندگی کو دیمک کی طرح چاٹ لینے والے جبر کے موسموں کے گرداب، آہنی لمحوں میں ڈھلتی درد کی بے انت صداؤں اور وقت کو ساکت کرتی عذابوں کی بپھرتی موجوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف کوشان خان نے عجیب سے ردِعمل کا اظہار کیا۔ وہ عجیب سے شوقِ سرفروشی، ذوقِ خود آگاہی اور نرغۂ باطل میں ستاروں کی خوشگوار گردش اور کہکشاؤں کے دلفریب طلسم کی طرح پُرسکون ہو کر قراچہ کے حملوں کو روکنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا، جیسے وہ قراچہ کی جارحیت کے مقابلے میں اس نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھنے کا فیصلہ کیا ہو۔

اس موقع پر چنگیز خان کے سامنے جو اس کے سالار بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک جس کا نام جائسی تھا، چنگیز خان کے سب سے اچھے سالار اور داماد تغجار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ تو دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ بہت بڑا تیغ زن ہے۔ لیکن اس نے تو اپنے آپ کو قراچہ کے مقابلے پر صرف دفاع تک محدود کر لیا ہے۔"

اس پر تفجار جو بڑے غور سے کوشان خان کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا، وہ اپنے ساتھی سالار جائسی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جائسی! میری ایک بات یاد رکھنا، یہ سمرقند کا سوداگر کوئی عام تیغ زن نہیں ہے۔ اس کی حرکات و سکنات سے میں یہ اندازہ لگا رہا ہوں کہ یہ شخص نئی رتوں کا کوئی خوگر، خاک و خون بھری کہانیوں، طوفانی ہیجان کی داستانیں رقم کرنے والا خونی سایوں کا کوئی وحشی ہے۔ میرے خیال میں اس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا ہے اور اسی دفاع میں یہ قراچہ کو تھکا مارے گا۔ اس کے بعد جب یہ جارحیت پر اُترے گا تو قراچہ اس کے مقابلے پر ہانپنے لگے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تفجار مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسی وقت کوشان خان نے تجلیوں کی چمک، بادلوں کی گرج، تند جھونکوں کی یلغار کی طرح تین بار اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد اُس نے جارحیت اختیار کی اور قراچہ پر ڈھول اُڑاتی آتش گرفتی، زہریلی آندھیوں، لفظ سمیٹ کر حروف میں، صحرا سمیٹ کر ریتلے راستوں میں تبدیل کر دینے والے مشیت کے دست راست کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے چہرے پر خود اعتمادی کی دھوپ چھاؤں اور آنکھوں میں درد کی بے انت لہریں تھیں۔

اس کے حملہ آور ہونے کے انداز سے سب متاثر ہو رہے تھے۔ اس نے عجیب سے انداز میں جارحیت اختیار کی تھی۔ ایسا لگتا تھا، وہ ایسی سرزمینوں سے تعلق رکھتا ہے جہاں لاوے اُبلتے ہیں، جہاں موسموں کی بے رحمی رقص کرتی ہے، جہاں گمشدہ آئینوں پر صدیوں پر پھیلی جاگتی کہانیاں رقم ہوتی ہیں۔

جارحیت پر اُترنے کے بعد قراچہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے کوشان خان کے چہرے پر قیامت آشنا عذاب اور اس کی آنکھوں میں برق کے اندھے طوفان رقص کرنے لگے تھے اور اس کی جارحیت اور تیز حملوں کے سامنے قراچہ ذہنی فشار اور بے کل باطل کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ کوشان کے ہولناک حملوں میں تیزی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ ایسا

لگتا تھا کہ اس کے دست و بازو میں طوفان کروٹیں لے رہے ہوں، آتشی لمحوں کے گرداب جوش مارنے لگے ہوں۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ گلستانوں کو صحراؤں اور دریاؤں کو دشت میں تبدیل کر کے رکھ دے گا۔

کچھ دیر تک قراچہ پر تیز حملے کرنے کے بعد ایک موقع پر جب اس نے قراچہ پر اپنی تلوار برسائی اور اس کی تلوار کو قراچہ نے اپنی تلوار پر روکا تو کوشان خان ایک دم حرکت میں آیا، اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے اپنا ہاتھ قراچہ کی پیٹی میں ڈالا، پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے قراچہ کو اٹھا کر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ کچھ دیر تک اسے اسی حالت میں رکھا، اس کے بعد اس نے اسے آگے بڑھ کر بڑے آرام اور نرمی سے چنگیز خان کے سامنے ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ کر کسی غیر فانی شاہکار کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔

کوشان خان کے ایسا کرنے سے چاروں طرف چپ اور خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ کوشان خان بھی کھڑا ہو کر چنگیز خان کی طرف غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ قراچہ کچھ دیر تک زمین پر پڑا رہا، پھر چنگیز خان کے کہنے پر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اسی نشست پر جا کر بیٹھ گیا، جہاں سے اٹھ کر مقابلہ کرنے کے لئے آیا تھا۔

چنگیز خان نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ کوشان خان پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تُو نے جو کہا تھا، اسے سچ کر دکھایا۔ تیرا کہنا درست ہے۔ تجھ جیسا تیغ زن میرے سالاروں میں نہیں ہے۔ قراچہ کو زیر کر کے تُو نے ثابت کر دیا ہے کہ آندھیوں کے مقابلے میں تُو ایک بے روک طوفان، ہوا کے نرم جھونکوں کے مقابلے میں تُو تلپٹ کر دینے والے بگولوں کی سی ہمت اور جرأت رکھتا ہے۔ دیکھ! میں نہیں جانتا تیرے کیا حالات ہیں لیکن میں تجھے اپنے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں اور یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ تُو انکار نہیں کرے گا۔“

چنگیز خان جب خاموش ہوا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کوشان خان کہنے لگا۔

”یہ میرے لئے ایک سعادت ہے کہ آپ مجھے اپنے لشکر میں شامل کر رہے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کوشان خان کو خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ چنگیز خان پھر بول اٹھا اور کہنے لگا۔

''صرف شامل نہیں کر رہا، میرے لشکر میں تمہاری حیثیت ایک عمدہ سالار کی ہو گی۔ اب بولو! تم کیا کہتے ہو؟''

جواب میں کوشان پھر بولا اور کہنے لگا۔

''خانِ اعظم! میں پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق سمرقند سے ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو یہ بتا کر نہیں آیا تھا کہ میں خانِ اعظم کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ میں نے آپ اور آپ کی سرزمین کے متعلق بہت سی باتیں، بہت سی کہانیاں اور داستانیں سنی تھیں۔ وہی کہانیاں اور وہی داستانیں اور ان کی کشش مجھے ان علاقوں کی طرف کھینچ لائی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ایک بار مجھے اپنے گھر سمرقند جانے دیں۔ میں اپنے گھر والوں کو بتا کر اور اپنے گھر کے سارے انتظامات درست کر کے آپ کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ اور ساتھ ہی میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ ان دنوں کسی مہم پر نکلیں گے تو جو اُمیدیں آپ مجھ سے وابستہ رکھیں گے، میں انہیں آپ کی خواہش کے مطابق پورا کروں گا۔''

کوشان خان کے ان الفاظ پر چنگیز خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے اپنے چھوٹے بیٹے تولائی خان کو بلایا، اس کے کان میں کچھ کہا۔ جس پر تولائی خان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور ایک تھیلی نقدی کی لا کر اپنے باپ چنگیز خان کو تھما دی تھی۔ چنگیز خان نے وہ نقدی کی تھیلی، کوشان کو دی اور کہنے لگا۔

''یہ اپنے پاس رکھو۔ چند دن ہمارے ہاں قیام کرو اور جب ہمارے پاس آنے والے بغداد کے قاصد اور طبرستان کا بدرالدین یہاں سے کُوچ کریں گے تو تم بھی ان کے ساتھ کُوچ کر جانا۔''

اس کے بعد خاموش رہ کر چنگیز خان کچھ سوچتا رہا، اس دوران اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر وہ کوشان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کوشان خان! میں کوئی چیز چھپاؤں گا نہیں۔ میں نے تم جیسا عمدہ اور اچھا تیغ زن آج تک نہیں دیکھا۔ قراچہ جسے تم نے زیر کیا ہے، جسے تم نے ہرایا ہے، میرے سالاروں

میں بڑا عمدہ اور ایک نایاب تیغ زن خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن تم نے اسے بڑی آسانی سے زیر کر دیا اور پھر جس طرح تم نے اس کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر فضا میں بلند کیا اور میرے سامنے ڈال دیا، ایسے طاقتور شخص کو ہمارے ہاں دیوتا تسلیم کیا جاتا ہے۔ میری ایک اور بات غور سے سنو۔ یہاں قیام کے دوران اگر میرے اس شہر میں جو زیادہ تر یورتوں، جھونپڑوں، چمڑے اور اُون کے خیموں پر مشتمل ہے، اگر تمہیں کوئی خوب صورت لڑکی پسند آئے اور تم اسے حاصل کرنا چاہو تو اس کا انکشاف مجھ پر یا میرے داماد تغجار پر کر دینا۔ وہ لڑکی کیسی ہی صاحبِ حیثیت کیوں نہ ہو، اسے تم سے بیاہ دیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد چنگیز خان پھر رُکا اور اس کے بعد اس نے اپنے داماد تغجار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”تغجار! کوشان خان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اسے کسی اچھے اور عمدہ یورت میں ٹھہراؤ۔ جب تک یہ یہاں قیام کرے، اس کی تواضع اور خدمت میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے۔“

چنگیز خان کے یہ الفاظ سن کر تغجار حرکت میں آیا، آگے بڑھا، کوشان خان کا ہاتھ اس نے پکڑا، پھر کہنے لگا۔

”تم میرے ساتھ آؤ۔“

کوشان خان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ دونوں مختلف چمڑے اور اُون کے خیموں اور یورتوں کے اندر سے گزرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ یورت، چھکڑوں کے اوپر نصب کئے ہوئے چمڑے کے بڑے بڑے خیموں کو کہا جاتا تھا اور ان چھکڑوں کو کئی برفانی بیل کھینچتے تھے۔ ایک بڑے خیمے کے سامنے جا کر تغجار رک گیا۔ اس خیمے کے ایک طرف دو لڑکیاں تیغ زنی کی مشق کر رہی تھیں۔ تغجار کو دیکھتے ہوئے وہ بھاگتے ہوئے اس کی طرف آئیں۔ جب وہ قریب آئیں، تب تغجار مسکراتے ہوئے کوشان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ان میں جو دائیں جانب ہے، یہ خانِ اعظم چنگیز خان کی بیٹی اور میری بیوی توبائی ہے۔ اس کے ساتھ جو نوعمر لڑکی ہے، یہ اولون ہے۔ یہ میری چھوٹی چچا زاد بہن ہے۔“

کوشان خان نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ اولون پر ڈالی۔ وہ نوعمر تھی لیکن قد کی

خوب تھی۔ اس کی شخصیت ایسی تھی جیسے لمحوں کے آئینوں کے اندر جالوں کے سنہری پیکر اور رنگوں کی پُر کیف فضا اور گلشنِ نو کے صحن میں لالۂ گل کی مہک آن کھڑی ہو۔

اُس کی نیلی سلگتی آنکھیں قدرت کے کمال کی صناعی تھیں۔ اس کا بلور سے تراشا بدن حسین تجسیم کی زیب و زینت، اس کی خوب صورت پتلی نوکیلی اُنگلیاں، نازک سجیلے ہاتھ، لمبی گردن، مرمریں بازو، دہکتے لب، لچکتی کمر، سیمیں سرخ عارض اور ریشمی بال اسے ایک قیامت کا روپ دے رہے تھے۔ جب وہ بھاگتی ہوئی تمجار کی طرف آئی تھی تو یوں لگا تھا جیسے حُسن کی حسین انگڑائیاں اور جمال کی کرنوں کی ان گنت رعنائیاں اُٹھ کھڑی ہوئی ہوں۔ چند لمحے اولون نام کی اس لڑکی کو غور سے دیکھنے کے بعد کوشان خان نے ایک دم اپنی نگاہیں ہٹا لیں۔ پھر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے تمجار کو مخاطب کرتے ہوئے کوشان خان کہنے لگا۔

''کیا ایسی نازک اندام لڑکیاں بھی تیغ زنی کرتی ہیں؟''

کوشان خان کے ان الفاظ کے جواب میں اولون بولی۔

''تم مجھے دیکھ کر نازک مزاجی کی گفتگو کر رہے ہو۔ سنو! میں اور میرے بھائی کی بیوی کوئی عام تیغ زنی کا ہنر نہیں رکھتیں۔ اگر تم میرے بھائی کے مہمان اور اجنبی نہ ہوتے تو میں تمہیں تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتی۔ تمہارا قد کاٹھ اور تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم کسی اجنبی سرزمینوں کی طرف سے آئے ہو اور میرے بھائی کے جاننے والے مہمان ہو۔''

اس موقع پر ڈانٹ دینے والے انداز میں تمجار نے اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھی، پھر کہنے لگا۔

''خبردار! لومڑی، بھیڑیے اور تیندوے، شیر کو گھور کر نہیں دیکھ سکتے اور نہ اسے مقابلے کی للکار دیتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی کوشان خان کا ہاتھ تھامے تمجار ایک یورت میں داخل ہوا۔ کوشان خان بھی اس کے ساتھ تھا۔ تمجار کی انتہائی خوبصورت اور پُرکشش بہن اولون اور اس کی بیوی توبائی جو چنگیز خان کی بیٹی تھی، دونوں باہر کھڑی رہی تھیں۔ یورت میں جانے کے بعد تمجار بولا اور کہنے لگا۔

''یہ تمہاری قیام گاہ ہے۔ تمہاری ضرورت کی ہر چیز یہاں پہنچے گی۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس فالتو کپڑے ہیں؟''

اس پر کوشان خان بولا اور کہنے لگا۔

''میرے پاس کندھے سے لٹکتی ہوئی جو زنبیل نما خرجین ہے، اس میں میری ضرورت کا سارا سامان ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یورت بہت اچھا ہے۔ باہر چمڑا ہے، اندر اُون کا استر ہے۔ بستر بھی لگا ہوا ہے۔ اور مجھے کیا چاہئے؟''

اس پر تھجار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو تم یہاں بیٹھو یا لیٹ کر آرام کرو۔ میں جاتا ہوں اور تمہارے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی تھجار، یورت سے باہر نکلا۔ جب وہ اولون اور اپنی بیوی توبائی کے پاس گیا، تب اولون نے اسے مخاطب کیا۔

''بھائی! یہ کون ہے؟ کہاں سے پکڑ کر اسے لائے ہو؟''

اس پر ایک بار پھر تھجار نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اولون کو چپ رہنے کے لئے کہا پھر وہ ساتھ والے بڑے خیمے میں داخل ہوئے۔ تھجار جب بیٹھ گیا، تب سامنے اس کی بیوی توبائی اور بہن اولون بھی بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد تھجار ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ کوئی عام سا آدمی نہیں ہے، ایک طوفان ہے۔ ایسا طوفان جو روکے سے نہیں رکتا۔ یہ ایک ایسا تیغ زن ہے جس کا مقابلہ ہمارے سالاروں میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔''

اس کے بعد تھجار نے چنگیز خان کے سامنے قراچہ کے ساتھ جو مقابلہ ہوا تھا اور وہاں جو گفتگو ہوئی تھی، اس کی ساری تفصیل اولون اور توبائی سے کہہ دی تھی۔

تھجار جب خاموش ہوا تب اولون بولی اور کہنے لگی۔

''کیا اس اجنبی نے جس کا نام آپ نے کوشان خان بتایا ہے، خانِ اعظم کو اتنا ہی متاثر کیا ہے کہ خانِ اعظم نے اسے یہ کہہ دیا ہے کہ ہمارے قبیلے میں جو بھی لڑکی اسے پسند آئے، اسے اس سے بیاہ دیا جائے گا؟''

تھجار مسکرایا اور کہنے لگا۔

''خانِ اعظم نے یہ کہنے کے ساتھ ساتھ اس کوشان خان کے سامنے یہ بھی کہا تھا کہ انہوں نے اس سے پہلے اس جیسا تیغ زن اور طاقتور انسان نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ قراچہ کی کمر بند پر ہاتھ ڈال کر اسے فضا میں بلند کیا اور اس کے بعد اسے خانِ اعظم کے سامنے ڈال دیا تھا۔''

ساری تفصیل بتانے کے بعد قجار رُکا، پھر پہلے اس نے اولون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''اولون! تم ابھی اپنے یورت میں نہ جانا، دوسرے یورت میں چلی جانا۔ تمہارے یورت میں مہمان رہے گا۔ تم توبائی کے ساتھ مل کر مہمان کے لئے کھانا تیار کرو۔ اس کے بعد کھانا تم دونوں نے اسے پہنچانا بھی ہے۔ میں واپس خانِ اعظم کے پاس جا رہا ہوں۔ جب کھانا تیار ہو جائے تو اسے دے کر آنا۔''

اس کے ساتھ ہی قجار اُٹھا اور خیمے سے نکل گیا تھا۔ جبکہ توبائی اور اولون دونوں کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اولون اور توبائی کھانے کے برتن اٹھائے اس یورت میں داخل ہوئیں جس یورت میں کوشان خان نے قیام کیا تھا۔ ان دونوں کی آمد پر کوشان خان اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اولون اور توبائی دونوں آگے بڑھیں، کھانے کے برتن انہوں نے یورت میں رکھے، پھر وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئیں۔ اس موقع پر اولون نے کوشان خان کو مخاطب کیا۔

''تمہاری یہاں آمد کے موقع پر میں نے تمہیں تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے الفاظ کہے تھے، وہ میں واپس لیتی ہوں۔ میں اور توبائی تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتی تھیں لیکن تمہارے متعلق ساری تفصیل اب میرے بھائی قجار نے ہمیں بتا دی ہے۔ پہلے تم کھانا کھاؤ۔ بھائی کہہ رہا تھا، تم ایک لمبے سفر سے آئے ہو، لہٰذا تھکاوٹ کے ساتھ تمہیں بھوک بھی لگی ہو گی۔''

کوشان نے کھانے کا جائزہ لیا پھر ایک طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''یہ کیا ہے؟''

جواب میں اولون بولی اور کہنے لگی۔

''یہ سبزی ہے۔''

کوشان خان نے دوسرے برتن کی طرف اشارہ کیا تو اولون نے بتایا۔

”یہ گھوڑے کا گوشت ہے۔“

کوشان نے تیسرے برتن کی طرف اشارہ کیا تب اولون کہنے لگی۔

”یہ گھوڑی کا دودھ ہے۔“

کوشان نے پھر چوتھے برتن کی طرف اشارہ کیا تو اولون کہنے لگی۔

”یہ گھوڑی کے دودھ کا پنیر ہے۔“

کوشان خان نے کچھ سوچا، پھر اس نے پانی پیا۔ خشک روٹی اس [illegible] برتن کے ساتھ کھا کے پیٹ بھر لیا۔ پھر کہنے لگا۔

”میں جس قدر کھانا چاہتا تھا، کھا لیا۔ اب تم برتن لے جا سکتی ہو۔“

اس موقع پر اولون نے ایک خاص انداز میں توبائی کی طرف دیکھا اور اس کے بعد کوشان خان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”اگر مجھ جیسی لڑکی کبھی تمہیں مل جائے تو کیا تم اس سے شادی کر لو گے؟“

اولون کے ان الفاظ پر پہلے ایک گہری نگاہ کوشان خان نے اس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”تھجار کی بہن! تُو براق چنبیلی، مہتاب سراپا، نکہتوں کی دوشیزہ، نزہتوں کی شیرینی جیسی خوب صورت ضرور ہے، فطرت کے حُسن کا شاہکار بھی ہے، ندیوں کی گنگناہٹ ہے اور شرماہٹوں کے نقاب میں تیرے ہونٹوں کی سرخ کپکپاہٹیں خرد کے پیچ مسمار کر کے تجھے پُرکشش بھی بناتی ہیں، لیکن میں تجھ سے شادی نہیں کروں گا۔“

اولون نے شاید کوشان کے ان الفاظ کا برا مانا تھا، لہٰذا گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں نے تمہیں یہ پیشکش نہیں کی کہ تم مجھ سے شادی کرو۔ میں نے تم سے صرف یہ کہا ہے کہ اگر مجھ جیسی لڑکی تمہیں کہیں مل جائے تو......“

کوشان خان نے اس کی بات کاٹ دی، کہنے لگا۔

”اگر تم ملو یا تم جیسی لڑکی مل جائے، تب بھی شادی نہیں کروں گا۔ شادی تو میں اس لڑکی سے کروں گا جو تم جیسی حسین ضرور ہو لیکن وہ میری اور میں اس کا مزاج آشنا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس مزاج اور کس طبیعت کی لڑکی ہو۔ اور پھر تم جیسی لڑکیاں تو مجھ سے شادی

کرنے کے لئے فدا ہو جاتی ہیں لیکن میں خود ہی تم جیسی لڑکیوں سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔"

کوشان خان کے ان الفاظ نے حسین اور خوبصورت اولون کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اُس نے اس موضوع پر نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا۔ توبائی کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ پھر دونوں کھانے کے برتن اٹھا کر یورت سے نکل گئی تھیں۔ جبکہ یورت کے اندر کوشان خان آرام کرنے لگا تھا۔

❀❀❀

اگلے روز کوشان خان جب اپنے یورت سے نکلا تو اس نے دیکھا ایک طرف چنگیز خان، اس کے ساتھ اس کے بیٹے اور کچھ سالار کھڑے تھے۔ قریب سے ایک خوب قد آور، کڑے جسم کا نوجوان منگول مسلح جوانوں کی نگرانی میں چنگیز خان کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ وہ نوجوان لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کوشان خان بھی اُدھر ہی ہو لیا تھا۔

زنجیروں میں جکڑے ہوئے نوجوان کو جب منگول مسلح جوانوں نے چنگیز خان کے سامنے کھڑا کیا، اس وقت تک کوشان خان بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس موقع پر چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے کوشان خان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"تمہارے چہرے کا اندازہ لگاتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ تم کچھ جستجو میں ہو، کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔"

کوشان خان نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

"خانِ اعظم! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان جسے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، یہ کون ہے؟ اور اس کی یہ حالت کیوں ہے؟"

اس پر چنگیز خان نے ایک گہری اور نفرت انگیز نگاہ زنجیروں میں جکڑے نوجوان پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

"یہ ہمارے دشمن قبیلہ کا سردار ہے۔ ہمارے دشمن قبیلہ کا نام تایجوت ہے۔ یہ لوگ اکثر ہم پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ اور ایک جنگ میں، میں نے اس قبیلہ کو شکست دے کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اب اس کی زندگی کے دن تھوڑے ہی ہیں۔ چند روز یہ میرے شہر میں

یوں ہی زنجیروں میں جکڑا گھمایا پھرایا جاتا رہے گا، اس کے بعد اس کا قصہ پاک کر دیا جائے گا۔"

اس موقع پر کوشان خان نے ایک گہری نگاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس نوجوان پر ڈالی، پھر چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خانِ اعظم! کل آپ نے مجھے یہ رعایت دی تھی کہ آپ کے شہر میں جو بھی خوبصورت لڑکی مجھے نظر آئے، اگر میں ارادہ کروں، آپ اسے مجھ سے بیاہ دیں گے۔ خاقانِ اعظم! میں آپ کے لشکر میں شامل ہونے کی حامی بھر چکا ہوں اور آپ کے لشکر میں قیام کے دوران میں آپ کی امیدوں سے بڑھ کر آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ نوجوان جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، اسے اگر آپ قتل کر دیں گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس سے عمدہ سلوک کریں، اسے آزاد کر دیں۔ یہ آپ کے لشکر میں رہ کر ایک اچھے سردار اور سالار کی حیثیت سے آپ کی خدمت کرے گا۔"

چنگیز خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تم چاہتے ہو اسے آزاد کر دوں تاکہ آزاد ہو کر میرے ہاں ہی رہتے ہوئے یہ موقع پا کر میرا قصہ تمام کر دے۔"

کوشان خان نے پہلے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

"اس کا قد کاٹھ، اس کا چہرہ، اس کی پیشانی، اس کی آنکھوں کی چمک بتاتی ہے کہ ایسے نوجوان بے وفائی نہیں کرتے۔ یہ بلا کا عمدہ تیغ زن بھی ہوگا۔ اگر آپ اسے آزاد کرتے ہیں تو اسے ایک رات کے لئے میرے پاس رہنے دیں۔ اس کے بعد میں آپ کو ضمانت دوں گا کہ اگر یہ آپ کے ہاں قیام کے دوران آپ کو نقصان پہنچائے تو اس کے بدلے میں آپ مجھے قتل کر دیں۔"

جواب میں چنگیز خان مسکرایا، پھر مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"برغہ خان کو چھوڑ دو۔ اس کی زنجیریں اتار دو اور اسے کوشان خان کے حوالے کر دو۔ میں دیکھتا ہوں، یہ کوشان خان کے تحت ہمارا دشمن ہونے کے باوجود ہمارا دوست اور ہمارا وفادار کیسے ثابت ہوتا ہے۔"

چنگیز خان کے کہنے پر اس نوجوان کی زنجیریں کھول دی گئیں جو تائجوت قبیلے کا

سردار تھا۔ نام اس کا برغہ خان تھا۔ برغہ خان جب آزاد ہوا، تب کوشان خان نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔

''تم میرے ساتھ آؤ۔''

برغہ خان کچھ نہیں بولا۔ چپ چاپ کوشان خان کے ساتھ ہولیا۔

کوشان خان اسے اپنے خیمے میں لے گیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ برغہ خان نے ایک دم اس کے پاؤں پکڑ لئے اور کہنے لگا۔

''تم میرے لئے ایک فرشتہ بن کر آئے ہو۔ اگر تم نہ آتے تو میری زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ تم نے مجھے باعزت آزادی دلائی ہے۔ جو کچھ کہو گے، اسی پر عمل کروں گا۔ خواہ میری موت ہی میرے سامنے کیوں نہ لا کے کھڑی کر دی جائے۔ گزشتہ شب میں نے تمہارے متعلق بھی گفتگو سنی۔ تم یہاں نووارد اجنبی کی حیثیت سے آئے ہو اور ایک مقابلہ میں تم نے چنگیز خان کے بہترین تیغ زن قراچہ خان کو لمحوں کے اندر زیر کر کے، اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کر فضا میں بلند کر دیا۔ جس وقت چنگیز خان کے وہ مسلح جوان جو مجھ پر پہرہ دیتے ہیں، یہ گفتگو کر رہے تھے، اس وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش میں تم جیسے تیغ زن اور جوان سے ملوں۔ آخر میری خواہش پوری ہو گئی۔ اب میں تمہارے سپرد ہوں۔ تم جیسا کہو گے، میں ویسا ہی کروں گا۔''

اس پر کوشان خان نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگا۔

''میرے بھائی! میں دو ایک روز تک یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ تم منگولوں کے اندر ہی رہ کر کام کرنا۔ ہو سکتا ہے کسی موقع پر میں تمہاری ضرورت محسوس کروں۔''

اس موقع پر برغہ خان نے ایک گہری نگاہ کوشان خان پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں، تمہارے جانے کے بعد میں ان منگولوں کے اندر ہی قیام کروں گا اور جب کبھی بھی میری ضرورت پڑی تو میں اپنی زندگی تمہارے لئے فدا کر دوں گا۔''

برغہ خان کے ان الفاظ پر کوشان خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر کوشان خان، برغہ خان کو مختلف امور سمجھانے لگا تھا۔

منگولوں کے اندر قیام کے دوران کوشان خان نے یہ اندازہ لگایا کہ منگولوں کے اوپر

کے دھڑ لمبے ہوتے تھے جن پر وہ سردی سے بچنے کے لئے تیل مل لیتے تھے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے پاؤں گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے خمیدہ ہو جاتے تھے۔ ان کے حواس جانوروں کی طرح تیز تھے۔ رات کو ان کی آنکھیں تاریکی میں بہت دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ گھوڑے سے نیچے اُتر کر گھاس اور کائی کو دیکھ کر وہ بتا سکتے تھے کہ وہ دشت میں کس مقام پر ہیں۔

اپنے گھوڑوں کی چھوٹی چھوٹی رکابوں میں پاؤں جمائے ہوئے اُفق کی طرف نگاہیں اُٹھاتے ہوئے وہ سوار چلے جاتے تھے۔ اُفق کے اُس پار دشمن اُن سے اُن کے گلّوں کو چھین لیتے تھے، اُن پر اکثر و بیشتر حملہ آور ہوتے تھے۔

ہر سوار کے پیچھے ایک نیزہ یا لمبی خمیدہ تلوار لٹک رہی ہوتی تھی۔ اس کے بائیں جانب کلہاڑی یا سینگوں سے مضبوط کی ہوئی کمان ہوا کرتی تھی۔ ان کے بائیں جانب ترکش جس تک اُنگلیاں بڑی آسانی سے پہنچ جاتی تھیں۔ بڑی تیزی سے وہ ترکش سے تیر نکالتے اور چلاتے تھے۔

ان کے پاس اُٹھتے بیٹھتے کوشان خان نے یہ بھی جانا کہ ان کے باپ دادا شکاری تھے۔ منگول خود بھی بڑے سلیقہ سے شکار کھیلتے تھے۔ اکثر و بیشتر شکار کے لئے وہ باز پالتے تھے جو اتنی اوپر جا کر چڑیوں کا شکار کرتے تھے جہاں تک ان کے تیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اکثر وہ سیر ہو کر کھاتے تھے اور پیتے بھی اس قدر تھے کہ بالکل مدہوش ہو جاتے تھے۔ لیکن ان کی شراب جانور کا سڑا ہوا دودھ خاص طور پر گھوڑی کا دودھ تھا جسے وہ غذا کی غذا اور نشہ کا نشہ سمجھتے تھے۔

منگولوں میں سے اکثریت کے گھر ان کے خیمے ہوتے تھے جن میں اُون کی کئی تہیں ہوتی تھیں۔ شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح جانوروں کی اُون کو تیل پلایا جاتا تھا یا اس پر دودھ کی تہہ جمائی جاتی تھی تاکہ سردی کی روک ہو سکے۔ چھت کے بیچ میں ایک ذرا سا سوراخ کر دیا جاتا تھا تاکہ اس سے دھواں نکل سکے۔ لیکن دھوئیں سے خیمہ کے اندر کا حصہ کالا ہو جاتا تھا۔ باہر سے خیمہ کو بہرحال ضرور اُجلا رکھا جاتا تھا۔

منگول توہم پرست بہت تھے۔ جب ان میں سے کوئی بیمار ہوتا یا بیماری ان کے اندر پھیلتی، وہ اپنے جادوگر کو بلواتے جسے وہ شامان کہہ کر پکارتے تھے جو ڈھول بجوا کر،

ناچ ناچ کر ایک طرح سے ان کی تکلیفیں دُور کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ منگولوں کے ہاں یہ بھی وہم تھا کہ کوئی خیمے کی دہلیز پر ٹھوکر کھاتا تو اس کے معنی یہ تھے کہ خیمے پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ اگر کوئی بھیگے جوتے پہنے اندر چلا آتا تو اس کے لئے یہ ڈر تھا کہ آسمان سے اس پر بجلی کی چمک کڑکے گی، مصیبت رونما ہونے والی ہے۔ کوئی بھی منگول ایسے خیمے میں رہنا پسند نہیں کرتا تھا جس پر بجلی گر چکی ہو۔

سردیوں کے موسم میں شمال کی طرف سے کالی آندھی کے جھکڑ چلتے تھے۔ اس آندھی کو وہ بوراں کا نام دے کر پکارتے تھے۔ یہ ایسی تیز آندھیاں ہوتی تھیں کہ چراگاہوں میں ایک طرح سے جھاڑو پھیرتی چلی جاتی تھیں۔ ایسے موسم میں وہ بھیڑ اور ہرن کی کھالیں لپیٹ کر اپنے گنبد نما خیموں میں الاؤ کے پاس لیٹ جاتے تھے۔ ان کے خیمے، جن میں وہ سوتے تھے، سفید اُون کے بنے ہوتے تھے۔ خیمہ کا ڈھانچہ لکڑی کا ہوتا تھا۔ کبھی خوب صورتی کے لئے اُون پر انگور کی بیلوں اور چڑیوں اور جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ خیمے گاڑیوں پر نصب کئے جاتے تھے۔ گاڑی کے دونوں پہیوں کا درمیانی فاصلہ تقریباً بیس فٹ ہوتا تھا۔ بڑے چھکڑے جنہیں بڑے یورت کہتے تھے، انہیں بیس سے بائیس بیل کھینچتے تھے۔ گھر کا ساز و سامان اور خزانہ یہ لوگ زیادہ اونچی اونٹ گاڑیوں میں لے جاتے تھے۔ اس طرح ندیاں پار کرتے ہوئے ان کا یہ سامان بھیگتا نہیں تھا۔

جن منگولوں کی ایک سے زائد بیویاں ہوا کرتی تھیں، جب ان کے خیمے نصب کئے جاتے تھے تو پہلی بیوی کا خیمہ اس کے شوہر کے مغرب میں نصب کیا جاتا تھا، اوروں کے خیمے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مشرق کی طرف لگائے جاتے تھے۔ ان کی کنواری لڑکیاں بھی خوب کام کرتی تھیں۔ ایک ایک لڑکی بیس تیس گاڑیاں ہانکتی تھی۔ ان کے علاقوں کی زمین اکثر ہموار ہوتی تھی، اس لئے وہ گاڑیوں اور ٹھیلوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیتے تھے اور لڑکی سامنے کے ٹھیلے پر بیٹھ کر بیلوں کو ہانکتی تھی۔ باقی گاڑیاں خود بخود پیچھے چلی آتی تھیں۔

منگول مرد اپنے خیموں میں تیر کمان اور زین بناتے تھے۔ خیمے اور گاڑیاں بھی بناتے تھے۔ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے، گھوڑیوں کا دودھ دوہتے۔ اُون کے کپڑے بُنتے اور

ان کپڑوں کو اپنی زین کے نیچے رکھتے تھے۔ جاڑوں میں یہ لوگ چمڑے کے دو لبادے پہنتے تھے۔ ایک میں بالوں کا رخ اندر ہوتا اور دوسرے میں باہر۔ ان کے پاجامے بھی چمڑے کے ہوتے تھے۔ اکثر وہ اپنے کپڑوں میں ریشم کے جھالر لگاتے تھے جو ہلکی، نرم اور گرم ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ پہاڑی بھیڑوں کے سینگوں سے وہ شراب پینے کے لئے گہری گہری پیالیاں بناتے تھے۔ یہ اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ایک ہاتھ میں لگاتار وہ پیالیاں سنبھالنا مشکل ہوتا تھا۔

منگول عورتیں مردوں سے بھی زیادہ دشت آزادی کی دلدادہ تھیں۔ وہ اپنے خیموں کی ملکہ ہوتی تھیں۔ خاندان کے مال و اسباب کی حفاظت ان کے ذمہ ہوتی تھی۔ جب مرد شکار یا حملہ کے لئے جاتے تو سارا کاروبار عورتیں چلاتی تھیں حالانکہ دن رات اس فکر میں گزرتے تھے کہ کل معلوم نہیں کیا پیش آجائے۔

منگول عورتیں مردوں کے سے کپڑے پہنتی تھیں۔ بھیڑ کے چمڑے کے اونچی ایڑھی کے جوتے پہنتی تھیں۔ اکثر سرخ رنگ کے چمڑے کے پاجامے اور چوڑے چوڑے کوٹ وہ اپنے سینے پر لپیٹ لیتی تھیں جو بالکل مردانہ ہوتے تھے۔ اگر کہیں سے ریشم مل جاتا تو وہ اسے شوق سے پہنتی تھیں۔ ان کی ٹوپیاں البتہ مردوں سے مختلف ہوتی تھیں۔ کیونکہ انہیں چوڑے سمور کے کنارے پسند نہیں تھے جو گرمیوں میں اوپر اُٹھا لئے جاتے تھے اور طوفان میں کندھوں تک پہن لئے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ عورتوں کو اپنے گلّوں کی حفاظت کے لئے مردوں کی طرح دن بھر میں ستّر ستّر میل سواری کرنا پڑتی تھی۔ ان کا نقاب زیادہ تر سفید کپڑا ہوتا تھا جو آنکھوں کے نیچے سے سینے تک لٹکا ہوتا تھا تاکہ انہیں گردِ مسلسل اور آندھی سے محفوظ رکھ سکے۔ وہ تیروں سے بھیڑیوں کا شکار کھیل لیتی تھیں اور اکثر میدانِ جنگ میں مردوں کے ہمراہ جاتی تھیں۔ کبھی کبھی وہ جنگ میں خود بھی شریک ہوتی تھیں۔

کسی منگول خاندان کی مالی حالت کی ناکامی یا کامیابی کا انحصار ان عورتوں پر ہوتا تھا۔ وہ سمور ہموار کرتی تھیں، جانوروں کی آنتوں کو سکھا کر تافت بناتی تھیں۔ نمک ڈال کر چمڑے کو خشک کرتی تھیں، دودھ کو جو ان لوگوں کے لئے بیش قیمت غذا تھی، چمڑے کی تھیلیوں میں ہلا ہلا کے جما لیتی تھیں اور خیموں کو گرم رکھنے کے لئے ایندھن بھی جمع کر

لیتی تھیں۔

منگول عورتیں بڑی جفاکش تھیں۔ چھکڑے ہانکتی تھیں، جانوروں پر بوجھ لادتی تھیں، گائیوں کے دودھ دوہتی تھیں، مکھن بناتی تھیں، چمڑے کی دباغت کرتی تھیں اور ریشم کے دھاگے بناتی تھیں۔ جوتے، جرابیں، کپڑے اور خیموں کے لئے اُونی پارچہ بنانا بھی انہی کا کام تھا۔ یہ عورتیں بجلی کی کڑک سے بہت ڈرتی تھیں۔

جن سرزمینوں میں ان منگولوں کا مسکن تھا، وہ علاقہ بھی بڑا عجیب وغریب تھا۔ ان کے ساتھ بالکل جنوب میں صحرائے گوبی تھا۔ اس کی ریت پھیلتی جارہی تھی۔ بائیں جانب کوہستانِ الطائی، مشرق اور جنوب کی جانب کوہستانِ خنجان تھا۔ شمال میں یہ علاقہ بحیرہ منجمد شمالی برفانی دلدلوں اور ٹنڈرا سے شروع ہو کر جنوب کے برفانی پہاڑوں، تبت اور ہمالیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ مغرب میں چین کی سلطنت، جاوداں کے دریاؤں کی وادیوں سے شروع ہو کر وسط ایشیا کی ریڑھ کی ہڈی جیسی کوہستانی وادیوں اور مرغزاروں سے ہوتی ہوئی مغربی پہاڑی سلسلے یورال پر ختم ہوتی تھی جس کو یہ خانہ بدوش زمین کا کمربند کہتے تھے۔ اس عظیم الشان علاقے کو بعد میں دشتِ ایشیا یا وسط ایشیا کہا جانے لگا۔ اسے ایشیائے اعلیٰ بھی کہا گیا۔ اس لئے کہ اس کا زیادہ تر حصہ بلند سطح مرتفع پر مشتمل ہے جس کے درمیان بڑے بلند وبالا کوہستانی سلسلے ہیں۔

فی الحقیقت منگولوں کے اس علاقے میں بڑا تنوع تھا اور اس کے موسم میں بھی چونکہ کہیں تو حد سے زیادہ سردی تھی، کہیں چلچلاتی ہوئی گرمی اور اکثر وبیشتر اُمڈتی آندھیاں۔ سرد ٹنڈرا میں سوائے کائی کے جانوروں کی کوئی غذا نہیں اُگتی تھی۔

ٹنڈرا کے جنوب میں سائبیریا کے جنگل تھے جن کو تیز اور شیریں دریا قطع کرتے تھے۔ ان جنگلوں کے جنوب میں چراگاہوں کا علاقہ تھا جہاں تھوڑی بہت بارش ہوتی تھی اور بڑی بڑی اونچی گھاس اُگتی تھی۔ مغرب میں پہاڑی سلسلے اس دشت میں جابجا گھس آئے تھے۔ ان کوہستانوں میں خانہ بدوشوں کو لوہے اور چاندی کی کانیں مل گئی تھیں اور کسی نہ کسی طرح سے تھوڑی بہت کان کنی بھی کرنے لگے تھے۔

چراگاہوں کی لمبی لمبی گھاس کے جنوب میں خشک اور بنجر علاقہ واقع تھا، جہاں کی مٹی جلی ہوئی تھی۔ جہاں ریت کی آندھیاں اُٹھتی تھیں۔ صحرائے گوبی کے کنارے پر جھیلوں کا

سلسلہ تھا۔ ان میں سے بعض پرانے سمندروں کی یادگاریں تھیں۔ ان کا پانی کھارا تھا۔ یہاں اگر کچھ اُگتا تھا تو خاکستری رنگ کی املی اور نازک خاردار جھاڑیاں جو صرف اونٹوں کی خوراک تھیں۔ مویشی انہیں نہیں کھاتے تھے۔ جنوب میں زمین کا سب سے طاقت ور کوہستانی سلسلہ تبت کی سطح مرتفع تھا جس کے دونوں طرف بڑے ہی دشوار گزار پہاڑ تھے۔ یہ پہاڑ سمرقند سے خلیج ٹونگ کینگ تک پھیلے ہوئے تھے۔

یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے مختلف قبیلے اور اقوام سیلاب کی طرح ہجرت کر کے اس دشت سے نکلتے رہے۔ یہاں سے نکلنے والوں میں آوار، بلناری، آریہ، سیتھین، ترک، منگول اور دوسرے بہت سے قبائل ہیں جنہوں نے ان علاقوں سے نکل کر مختلف علاقوں کی طرف یلغار کی۔

اس علاقہ کی ایک اور عجیب و غریب داستان یہ تھی کہ دشت کے خانہ بدوش ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار رہتے تھے۔ ایسا اس لئے تھا کہ ان کا وطن ایک عجائب خانہ تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو چراگاہوں اور دریاؤں کی وادیوں کی زرخیز زمین تھی اور دوسری طرف خشک اور بنجر علاقے تھے۔ آباد زمین پر قبضے کا مطلب زندگی تھی۔ اور بنجر صحرا میں جلاوطنی کے معنی لازمی تباہی اور موت تھے۔ چنانچہ بنجر علاقوں سے نکل کر زرخیز علاقوں کو حاصل کرنے کے لئے قبیلے ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ جو قبیلے جیتتے، زندہ رہتے اور جو ہار جاتے، وہ غلام بن جاتے اور مٹ جاتے۔

ان انسانی لڑائیوں سے کہیں زیادہ مہیب وہ لڑائی تھی جو انسان کو مسلسل فطرت کے مقابلے پر کمربستہ رکھتی۔ لیکن ان کے جسم ایسی ہی سختیاں جھیلنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ اتفاق سے ان علاقوں میں ایک بڑا زرخیز علاقہ جھیل بیکال کے جنوب مشرق میں واقع ہے جہاں کے مرغزار ان دریاؤں کے سرچشموں سے سیراب ہوتے تھے جو اس جھیل میں یا دریائے آمو میں جا گرتے تھے۔ یہ علاقہ بڑا پسندیدہ اور خانہ بدوش قبائل کے درمیان تنازع کا باعث بنا رہتا تھا۔ اور اسی علاقے پر اب چنگیز خان کی کمانداری اور حکمرانی میں منگول سکونت اختیار کئے ہوئے تھے۔

✿✿✿

تیسرے دن جب بغداد سے آنے والا خلیفۂ بغداد کا وفد اور طبرستان کا سابق حکمران

بدرالدین عمید کوچ کرنے لگے تھے، تب کوشان خان نے بھی اپنے کوچ کو آخری شکل دی۔ جب وہ اس یورت سے باہر آیا، جس میں اس کی رہائش تھی، تب اس نے دیکھا، اس کے یورت سے باہر قنجار کی بیوی توبائی اور بہن اولون دونوں کھڑی تھیں۔ اولون ایک گٹھڑی اُٹھائے ہوئے تھی۔ یورت سے کوشان خان جب باہر آیا، تب اولون بڑی سنجیدگی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم کسی دھوکے، کسی فریب میں مبتلا نہ ہو جانا کہ میں تمہیں پسند کرنے لگ گئی ہوں۔ اس لئے کہ جب پہلی بار تم اس یورت میں آئے تھے تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ چنگیز خان نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ہمارے ہاں جو بھی لڑکی تمہیں پسند آئے گی، اسے تم سے بیاہ دیا جائے گا۔ اسی اعلان کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اگر مجھ جیسی لڑکی تمہیں ملے تو شادی کر لو گے؟ لیکن تم نے انکار کر کے یہ ثابت کیا کہ تم اخلاق اور کردار کے ایک پختہ انسان ہو۔ لیکن یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا کر جانا کہ اگر یہاں قیام کے دوران تم یہ مطالبہ کرتے کہ مجھے تم سے بیاہ دیا جائے تو میں تم سے شادی کرنے سے انکار کر دیتی۔ اس کی پہلی اور بڑی وجہ یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو پسند نہیں کرتی۔ اور دوسری وجہ یہ کہ تم قراچہ کی بے عزتی کا باعث بنے جو میرے بھائی قنجار کا چچا زاد ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اولون رکی، پھر کہنے لگی۔

''چونکہ تم نے ہمارے ہاں ایک مہمان کی حیثیت سے قیام کیا ہے اور جس یورت میں تمہیں ٹھہرایا گیا تھا، وہ یورت اکثر و بیشتر میرے استعمال میں رہا ہے۔ ایک مہمان کی حیثیت سے ہم تمہیں خالی نہیں جانے دیں گے۔ اس گٹھڑی میں تمہارے لئے کچھ کپڑے اور دوسرا سامان ہے تاکہ تمہارے ذہن میں یہ بات رہے کہ جن کے ہاں تم مہمان کی حیثیت سے چند دن قیام کر چکے ہو ان کی طرف سے تمہارے لئے الوداعی تحفہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اولون جب خاموش ہوئی تب ایک گہری نگاہ کوشان خان نے اولون پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''قنجار کی بہن! میں جو کہنے لگا ہوں، اسے غور سے سن۔ اگر تُو کسی ایسے ماحول میں ہوتی کہ تُو اپنے آپ کو میری زندگی کے ساتھی کے طور پر پیش کرتی تو میں خود ہی انکار کر

دیتا، تمہیں ناپسند کرتا بلکہ تم سے نفرت کرتا۔ اس بنا پر کہ تُو مسلمانوں کو پسند نہیں کرتی۔ دوسری بات، میں تم جیسی لڑکیوں سے تحفے قبول نہیں کرتا۔ میں اگر شادی کے لئے ہاں کروں تو تم جیسی لڑکیاں میرے آگے پیچھے دھکے کھاتی پھریں۔ اس گٹھڑی کو جس میں تحفے رکھے ہیں، اپنے پاس رکھو۔''

اس کے ساتھ ہی زوردار انداز میں ناپسندیدگی سے اپنے پاؤں زمین پر مارتا ہوا کوشان خان آگے بڑھ گیا تھا۔

اُس کے اس روّیے اور ان الفاظ سے اولون اور چنگیز خان کی بیٹی توبائی دونوں دنگ رہ گئی تھیں۔

آخر کوشان خان اس جگہ پہنچا جہاں چنگیز خان اپنے سالاروں کے ساتھ اسے، بغداد کے وفد اور بدرالدین عمید کو الوداع کہنے کے لئے کھڑا تھا۔ سب سے اُس نے پُرجوش انداز میں مصافحہ کیا، آخر میں وہ کوشان سے ملا اور کہنے لگا۔

''دیکھو، اپنا وعدہ نبھانا۔ اس دشت کی طرف سے تمہیں جب یہ خبریں ملیں کہ ہم ایک لشکر لے کر یہاں سے نکلے ہیں اور ہمارا رخ خوارزم شاہی سلطنت کی طرف ہے تو تم ہم سے آن ملنا۔ ہم تمہارا استقبال کریں گے۔''

چنگیز خان سے ہاتھ ملانے کے بعد کوشان خان، تغجار سے ملا۔ تغجار کے قریب ہی تایجوت قبیلے کا سالار برغہ خان کھڑا تھا۔ کوشان نے جب اس سے ہاتھ ملانا چاہا تو برغہ خان نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا اور آگے بڑھ کر وہ کوشان سے بغلگیر ہو گیا تھا۔ پھر اس کے کان میں کہنے لگا۔

''مجھے بھول نہ جانا، فراموش نہ کر جانا۔ تمہاری حالت، تمہاری گفتگو سے کم از کم میں یہ اندازہ ضرور لگا چکا ہوں کہ تم ان سرزمینوں میں کسی بہت بڑے مقصد کے لئے آئے تھے۔''

مسکراتے ہوئے کوشان خان علیحدہ ہوا اور کہنے لگا۔

''میں تمہیں نہ بھولوں گا، نہ فراموش کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی کوشان خان، بغداد کے وفد اور بدرالدین کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

کوشان خان جب اُن کے ساتھ سفر کرتے ہوئے کوہستانِ الطائی کے درّے

تھان شیان کے پاس پہنچا، تب اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک لیا۔

اس موقع پر طبرستان کا سابق حکمران بدرالدین، کوشان خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تُو نے اپنے گھوڑے کو کیوں روک لیا؟ یہاں نہ ٹھہرنے کی کوئی جگہ ہے، نہ قیام کرنے کی کوئی مناسب پناہ گاہ۔ جنگل ہے، چاروں طرف کوہستانی سلسلہ ہے۔ یہاں رک کر کیا کرو گے؟''

اس موقع پر ایک جھٹکے کے ساتھ کوشان خان نے اپنی تلوار بے نیام کی، پھر بدرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں یہاں قیام کرنے یا کوئی پناہ لینے کے لئے نہیں رکا۔ بلکہ تمہارے اور بغداد کے وفد کے ان ارکان کے ساتھ اپنا حساب بے باک کرنے کے لئے رُکا ہوں۔''

کوشان خان کے ان الفاظ پر بدرالدین اور بغداد کے وفد کے ارکان حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ پھر بدرالدین بولا۔

''ہمارا تمہارا کیا حساب رہتا ہے؟ نہ تم پہلے ہمیں جانتے تھے، نہ ہم تمہیں۔ چنگیز خان کے مسکن ہی میں ملاقات ہوئی، وہاں ہمارا تمہارا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ پھر تم کون سے حساب کی بات کرتے ہو؟''

اس پر کوشان خان نے کھا جانے والے انداز میں ان سب کی طرف دیکھا، پھر بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں اپنی برچھا نما تلوار اپنے سامنے لہراتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''تم لوگ غدار ہو۔ تمہاری خرد کے پیچ مسمار ہو چکے ہیں۔ تم لوگوں نے اپنی وحدانیت کے رنگ، اپنی ملت کے پیار کی خوشبو، مسلمانوں کے جذبوں کی حرارت، اسلام کی محبت کی تمازت، اپنی یکجہتی کی چکاچوند اور مسلم قوم کی اخوت کی مٹھاس کو اغیار کے ہاتھ بیچنے کی کوشش کی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشان خان رکا، پھر پہلے سے زیادہ غضب ناک آواز میں وہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ظالم کے بچو! ہم لوگ لا سے الہ تک سفر کرنے والے لوگ ہیں۔ یہی ہماری صداقت کا نجات دہندہ ہے۔ یہی ربِ واحد کی بندگی کو ہمارا ہم سفر بناتا ہے۔ مسلمان تو آندھیوں سے اپنی داستانِ شجاعت رقم کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتا ہے لیکن تم لوگوں نے چنگیز خان کے مسکن میں جا کر مسلمانوں کی انا اور آن کا سودا کیا۔ تم لوگوں نے چنگیز خان کو دعوت دی کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو۔ ظالم کے بچو! جس طرح تیز ہوا بادبانوں میں گرہیں ڈال دیتی ہے، اسی طرح جب یہ منگول مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا ہنستے شہروں کو مقبروں میں، جواں بستیوں کو کھنڈروں، آباد راستوں کو سنسان، روحوں کی درخشندگی کو آہوں، جان کی تابندگی کو بجھتی شمع میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ تم وہ غدار لوگ ہو، جنہوں نے اغیار کو اپنی وادیوں کو خون آلود، اپنی رہائش گاہوں کو بخار زدہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ جو ہر ذی جان کو لرزہ براندام اور موت کا سکوتِ دوام دے جائے گی۔ تم جیسے لوگ ہی وہموں کے سانپ بن کر برہنہ شیطانی قہقہوں اور عصمتوں پر گندگی اُچھالنے کا کردار ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشان جب رکا تب پہلی بار بغداد کے وفد کا جو سربراہ تھا، وہ کسی قدر غصیلے لہجے میں کوشان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم ہم پر الزام لگاتے ہو۔ تم خود چنگیز خان کے پاس کیا لینے گئے تھے؟ تم سمرقند کے رہنے والے ہو اور سمرقند سے نکل کر تم وہاں چنگیز خان کے پاس کیا دعوت اُڑانے گئے تھے؟ چنگیز خان نے جو تمہیں نقدی کی تھیلی دی، اسے تم نے کس سلسلے میں قبول کیا؟ تم نے اس کے لئے کیا کام سرانجام دیا جس کی بنا پر اس نے تمہیں انعام واکرام سے نوازا؟''

اس شخص کے ان الفاظ پر غصے میں کوشان خان کا چہرہ کھول اُٹھا تھا، کہنے لگا۔

''میں ایک خاص مقصد کے تحت چنگیز خان کے ہاں گیا تھا۔ جو انعام مجھے ملا، وہ اس بات کا تھا کہ میں نے چنگیز خان کے ایک بہترین سالار قراچہ کو تیغ زنی میں نیچا دکھایا۔ حالانکہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ قراچہ، چنگیز خان کے سب سے عمدہ تیغ زنوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن تم نے دیکھا، میں نے کتنی آسانی سے اسے اپنے سامنے زیر کیا اور پھر اسے اٹھا کر چنگیز خان کے سامنے ڈال دیا۔ چنگیز خان نے مجھے وہ انعام میری اس تیغ زنی اور ہنرمندی، میری جرأت اور میری قوت کی وجہ سے دیا تھا لیکن تم نے جو انعام

لیا، وہ مسلمانوں سے غداری کرنے کے سلسلے میں تھا۔ تم جیسے غداروں کو زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ میں انہی کوہستانی سلسلوں کے اندر تم سب کی قبریں بنا کر رکھ دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشان خان رکا، تب بدرالدین کھولتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ تم اکیلے ان کوہستانی سلسلوں، ان کھنڈروں، ان اُجاڑ راستوں پر ہم سے ٹکراؤ گے، ہمیں دفن کرو گے۔ ہم تو تمہاری تکابوٹی کر کے چلتے بنیں گے۔ پر پہلے یہ بتاؤ، تم ہم سے ٹکرانا کیوں چاہتے ہو؟ تمہاری حیثیت کیا ہے؟"

کوشان خان نے اپنی تلوار اپنے سامنے لہرائی، پھر کہنے لگا۔

"اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو، میرا نام کوشان خان نہیں ہے، میرا نام نظام الدین ہے اور میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کا ایک سالار ہوں۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ نظام الدین، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا وہ اعلیٰ پائے کا انتہائی مخلص اور جانثار سالار تھا جس کی کارگزاری اور جس کی جرأت مندی اور دلیری سے متاثر ہو کر علاؤالدین خوارزم شاہ نے اسے فخر الملک کا خطاب دیا تھا۔ اس کے ساتھ دو اور سالار بھی تھے جنہیں علاؤالدین خوارزم شاہ نے نوازا۔ ایک عارض زوزنی، جسے سلطان نے ضیاء الملک کا خطاب دیا اور تیسرا عمر کافی جسے مجیر الملک کا خطاب دیا گیا تھا۔

کچھ دیر رُک کر کوشان خان، جس کا اصل نام نظام الدین تھا، بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان کو کسی نے یہ بتا دیا تھا کہ بغداد کا ایک وفد، چنگیز خان کی طرف گیا ہے تا کہ چنگیز خان کو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے۔ خصوصیت کے ساتھ خلیفۂ بغداد یہ چاہتا تھا کہ چنگیز خان، سلطان علاؤالدین پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دے۔ اس لئے کہ خلیفۂ بغداد کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کی طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے، لہٰذا خلیفۂ بغداد کی نسبت لوگ علاؤالدین خوارزم شاہ کی زیادہ عزت اور اطاعت کرتے ہیں۔ اس بنا پر اس نے تم لوگوں کو چنگیز خان کے پاس بھیجا اور جو پیغام چنگیز خان کے نام تم لے گئے تھے، وہ پیغام تمہارے ساتھی جس کے سر پر بال نہیں ہیں، اس کے سر پر لکھا گیا تھا۔ اور بال جب بڑے ہو گئے، تب اسے روانہ کیا گیا۔ کیا تم اس بات کو مانتے ہو؟"

ذرا رکنے کے بعد کوشان خان یعنی نظام الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

''رہی بات بدرالدین! تمہاری۔ تم کبھی طبرستان کے حاکم تھے لیکن چونکہ تمہاری حاکمیت جاتی رہی، کچھ جرائم کی وجہ سے تمہارے باپ اور چچا کو سلطان نے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور تم اپنی اس ذاتی غرض کو سامنے رکھتے ہوئے چنگیز خان کے پاس گئے، اسے ترغیب دی کہ وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو جائے۔ تم سب ذرا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھو! کیا تم جیسے غداروں کو مسلمانوں کی سرزمین میں داخل ہونا چاہیے؟ اور کیا تم لوگوں کو مسلمانوں کے اندر زندہ رہنا چاہیے؟''

اس کے ساتھ ہی بغداد کے وفد اور بدرالدین کی توقعات کے خلاف نظام الدین ایک دم حرکت میں آیا۔ اس نے تلوار لہرا کر گرائی اور بدرالدین کی گردن کاٹ دی۔ جتنی دیر تک بغداد کا وفد سنبھلتا، اپنا دفاع کرتا، اس وقت تک نظام الدین نے دو کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ باقی نے بھاگنے کی کوشش کی تو نظام الدین نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے بھی اس نے سر قلم کر دیئے تھے۔

جو سامان ان کے پاس تھا، اسے نظام الدین نے نہیں چھیڑا۔ تاہم ان کے پاس جو نقدی تھی، اس پر اس نے قبضہ کیا۔ ان کے سارے گھوڑوں کی باگیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ باندھیں، پھر ان گھوڑوں کو ہانکتا ہوا وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو تھان شیان کے درّوں سے نکل کر آگے بڑھتی ہوئی ترمز اور وہاں سے دریائے آمو کے کنارے کنارے خوارزم کی طرف چلی گئی تھی۔

۞۞۞

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو نظام الدین کے خوارزم شہر میں داخل ہونے کی پہلے ہی سے اطلاع کر دی گئی تھی۔ لہٰذا جس وقت نظام الدین، خوارزم شہر میں داخل ہوا اسی وقت سلطان نے اپنے سارے سالاروں اور سرکردہ امراء کا اجلاس طلب کر لیا تھا اور ساتھ ہی نظام الدین کے لئے یہ بھی پیغام دیا گیا کہ وہ سیدھا قصر میں آ کر سلطان سے ملے۔

چنانچہ نظام الدین جو نیشاپور کا رہنے والا تھا، سیدھا قصر کی طرف گیا۔ قصر کے صدر دروازے کے پاس کچھ لشکری اس کی طرف لپکے۔ اس کا گھوڑا اس سے لے لیا۔ پھر نظام الدین، قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے میں اس وقت سلطان علاؤالدین، اس کے امراء اور سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بڑے پُرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد نظام الدین بڑے سالاروں میں سے ضیاء الملک، عارض زوزنی، مجیر الملک، عمر کافی اور دوسرے سالاروں میں سے کوک خان، خمید بور، سونج خان، کشلی خان، الباز خان، بالا خان، الپ خان، الغ خان، ابو محمد، ابوسبستان، تکین بیگ، باغا خان، شیخ خان، اور انمول کشتگین سے مصافحہ کرتے ہوئے ملا، پھر سلطان کے قریب وہ عارض زوزنی اور عمر کافی کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر سلطان کے پوچھنے پر نظام الدین نے چنگیز خان کے علاقوں میں جا کر جو کچھ اسے پیش آیا تھا، تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا۔ ساتھ ہی بغداد کے وفد اور بدرالدین کو جو اس نے راستے میں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا، اس کی بھی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہی نہیں، سارے سالار کچھ دیر تک چپ بیٹھے رہے، پھر دکھ بھرے انداز میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بولا اور کہنے لگا۔

”بدرالدین کے علاوہ بغداد کے خلیفہ نے چنگیز خان کے پاس وفد بھیج کر اسے ہم پر حملہ آور ہونے کی انگیخت دے کر اچھا نہیں کیا۔ یہ مسلم اُمہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے۔ خلیفۂ بغداد اگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیں تباہ و برباد کرنے کے بعد مسلم اُمہ میں ایک ہر دل عزیز شخصیت بن کر اُبھرے گا تو یہ اس کا وہم، اس کا دھوکا اور فریب ہے۔ اس کے پاس نہ تو قوت ہے نہ طاقت۔ لوگ ان لوگوں کا احترام بنو ہاشم کے افراد سمجھ کر کرتے ہیں ورنہ ان میں کوئی خاصیت نہیں ہے۔ ہم لوگ مسلمان کی حیثیت سے ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ بغداد کبھی وہ شہر تھا جو صاحبِ سیف لوگوں کی آماجگاہ تھی۔ لیکن اب وہاں کے حکمران گانا سننے اور سمجھنے کا ہنر جان گئے ہیں۔ دولت پیدا کرنے کے ذرائع ڈھونڈے جاتے ہیں۔ غلامی کا رواج ہے۔ بعض علاقوں میں سازش کا دور دورہ ہے۔ حکومت زبردستی کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے۔ عورتیں خواجہ سراؤں کی حفاظت میں ہیں اور ضمیر اللہ کے سپرد۔ بغداد کی یہ حالت ہے کہ مختلف فرقے قرآنِ مقدس کی مختلف تفسیریں اور توجیہیں کرتے ہیں۔ ان بنو ہاشم سے بنو اُمیہ اچھے تھے جو اسلامی عساکر کی لہر کو ہسپانیہ لے کر گئے۔ بنو ہاشم نے عربوں اور ایرانیوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ عجمیوں کو عربوں پر جب انہوں نے فوقیت دی تو عرب ان کے لشکر سے نکل کر پیچھے ہٹتے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان بغداد والوں کے ہاتھ سے یروشلم نکل گیا۔ یہ ہم لوگ تھے جنہوں نے صلیبی جنگوں میں طوفان بن کر اُبھرنے کا فن سیکھا۔ یروشلم دشمن سے چھینا۔ صلیبی جنگجوؤں کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا اور انہیں ارضِ مقدس کے ساحلوں سے دُور ہٹا دیا۔ یہ ہم ترک ہی تھے، جنہوں نے مسلمانوں کے لئے یونانی قیصریت سے ایشیائے کوچک کا بڑا حصہ چھینا تھا۔

بغداد کے خلیفہ بس ابھی تک ہارون رشید کے زمانے کی شان و شوکت کا چراغ جلائے بیٹھے ہیں۔ فنونِ لطیفہ اور شاعری کا دور دورہ ہے۔ قصر میں کام کرنے والے حاضر جوابی سے اپنی قسمتیں بدل لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ تیغ زنی سے عاری ہو چکے ہیں۔ ان کی

تفریح کے بہت سے سامان ہیں۔ یہ شعر و نغمہ، موسیقی، بہتی ہوئی لذیذ شراب، چوسر، شطرنج، چوگان اور دربار میں لاجواب ضیافتیں اُڑانے کے ماہر ہو چکے ہیں۔ بہر حال خلیفۂ بغداد اگر منگولوں کو دعوت دے کر ہمارے ساتھ لڑانا ہی چاہتا ہے تو یونہی سہی۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کے لئے وہ گڑھا کھود رہا ہے اور وہ گڑھا اس کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوگا تو یہ اس کے ذہن کا فریب اور اس کے شعور کا دھوکا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد علاؤالدین خوارزم شاہ رُکا، پھر اپنے سالاروں اور امراء کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔ ساتھ ہی اپنی عسکری تیاریوں کو بھی اپنے عروج پر پہنچا دو۔''

اس کے بعد سلطان علاؤالدین نے اپنے سالارِ اعلیٰ نظام الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''فخر الملک! میں تم پر جتنا فخر کروں، کم ہے۔ چنگیز خان کے قصر میں اس کے ایک عمدہ سالار کو تیغ زنی کے مقابلے میں شکست دے کر میرے عزیز! میرے بیٹے! تُو نے اپنی شجاعت، اپنی طاقت اور قوت کا علم نصب کر دیا۔ میں تیری اس شجاعت، تیری دلیری اور تیری اس ہنرمندی کو صد بار سلام پیش کرتا ہوں۔ بیٹے! اب تو اُٹھ۔ جا کر آرام کر۔ اس کے بعد دیکھتے ہیں حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین اُٹھ کر قصر سے نکلا اور اس نے اپنا گھوڑا لے کر مستقر کا رخ کیا تھا۔ کیونکہ اس کے اہلِ خانہ، نیشاپور میں تھے۔ اور اس کا اپنا قیام خوارزم شاہ کے مستقر کے اندر تھا۔

✿✿✿

جن دنوں بہت سی قوتیں چنگیز خان کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اُکسا رہی تھیں، اُن دنوں سلطان علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اس بنا پر بہت سے حکمران اس کی شہرت سے نہ صرف حسد کرتے تھے بلکہ خائف تھے جس کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ چنگیز خان اور علاؤالدین محمد خوارزم شاہ آپس میں ٹکرائیں اور دونوں کی طاقت اور قوت ضعف کا شکار ہو جائے۔

سلطان علاؤالدین نے ماضی میں اَن گنت فتوحات حاصل کی تھیں۔ چھوٹی تمام ریاستیں اُس کی قلم رو میں شامل ہو چکی تھیں۔ سلطنت کی حدود شمال میں چینی ترکستان تک اور جنوب میں قلات تک پھیل چکی تھی۔

اپنی حکومت کے آخری دور میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترکان خطا کی حکومت کو بھی ختم کر دیا تھا۔ یہ حکومت چنگیز خان اور علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کی مملکتوں کے درمیان تھی۔ اس فتح سے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی شمالی حدود منگولوں کی جنوبی سرحد سے مل گئی تھی۔

چنگیز خان کو خلیفۂ بغداد کے علاوہ بعض ہمسایہ ریاستوں سے بھی کئی بار سلطان پر چڑھائی کی ترغیب مل چکی تھی۔ چنگیز خان حریص نگاہوں سے سلطان کی قلم رو کی طرف دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آیا اسے خوارزم شاہ پر حملہ کرنا چاہئے یا نہیں۔

وہ پہل کرتے ہوئے بھی ڈرتا تھا کیونکہ اسے سلطان کی قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ نیز چونکہ قرب و جوار کی تمام ریاستیں خوارزم شاہی سلطنت میں مدغم ہو گئی تھیں، اس لئے سلطان کی بہادری کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ نفسیاتی طور پر چنگیز خان اس کی حیرت انگیز فتوحات سے مرعوب تھا اور کسی غیر دانشمندانہ اقدام کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان علاؤالدین ماورالنہر میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا کہ چنگیز خان کی طرف سے اس علاقے کے کچھ مسلمان جن میں زیادہ نمایاں محمود خوارزمی، علی خواجہ بخاری اور کنکا اتراری تھے، کچھ تحائف لے کر سلطان علاؤالدین کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کیونکہ خوارزم شاہی سلطنت، چنگیز خان کی حدود سے مل گئی تھی اس لئے بہتر تھا کہ دونوں حکومتوں میں سفارتی اور تجارتی روابط کا قیام عمل میں لایا جائے۔

چنگیز خان نے سلطان کے نام ایک ذاتی خط میں سلطان کو اس کی غیر متوقع فتوحات پر مبارکباد پیش کی تھی اور اس کے عسکری کارناموں کی تعریف کی تھی بلکہ یہاں تک لکھ دیا تھا کہ وہ سلطان کو اپنے بیٹوں کی طرح عزیز جانتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بظاہر تو سلطان نے چنگیز خان کا شکریہ ادا کیا، سفیروں کی عزت افزائی کی، بہت سے قیمتی تحائف چنگیز خان کی خدمت میں روانہ کئے مگر دل میں اس

بات کا بہت برا مانا کہ منگولوں کے خانِ اعظم نے اسے بیٹا کیوں کہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے سفارت کے ایک رکن محمود خوارزمی کو تخلیے میں طلب کر کے منگولوں کے بارے میں مختلف سوال کیے۔ مثلاً چنگیز خان کے لشکریوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس کی سلطنت کی حدود کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں؟ چنگیز خان نے اب تک کون سی فتوحات حاصل کی ہیں؟ اس کے ملک کی اقتصادی حالت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

محمود ہر چند کہ خوارزم کا باشندہ تھا لیکن اس نے سلطان کو ہر سوال کا جواب غلط دیا۔ کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سلطان کا کیا مقصد ہے۔ چنانچہ ان معلومات کی بِنا پر اس نے اپنے دماغ میں مستقبل کے لئے جو خاکہ بنایا تھا اور اس میں جو جو رنگ بھرے تھے، وہ سب غلط تھے۔ بعد میں جب اسے حقیقتِ حال کا علم ہوا اور فرضی تجاویز کو ٹھوس حقائق پر پرکھنے کا وقت آیا تو تمام ہوائی قلعے چشم زدن میں زمین بوس ہو گئے تھے۔

جب یہ تینوں سفارت کار واپس چنگیز خان کے پاس پہنچے اور سلطان کا پیغامِ خیر سگالی، چنگیز خان کے گوش گزارا گیا اور تحائف پیش کیے گئے تو چنگیز خان بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لئے خیر سگالی کے جذبات کو فروغ دیا جائے اور ایک کاروانِ تجارت تیار کیا جائے جو منگولوں کا مالِ تجارت لے کر خوارزم جائے جسے فروخت کر کے یہاں کی اشیائے ضرورت وہاں سے خرید لائے۔ چنانچہ اس خواہش کو عملی شکل دینے کے لئے چنگیز خان نے فوری ہدایات جاری کر دیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چند دنوں کے بعد ایک کاروان جو چار سو مسلمان تاجروں پر مشتمل تھا اور وہ تاجر چنگیز خان کی مملکت میں رہتے تھے، بہت سا قیمتی سامانِ تجارت لے کر منگولیا سے خوارزم روانہ ہوئے اور سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے شہر اترار کے مقام پر جو سلطان کی سرحدی چوکی تھی، وہاں آ کر یہ کاروان ٹھہرا۔

اس سرحدی چوکی کا بندوبست سلطان کے ایک ماموں کے سپرد تھا، جس کا نام اینالجق تھا۔ جب اینالجق کی نظر اس بے اندازہ مال پر پڑی تو اُس کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ کوئی ایسی تجویز پیدا ہو کہ وہ اس مال کو ہتھیا لے۔

آخر بڑی سوچ بچار کے بعد اس نے سلطان کو لکھا کہ منگولیا کا چار سو افراد پر مشتمل

ایک قافلہ جو خود کو تاجر خیال کرتے ہیں، اترار میں اُترا ہوا ہے۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے روانہ ہو کر خوارزم جائیں اور خرید و فروخت کے بہانے اندرونِ ملک اِدھر اُدھر چکر بھی لگائیں۔ چونکہ یہ لوگ زیادہ تر جاسوس معلوم ہوتے ہیں جنہیں چنگیز خان نے دریافتِ حالات کے لئے تاجروں کے بھیس میں روانہ کیا ہے اور جن کا اندرونِ ملک جانا مصلحتِ ملکی کے خلاف معلوم ہوتا ہے لہٰذا میں نے ان لوگوں کو روک لیا ہے تاکہ جب تک آپ کے احکامات موصول نہ ہوں، یہ یہیں ٹھہرے رہیں۔ اس لئے میں آپ کے احکامات کا منتظر ہوں۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ خط سلطان کے سامنے پیش ہوا، اسے فوراً ان افواہوں کا خیال آیا جو چنگیز خان کی سفارت کی آمد کے موقع پر دارالحکومت میں پھیل گئی تھیں اور اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا تھا کہ سفارت تو محض دکھاوا ہے، اصل مقصد دریافتِ حال ہے۔

نیز سلطان کو چنگیز خان کا وہ فقرہ بھی یاد آ گیا، جس سے سلطان بجائے مسرور ہونے کے کبیدہ خاطر ہو گیا تھا۔ چنانچہ عواقب اور نتائج کا اندازہ کئے بغیر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے ماموں اینالحق کو لکھ بھیجا کہ اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب ہو، اس پر عمل کرو۔

اینالحق نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق حکم دیا کہ قافلے کے تمام افراد قتل کر دیئے جائیں اور ان کا مال و متاع بحق سرکار ضبط کر لیا جائے۔

چشم زدن میں تمام تاجر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ صرف ایک آدمی جو اتفاق سے اس وقت موجود نہ تھا، قتل ہونے سے بچ گیا۔ وہ گرتا پڑتا چنگیز خان کی خدمت میں پہنچا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کر دیا

ہر چند کہ چنگیز خان، حاکمِ اترار کی اس وحشیانہ حرکت سے تلملا اُٹھا تھا اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا مطالبہ ہونے لگا تھا لیکن چنگیز خان نے کوئی انتہائی اقدام کرنے سے پہلے مناسب خیال کیا کہ سلطان سے ایک احتجاج کیا جائے اور مطالبہ کیا جائے کہ چونکہ حاکمِ اترار نے مسلمہ بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چار سو بے گناہ منگولیا کے باشندوں کو قتل کر کے ان کا سامانِ تجارت ضبط کر لیا ہے، اس لئے اسے

ہمارے حوالے کر دیا جائے تا کہ اس کے لئے مناسب سزا تجویز کی جائے۔ نیز ضبط شدہ سامان بھی واپس کر دیا جائے تا کہ ہم اسے مقتولین کے جائز ورثاء کے حوالے کر دیں۔

جب چنگیز خان کا قاصد یہ پیغام لے کر سلطان کے دربار میں حاضر ہوا تو پیغام سنتے ہی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا چونکہ قاصد کا پیغام حد درجہ گستاخانہ اور نا قابلِ عمل ہے، اس لئے اسے قتل کر دیا جائے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اگر اینالجق کے سوا کسی اور شخص سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی اور چنگیز خان حوالگی کا مطالبہ کرتا تو ممکن ہے سلطان اس جرم کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے مجرم کو چنگیز خان کے حوالے کر دیتا۔

مگر حاکم اترار، سلطان علاؤالدین کا سگا ماموں تھا اور پھر جس قبیلے سے وہ تعلق رکھتا تھا، اس کا سلطانی دربار اور لشکر میں اتنا اثر ورسوخ تھا کہ اگر سلطان کچھ کرنا بھی چاہتا تو کچھ نہ کر سکتا تھا۔

چنانچہ سلطان کی اس عاقبت نا اندیش حرکت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور چنگیز خان نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ خوارزم شاہ کو ایسا مزہ چکھائے گا جسے وہ ساری عمر یاد رکھے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکریوں کو تیاری کا حکم دے دیا تھا۔

سلطان خوارزم شاہ کی ذاتی کمان میں اُس وقت تقریباً چار لاکھ لشکریوں کا ایک جم غفیر تھا۔ اسے یقین تھا کہ چنگیز خان ضرور حملہ آور ہو گا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ تمام قلمرو میں رعایا سے ایک سال کے محصولات جنگی ضرورت کے لئے پیشگی وصول کر لئے جائیں۔ نیز دشمن کے مقابلے کے لئے مزید لشکری بھرتی کئے جائیں۔

ابھی اس منصوبے پر عمل شروع ہوا ہی تھا کہ خدا جانے سلطان کے دل میں کیا خیال آیا کہ اس نے دشمن سے مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دراصل سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اردگرد نجومی جمع تھے۔ ان میں بغداد کے جاسوس بھی شامل تھے۔ وہ سلطان کو یہی کہتے رہتے تھے کہ سلطان کے لئے لڑائی کا یہ وقت مناسب نہیں۔ اس لئے کہ سلطان کے ستارے اس وقت نحس دور سے گزر رہے ہیں۔

بہر حال سلطان علاؤالدین نے اپنے چار لاکھ کے لشکر میں سے دو لاکھ کو اپنی کمانداری میں رکھنے، ساٹھ ہزار لشکری حاکم اترار کی مدد کے لئے، تیس ہزار بخارا اور ایک

لاکھ دس ہزار سمرقند کے دفاع کے لئے بھیجنے کا ارادہ کرلیا۔

جس وقت سلطان لشکریوں کی اس تقسیم کو عملی جامہ پہنانے کے در پے تھا، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تین بڑے سالار فخر الملک نظام الدین، ضیاء الملک، عارض زوزنی، مجیر الملک اور عمر کافی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان اس وقت خوارزم شہر کے مستقر میں موجود تھا۔ چنانچہ سلطان کے پاس پہنچ کر ضیاء الملک اور مجیر الملک کے کہنے پر فخر الملک نظام الدین نے گفتگو کا آغاز کیا۔ نظام الدین، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے لشکر کو تقسیم کر کے مختلف شہروں کی طرف نہ بھجوائیں۔ پورے کا پورا لشکر اپنے پاس رکھیں اور باقی شہروں کے اندر جو پہلے سے حفاظتی لشکر پڑے ہوئے ہیں، انہیں وہیں رہنے دیں۔ وہ اپنے اپنے شہر کی حفاظت خوب کریں گے۔ اور جب چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ ہماری حدود کی طرف آتا ہے تو جو لشکر اس وقت آپ کی کمانداری میں ہے، اسے آپ چار حصوں میں تقسیم کر دیجئے گا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھیں، دوسرا مجھے دے دیں، تیسرا عارض زوزنی کو، چوتھا عمر کافی کو۔ آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں رہیں۔ میں، عارض زوزنی اور عمر کافی چنگیز خان سے ٹکرائیں گے اور ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ اسے ہم اپنے علاقوں میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور اُسے ایسی عبرت ناک شکست دیں گے کہ وہ اپنے علاقوں تک جانے کے لئے راستے میں دم لینے کے قابل نہیں رہے گا۔ اور اگر آپ نے اپنے لشکر کو تقسیم کر کے مختلف شہروں کی طرف بھجوا دیا تو آپ کی طاقت اور قوت کمزور ہو جائے گی۔ مرکز بے کار ہو جائے گا۔ اس طرح چنگیز خان ہر شہر پر حملہ کر کے آپ کی بٹی ہوئی طاقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر پر قبضہ کرتا رہے گا اور جست و خیز کرتے ہوئے آخر وہ ہماری مملکت کے اندر خون کی وہ ہولی کھیلے گا جو ہم روکنا بھی چاہیں تو نہ روک پائیں گے۔''

نظام الدین جب خاموش ہوا، تب لمحہ بھر کے لئے سلطان علاؤالدین نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تم تینوں میرے ہر دل عزیز سالار ہو، مجھے بڑے

عزیز ہو۔ تم لوگوں کی حیثیت میرے بیٹوں کی سی ہے۔ لیکن میں جو فیصلہ کر چکا ہوں، اس پر عمل کیا جائے گا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے ماضی میں کتنی جنگیں لڑیں۔ بڑے بڑے طاقتور میرے سامنے جھکتے رہے۔ ان گنت شہروں کو میں نے فتح کیا۔ ہماری مملکت بلوچستان، قزوین، منگولوں کی سرحد اور سیستان سے بھی آگے تک پھیل چکی ہے۔ یہ مملکت ہمیں ورثہ میں تو نہیں ملی۔ ہم نے بزورِ قوت اور شمشیر اسے فتح کیا ہے۔ اور جس قدر لشکر ہم اپنے پاس رکھیں گے، اسی سے چنگیز خان سے ٹکرائیں گے۔ باقی لشکریوں کو میں مختلف شہروں کی طرف روانہ کر رہا ہوں تا کہ شہروں کی حالت اور عسکری طاقت اور قوت بہتر رہے۔"

اس کے بعد سلطان علاؤالدین کو عارض زوزنی اور عمر کافی نے بھی کافی سمجھایا لیکن سلطان نے ان تینوں کی بات نہ مانی اور لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دے دی۔

اس فیصلہ کو آخری شکل دیتے ہوئے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے چار لاکھ میں سے دو لاکھ کا لشکر اپنی کمانداری میں رکھا، ساٹھ ہزار لشکر حاکم اترار اپنے ماموں اینالجق کی طرف روانہ کر دیا۔ تیس ہزار بخارا اور ایک لاکھ دس ہزار سمرقند کے دفاع کے لئے روانہ کر دیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس موقع پر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے بڑے بیٹے جلال الدین نے بھی سلطان کو پیغام بھجوایا کہ لشکر کو تقسیم نہ کیا جائے۔ سلطان پورے کا پورا لشکر اپنے پاس رکھے۔ لیکن سلطان نے اپنے بڑے بیٹے کی بات نہ مانی تھی۔

سلطان نے دوسری حماقت یہ کی کہ اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنی مملکت کو تقسیم کر دیا تھا۔ سلطان کے پانچ بیٹے تھے۔ سب سے بڑا جلال الدین، اس کے بعد ازلاق سلطان، پھر آق سلطان، پھر غیاث الدین اور پانچویں بیٹے کا نام رکن الدین تھا۔

جلال الدین سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قابل اور لائق فرزند تھا۔ سلطان بھی اس کی قابلیت اور لیاقت کا صدقِ دل سے معترف تھا۔ ہر چند کہ جلال الدین ہر لحاظ سے سلطان کی جانشینی کا حق دار تھا لیکن چونکہ بعض اراکینِ سلطنت نہیں چاہتے تھے کہ جلال الدین جیسا مستعد اور سخت گیر آدمی ولی عہد بن کر انہیں من مانی کرنے سے روک دے، اس لئے وہ سلطان کی والدہ ترکان خاتون کے بہکاوے میں آ گئے اور سلطان کو مجبور کر

کے سلطان کے بیٹے ازلاق سلطان کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔

ترکان خاتون خود بھی جلال الدین کو پسند نہیں کرتی تھیں اس لئے جب ازلاق سلطان کی والدہ نے جو ترکان قبیلے سے تعلق رکھتی تھی، اس بے قبیلے کے نام پر درخواست کی تو ترکان خاتون نے بعض امراء کو ساتھ ملا کر علاؤالدین کو جلال الدین کی حق تلفی پر آمادہ کرلیا۔ لیکن جلال الدین، سلطان علاؤالدین کا ایسا فرماں بردار فرزند تھا کہ اس نے رسمی اعلان کو کوئی اہمیت نہ دی اور پہلے سے زیادہ والدہ کی خوشنودی اور اس کے مزاج کا خیال رکھنے لگا تھا۔ چنانچہ اپنی سلطنت کو تقسیم کرتے ہوئے علاؤالدین خوارزم شاہ نے خوارزم، خراسان اور مازندان صوبے ازلاق کو دیئے جو اس کا ولی عہد بھی تھا۔ سلطان علاؤالدین اپنے بڑے بیٹے جلال الدین کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری، اس کی شجاعت اور بہادری کے پیش نظر اپنے پاس سے ہٹانا نہیں چاہتا تھا اس لئے جلال الدین کو غزنی، غور، ہبت اور سندھ کے علاقے دے دیئے اور جلال الدین کی طرف سے ان علاقوں کا نظم ونسق ایک شخص کرباز ملک کے حوالے کیا گیا۔

اپنے تیسرے بیٹے غیاث الدین کو سلطان نے کرمان، کش اور مکران عطا کیے۔ چوتھے بیٹے کا نام رکن الدین غور شاہ تھا جو باقی بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت اور رحم دل تھا، سلطان نے تمام کوہستانی سلسلوں کے علاقے اس کے حوالے کر دیئے۔

❁❁❁

چنگیز خان پر اب ایک طرح کا خوف اور خدشہ طاری تھا کہ کہیں علاؤالدین خوارزم شاہ کے مقابلہ میں اسے شکست اور تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن خلیفۂ بغداد کے علاوہ طبرستان کے سابق حاکم اور پھر اپنے سالاروں اور امراء کے اُکسانے پر آخر کار اس نے سلطان علاؤالدین پر حملہ آور ہونے کا پکا پختہ ارادہ کرلیا۔

چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان نے کچھ دن سوچ بچار کے بعد سلطان پر حملہ آور ہونے کا پکا ارادہ کرلیا اور تمام سرداروں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیں۔

بہرحال اس موقع پر یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ چینی ترکستان کے ایک فرماں روا سے جس کا نام کشلک تھا، چنگیز خان کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ چنانچہ ان میں اکثر چھوٹی

موٹی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس طرح ایک اور ہمسایہ ریاست بھی جس کے حاکم کا نام طوق طفان تھا، چنگیز خان کا دشمن تھا۔

چنگیز خان نے سوچا، نہ معلوم خوارزم شاہ کے خلاف یہ مہم کب ختم ہو گی۔ چونکہ سلطان کی حدودِ ریاست بہت وسیع اور دُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کون جیتے اور کون ہارے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے دو ہمسایوں کا مکمل صفایا کر کے اطمینان کے ساتھ علاؤالدین خوارزم شاہ سے ٹکرایا جائے۔

کشلک خان کی ریاست میں مسلمانوں کے علاقہ کاشغر اور ختن شامل تھے اور یہ کشلک خان، مسلم رعایا میں اپنے بے وجہ ظلم اور بے انصافی کی وجہ سے نامقبول تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ منگولوں کا لشکر اس کے ملک پر حملہ آور ہو گیا ہے تو چونکہ اسے مسلم رعایا سے بغاوت کا خطرہ تھا، اس لئے اپنے علاقوں سے نکل بھاگا اور بدخشاں کی حدود میں پہنچ کر ایک وادی میں گھس گیا۔

وہاں ایک جماعت شکار کی غرض سے آئی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ اجنبی لشکر کی ایک خاصی تعداد بے مقصد اِدھر اُدھر گھومتی پھرتی ہے، تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ اتنے میں منگولوں کا وہ لشکر انہیں ملا جو کشلک خان کے تعاقب میں چلا آ رہا تھا، جب شکاریوں کی جماعت سے انہیں معلوم ہوا کہ کشلک اور اس کے سارے لشکری اس نواح میں موجود ہیں تو انہوں نے شکاریوں کے تعاون سے کشلک اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور چنگیز خان کے پاس لے گئے۔ جس نے سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اب طوق طفان کی باری تھی۔ جب اسے کشلک کے انجام کا علم ہوا تو وہ بھی اپنے علاقوں سے نکل بھاگا اور جند شہر کا رخ کیا جو سلطان کی سرحدی چوکی تھی۔ ان دنوں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بھی ان علاقوں کے قرب و جوار میں سرگرداں تھا۔ اسے اطلاع ملی کہ طوق طفان، منگولوں کے ڈر سے بھاگ کر جند کے قریب پہنچ گیا ہے اور ایک منگول سالار نام جس کا توشی خان ہے، ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ طوق طغان کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے۔

چنانچہ طوق طفان تو بھاگ گیا، سلطان منگولوں کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔ یہ

پہلا موقع تھا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ براہِ راست منگولوں کے ایک بہت بڑے اور جرار لشکر سے ٹکرانے لگا تھا۔

چنگیز خان کا سالار توشی خان اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا نائب اربوش اس کام میں اس کی مدد کر رہا تھا۔ انہوں نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ توشی خان نے اپنی کمانداری میں رکھا، دوسرا حصہ اپنے ساتھی اربوش خان کی کمانداری میں دیا۔ اس طرح وہ اپنی صفوں کی آراستگی کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

دوسری طرف سلطان اور اس کے بڑے سالار اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے۔ بڑے سالاروں میں سے نظام الدین، عارض زوزنی، عمر کافی سلطان کے ساتھ تھے۔ اس کے علاوہ اور چھوٹے سالار بھی تھے۔ اس موقع پر سلطان کا بڑا سالار نظام الدین جسے بقول مؤرخین سلطان نے فخر الملک کا خطاب دے رکھا تھا، سلطان کے قریب ہوا اور بڑی اپنائیت میں کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اگر آپ میری بات مانیں تو آپ پڑاؤ میں رہیں۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ آپ اپنی کمانداری میں رکھیں۔ ہمارا بھائی، عمر کافی آپ کے ساتھ رہے گا۔ لشکر کے باقی دو حصوں میں سے ایک میری کمانداری میں اور دوسرا میرے بھائی عارض زوزنی کی سربراہی میں رہے گا۔ میں اور عارض زوزنی، توشی خان اور اربوش خان سے ٹکراتے ہیں۔ پھر آپ دیکھیں، ہم ان کا انجام کیا کرتے ہیں۔

سلطان نے کچھ سوچا اُس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ تذبذب کی حالت میں ہو۔ لیکن جب نظام الدین نے پھر سلطان کو ڈھارس دی، تب سلطان مان گیا۔ اس موقع پر سلطان نے اپنے گرد جمع ہونے والے نجومیوں سے مشورہ کرنا چاہا لیکن نظام الدین نے اسے اس کا موقع نہ دیا اور عارض زوزنی کے ساتھ مل کر وہ لشکر کے دونوں حصوں کو استوار کرنے لگا تھا۔

اب منگولوں کے لشکر کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ توشی خان کی کمانداری میں، دوسرا اربوش خان کے تحت۔ ان کے مقابلہ میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کے بھی دو حصے تھے۔ ایک نظام الدین اور دوسرا عارض زوزنی کے تحت۔ جس وقت نظام الدین اپنے لشکر کے سامنے آیا تو اس نے اپنے چہرے پر اپنے خود کا نقاب گرا دیا۔ عارض زوزنی

نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے منگولوں کا لشکر حرکت میں آیا۔ پہلے توشی خان نے کام کی ابتدا کی اور وہ نظام الدین اور عارض زوزنی پر آتشیں لمحوں میں ڈھلتی جاگتی بپھرتی موجوں، ارتقاء کے دائروں میں لکھی جانے والی ہولناک خونی داستانوں، بجھی بجھی مشعلوں، سوختہ سوختہ چراغوں اور زخم زخم بدنوں کی سی حالت کرتے سمندر کے تلاطم کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ توشی خان کے ساتھ ہی ساتھ اربوش خان بھی حرکت میں آیا۔ وہ بھی نظام الدین اور عارض زوزنی کے لشکر پر کرب خیز جبر کی علامتوں، اندھیرے کی بکل سے اُٹھتے قہر بھرے جھکڑوں، اسبابِ ہلاکت کی قہرمانی اور دھرتی کے سینے پر لاوے کی طرح پھیلتی موت کی اندھی چاپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جب توشی خان اور اربوش خان، نظام الدین اور عارض زوزنی پر حملہ آور ہوئے، تب سب سے پہلے نظام الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ پہلے اس نے احساسات کو شعور کی دولت، افکار کو عمل کی بصیرت، روحوں کو زندگی کی حرارت، کمزور بازوؤں کو قوت کے عمل اور تیز ہواؤں کو فسوں بخشنے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ منگولوں کے لشکر پر تشنگی کے بحر سے اُٹھتے تقدیر کے ہولناک عذاب، زخموں کے حروف، درد کے الفاظ نمایاں کرتے گردشِ دوراں کے بھنور، بپھرے بھوکے قلزموں سے اُٹھتی موجوں کے ہولناک تلاطم، لہروں کے خونی پیچ و تاب اور فطرت کو زبوں کر دینے والے کائنات کے ناظروں، آفاق کے رازداروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

نظام الدین کے ساتھ ساتھ عارض زوزنی نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی منگولوں کے لشکر پر درد کے رابطوں کا کرب لئے سیاہ بختی کے سایوں، خناس کے وسوسوں اور ظلم کی اندھی موجوں کے سامنے صبر کی چٹان بن جانے والے قیامت بدوش عناصر، وقت کی صحرائی گرسنہ صداؤں اور فنا کے گھاٹ اُتار دینے والے بدبختی کے سایوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح کوہستانی سلسلوں کے اندر ہولناک میدان میں ان دیکھے اندیشے، اذیت ناک لمحے، سلگتے خیالات، دہکتی فکر اور انحطاط و زوال کے عناصر ایک انقلاب برپا کرنے لگے تھے۔

رزم گاہ اور میدانِ جنگ میں بے پایاں خروش، روحوں کی ویرانیاں، دکھ بھرے جذبات، بل کھاتی مرگ کی دستک۔ وحشتوں کے ان گنت باب، موت کا زہر اور ننگ و ذلت کے شبستان رقص کرنے لگے تھے۔

جنگ جب خوب بھڑک اُٹھی اور نظام الدین اور عارض زوزنی نے منگولوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے انہیں پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تو اتنے میں منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر نمودار ہوا۔ شاید وہ توشی خان اور اربوش خان کی مدد کے لئے آن پہنچا تھا۔

اس موقع پر سلطان اپنے تیسرے بڑے سالار عمر کافی کے ساتھ حرکت میں آنا ہی چاہتا تھا کہ مؤرخین لکھتے ہیں، اسی وقت سلطان کا بڑا بیٹا جلال الدین، لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ایک طرف سے نمودار ہوا اور وہ منگولوں کے نئے آنے والے لشکر پر آسمان سے اُتر کر برہم برق کے کوندوں کی طرح نزول کرتے دہکتے سلگتے عذابوں، زیست کے فلسفے تک کو بدل دینے والی فوزمندی کے تدبر کی علامتوں، اندھیروں کی ریشمی طیلسان کے اندر انتقام کی بھڑکتی آگ اور روح اور جسم کا رابطہ ختم کرتی موت کے نیزوں کی چمکتی انیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جلال الدین نے نئے آنے والے لشکر کو مار کر بھگا دیا۔ جب کہ سلطان کے دونوں بڑے سالاروں نظام الدین اور عارض زوزنی نے توشی خان اور اربوش خان کو شکست دی۔ اس جنگ میں نظام الدین کے ہاتھوں منگولوں کا سالار اربوش مارا گیا تھا۔ یہ اربوش حسین اور خوب صورت اولون کا چچا زاد بھائی تھا۔ بالکل اسی طرح چنگیز خان کا داماد تغجار اولون کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس لئے کہ تغجار اور اربوش دونوں کے باپ آپس میں بھائی تھے۔ اولون کے ماں باپ مر چکے تھے، اس بنا پر تغجار اور اربوش دونوں اولون کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

اس جنگ کے موقع پر سلطان کو نجومیوں نے بڑا بھڑکایا جن میں بغداد کے نجومی بھی شامل تھے۔ انہوں نے سلطان کے ذہن میں یہ بات پکی پختہ کر دی تھی کہ منگولوں کے مقابلہ میں اس وقت سلطان کے ستارے گردش میں ہیں، نحوست کا شکار ہیں۔ اور اگر سلطان نے مزید منگولوں سے ٹکرانے کی کوشش کی تو پھر سلطان کی مملکت تباہ و برباد ہو جائے گی اور چنگیز خان جدھر کا رخ کرے گا، کامیابی اس کے قدم چومتی رہے گی۔

نجومیوں کے ان الفاظ کے جواب میں علاؤالدین نے ایک بڑا ناپسندیدہ فیصلہ کیا۔ اس نے دل میں ٹھان لی کہ آئندہ وہ منگولوں سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ یہ وہی علاؤالدین خوارزم تھا، جس نے اپنی جوانی کے دور میں بڑے بڑے حکمرانوں، بڑے بڑے سالاروں اور بڑے بڑے سرکش دشمنوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا اور چھوٹی سی وہ مملکت جو خوارزم کے علاقہ پر مشتمل تھی، اسے وسعت دے کر اس نے بلوچستان سے قزوین اور چنگیز خان کے علاقوں سے سیستان تک پہنچا کر رکھ دیا تھا۔ بہرحال اس موقع پر جو فیصلہ سلطان نے کیا، وہ بڑا غلط تھا اور اس کا یہی فیصلہ عالمِ اسلام کے لئے تباہ کن ثابت ہوا۔

❁❁❁

بدترین شکست اٹھانے کے بعد منگول سردار توشی خان جاتے جاتے اپنے ساتھی سالار اربوش کی لاش بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

جب وہ اس جگہ پہنچا، جہاں چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا تو چنگیز خان پہلے ہی اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑا شاید اسی کی آمد کا منتظر تھا۔ ہو سکتا ہے اسے پہلے ہی توشی خان اور اربوش خان کی شکست کی خبر ہو چکی ہو چنانچہ توشی خان، چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے گھوڑے سے اُتر کر تعظیم دی اور اربوش خان کی لاش کو اتار کر زمین پر ڈال دیا تھا۔

اس موقع پر حسین اور خوب صورت اولون نے جب اربوش کی لاش کو دیکھا تو دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ پھر بھاگی اور اربوش کی لاش سے لپٹ کر دھاروں دھار رونے لگی تھی۔ اس لئے کہ اربوش خان، قراچہ اور تمجار کی طرح اس کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس موقع پر چنگیز خان، اس کے بیٹے اور جو سالار اردگرد کھڑے تھے، سب پریشان تھے۔ چنگیز خان نے گہری نگاہ اس موقع پر اپنے بیٹوں کے علاوہ دائیں بائیں کھڑے سالاروں پر ڈالی۔ جن میں سے نمایاں جی توبان تکائی، اسکیتو الک، توشہ بکاک، سوبدائی، برماس، قراچہ، پیل گوش، جائسی، کشتمور کے علاوہ تمجار تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامنے کھڑے توشی خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"جو جنگ تم نے لڑی اس میں کیا مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے حصہ لیا؟"

توشی خان نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"نہیں۔ مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اس لشکر میں موجود ضرور تھا لیکن وہ اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں قیام کئے رہا۔ اس کے دو سالاروں نے میرے ساتھ جنگ کی۔ بڑے سالار کا نام نظام الدین اور اس کے درجہ کے دوسرے سالار عارض زوزنی نے میرے ساتھ ٹکراؤ کیا۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ان دونوں سالاروں کو شکست دوں لیکن لگتا ہے وہ دونوں سالار میری نسبت جنگ کا زیادہ اور وسیع تجربہ رکھتے تھے۔"

توشی خان جب رکا، تب سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے چنگیز خان نے پوچھ لیا۔

"تمہاری مدد کے لئے ہم نے ایک اور لشکر روانہ کیا تھا، اس کا کیا ہوا؟"

اس پر توشی خان دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"اگر وہ لشکر میری مدد کے لئے پہنچ جاتا تو یقیناً فتح میری ہوتی اور مسلمانوں کے لشکر کو یقیناً کھنگال کر رکھ دیتا۔ لیکن جس وقت آپ کا بھیجا ہوا وہ لشکر میرے نزدیک پہنچا، اسی وقت کسی طرف سے علاؤالدین خوارزم شاہ کا بیٹا جلال الدین خوارزم شاہ نمودار ہوا۔ اس کے پاس کوئی اتنا بڑا لشکر تو نہیں تھا لیکن آپ کی طرف بھیجے گئے لشکر پر وہ حملہ آور ہوا اور اسے بدترین شکست دی اور اس کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارا اور باقی کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اتنی دیر تک مسلمانوں کے سلطان کے دو بڑے سالاروں نظام الدین اور عارض زوزنی مجھے شکست دینے اور پسپا کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔"

توشی خان جب خاموش ہوا، تب دُکھ بھرے انداز میں چنگیز خان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ اربوش خان کو کس نے قتل کیا؟"

لمحہ بھر کے لئے توشی خان کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر اس نے چنگیز خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

’’خانِ اعظم! اربوش خان مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا بڑا سالار نظام الدین ہمارے لشکریوں کو کاٹ کر آگے بڑھتا ہوا اربوش خان کے پاس آن پہنچا۔ دونوں میں ٹکراؤ ہوا۔ اربوش خان نے اس سے خوب مقابلہ کیا لیکن تیغ زنی کے ہنر میں نظام الدین نے اپنے آپ کو ارفع ثابت کیا اور اربوش خان کو میدانِ جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔‘‘

اس موقع پر اولون جو اربوش کی لاش سے لپٹ کر رو رہی تھی، اچانک اُٹھ کھڑی ہوئی۔ توشی خان کے پاس آئی اور غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

’’اربوش کو جس نے قتل کیا، تُو نے اس کا کیا نام بتایا؟‘‘

توشی خان پھر بولا اور کہنے لگا۔ ’’میری بہن! اس کا نام نظام الدین ہے۔‘‘

اس موقع پر اولون نے بے پناہ نفرت اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

’’قسم جاوداں نیلے آسمان کی، مسلمانوں کے سلطان کے سالار نظام الدین کو اربوش خان کا انتقام لینے کے لئے میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گی، اس کا پیچھا کروں گی۔ اگر وہ زمین کی تہہ میں بھی اُتر گیا، اسے نکالوں گی اور اپنے انتقام کی پیاس بجھاؤں گی۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد اولون رکی، پھر چنگیز خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

’’خانِ اعظم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میرے لئے لشکر کا ایک حصہ الگ کیا جائے۔ میں مسلمانوں کے اُس سالار کو تلاش کروں گی، سائے کی طرح اس کے پیچھے جاؤں گی اور جب تک میں اسے قتل نہیں کروں گی، مجھے ذہنی اور قلبی سکون حاصل نہیں ہوگا۔‘‘

اس موقع پر ہلکی سی مسکراہٹ میں چنگیز خان نے اولون کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

’’بچی! تیری یہ آرزو پوری کی جائے گی۔ تیرے لئے لشکر کا ایک حصہ مختص کیا جائے گا۔ تیرا چچا زاد بھائی قراچہ بھی اس میں شامل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ تم اور قراچہ دونوں مل کر اربوش خان کا انتقام لینے میں کامیاب رہو گے اور مسلمانوں کے سالار نظام الدین کو ڈھونڈ نکالو گے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں ایک کمی اور کوتاہی محسوس ہوتی ہے۔‘‘

پھر اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے دکھ بھرے انداز میں چنگیز خان کہنے لگا۔

''تم لوگوں کو یاد ہوگا کہ جن دنوں بغداد کا ایک وفد اور طبرستان کا بدرالدین ہمارے پاس آئے تھے اور ہمیں علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی، ان کے ساتھ سمرقند کا ایک تیغ زن بھی آیا تھا۔ اس کے آنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا کہ وہ ہماری سرزمینوں کو دیکھنا چاہتا تھا، ہم سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کا نام کوشان خان تھا۔ شاید تمہیں یاد ہوگا۔''

اس پر سارے سالاروں اور چنگیز خان کے بیٹوں نے چنگیز خان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ چنگیز خان پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''جس وقت وہ ہم سے جدا ہوا تھا، اس وقت ہم سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پہلے سمرقند جائے گا اور پھر ہمارے لشکر میں آئے گا۔ لیکن میں اس کی آمد کا منتظر ہوں۔ وہ اگر آئے تو میں اسے بڑی اہم ذمہ داریاں سونپوں گا۔ اس لئے کہ اس جیسے سالار کہیں ملتے نہیں ہیں۔ تم لوگوں نے دیکھا، قراچہ ہمارے بہترین اور عمدہ تیغ زنوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن لمحوں کے اندر اس نے نہ صرف قراچہ کو تیغ زنی کے مقابلہ میں اپنے سامنے ڈھیر کر دیا بلکہ اپنے ایک ہی ہاتھ سے قراچہ کی چمڑے کی پیٹی میں ہاتھ ڈال کر اسے فضا میں بلند کر دیا اور پھر بڑے آرام اور سکون سے قراچہ کو میرے سامنے ڈال دیا۔ ایسا سالار اگر میرے پاس آ جائے تو ہمیں کسی موقع پر دشمن کی طرف سے شکست اور ہزیمت کا خدشہ نہ رہے۔ لیکن وہ شخص ابھی تک ہمارے پاس آیا نہیں۔ نہ جانے وہ اپنے کن تفکرات میں کھو گیا ہوگا۔''

اس موقع پر اولون پھر بولی اور چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''خانِ اعظم! آپ نے لشکر کا ایک حصہ میرے لئے مختص کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ساتھ ہی قراچہ کو بھی میرے ساتھ کر دیا ہے۔ میں اس لشکر کے ساتھ جہاں مسلمانوں کے سالار نظام الدین کو تلاش کروں گی، جس نے اربوش خان کو قتل کیا ہے، وہیں میں کوشان خان کو بھی تلاش کروں گی۔ اگر وہ مجھے مل گیا تو اسے میں آپ کے پاس لے کر ضرور آؤں گی۔ آپ کا کہنا درست ہے۔ اس جیسا تیغ زن کہیں ملے گا نہیں۔''

اولون کے ان الفاظ پر چنگیز خان نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس موقع پر اولون، چنگیز خان کو مخاطب کر کے مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ چنگیز خان کی بیٹی توبائی آگے بڑھی،

اولون کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر وہ اولون کو اس کے یورت کی طرف لے جا رہی تھی۔

✿✿✿

توشی خان کو شکست دینے کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔ اس موقع پر سلطان علاؤالدین کا بڑا بیٹا جلال الدین، نظام الدین، عارض زوزنی، عمر کافی اور دوسرے سالار سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان نے سب کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ گفتگو کا آغاز جلال الدین نے کیا۔ وہ اپنے باپ علاؤالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! چنگیز خان کے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ طویل اور خوفناک صورتِ حال اختیار کر سکتا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اس کے ایک لشکر کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے اُمید ہے آپ میرے اس فیصلے سے اتفاق کریں گے۔

جنگوں کے طول پکڑنے کی وجہ سے ہمارے لئے رسد کی کمی کا مسئلہ اُٹھ سکتا ہے۔ جہاں تک چنگیز خان کا تعلق ہے، وہ یقیناً ہمارے علاقوں میں لوٹ مار کر کے اپنے لئے رسد حاصل کرے گا۔ لیکن یہ کام ہم نہیں کر سکتے۔ میں نے سوچا ہے کہ جب ہمارے لشکر جنگ کی حالت میں نہ ہوں، تب نظام الدین اور عارض زوزنی کے لئے لشکر کا ایک حصہ مختص کر دیا جائے جو لشکر کے لئے رسد اور دوسرا سامان مہیا کرے۔ پہلی کوشش یہ کی جائے گی کہ منگولوں کے لشکر کے مختلف حصوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا جائے۔ ان کی عددی فوقیت کو کم کیا جائے اور ساتھ ہی ان میں سے جس کے پاس بھی رسد کا سامان ہو وہ ان سے چھین کر اپنے استعمال میں لایا جائے۔ اس طرح نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے لئے بہترین انداز میں رسد مہیا کر سکتے ہیں۔ یہ کام ان دونوں سے بہتر کوئی کر بھی نہیں سکتا۔ اور اگر زیادہ ضرورت پڑے تو پھر عمر کافی کو بھی ان کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن جنگ کے دوران ان تینوں بڑے سالاروں کا آپ کے ساتھ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کہ جنگ کا جو تجربہ یہ رکھتے ہیں، دوسرے سالار

نہیں رکھتے۔ حالانکہ جنگ میں توشی خان کو شکست ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا جو انداز نظام الدین نے اپنایا وہ انداز بہت کم سالار اپناتے ہیں۔ دشمن کے لشکر میں گھس کر اس نے اربوش خان کا قتل کیا اور جب منگولوں نے دیکھا کہ ان کے سالار اربوش خان کو مسلمانوں کے ایک سالار نے قتل کر دیا ہے اور اربوش خان، لاش کی صورت میں اپنے گھوڑے سے گر گیا ہے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ جذبات مجروح ہوئے اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ جاری رکھنے کی بجائے شکست قبول کر لی اور بھاگ جانے کو ترجیح دی۔“

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے جلال الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ تاہم اپنے اس ارادہ کو اپنے دل ہی میں چھپائے ہوئے تھا کہ آئندہ وہ منگولوں کے خلاف جنگ نہیں کرے گا۔ اور اپنے اس ارادہ کا اظہار نہ اس نے جلال الدین پر کیا، نہ ہی نظام الدین، عارض زوزنی اور عمر کافی جیسے سالاروں پر۔

علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ دو دن وہاں قیام کیا، اس کے بعد اس نے وہاں سے پڑاؤ اٹھا کر کوچ کر لیا تھا۔

✿✿✿

چنگیز خان نے اپنے دو بڑے بیٹوں اوغدائی اور چغتائی دونوں کو ایک جرار اور بہت بڑا لشکر دیا اور دونوں کو حکم دیا کہ وہ اترار شہر پر چڑھائی کر کے اینالجق کو جو اس سارے فساد کا بانی تھا، قرار واقعی سزا دیں۔

اپنے بہترین سالار توشی خان کو اس نے مختلف علاقوں میں ایک لشکر کے ساتھ سرگرداں رہ کر لشکر کے لئے سامانِ رسد جمع کرنے کا حکم دیا۔ جبکہ خود ایک بہت بڑا لشکر لے کر بخارا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اینالجق جو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں تھا، جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا تھا۔ جنگجو ترکوں سے اس کا تعلق تھا اور جنگ کے دوران اپنی جان کی بازی ہار دینے سے بھی دریغ کرنے والا نہیں تھا۔

دوسری طرف جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو خبر ہوئی کہ چنگیز خان نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے دو بیٹوں اوغدائی اور چغتائی کو دے کر اس کے ماموں اینالجق پر حملہ آور

ہونے کے لئے اترار شہر کی طرف روانہ کیا ہے، تب سلطان علاؤالدین نے اپنے بہترین سالاروں میں سے نظام الدین اور عارض زوزنی کو بلایا۔ جب دونوں سالار سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے، سلطان نے شاندار انداز میں ان دونوں کا استقبال کیا۔ اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئے، تب سلطان علاؤالدین نے باری باری نظام الدین اور عارض زوزنی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''میرے دونوں عزیزو! تم میرے ایسے سالار ہو جن پر میں بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں۔ ہمارے مخبر یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ چنگیز خان نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے دو بیٹوں اوغدائی اور چغتائی کی کمانداری میں دے کر اینالجق پر حملہ کرنے کے لئے اترار شہر کی طرف روانہ کیا ہے۔ اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں ایک لشکر لے کر اترار شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تم لوگ اترار شہر کے باہر سے جبکہ شہر کے اندر سے اینالجق، منگولوں پر حملہ آور ہوتا رہے گا۔ اس طرح یہ سلسلہ طول پکڑ جائے گا۔ گو منگول، اترار کا محاصرہ کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اگر تم دونوں مل کر ان کے ساتھ شب خون اور اچانک حملہ آور ہونے کا کھیل کھیلنا شروع کر دو، جن کے تم دونوں ماہر ہو تو میں سمجھتا ہوں دو کاموں میں سے ایک ہمارے سامنے آئے گا۔ اوّل یہ کہ محاصرہ بہت طول پکڑ جائے گا اور دوسری یہ تبدیلی بھی آ سکتی ہے کہ منگول، اترار شہر کا محاصرہ ترک کر کے چلے جائیں۔ تمہاری آمد سے پہلے میں نے عمر کافی کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ لشکر کا وہ حصہ علیحدہ کر دے جو تم دونوں یہاں سے لے کر روانہ ہو گے۔ عمر کافی بھی خود لشکر میں شامل ہو کر تم دونوں کے ساتھ جانا چاہتا تھا لیکن میں اپنے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اس لئے میں نے اسے روک لیا ہے۔ اب یہ معاملہ میں تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم کب یہاں سے روانہ ہونا پسند کرو گے؟''

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جب خاموش ہوا، تب نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اس میں کوئی سوچنے کی بات نہیں ہے۔ آنے والی شب کو آدھی رات کے قریب ہم دونوں لشکر لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ جس طرح آپ نے کہا ہے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان نے ان دونوں کو جانے کی اجازت دے دی تھی اور اسی

رات نظام الدین اور عارض زوزنی ایک لشکر لے کر اترار شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

نظام الدین اور عارض زوزنی ابھی اترار شہر سے لگ بھگ بیس میل دور ہوں گے کہ سلطان کے پھیلائے ہوئے مخبروں نے انہیں اطلاع دی کہ چنگیز خان کے دونوں بیٹے اوغدائی خان اور چغتائی، اترار شہر پہنچ چکے ہیں اور شہر کی مشرقی سمت انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے۔

یہ خبر ملنے کے بعد نظام الدین اور عارض زوزنی بھی حرکت میں آئے، اپنے لشکر کو انہوں نے ایک کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بٹھا دیا۔ پھر اپنے ایک مخبر کو اترار شہر کی طرف اینالحق کو پیغام دے کر بھیج دیا۔

چنانچہ وہ پیغامبر آدھی رات کے قریب اترار شہر کی فصیل کے مغربی دروازے کے پاس نمودار ہوا اور دروازے پر اس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

دوسری دستک پر اندر سے دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

اس پر وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان کو خبر ہو چکی ہے کہ چنگیز خان کے دو بیٹے اوغدائی خان اور چغتائی خان، اینالحق پر ضرب لگانے کے لئے اترار شہر پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا اینالحق کی مدد کے لئے سلطان نے اپنے دونوں بڑے سالاروں نظام الدین اور عارض زوزنی کو بھیجا ہے۔ وہ اترار شہر کے نواح میں کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں چلے گئے ہیں۔ مجھے انہوں نے اینالحق کے نام ایک پیغام دے کر بھیجا ہے۔ وہ پیغام میں اینالحق تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

یہ الفاظ سن کر اندر سے کسی نے چھوٹی سی ایک کھڑکی کھولی۔ اس میں سے دائیں بائیں دیکھا۔ جب اس نے دیکھا، باہر ایک ہی گھڑ سوار کھڑا ہے، تب اندر سے آواز آئی۔

"اپنے گھوڑے سے اُتر جاؤ۔"

وہ قاصد اپنے گھوڑے سے اُتر گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ تھوڑا سا کھلا۔ جلدی جلدی قاصد کو اس کے گھوڑے سمیت شہر میں داخل کر کے شہر پناہ کا دروازہ پھر پہلے کی طرح بند

کر دیا گیا تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد قاصد نے دروازے کے محافظوں کے سالار سے گزارش کی کہ اسے رات وہیں بسر کرنے کی اجازت دی جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے گا تو وہ پیغام دینے کے لئے اینالجق کی طرف چلا جائے گا۔

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ دروازے کے محافظوں کے سالار نے اپنے ایک محافظ کو اس پیغامبر کے ساتھ بھیجا اور اسے اترار شہر کے حکومتی مہمان خانے کی طرف بھجوا دیا تھا۔

اگلے روز جب سورج کافی چڑھ آیا، تب اترار شہر کا حاکم اور سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں اینالجق اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ شہر کی فصیل کے اوپر چڑھا اور ایک برج کے اندر کھڑا ہو کر وہ منگولوں کے اس لشکر کا جائزہ لینے لگا جس کی کمانداری چنگیز خان کے بیٹے اوغدائی اور چغتائی کر رہے تھے۔

اینالجق کو اپنے سالاروں کے ساتھ وہاں کھڑے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کا ایک آدمی بھاگا بھاگا آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ایک قاصد آپ کے نام کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے اوپر لے کر آؤں؟''

اینالجق نے جب منہ سے بولے بغیر اثبات میں گردن ہلائی تب وہ شخص نیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس قاصد کو لے کر آیا جسے نظام الدین اور عارض زوزنی نے بھیجا تھا۔ وہ اینالجق کے سامنے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر اینالجق! سلطان کو خبر ہوگئی ہے کہ چنگیز خان نے اپنے دو بیٹوں کو لشکر دے کر آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے۔ چنانچہ اس کے ردِعمل کے طور پر سلطان نے اپنے دو بڑے سالاروں نظام الدین اور عارض زوزنی کو لشکر دے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔ وہ دونوں سالار اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات میں ہیں۔ نظام الدین نے مجھے آپ کے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ کل عصر کی نماز کے بعد شہر کے اندر جو آپ کے پاس لشکر ہے، اسے لے کر آپ شہر سے باہر نکلیں۔ چنانچہ جب آپ ایسا کریں گے تو منگول یقیناً آپ پر حملہ آور

ہونے کے لئے لپکیں گے۔ اس وقت نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ قریب ہی ہوں گے۔ اور جب آپ کو ہدف بنانے کے لئے منگول آپ پر حملہ آور ہوں گے تو وہ بھی اپنے ردِعمل کا اظہار کریں گے۔ اس وقت تک وہ دونوں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر چکے ہوں گے۔ بڑا حصہ نظام الدین کے پاس ہوگا اور منگولوں کا جو لشکر آپ پر حملہ آور ہوگا، وہ اس کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہوگا اور جب منگول آپ اور نظام الدین کے ساتھ اُلجھ جائیں گے، تب عارض زوزنی اپنے کام کی ابتدا کرے گا۔ وہ منگولوں کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوگا۔ پڑاؤ کے اندر جس قدر ان کا محافظ لشکر ہوگا، اس کا خاتمہ کر دے گا اور پڑاؤ کے اندر کھانے پینے کی جو اشیاء ہوں گی، انہیں سمیٹ کر وہ منگولوں ہی کے باربرداری کے جانوروں پر لاد کر شہر پناہ کے دروازے سے شہر کے اندر بھیج دے گا۔ اس کے بعد وہ نظام الدین کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔

ساری کارروائی سے پہلے نظام الدین نے کہا تھا کہ آپ یہ کام کریں گے کہ اپنے بہترین تیراندازوں کو فصیل کے اوپر متعین کریں گے۔ وہ وہاں لیٹ جائیں گے۔ جب منگولوں کے ساتھ ٹکراؤ ختم کرنا ہوگا، تب نظام الدین فضاؤں کے اندر تکبیریں بلند کرے گا۔ تکبیروں کی یہ صدائیں اشارہ ہوں گی کہ اب پسپائی اختیار کی جائے۔ منگولوں پر حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کی تعداد جو کم کرنا تھی، وہ ہو چکی لہٰذا آپ بھی پیچھے ہٹیں گے۔ نظام الدین اور عارض زوزنی بھی پیچھے ہٹیں گے۔ جب ایسا ہوگا، تب یقیناً منگول پیچھا کریں گے۔ جب وہ پیچھا کریں گے تو فصیل پر متعین تیرانداز ان پر بارش کی طرح تیراندازی کریں گے۔ جب ایسا ہوگا تب منگول تعاقب ترک کر دیں گے۔ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جائیں گے۔ اور آپ، نظام الدین اور عارض زوزنی مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیں گے۔ اس طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گاہے گاہے نظام الدین اور عارض زوزنی شہر سے باہر نکل کر اچانک منگولوں کے لشکر پر رات کو شب خون ماریں گے۔ کبھی اُن کے اِدھر اُدھر بکھرے دستوں پر بھی حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ میرے خیال میں جو پیغام مجھے ملا ہے، وہ میں آپ تک پہنچانے میں کامیاب رہا ہوں۔"

جواب میں اینالجق نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی تب وہ پیغامبر پیچھے ہٹنے لگا۔ اچانک اینالجق بولا اور کہنے لگا۔

”آج کی شب تم ہمارے ہاں مہمان ہو گے۔ اگلے روز فجر کی نماز کے بعد تم شہر سے نکل کر نظام الدین کی طرف جانا۔ میری طرف سے ان دونوں کا شکریہ ادا کرنا کہ وہ میری مدد کو پہنچے ہیں اور ساتھ ہی ان سے یہ بھی کہنا کہ جو منصوبہ بندی انہوں نے پیش کی ہے، اس پر بالکل حرف بہ حرف عمل کیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی اینالجق کا ایک لشکری اس کے کہنے پر اس قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اگلے روز فجر کی نماز کے بعد وہ قاصد اترار شہر سے نکل کر نظام الدین کی طرف چلا گیا تھا اور اینالجق کی طرف سے اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ ویسا ہی کرے گا جیسا نظام الدین چاہ رہا ہے۔ چنانچہ اسی روز عصر کے بعد اینالجق اپنے لشکر کے ساتھ شہر پناہ کے جنوبی دروازے سے نکلا اور منگولوں کی طرف بڑھا۔

منگول بڑے خوش ہوئے کہ اینالجق کھلے میدانوں میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہے۔ لہٰذا منگولوں کا لشکر چغتائی خان اور اوغدائی خان کی سرکردگی میں اینالجق کی طرف لپکا تھا۔

وہ تھوڑا ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ اچانک شہر پناہ کے شمالی دروازے کی طرف سے نظام الدین اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ منگولوں کی پشت پر قرنوں کے فاصلوں کو سمیٹتی زہریلی ہواؤں کے تھپیڑوں، قیامت خیز بیزاریوں سے بجی برق کی اندھی برہمی، روحوں کو جسموں سے گریزاں کرتے بارود بھرے شراروں، نادیدہ بلندیوں تک کو لپیٹ دینے والے خاک اُڑاتے عذاب بھرے بگولوں، ذہن وفکر کے سارے اوطاق برباد کر دینے والے دکھوں کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

منگول چاہتے تھے کہ پلٹ کر نظام الدین پر خونخواری سے حملہ آور ہوں کہ سامنے کی طرف سے اینالجق بھی حرکت میں آیا اور وہ منگولوں پر خون میں مرگ کی تلخی گھولتے طغیانیوں کے چڑھتے مرحلوں، شریانوں میں نشتر اُتارتے شکست و ریخت کے سلسلوں، جسم و جان کی ساری شادابی چھین کر اَن گنت اکائیوں میں تبدیل کرتی ویران دلدلوں کی

سرخ آندھیوں اور برستے لپکتے شعلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح منگول دو طرف سے بری طرح اُلجھ کر رہ گئے تھے۔ وہ ایک طرف سے نظام الدین اور دوسری طرف سے اینالجق کے حملہ آور ہونے سے اپنے آپ کو تقسیم کرنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ دو طرفہ حملے کو روک سکیں۔ آخر منگولوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اس کے بعد وہ نظام الدین اور اینالجق دونوں پر خونخوار جذبوں کی صلیب کھڑی کرتے نفرتوں کے بھڑکتے الاؤ، ہوس کے سنسان راستوں پر راہزنوں کی اندھی خلش، کذب و ریا کے آسیب زدہ ارادوں، وحشت آلود آوارہ پریشان پرچھائیوں، دشت در دشت اُٹھتے کرب کے طویل سلسلوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جس وقت منگول بری طرح نظام الدین اور اینالجق کے ساتھ اُلجھ گئے تھے، تب اچانک ایک طرف سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عارض زوزنی نمودار ہوا۔ اس نے منگولوں کے پڑاؤ کا رخ کیا۔ پڑاؤ کے اندر منگولوں کا جو حفاظتی لشکر تھا، عارض زوزنی اس پر عقل کی کج روی، ہوش و حواس کی گمراہی، قلب کی تیرگی، لمحوں کی شوریدہ بختی، اعصاب کے تشنج، بے جہت آسمان تلے درد کی بنجر کہانیاں اور وہموں کی پیاس کھڑی کرتی نفرت کی کھولتی جوالا کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

لمحوں کے اندر اس نے منگولوں کے پڑاؤ کے حفاظتی لشکر کا کام تمام کر دیا۔ پھر منگولوں کے پڑاؤ میں جو رسد کا سامان تھا، وہ اس نے منگولوں کے بار برداری کے جانوروں پر لاد کر جانوروں کو اترار شہر کی شہر پناہ کے شمالی دروازوں کی طرف ہنکا دیا تھا۔ اس طرح اس کے کچھ دستے منگولوں کے رسد کے سامان کو شہر پناہ کے شمالی دروازے سے شہر میں داخل کرنے لگے تھے۔

اس طرح اترار شہر کے نواح میں آلام کے گھواروں کی خلش، سانسوں کی سلگاہٹ، سینوں کی ویرانیاں، بھوکی کالی سرگرداں آندھیاں اور اذیت بھری بیداریاں اپنا آپ دکھانے لگی تھیں۔ رزم گاہ کے اندر بھڑکتی آگ، وقت کی بے کل لہریں، عصیاں کی آتش، تیغوں کی بارش، تیروں کی یلغار، دلوں کی جراحتیں، قضا کے کھولتے جبر اور اذیت کے لمحات اپنا رنگ جمانا شروع ہو گئے تھے۔

نظام الدین نے جب اندازہ لگایا کہ اس کا ساتھی عارض زوزنی اپنا کام مکمل کر

چکا ہے تو اس نے زور زور سے تکبیریں بلند کیں۔ تکبیروں کا بلند ہونا تھا کہ نظام الدین خود بھی پیچھے ہٹنے لگا اور دوسری طرف اینالحق بھی پسپا ہونے لگا تھا۔

اس موقع پر جب منگولوں نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا چاہی، تب شہر کی فصیل کے اوپر سے ان پر ایسی تیز اور موسلادھار قسم کی تیراندازی کی گئی کہ منگول رک گئے اور اس طرح اینالحق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اترار شہر کے جنوبی دروازے سے جبکہ نظام الدین اور عارض زوزنی شہر پناہ کے شمالی دروازے سے شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

۞۞۞

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نظام الدین، عارض زوزنی اور اینالحق ایک روز شہر پناہ کی سیڑھیوں پر بیٹھے اپنی آئندہ جنگی منصوبہ بندی سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ان کا ایک چھوٹا سالار ایک مخبر کو لے کر آیا اور اسے ان تینوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ اس موقع پر نظام الدین نے کچھ دیر اس کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تُو کہاں سے، کس سمت سے آیا ہے؟''

جواب میں وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! میں آپ کے لئے دو خبریں لے کر آیا ہوں۔ پہلی یہ کہ سلطان کو خبر ہو چکی ہے کہ آپکے ہاتھوں چونکہ منگولوں کا سالار اربوش خان مارا گیا تھا، لہٰذا چنگیز خان تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ اربوش خان کو قتل کرنے والا، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ایک سالار نظام الدین ہے۔ اس بِنا پر مرنے والے اربوش کی چچا زاد بہن اولون کو ایک لشکر مہیا کیا گیا ہے اس کے ساتھ اربوش کا بھائی قراچہ بھی ہے جو بہترین جنگجو ہونے کے ساتھ جنگ کا وسیع تجربہ بھی رکھتا ہے۔ وہ بھی اولون کا چچا زاد ہے۔ لہٰذا دونوں بہن بھائی مل کر نظام الدین کو تلاش کر کے اور اسے قتل کر کے اربوش کا انتقام لیں گے اور اس سلسلے میں چنگیز خان نے انہیں خاصا بڑا لشکر بھی مہیا کر دیا ہے اور اس لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آ چکے ہیں۔ اس معاملے کو دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے سارے لشکر کے علاوہ یہاں بھی پیغام بھجوایا ہے کہ نظام الدین کو آئندہ نظام الدین کے نام سے نہیں بلکہ کوشان خان کے نام سے پکارا جائے تاکہ منگول نہ نظام الدین کو تلاش کر سکیں اور نہ اسے نقصان پہنچا سکیں۔''

یہ الفاظ سن کر نظام الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ نظام الدین نہ سہی، کوشان خان ہی سہی۔ اب یہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم دو خبریں لائے ہو۔ ایک خبر ہو چکی۔ دوسری خبر کہو۔''

''امیر! ابھی پہلی خبر مکمل نہیں ہوئی۔ سلطان نے آپ، اینالجق اور عارض زوزنی کے نام یہ پیغام بھی بھجوایا ہے کہ اترار شہر کے علاوہ اردگرد جس قدر ہمارے لشکر سرگرداں ہیں، ان سب کو پیغام بھجوا دیا جائے کہ نظام الدین کو اب نظام الدین نہیں بلکہ کوشان خان کے نام سے پکارا جائے۔''

نظام الدین مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''چلو اب پہلی خبر ختم ہوئی۔ اب دوسری کہو۔''

آنے والا مخبر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''دوسری خبر یہ ہے کہ چنگیز خان کا ایک سالار توشی خان یہاں سے لگ بھگ پانچ سے دس میل مشرق میں پہنچ چکا ہے اور وہاں اطراف میں جو مسلمانوں کے قصبے اور بستیاں ہیں، ان پر حملہ آور ہو کر وہاں سے اپنے لشکر کے لئے رسد کا سامان اکٹھا کرنے کی کوشش کرے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب مخبر خاموش ہوا، تب نظام الدین، اینالجق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اینالجق! آنے والی شب کے پہلے حصے میں، میں اور عارض زوزنی دونوں وہ لشکر لے کر نکلیں جو ہماری کمانداری میں ہے جسے لے کر ہم تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں۔ توشی خان چونکہ یہاں سے بقول مخبر پانچ سے دس میل کے فاصلے پر ہے، لہٰذا ہم رات کے پہلے حصے ہی میں توشی خان پر حملہ آور ہوں گے۔ اگر اس نے مسلمانوں کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر کچھ سامان حاصل کیا ہے، وہ تو ہم چھینیں گے ہی، لیکن اپنی خوراک کے طور پر جو سامان وہ خود لے کر آیا ہے، وہ بھی اس کے پاس نہیں رہنے دیں گے اور خداوند قدوس نے چاہا تو ہم کل سورج طلوع ہونے سے پہلے اترار شہر میں واپس آ جائیں گے۔ میں شہر پناہ کے مغربی دروازے سے نکلوں گا اور مغربی دروازے سے ہی اندر آؤں گا۔ یہ سارا کام بڑی رازداری اور خاموشی سے ہونا چاہئے تاکہ منگولوں کو میرے جانے اور میری

آمد کی خبر نہ ہو۔''

اینالجق نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ آنے والی شب کے پہلے حصے میں نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں اپنے لشکر کو لے کر اترار شہر سے نکلے اور چنگیز خان کے سالار توشی خان کا انہوں نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ رخ کیا تھا۔

دوسری طرف توشی خان، اترار شہر سے لگ بھگ سات میل کے فاصلے پر مسلمانوں کے قصبوں اور بستیوں کے خلاف حرکت میں آ چکا تھا لیکن ابھی اس نے زیادہ لوٹ مار نہیں کی تھی، ایک ہی بستی کو لوٹا تھا کہ اچانک نظام الدین اور عارض زوزنی اس کے سر پر پہنچ گئے اور جاتے ہی وہ توشی خان کے لشکر پر بے انت دوریوں میں بجیلے کف اُڑاتے ساگر، زیست کے ماہ و سال کو لپیٹتے لاہوتی قوتوں کے بحرِ بے کراں، بدبختی کے عذاب پھیلا کر تباہی کے جھاڑ و پھیرتے قضا کے جھکڑوں اور بگولوں کو پیتے کروٹیں لیتے سمندر کے جلالی طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے توشی خان بھی ان پر وہم اور وحشت بھرے چھلاوؤں، وحشی آتشی جذبوں، ہر سمت کو بے سمت کرتے نفرت بھرے بگولوں اور گمراہیوں کی کالی ساعتوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح کچھ دیر تک ہولناک ٹکراؤ ہوا۔ آخر نظام الدین اور عارض زوزنی نے ایک طرح سے توشی خان کو دو سمتوں سے گھیر کر اس کے لشکر کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ یہ صورتِ حال یقیناً توشی خان کے لئے بڑی نازک تھی۔ وہ خود بھی دیکھ رہا تھا کہ حملہ آوروں کے سامنے اس کے لشکر کی حالت کھوئی ہوئی غیر محفوظ بھیڑوں، مایوسیوں کے سکوں سے بھرے شکستہ کشکولِ گدا اور ظلمت خانوں کے ویرانوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

آخر تھوڑی دیر کے مزید ٹکراؤ کے بعد توشی خان شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دور تک نظام الدین اور عارض زوزنی نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ لشکر کو روکنے کے بعد جب نظام الدین اور عارض زوزنی مڑنے لگے، تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ہرکاروں میں سے ایک رات کی تاریکی میں وہاں نمودار ہوا۔ نظام الدین کے پاس آ کر کھڑا ہوا، اپنے گھوڑے کی گردن

تھپتھپائی، پھر نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر محترم! میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے توشی خان کی مہم کو اپنے ساتھی عارض زوزنی کے ساتھ بڑے خوب انداز میں سر کیا۔ اب اگر آپ چاہیں تو ایک اور مہم بھی سر ہونے کے لئے آپ کی منتظر ہے اور اس مہم کو صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے سر کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ جب خاموش ہوا تو نظام الدین اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟''

اس پر آنے والا ہرکارہ بولا اور کہنے لگا۔

''آپ کو خبر ہو گی کہ توشی خان کے ساتھ جو آپ کا پہلا ٹکراؤ ہوا تھا، جس میں سلطان بھی شامل تھے تو اس ٹکراؤ کے دوران آپ کے ہاتھوں چنگیز خان کا ایک سالار اربوش خان مارا گیا تھا۔ یہ اربوش، چنگیز خان کے داماد تغجار کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کا ایک اور چچا زاد بھائی ہے، جس کا نام قراچہ ہے اور ایک لڑکی ہے، اس کا نام اولون ہے۔ اسی لڑکی اولون نے ہی چنگیز خان سے درخواست کی تھی کہ وہ نظام الدین سے اپنے چچا زاد بھائی اربوش کا انتقام ضرور لے گی۔ اس سے چنگیز خان نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا چنگیز خان نے اس لڑکی کو ایک لشکر مہیا کیا تا کہ نظام الدین سے انتقام لیا جائے۔ یہ لشکر انتہا درجہ کے خونخوار اور تلوار کا بہترین تجربہ رکھنے والے منگولوں پر مشتمل ہے۔ اور اس لشکر میں اولون نام کی لڑکی کے ساتھ چنگیز خان کا ایک بہترین سالار قراچہ بھی شامل ہے اور یہ قراچہ بھی اولون کا چچا زاد بھائی ہے۔ یہی اولون نام کی لڑکی ایک لشکر کے ساتھ اس وقت یہاں سے پانچ میل شمال میں ہے۔ شاید کسی نے اسے نشاندہی کر دی ہے کہ نظام الدین اترار شہر کے آس پاس ہے۔ اسی لڑکی کی وجہ سے سلطان نے اپنے لشکر کے علاوہ آپ کی طرف بھی پیغام بھیجا تھا کہ لشکری اور ساتھی سالار آپ کو نظام الدین کے بجائے کوشان خان کے نام سے پکارا کریں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ رکا اور دوبارہ نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر نظام الدین! اگر آپ اس مہم کو سر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر میں اولون کے لشکر تک آپ کی رہنمائی کر سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔''

اس ہرکارے کے ان الفاظ پر نظام الدین نے خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر کہنے لگا۔

''میں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ منگولوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہوں۔ اب چلو کدھر کا رخ کرتے ہو؟''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے اس ہرکارے کی رہنمائی میں شمال کا رخ کر رہے تھے۔

دوسری طرف منگولوں کا وہ لشکر جس کی کمانداری حسین اور خوب صورت اولون اور اس کا چچا زاد بھائی قراچہ کر رہے تھے، یہ وہی قراچہ تھا جسے ایک بار نظام الدین، چنگیز خان کے روبرو تیغ زنی کے مقابلے میں مات دے چکا تھا۔ قراچہ اور اولون چونکہ خود بھی نظام الدین کی تلاش میں تھے چنانچہ جونہی نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے قریب گئے تو قراعہ اور اولون اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور نظام الدین کے لشکر پر بنجر پن کے سسکتے خوابوں میں تجسس کی رگِ جاں کاٹ دینے والے درد و فرقت کے کرب، یخ بستہ ٹھٹھرتی ہواؤں میں گرم کھولتے دوزخ کی طرح داخل ہو جانے والی آتش صفت پیاسی لہروں اور جسموں کی زنجیریں توڑتے بپھرے جذبوں کے طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

نظام الدین اور عارض زوزنی نے پہلے رگوں میں امرت بھرتی صداؤں، احساس کے شعور، ذہن و دل کی تمازت، افکار و عمل کی بصیرت میں محبت کی بارش اور گنگناتی آبشاروں کی طرح تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد قراچہ اور اولون ک لشکر پر وہ شعلہ بدن داستانوں میں موت کی آہٹیں کھڑی کرتے آگ اور موت کے خونی کھیل، ٹوٹتی ساعتوں میں بیزاری کے جذبوں، نسلی نفرت پر چھا جانے والے ہلکورے لیتے قضا کے مدوجزر، موت کے کفن پہناتی جنوں فروشی کی کسک اور شوریدہ ریاضت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس طرح ویرانوں کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے رزم گاہ کے خوفناک منظر میں اندھی داستانیں، قضا کی گھنی تاریکیاں، برسوں کی تشنگی، عذابوں کے خونی لمحے، موت

کی تلخ کہانیاں رقص کناں ہو گئی تھیں۔

منگولوں نے اولون کی سرکردگی میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی، بے حد جد و جہد کی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے اس لشکر کو زیر کر لیں۔ انہیں یقین تھا کہ جو لشکر ان کے سامنے آیا ہے، اس لشکر کی کمانداری یقیناً نظام الدین ہی کر رہا ہے اس لئے کہ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ نظام الدین، لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اِدھر اُدھر سرگرداں ہے۔ قراچہ اور اولون نے ہر حربہ آزمایا کہ نظام الدین کو کسی نہ کسی طرح چاروں طرف سے گھیر کر یا اپنے سامنے بے بس کر کے اس کے لشکر کا صفایا کر کے اسے گرفتار کیا جائے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔ نظام الدین اور عارض زوزنی موت کا کھیل، کھیل رہے تھے۔ اور جو منگول لشکری بھی ان کے سامنے آتا، موت کا شکار ہو جاتا تھا۔ اس طرح کچھ دیر تک ویرانوں کے اندر ہتھیار سلاسل کی طرح بجتے رہے۔ جنگجو لہو میں بجتے رہے۔ آنکھوں کے پیمانے، چہروں کی شکنیں لہولہو ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ اولون اور قراچہ دونوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب ان کی شکست یقینی ہو چکی ہے۔ لہٰذا شکست اٹھا کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اولون کی بدقسمتی کہ وہ بہت سے منگول لشکریوں کے ساتھ گرفتار ہو گئی اور بچے کھچے لشکر کو لے کر قراچہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

گرفتار ہونے والے سارے منگولوں کو نظام الدین کے لشکریوں نے نہتا کر دیا تھا، ان سے ہتھیار لے لئے تھے۔ اولون چونکہ جنگی لباس میں تھی، اپنے خود سے اپنا چہرہ بھی ڈھانپے ہوئے تھی، لہٰذا اسے پہچانا نہ جا سکا کہ وہ لڑکی ہے۔ جب اس سے ہتھیار لے لئے گئے تو اس موقع پر اولون نے اچانک ہتھیار لینے والے لشکری کو مخاطب کر کے کسی قدر سخت اور کھردرے الفاظ میں پوچھ لیا۔

”کیا تمہارے اس لشکر کی کمانداری نظام الدین کر رہا ہے؟“

یہ الفاظ سن کر مسلمان لشکری کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں اس نے اولون کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”تم اسیر منگول لشکری ہو۔ تمہاری آواز بھی نسوانی ہے۔ تمہیں کیسے جرأت ہوئی کہ تم نے یہ پوچھ لیا کہ اس لشکر کی کمانداری نظام الدین کر رہا ہے؟ وہ ہمارے امیر ہیں۔ تم ہو کون جو ہم سے ایسا سوال کر رہے ہو یا کر رہی ہو؟ اس لئے کہ تمہاری آواز نسوانی ہے۔

ذرا اپنے سر سے خود اُتارو۔ میں دیکھوں تم کون ہو؟''

اولون نے جب اپنے چہرے پر ڈالا ہوا خود کا نقاب ہٹایا، تب وہ لشکری آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر اولون پریشان اور خوف زدہ ہوگئی تھی۔ ایک دم اس نے اپنے سر سے خود اُتار دیا تھا۔ اس کے بال بکھر گئے تھے اور اس کا حسین اور خوبصورت چہرہ دیکھ کر لشکری چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا۔

''مجھے پہلے ہی شک تھا، تم لڑکی ہو۔ اس لئے کہ تمہاری آواز سے میں پہچان چکا تھا۔ یہ کہو تمہارا نام کیا ہے؟''

اس موقع پر اولون نے ایک لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگی۔

''اگر تمہارے لشکر کے سالار امیر نظام الدین ہیں تو مجھے ان کے سامنے پیش کرو۔''

اس موقع پر اُس لشکری نے اولون کے پاس دوسرے لشکری کو کھڑا ہونے کے لئے کہا اور خود ایک طرف بھاگا جہاں نظام الدین اور عارض زوزنی کھڑے تھے، وہاں گیا۔ پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! منگولوں کے گرفتار ہونے والے لشکریوں میں ایک لڑکی بھی ہے۔ وہ آپ کے متعلق یہ پوچھ رہی تھی کہ کیا مسلمانوں کے اس لشکر کی کمانداری امیر نظام الدین کر رہے ہیں؟''

اس وقت نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں نے اپنے چہروں سے اپنے خود کے نقاب ہٹائے ہوئے تھے۔ نظام الدین نے اس لشکری کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اس لڑکی کو میرے پاس لاؤ۔''

وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد نظام الدین نے عارض زوزنی کو مخصوص اشارہ کیا، جس پر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے چہروں پر اپنے خود کے نقاب ڈال لئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری، اولون کو اپنے ساتھ لایا اور نظام الدین اور عارض زوزنی کے سامنے لا کھڑا کیا۔

نظام الدین نے تھوڑی دیر تک غور سے اولون کا جائزہ لیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تمہارا نام اولون ہے؟ اور کیا تم چنگیز خان کے داماد تغجار کی چچا زاد بہن ہو؟

تم نے میرے متعلق میرے اس لشکری سے پوچھا تھا۔ کہو کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟ ویسے میں جانتا ہوں کہ تمہیں چنگیز خان نے ہمارے سالار نظام الدین کا سر کاٹنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ تمہارے ساتھ منگولوں کے اس لشکر کی کمانداری قراچہ بھی کر رہا تھا اور میرے خیال میں وہ شکست کھا کر بھاگ چکا ہے اور تم ہمارے سالار نظام الدین سے اپنے مرنے والے سالار اربوش کا انتقام لینا چاہتی ہو۔ دیکھو کبھی کبھی ایسے انتقام مہنگے بھی پڑ جاتے ہیں۔ تم لڑکی ہو، واپس اپنے لشکر میں جاؤ۔ کسی سے شادی کر کے پُرسکون زندگی بسر کرو۔ تم لشکر لے کر جگہ جگہ، بستی بستی، قریہ قریہ کیوں سرگرداں ہوتی ہو؟''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا، تب اولون کچھ دیر تک سوچتی رہی، گہری سوچوں میں ڈوب گئی تھی۔ نظام الدین نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اب تم کن سوچوں میں ڈوب گئی ہو؟ میں نے تم سے کہا، اس انتقام کو بھول جاؤ۔ میری بات نہیں مانو گی تو یاد رکھنا خود انتقام کی آگ میں جل کر راکھ ہو جاؤ گی۔''

آخر اولون بولی اور حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں یہ سوچ رہی ہوں کہ آپ کی آواز میں نے پہلے کہیں سن رکھی ہے۔''

اس موقع پر نظام الدین نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ ''اولون! اس سے پہلے بھی تم نے میری آواز سن رکھی ہے بلکہ مجھے دیکھ بھی رکھا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین نے اپنے چہرے سے اپنے خود کا نقاب ہٹا دیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے عارض زوزنی نے بھی نقاب ہٹا دیا تھا۔

اولون چونکہ نظام الدین کو کوشان خان کے نام سے جانتی تھی، لہٰذا اپنے سامنے کوشان کو دیکھ کر وہ کسی قدر اطمینان کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کوشان خان! میں چنگیز خان سے دو کاموں کا عہد کر کے نکلی تھی۔ ایک تمہارے سالار نظام الدین سے اپنے چچا زاد بھائی اربوش کے مارے جانے کا انتقام اور دوسرا چنگیز خان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں کوشان خان کو ڈھونڈ کر ضرور اس کے پاس لاؤں گی۔ اس لئے کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم سمرقند جاؤ گے۔ پھر وہاں سے چنگیز خان کے لشکر میں

شامل ہو جاؤ گے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ اس بنا پر چنگیز خان بڑی بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ تم جیسا اچھا تیغ زن، تم جیسا بہترین سالار کہیں مل ہی نہیں سکتا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اولون جب خاموش ہوئی، تب چند لمحوں تک بڑے غور سے نظام الدین نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اولون! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تم جو لشکر لے کر آئی تھی، اس لشکر کو ساتھ لے کر میرے ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف جنگ کرو تو کیا تم ایسا کرنے پر تیار ہو جاؤ گی؟''

جواب میں اولون نے ایک طرح کی بیزاری سے پہلے نفی میں گردن ہلائی پھر بولی۔

''ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

''اگر تم ہمارے ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف حرکت میں آنے کو انوکھا سمجھتی ہو، خلافِ توقع خیال کرتی ہو تو پھر تم ہم سے کس طرح اُمید رکھتی ہو، میں تمہارے ساتھ چنگیز خان کے پاس چلا جاؤں گا؟ میں نے اس سے یہ تو نہیں وعدہ کیا تھا کہ جب تم مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آؤ گے تو میں تمہارے لشکر میں آ شامل ہوں گا۔ میں تو یہ سمجھا تھا، جب وہ کسی مہم پر نکلے گا تو میں اس کا ساتھ دوں گا لیکن اگر وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آتا ہے تو میں جہاں تک ہو سکا، اس کے لشکریوں کو کاٹوں گا۔

اولون! ایک بات یاد رکھنا، چنگیز خان کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت و جسارت ہمارے اپنوں کی غداری کی وجہ سے ہوئی ہے ورنہ یہی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہے جس کا نام سن کر منگولوں پر لرزہ طاری ہوتا تھا۔ بڑے بڑے سرکش ہمارے سلطان کے سامنے سرنگوں ہوتے تھے۔ برا ہو بغداد کے ہاشمی حکمرانوں کا کہ انہوں نے اپنی بدفطرتی کی وجہ سے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں پر یہ عذاب، یہ سختی عارضی ثابت ہو گی۔

اولون! میری قوم نے اس سے پہلے رزم گاہوں کے ان گنت معرکے دیکھ رکھے ہیں۔ اب جو چنگیز خان آیا ہے تو اس کا آنا بھی بہتے پانیوں کے عارضی بہاؤ کی طرح ہو گا۔ جس طرح اجنبی دیس کے باشندے اور اپنی اپنی بولیاں بولتے طیور چلے جاتے ہیں،

اسی طرح ایک روز چنگیز خان کو بھی ان سرزمینوں سے نکلنا ہو گا۔ اولون! ایک دن وہ وقت آئے گا کہ چنگیز خان کی حکمرانی نہیں رہے گی۔ لیکن مسلمانوں کی سلطنت پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو کر اُبھرے گی۔ ہم لوگ موت سے رفاقت کا عہد ماننے والے لوگ ہیں۔ صبر کے بادبان پھاڑ کر کامیابی کے نا آشنا ساحلوں کی طرف بے کراں آندھیوں کے بگولوں کی طرح بڑھنا جانتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد چند لمحوں تک نظام الدین خاموش رہا، پھر پہلے کی نسبت زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنوں کی غداری اور کچھ اپنے سلطان کے غیر دانش مندانہ اقدام کی وجہ سے مسلمانوں پر ان دنوں کوہستانوں کی ایستادہ چٹانوں، وہموں کی سیاہی اور صدیوں کے چھپے رازوں جیسی خاموشی اور سکوت طاری ہے لیکن یہ صورتِ حال زیادہ عرصہ نہیں رہے گی۔ مسلمان ایک روز جھلسے خیالات اور احساسات، خواہشوں کی تپش لے کر دھواں دھواں رات کے الاؤ میں عزم و ہمت کے پیکر بن کر اُٹھیں گے، زندگی کی خوشیوں کو اپنا کر موت کے مناظر کھڑے کرتی کرب بھری صدیوں کی طرح اپنے دشمنوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور تمدن کی روحوں تک کو ریزہ ریزہ کر دینے والے زخم خوردہ تصور کی طرح چھا جائیں گے۔

اولون! میں چاہتا تو جس طرح چنگیز خان نے مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے، اسی طرح میں تمہاری گردن کاٹ سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ مسلمان عورت کی عزت، اس کا احترام کرتے ہیں۔ اس کی آبرو، اس کی عزت، اس کے ناموس کو اپنی جان جیسا عزیز خیال کرتے ہیں۔"

پھر ہاتھ کے اشارے سے نظام الدین نے ایک سالار کو بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے کہیں بٹھا کر پانی پلاؤ۔ اور اگر یہ کھانے کے لئے کچھ مانگتی ہے تو اسے مہیا کرو۔"

اس کے بعد نظام الدین نے اولون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اولون! تم اس کے ساتھ جاؤ۔ میں ذرا تمہارے ساتھ گرفتار ہونے والے لشکریوں

کا جائزہ لوں گا۔"

اولون چپ چاپ وہاں سے ہٹ کر اس لشکری کے ساتھ ہو لی تھی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹا سالار بھاگتا ہوا آیا اور بڑی رازداری سے نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! منگولوں کے لشکر میں ایک جنگجو ہے۔ اپنی جسمانی ساخت اور چہرے سے وہ کوئی عام سا لشکری نہیں لگتا۔ اپنا نام برغہ خان بتاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہے۔"

برغہ خان کا نام سن کر نظام الدین چونکا تھا۔ اس لئے کہ یہ وہی برغہ خان تھا، جو تایجوت قبیلے کا سردار تھا اور جسے چنگیز خان نے گرفتار کر رکھا تھا اور نظام الدین کے کہنے پر اسے اس وقت رہائی ملی تھی جب نظام الدین، کوشان خان کے نام سے چنگیز خان کی سرزمینوں میں گیا تھا۔

اس چھوٹے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

"برغہ خان نام کے جنگجو کو میرے پاس لے کر آؤ۔"

اس پر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ برغہ خان کو لے آیا۔ برغہ خان جب قریب آیا، تب نظام الدین نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ اس پر برغہ خان بھاگا اور نظام الدین کے گلے لگ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ عارض زوزنی سے ملا۔ برغہ خان کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

"برغہ خان! یہ میرا ساتھی سالار ہے۔ نام اس کا عارض زوزنی ہے۔ تم یہاں اولون کے لشکر میں کیسے آ گئے؟"

جواب میں دکھ بھرے انداز میں برغہ خان کہنے لگا۔

"برا ہو اُس چنگیز خان کا۔ جس وقت تمہاری وجہ سے مجھے چنگیز خان کے ہاں رہائش ملی تھی تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ چنگیز خان مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس وقت میں نے عہد کیا تھا کہ اس سلسلہ میں تمہارے ساتھ رابطہ قائم کروں گا اور تمہارے ساتھ رابطہ قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کے حق میں کام کروں گا۔ اس بنا پر میں نے چنگیز خان سے کہا تھا کہ اگر وہ مجھے اجازت دے تو میں اپنے قبیلہ کے کچھ لشکریوں کو

لا کر اس کے لشکر میں شامل ہو جاؤں۔ اس طرح اس کی عسکری طاقت بڑھے گی۔ چنگیز خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ لہٰذا میں اپنے کچھ لشکریوں کو لے کر چنگیز خان کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

میرے بھائی! میں چنگیز خان کے لشکر میں رہتے ہوئے تمہارے لئے کام کرتا رہوں گا۔ ابھی تم میرے ساتھ اسیر ہونے والے منگولوں میں جانا۔ ان میں میرے بہت سے ساتھی ہیں۔ ان میں سے کچھ کے ساتھ میں تمہارا تعارف کرواؤں گا۔ انہی کے ذریعے میرے اور تمہارے درمیان پیغام رسانی کا سلسلہ جاری رہے گا اور میں تمہیں اُٹھنے والے خطرات سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

برغہ خان کے ان الفاظ پر نظام الدین نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر عارض زوزنی کو کہنے لگا۔

"عارض زوزنی! میرے بھائی! میرے ساتھ آؤ۔ برغہ خان کے ساتھ چلتے ہیں۔"

چنانچہ برغہ خان ان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ راستے میں برغہ خان کو مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

"برغہ خان! اس سے پہلے میں اولون سے مل چکا ہوں۔ وہ لڑکی ہے، میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ لیکن اس کے ساتھ جو منگول لشکری گرفتار ہوئے ہیں، ان سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ تم اپنے ساتھیوں کو ایک طرف کر لینا۔ منگولوں کو بائیں طرف رکھنا اور ان کے دائیں طرف خود کھڑے رہنا اور اپنے دائیں طرف اپنے سارے ساتھیوں کو رکھنا۔ اس طرح میں پہچان سکوں گا کہ میں نے کن کو چھوڑنا ہے اور کن کو قتل کرنا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا تب غور سے نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے برغہ خان بول اٹھا۔

"نظام الدین! میں گزشتہ چند ہفتوں سے اولون کے ساتھ سرگرداں ہوں۔ اس کی اس جستجو کے دوران میں نے اندازہ لگایا کہ یہ نظام الدین کی تلاش میں نکلی ہے اس لئے کہ نظام الدین کے ہاتھوں اس کا چچا زاد بھائی اربوش مارا گیا تھا۔ وہ اس کا انتقام لینا چاہتی ہے۔ لیکن اس نے چنگیز خان سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ کوشان خان کو اپنے ساتھ لے کر آئے گی۔ اور جتنا عرصہ میں اس کے ساتھ رہا، اکثر مواقع پر یہ تمہارا ذکر

کرتی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ اولون تمہاری طرف مائل ہے۔ تمہاری شجاعت، تمہاری تیغ زنی، تمہاری شخصیت سے متاثر ہے۔ اس بنا پر اس نے چنگیز خان سے کہا تھا کہ وہ کوشان خان کو اپنے ساتھ لے کر آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ کوشان خان جب چنگیز خان کے لشکر میں پہنچے گا، یہ اس سے ملتی رہے گی اور پھر اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ یہ میرا اندازہ ہے۔ میں نے اولون کے ساتھ کام کرتے ہوئے یہ محسوس کیا ہے۔ یہ اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

اتنی دیر تک وہ گرفتار ہونے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ برغہ خان نے اپنے کچھ ساتھیوں کا نظام الدین اور عارض زوزنی سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد نظام الدین نے سارے اسیروں کو تین قطاروں میں کھڑا ہونے کو کہا۔ جب سب تین قطاروں میں کھڑے ہو گئے، تب برغہ خان اپنے ساتھیوں کو لے کر دائیں جانب کھڑا ہوا۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے اپنے دائیں جانب رکھا۔ اس موقع پر نظام الدین نے عارض زوزنی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"عارض زوزنی! میرے بھائی! اپنے چھوٹے سالاروں کو کہو کہ لشکر کا ایک حصہ لے کر آئیں اور برغہ خان کے بائیں جانب جتنے منگول ہیں، ان کا خاتمہ کر دیں۔ اس لئے کہ چنگیز خان اگر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے مسلمان بھائیوں کو قتل کر رہا ہے تو ہم ان منگولوں کو کیوں زندہ چھوڑیں؟"

عارض زوزنی حرکت میں آیا۔ کچھ سالاروں کے ساتھ اس نے لشکر کا ایک حصہ مختص کیا اور ایسا حرکت میں آیا کہ سارے منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

جب ان منگولوں کا خاتمہ کر دیا گیا، تب نظام الدین اور عارض زوزنی، برغہ خان کو ایک طرف لے گئے۔ پھر برغہ خان کو مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

"برغہ خان! جب میں چنگیز خان کی سرزمینوں میں گیا تھا تو اس نے تمہیں گرفتار کیا تھا۔ کیا تمہاری اس سے جنگ تھی؟ اور کیا تم ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہو اور آپس میں رشتہ دار ہو؟"

اس موقع پر برغہ خان نے ایک لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگا۔

"ہم لوگ صحرائے گوبی کے شمال میں رہنے والے تھے۔ میرے بھائی! صحرائے گوبی

میں زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ اونچے بلند ٹیلے ہموار ٹیلوں پر تیز ہواؤں کے جھکڑ چلتے ہیں۔ ٹیلوں کے اطراف میں اونچی اونچی گھاس ہے جن میں ہجرت کرنے والے پرندے شمالی سائبریا سے اُڑتے ہوئے آن بسیرا کرتے ہیں۔ وہاں جاڑوں کی درمیانی راتوں کو اُفق پر شمالی روشنیاں طلوع اور غروب ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔

شمالی گوبی کے اس گوشے میں جہاں ہم آباد ہیں، وہاں کے باسیوں کو تکلیفوں نے سخت جان بنا دیا ہے بلکہ سخت جانی ان کو ورثے میں ملتی ہے۔ جب ماں کا دودھ چھڑا کر گھوڑی کا دودھ شروع کروا دیا جاتا ہے، اسی وقت سے بچے سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی فکر آپ کرے۔

گھریلو خیمے میں آگ کے قریب جوان جنگجوؤں اور مہمانوں کا مقام ہوتا ہے۔ عورتیں بائیں جانب بیٹھ ضرور سکتی ہیں لیکن ذرا دُور اور لڑکے لڑکیاں جہاں بن پڑے، وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔

یہی غذا کا بھی حال ہوتا ہے۔ بہار کے موسم میں جب گھوڑیاں اور گائیں خوب دودھ دیتی ہی تو گزارہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں شکار بھی خوب ملتا ہے۔ ہرن یا ریچھ مار کے لائے جاتے ہیں۔ جاڑوں میں جب جانور دُبلے ہو جاتے ہیں تو بچوں کو کچھ زیادہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں دودھ کے استعمال کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کی بالائی بنائی جائے۔ بالائی دودھ کو چمڑے کے تھیلے میں بھر کر خمیر دے کر اور پھینٹ کر بنائی جاتی ہے۔ یہ تین چار سال کے چھوٹے سے بچے کے لئے طاقت بخش لیکن کسی قدر نشہ آور ضرور ہوتی ہے۔ جب گوشت نصیب نہ ہوتا ہو اُبلے ہوئے باجرے سے بھوک کا کچھ نہ کچھ علاج کر لیا جاتا ہے۔

میرے عزیز بھائی! میرا پورا نام برغہ خان تائی ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ مجھے برغہ خان ہی کہتے ہیں اور میں نائجوت قبیلے کا سردار ہوں۔ لوگ ہمیں بھوری آنکھوں والی نسل کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور میں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ منگول اور ہم ایک ہی نسل سے تعلق رکھنے والے ہیں اور ہمارے درمیان پرانی دشمنی چلی آتی ہے۔ کبھی میں ان سارے علاقوں کا سردار ہوا کرتا تھا۔ اور میں یہ بھی بتاؤں کہ میں نے کئی مواقع پر چنگیز خان کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ اسے چھوڑ کر میرے ہاں آ کر پناہ لیتے

رہے اور میرے لشکر میں شامل ہوتے رہے۔ ہمارے ہاں زندگی کی یہی قیمت ہے کہ طاقتور کمزور کا پیچھا کرے اور اس کا خاتمہ کر دے۔ جیسے بڑا بھیڑیا، بھیڑیے کے ایسے کمسن بچے کو مار دیتا ہے جس سے وہ خوف زدہ ہو کہ یہ ایک دن بھیڑیوں کے گروہ کا سردار بننے کی کوشش کرے گا۔

میں یہ بھی بتاؤں کہ کئی مواقع پر یہی چنگیز خان مجھ سے شکست اٹھا کر بھاگا۔ ایک موقع پر وہ اپنے بھائی کے ساتھ مجھ سے ٹکرایا۔ اس کے بھائی اور چنگیز خان دونوں کو میں نے شکست دی اور دونوں میدانِ جنگ سے ایسے بھاگے جیسے بھیڑیے کے سامنے سے لومڑیاں بھاگتی ہیں۔ اس موقع پر میں چاہتا تو اسے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ مجھ سے کئی بار شکست کھانے کے بعد یہ چنگیز خان آخر قوم کرایت کے سردار طغرل کے پاس گیا اور اس سے ہمارے خلاف مدد مانگی۔ چنانچہ کرایت قوم کا سردار طغرل اپنا لشکر لے کر نکلا۔ چنگیز خان اور وہ دونوں یکجا ہو گئے اور دونوں ہم سے ٹکرائے۔ قریب تھا کہ فتح ہمارے قدم چومتی کہ میرے لشکر کی کچھ صفیں اُکھڑ گئیں۔ جس کی بنا پر لشکری پیچھے ہٹ گئے۔ ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد جو کچھ مجھ پر بیتی، کوشان خان! تم جانتے ہو۔

میرے بھائی! میں جانتا ہوں کہ میرے بعد میرے قبیلے والے بڑی دشواری میں ہوں گے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ چنگیز خان اب بہت زیادہ طاقت پکڑ چکا ہے۔ اس کے لشکر کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا میں چونکہ اپنے قبیلے سے دور ہوں لہٰذا میرا قبیلہ لڑ جھگڑ کر چنگیز خان سے مجھے رہا نہیں کرا سکتا۔ میں پہلے اپنے جنگجوؤں کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے کے لئے خوراک مہیا کر لیا کرتا تھا۔ اب میرے قبیلے کی حالت بری ہو گی۔ اکثر اوقات مجھے اپنے قبیلے والے یاد آتے ہیں۔ اس لئے کہ ہماری سرزمینوں میں بچوں کے لئے آخری جاڑوں کا زمانہ بڑا بدترین ہوتا ہے۔ مویشی اس لئے زیادہ کاٹے نہیں جاتے کہ گلوں کی تعداد بہت کم نہ رہ جائے۔ ایسے زمانے میں قبیلے کے جنگجو دوسرے قبیلوں سے غذا کا سامان لوٹتے، گھوڑے اور مویشی ہنکا کر لے جاتے ہیں۔ لیکن میری قبیلے سے غیر حاضری سے قبیلے والے یقیناً ایسا نہیں کرتے ہوں گے۔

میرے بھائی! ہمارے ہاں گھر بھی چمڑے کا خیمہ ہوتا ہے جس کا ڈھانچہ بانسوں کا بنا ہوتا ہے اور جس میں اوپر دھواں نکلنے کے لئے ایک ذرا سا حصہ کھلا رکھا جاتا ہے۔ اس پر چونے کی سفیدی پھیری جاتی ہے اور زیبائش کے لئے تصویریں بنائی جاتی ہیں۔ یہ عجیب طرح کا خیمہ ہوتا ہے جسے یورت کہا جاتا ہے۔ اسے ایک گاڑی پر کھڑا کر دیا جاتا ہے جسے درجن بھر یا زیادہ بیل کھینچتے ہیں اور چراگاہوں اور میدانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے ہیں۔ یہ بڑے کام کا خیمہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گنبد نما چھت ہوا کے جھکڑوں کی روک تھام کرتی ہے اور ضرورت پڑتی ہے تو اسے چھکڑے سے اُتارا بھی جا سکتا ہے۔

اپنا قبیلہ اپنا ہی ہوتا ہے۔ میرے قبیلے میں راتوں کو گوبر کی جلتی ہوئی آگ کے پاس لوگ گوّیوں کے گیت سنتے ہیں۔ یہ بوڑھے گوّیے اِکتارا لئے ہوئے ایک خیمے سے دوسرے خیمے تک سواری کرتے اور اپنی خوشنما آوازوں میں قبیلے کے بزرگوں اور بہادروں کی شجاعت کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ یہ گوّیے زیادہ تر اپنے جدِ امجد بھوری آنکھوں والے قبل خان کے قصے گاتے ہیں جس نے خطا کے شہنشاہ کی داڑھی نوچی تھی۔ یہ قبل خان، چنگیز خان ہی نہیں، ہمارے قبیلے کا بھی جدِ امجد تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان رکا، پھر بڑی رازداری میں نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"قسم نیلے جاودانی آسمان کی! مسلمانوں کی بڑی بدقسمتی ہے کہ چنگیز خان ان پر چڑھ دوڑا ہے۔ ورنہ یہی چنگیز خان اس سے پہلے مسلمانوں سے خوف زدہ رہتا تھا۔ جس وقت اس چنگیز خان کی سلطنت سے علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت کی سرحدیں ملتی تھیں، چنگیز خان کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی تھی۔ وہ خوف زدہ تھا کہ مسلمانوں کا سلطان کہیں صحرائے گوبی کو پار کر کے اس کے علاقوں کو پامال کر کے نہ رکھ دے۔

یہ تمہارے کچھ مخالفوں کی غداری کا باعث بھی ہے کہ چنگیز خان، مسلمانوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ یہ بات نہیں کہ اسے ان سرزمینوں کی شادابی اور زرخیزی پسند آئی اور ان پر چڑھ دوڑا ہے۔ بلکہ اس سے بہت پہلے چنگیز خان اور ہمیں معلوم تھا کہ مغربی سرحد کے سلسلۂ کوہ کے اس پار ایسی شاداب وادیاں ہیں جہاں کبھی برف نہیں پڑتی۔ وہاں ایسے

دریا بہتے ہیں جو کبھی منجمد نہیں ہوتے۔ وہاں لاکھوں لوگ ایسے شہروں میں رہتے ہیں جو قراقرم اور چین کے شہر ینگ گنگ سے بھی زیادہ پرانے ہیں اور وہاں مغرب کی آبادیوں سے وہ قافلے آتے ہیں جو اپنے ساتھ منگولوں کی سرزمینوں میں آب دار تلواریں، بہترین زنجیر دار زرہیں، سفید کپڑے، سرخ چمڑے، ہاتھی دانت، فیروزے اور لعل لاتے ہیں۔ لیکن چنگیز خان کو کبھی بھی ان علاقوں کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت اور جسارت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کا نام ہی چنگیز خان کے لئے خوف اور دہشت کا باعث تھا۔ تمہارے اپنوں نے اس کا خوف دور کیا، اسے انگیخت کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں اتفاق اور تعاون نہیں ہے۔ جب وہ حملہ آور ہو گا تو مسلمان اس کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بکھر جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان رکا، پھر دوبارہ بڑی رازداری میں نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بہرحال میری ساری گفتگو کا لب لباب یہ ہے میرے عزیز بھائیو! کہ میں چنگیز خان کے لشکر میں رہتے ہوئے تمہارے لئے کام کرتا رہوں گا۔ تم نے ایک بار نہیں، دو بار میری زندگی بچائی ہے۔ ایک بار چنگیز خان کی سرزمینوں میں اور ایک بار یہاں۔“

نظام الدین نے برغہ کا شکریہ ادا کیا، اسے گلے لگا کر ملا۔ ایسے ہی انداز میں عارض زوزنی بھی اس سے ملا تھا۔ پھر برغہ خان کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

”برغہ خان! تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں رکو۔ میں اولون کی طرف جاتا ہوں۔ اسے تمہاری طرف بھیجتا ہوں اور تم اسے لے کر چنگیز خان کی طرف روانہ ہو جانا۔“

برغہ خان نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نظام الدین اور عارض زوزنی وہاں سے ہٹے، اس جگہ آئے جہاں عزت اور احترام کے ساتھ اولون کو بٹھایا گیا تھا۔

نظام الدین جب اس کے قریب گیا، تب اس کے احترام میں اولون اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ وہ تو اسے کوشان خان ہی سمجھتی تھی۔

قریب آ کر نظام الدین نے غور سے اولون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اولون! تم برا مت ماننا۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ تم عورت ہو۔ اس کے علاوہ میرا اور تمہارا پہلے سے تعارف بھی ہے۔ میں نے گرفتار ہونے

والے منگولوں میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ کچھ دستے بچا کر رکھے ہیں جو تمہیں باحفاظت چنگیز خان کے پاس لے جائیں گے۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ نظام الدین کو تلاش کرنے کا سلسلہ ختم کر دو۔ تم اس کی تلاش جاری رکھ سکتی ہو۔ ہوسکتا ہے، تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مہم کے دوران تم خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ بہر حال ایک کام تو ہو کر رہے گا۔ اب تم سیدھی دائیں ہاتھ کو جاؤ۔ تمہارے ساتھ گرفتار ہونے والوں میں سے کچھ جنہیں میں نے چھوڑا ہے، وہاں کھڑے ہیں۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

اس موقع پر اولون نے ایک گہری نگاہ نظام الدین پر ڈالی، لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے پر بھی نگاہیں جما کر دیکھا، پھر پیچھے ہٹی، وہاں پہنچی جہاں برغہ خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر گئی تھی۔

چند میل ہی آگے قراچہ شکست خوردہ لشکر کے ساتھ رکا ہوا تھا۔ اسے شاید امید تھی کہ اولون اس سے آن ملے گی۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا، مسلمان، عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ جب اولون، برغہ خان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچی، تب قراچہ نے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر قراچہ اور اولون بچے کھچے لشکر کو لے کر چنگیز خان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❁❁❁

چنگیز خان کے دونوں بیٹوں اوغدائی اور چغتائی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اترار شہر کو فتح کر لیں لیکن نظام الدین اور اینالجق دونوں نے مل کر کبھی شب خون مارتے ہوئے، کبھی اچانک منگولوں کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے انہیں لوہے کے چنے چبوانا شروع کر دیئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اوغدائی اور چغتائی خان دونوں نے لگاتار پانچ ماہ تک اترار شہر کا محاصرہ کئے رکھا لیکن انہیں شہر کو فتح کرنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی۔

اسی دوران سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے ایک غلطی ہوئی۔ اپنے لئے رسد کا سامان فراہم کرنے کے لئے اس نے نظام الدین اور عارض زوزنی کو واپس بلا لیا تھا اور

اپنے ایک دوسرے سالار جس کا نام مؤرخین قراچہ بتاتے ہیں، دس ہزار لشکر کے ساتھ اپنے ماموں اینالحق کی مدد کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ اس طرح قراچہ نام کے دو سالار ہم عصر ہو گئے تھے۔ ایک قراچہ خان، چنگیز خان کا سالار تھا اور دوسرا قراچہ خان، سلطان علاؤالدین کے بڑے سالاروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ قراچہ دس ہزار لشکر کے ساتھ اترار شہر پہنچا اور پانچ ماہ کے محاصرے کے بعد اس نے اہلِ شہر کی ناقابل برداشت حالت دیکھی تو اس نے اینالحق کو مشورہ دیا کہ چونکہ اہلِ شہر مزید حملوں کی تاب نہیں لا سکتے اس لئے ہمیں منگولوں سے صلح کے لئے گفتگو کرنی چاہیے۔

چونکہ اینالحق، منگولوں کی فطرت سے واقف تھا۔ جانتا تھا کہ منگول سب کو قتل کر دیں گے لہٰذا صلح کی صورت میں بھی وہاں کے لوگوں کے بچاؤ کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے اس کے زاویۂ نگاہ سے لڑ کر مرنا، صلح کی نسبت سے بہتر تھا۔ چنانچہ اس نے قراچہ کی تجویز پر عمل کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اینالحق اپنی ضد پر قائم رہا لیکن قراچہ سے اہلِ شہر کی حالت نہ دیکھی گئی۔ چنانچہ ایک رات اس نے اہلِ شہر کی مرضی سے فصیلِ شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اس طرح غداری سے کام لیتے ہوئے قراچہ نے شہر منگولوں کے حوالے کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو چنگیز خان کے بیٹے اوغدائی کے حکم پر قراچہ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ سب سے پہلے اوغدائی نے قراچہ کو اہلِ شہر سے غداری کرنے پر سخت برا بھلا کہا، اس کے بعد اس کی گردن کاٹ دینے کا حکم دیا اور کہا، اگر یہ اپنوں سے غداری کر سکتا ہے تو کل کو ہمارے ساتھ بھی غداری کرے گا۔

دوسری طرف جب اینالحق کو قراچہ کی غداری کا علم ہوا تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ بیس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ جو ابھی اس کی کمانداری میں تھا، قلعہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ہر رات موقع پا کر قلعہ سے نکلتا اور منگولوں پر بے خبری میں شب خون مارتا اور مار دھاڑ کرتا ہوا دوبارہ قلعہ میں گھس جاتا۔ اس طرح اس نے ان گنت منگولوں کو ان شب خونوں میں موت کے گھاٹ اُتارا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ دونوں طرف لشکریوں کی تعداد گھٹتی اور کم ہوتی رہی۔ فرق یہ تھا کہ منگولوں کو باقاعدہ کمک پہنچ رہی تھی اور اینالحق کو

محصور ہونے کی وجہ سے یہ سہولت میسر نہ تھی۔

لڑتے لڑتے اینالحق کے پاس صرف دو لشکری رہ گئے تھے۔ لیکن اینالحق کے دم خم میں پھر بھی کوئی فرق نہ آیا۔ جب یہ دو لشکری بھی مارے گئے تو قلعہ میں موجود عورتوں نے اس کے اردگرد گھیرا ڈال دیا تھا کہ منگول لشکری اس تک نہ پہنچ سکیں۔

آخر کار اینالحق کو زندہ گرفتار کرلیا گیا۔ اسے چنگیز خان کے بیٹے اوغدائی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد اطراف شہر کی فصیل گرا دی گئی اور شہر کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا گیا۔

❁❁❁

چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ جس وقت بخارا پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کی حالت میں تھا، قراچہ اور اولون اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ اس کے پاس پہنچے۔ چنگیز خان کو ان کی شکست کی خبر پہلے ہو چکی تھی، چنانچہ قراچہ اور اولون دونوں جب چنگیز خان کے سامنے لائے گئے تب چنگیز خان نے قراچہ کو مخاطب کرنے کی بجائے اولون کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اولون! جس دشمن سے تمہارا ٹکراؤ ہوا تھا، کیا وہ تعداد میں تم سے زیادہ تھا؟''

اولون نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگی۔

''خانِ اعظم! تعداد میں وہ زیادہ نہیں تھے لیکن ان کا سالار ایسا جانباز تھا کہ ہم پر غالب رہا۔''

''اس کے سالار کا نام کیا ہے؟'' غور سے اولون کی طرف دیکھتے ہوئے چنگیز خان نے پوچھا۔

''اس کا نام نظام الدین ہے۔ وہی نظام الدین جس کی تلاش میں، میں نکلی تھی۔'' سہمے سہمے لہجہ میں اولون نے جواب دیا تھا۔ یہاں اولون نے دانستہ جھوٹ بولا تھا۔ اس نے کوشان خان کا نام نہیں لیا تھا۔ نظام الدین کہہ کر معاملے کو ٹالنے کی کوشش کی تھی۔

اولون جب خاموش ہوئی، تب کچھ دیر تک چنگیز خان گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کے بعد دوبارہ اس نے اولون کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''اولون! میں یہ سارے سوال تم سے اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ قراچہ، شکست کے

بعد بھاگ گیا تھا جب کہ تمہیں دشمن نے گرفتار کر لیا تھا۔ لہٰذا تم میرے سوالوں کے جواب بہتر بتا سکتی ہو۔ اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ کیا نظام الدین، عسکری حیثیت سے اس کوشان خان سے بھی اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے جو کبھی ہمارے مسکن میں گیا تھا اور جس نے تیغ زنی کے مقابلے میں قراچہ کو شکست دی تھی اور جس کے متعلق تم نے کہا تھا کہ تم کوشان خان کو بھی تلاش کرو گی؟"

اس پر اولون نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

"خانِ اعظم! کوشان خان نہ سلطان علاؤالدین کے لشکر میں شامل ہے، نہ وہ کسی لشکر کا سربراہ اور نہ کماندار ہے۔ جہاں تک نظام الدین کا تعلق ہے تو یہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے چند چوٹی کے سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے، جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ تیغ زنی کی اعلیٰ مہارت میں لاجواب ہے۔ عجیب طریقے سے اس نے مجھے گرفتار کیا۔ میری دل شکنی بھی نہیں کی بلکہ میری آؤ بھگت کی۔ میرے ساتھ جو لشکری گرفتار ہوئے تھے، زیادہ تر تایچوت قبیلے سے تعلق رکھنے والے تھے۔ ان میں برغہ خان بھی شامل تھا۔ چنانچہ اس نے نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھ اسیر ہونے والے سب لوگوں کو معاف کر دیا۔ اس کے ہاں سے نکل کر ہم روانہ ہوئے۔ راستہ میں قراچہ بچے کھچے لشکر کے ساتھ ملا اور ہم آپ کی طرف آ گئے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر چنگیز خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"یہ نظام الدین کب تک ہمارے ہاتھوں سے بچا رہے گا؟ ایک نہ ایک روز اس کی گردن ہم نے ناپنی اور کاٹنی ہے۔ اب تم لوگ چند روز قیام کرو، ستا لو۔ اس کے بعد تمہیں ایک لشکر مہیا کیا جائے گا۔ اور اس لشکر کے ساتھ تم ایک بار پھر نظام الدین کو گرفتار کر کے میرے پاس لانے کی کوشش کرو۔"

اولون اور قراچہ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد وہ چنگیز خان کے ساتھ ہی رہے۔ چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے بخارا کا رخ کیا تھا۔

✿✿✿

اترار شہر سے روانہ ہونے کے بعد نظام الدین نے سلطان کا رخ کیا۔ سلطان

علاؤالدین خوارزم شاہ اس وقت بقول مؤرخین ستانہ شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیئے ہوئے تھا۔ نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں جب سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سلطان نے اترار شہر میں ان کی بہادری اور جرأت مندی اور منگولوں کو لگاتار پانچ ماہ تک شہر کے نزدیک نہ آنے دینے پر شاباش دی اور انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ اس کے بعد اس نے کچھ سوچا، پھر نظام الدین اور عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں نے تم لوگوں کو اترار شہر سے اس لئے بلایا ہے کہ میرے مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ چنگیز خان، بخارا کا رخ کیئے ہوئے ہے اور بخارا کے بعد وہ سمرقند کو فتح کرنا پسند کرے گا۔ لہٰذا تم دونوں سمرقند کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مجھے اُمید ہے کہ بخارا والے اپنا دفاع ضرور کریں گے اور بخارا کو نظرانداز کر کے چنگیز خان اگر سمرقند پہنچتا ہے تو نظام الدین! تم اور عارض زوزنی دونوں سمرقند کے حاکم اور قلعہ دار الپ خان کے ساتھ مل کر شہر کا دفاع خوب کرو گے۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں چند روز تک میرے پڑاؤ میں قیام کر کے ستا لو، آرام کر لو۔ اس کے بعد سمرقند کی طرف روانہ ہو جانا۔''

نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا اس موقع پر دونوں نے منت کرنے کے انداز میں ایک بار پھر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے کہا تھا کہ اگر وہ پورے لشکر کے ساتھ چنگیز خان کی راہ روک کھڑا ہو تو وہ سلطان کو یقین دلاتے ہیں کہ چنگیز خان کو مار بھگائیں گے۔ بلکہ جس قدر نقصان اس نے ہمارے علاقوں کو پہنچایا ہے، اس سے زیادہ نقصان ہم اس کے علاقوں کو پہنچائیں گے۔

افسوس! علاؤالدین خوارزم شاہ، نجومیوں کی باتوں میں آ چکا تھا، ان پر مکمل بھروسہ کرتا تھا۔ اور نجومی ہر بار اسے یہ کہتے تھے کہ سلطان کے ستارے گردش میں ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں سلطان کو کسی بھی صورت چنگیز خان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ نظام الدین اور عارض زوزنی مایوس سے اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔

اور پھر دو روز وہاں قیام کرنے کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کو لے کر سمرقند کا رخ کر گئے تھے۔

❀❀❀

چنگیز خان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تاجوت قبیلے کا سردار برغہ خان اپنے گھوڑے کو اولون کے گھوڑے کے قریب لایا۔ اس کا یہ انداز دیکھتے ہوئے اولون سمجھ گئی کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اپنے گھوڑے کو اس نے بھی اس کے قریب کیا۔ اس موقع پر برغہ خان بڑی رازداری اور سرگوشی میں اولون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اولون! میری بہن! تمہارے سلسلہ میں مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے تمہارے متعلق کوشان خان پر ایک انکشاف کیا ہے۔ اب مجھے پچھتاوا ہو رہا ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ میرا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ جو کچھ میں نے کہا، اپنے اندازے کو سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا۔''

کوشان خان کا نام سن کر اولون چونکی تھی، پھر برغہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے متعلق آپ نے کوشان خان سے کیا کہا؟''

جواب میں برغہ خان نے ایک دو بار اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا، پھر کہنے لگا۔

''میری بہن! اس کی بڑی مہربانی، اس نے مجھے دوسری بار زندگی دی۔ پہلی بار اس وقت جب میں چنگیز خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد اس کا اسیر تھا۔ اور دوسری بار اس وقت جب میں قراچہ کے تحت اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا اور کوشان خان کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مجھ سے ملا اور مجھے معاف کر دیا۔ جس وقت اس نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں نے میری بہن! تمہارے متعلق ایک انکشاف اس پر کیا تھا اور وہ انکشاف یہ تھا کہ......''

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان تھوڑی دیر کے لئے جب رکا، تب بڑی بے چینی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اولون نے پوچھ لیا۔

''میرے متعلق تم نے کیا انکشاف کیا؟''

جواب میں برغہ خان کہنے لگا۔

''میری بہن! تمہارے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں نے کچھ اندازے لگائے تھے۔ ان اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کوشان خان سے یہ کہہ دیا کہ میرا اندازہ ہے کہ اولون تمہاری طرف مائل ہے اور تمہیں پسند کرتی ہے۔ میری بہن! میرے ان الفاظ کا برا نہ ماننا۔ میں نے ایسا صرف اپنے اندازوں کی بنا پر کہہ دیا تھا۔''

برغہ خان کے یہ الفاظ سن کر اولون کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر کہنے لگی۔

"برغہ خان! میرے بھائی! میں سمجھتی ہوں تم نے کچھ غلط نہیں کہا۔ کوشان خان کی شخصیت ایسی ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ یہی حالت میری بھی ہے۔ اس لئے اگر تم نے یہ انکشاف کر دیا ہے تو میں سمجھتی ہوں، تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور کسی حد تک میرا کام بھی آسان کر دیا۔"

اولون کا جواب سن کر برغہ خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر اولون بولی اور کہنے لگی۔

"چنگیز خان سے میری بات ہوئی۔ وہ ایک بار پھر ہمیں ایک لشکر دے کر نظام الدین کو پکڑنے، اس کا خاتمہ کرنے یا اسے گرفتار کرنے کے لئے روانہ کرنے والا ہے۔ برغہ خان! اب کوشان خان کے سلسلہ میں تم میرے راز دار ہو۔ لہٰذا میں اپنے چچا زاد بھائی قراچہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گی۔ میں خانِ اعظم سے گزارش کروں گی کہ جو لشکر نظام الدین سے انتقام کے لئے میرے حوالے کیا جانا ہے، اس میں برغہ خان کو شامل کیا جائے کیونکہ برغہ خان دشمن سے نمٹنے کا زیادہ تجربہ رکھتا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ خانِ اعظم میری بات مان جائیں گے۔"

برغہ خان نے اس پر اولون کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو دائیں جانب کیا اور اولون سے ذرا فاصلہ رکھ کر آگے بڑھنے لگا تھا۔

سمرقند کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں چنگیز خان نے ایک لشکر کو علیحدہ کیا۔ اس لشکر کی کمانداری اس نے اپنے تین سرداروں الک خان، اسکتو خان اور تکائی کے حوالے کی اور انہیں مسلمانوں کے شہروں بناکت اور خجند پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ چنگیز خان کے تینوں سالار پہلے بناکت شہر کی طرف گئے۔ بناکت شہر میں اس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف سے جو حاکم مقرر تھا، اس کا نام ایلتا کو تھا۔ اسے جب منگولوں کے بناکت پر حملہ آور ہونے کا علم ہوا تو اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور محصور ہو گیا۔

منگولوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ تین دن تک تو ایلتا کو بڑی جرأت مندی اور دلیری کے ساتھ منگولوں کو روکتا رہا، ان پر جوابی حملے کرتے ہوئے اس نے ان کے کئی لشکریوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا۔ لیکن چوتھے روز وہ ہمت ہار بیٹھا،

شکست مان لی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ منگول، شہر میں داخل ہوئے۔ اہلِ شہر کو قتل کر دیا گیا۔ اور نوجوان جو لڑنے کے قابل تھے، انہیں جبراً اپنے لشکر میں شامل کر لیا تا کہ جہاں کہیں بھی مسلمانوں سے ان کا ٹکراؤ ہو تو لڑنے مرنے کے لئے ان مسلمانوں ہی کو آگے رکھا جائے۔ چنانچہ یہ لوگ مجبوراً لڑتے تھے اور منگول ایک طرف کھڑے ہو کر تماشا دیکھا کرتے تھے۔

بناکت کو فتح کرنے کے بعد منگولوں کے وہ تینوں سردار جن کے نام الک خان، اسکتو خان اور تکائی تھے، وہ اب مسلمانوں کے دوسرے بڑے شہر خجند کی طرف بڑھے۔

یہاں کے حاکم کا نام تیمور ملک تھا جو بڑا بہادر، جرأت مند اور تجربہ کار اور دلیر سالار تھا۔ اس نے دریائے آمو کے اُس مقام پر جہاں دریا دو حصوں میں بٹ جاتا تھا، ایک مضبوط قلعہ تیار کر رکھا تھا۔ جب اسے منگولوں کی چڑھائی کا علم ہوا تو وہ ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ جو جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے تھے، اس قلعہ میں منتقل ہو گیا۔

منگولوں نے دو چار دن منجنیقوں سے خوب سنگ باری کی مگر قلعہ اتنا مضبوط تھا کہ اس طرح کی تمام تدبیریں ناکام ثابت ہو گئیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں، خجند اچھا خاصا شہر تھا۔ اہلِ شہر تو منگولوں کے رحم و کرم پر تھے ہی، قرب و جوار سے بھی کافی تعداد میں پناہ گزین جمع ہو گئے تھے۔ منگولوں نے سب کو بیگار میں پکڑ لیا اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر کے منگول سپاہیوں کی نگرانی میں قریب کی پہاڑی سے پتھر ڈھونے پر لگا دیا۔

ان پتھروں سے دریا کے پانی کو روک کر اس کے بہاؤ کا رخ قلعہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ تیمور ملک نے پیش بینی کر لی تھی اور اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر قلعہ فتح نہ ہو سکا تو منگول ضرور دریا کے بہاؤ سے فائدہ اٹھائیں گے۔

چنانچہ اپنے بچاؤ کے لئے اس نے بارہ جہاز بنوا رکھے تھے جن پر مضبوط چھتیں ڈال کر انہیں مکان نما بنا دیا گیا تھا۔ دیواروں میں سوراخ تھے تا کہ اگر دشمن حملہ کرنے کی کوشش کرے تو تیر اندازی کر کے اسے پاس نہ آنے دیا جائے۔ چھتیں مٹی سے لیپ دی گئیں تا کہ آگ نہ لگ سکے۔

چنانچہ جب منگولوں نے دریا کا رخ بدلنا شروع کیا تو دریا کا رخ بدل دینے سے

آہستہ آہستہ قلعہ کی حالت مخدوش ہونا شروع ہو گئی اور تیمور ملک کو احساس ہو گیا کہ اب زیادہ دیر تک اس پناہ گاہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔

چنانچہ اس نے اِدھر اُدھر سے ستّر چھوٹی چھوٹی کشتیاں جمع کر کے ایک رات کو اپنا سارا ساز و سامان ان میں لادا، باقی ماندہ لشکریوں کو ساتھ لیا اور چل دیا کہ منگولوں کی زد سے بچ کر نکل جائے۔

لیکن منگول بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے کشتیوں کے برابر دریا کے کنارے پر ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ جب بھی وہ کشتیوں کے قریب آنے کی کوشش کرتے، تیمور ملک کے لشکری تیر اندازی کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیتے۔ جب کشتیاں اور جہاز بناکت کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے دیکھا کہ منگولوں نے اسے روکنے کے لئے دریا کے آر پار زنجیریں تان دی تھیں تاکہ دریائی مسافروں کا قافلہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

لیکن حُسنِ اتفاق سے زنجیریں ٹوٹ گئیں اور تیمور ملک بخیر و عافیت اس جال سے بچ کر نکل گیا۔

مگر دشمن سائے کی طرح ساتھ لگے چلے آ رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپیں روز کا معمول تھیں۔ منگول بلا کے کینہ پرور تھے۔ ستّر کشتیوں کو سنبھالنا بڑا مشکل کام تھا۔ منگول جہاں موقع پاتے، کسی کشتی کو گھسیٹ کر کنارے پر لگا لیتے، مال اسباب پر قبضہ کر لیتے اور اس میں سوار تیمور ملک کے لشکریوں کو قتل کر دیتے۔

اگرچہ سپاہیوں اور کشتیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی مگر تیمور ملک رُکنے میں نہیں آیا۔ آخر موقع پا کر ایک جگہ دریا کے مغربی کنارے پر اُتر پڑا اور چند جانثاروں کی معیت میں جو ابھی تک ساتھ تھے، خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔

آخر ایک ایسا وقت بھی آ گیا کہ وہ بالکل اکیلا رہ گیا۔ حفاظت کے لئے ترکش میں صرف تین تیر باقی رہ گئے تھے لیکن وہ بھی بغیر نوک کے تھے۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو تین منگول لشکری تعاقب میں چلے آ رہے تھے۔ جب درمیانی فاصلہ کم رہ گیا، تب تیمور ملک نے تاک کر ایک تیر مارا جو سب سے آگے والے منگول کی آنکھ میں لگا۔ وہ وہیں بیٹھ کر سر پکڑ کر آہ و زاری کرنے لگا اور باقی دونوں واپس چلے گئے۔ اس طرح تیمور ملک بخیر و عافیت خوارزم پہنچ گیا۔ چونکہ سلطان اس وقت

خوارزم کے بجائے ستانہ شہر کے نواح میں قیام کیے ہوئے تھا لہٰذا تیمور ملک خوارزم سے نکل کر سلطان کے پاس ستانہ شہر چلا گیا تھا۔

❀❀❀

دوسری طرف چنگیز خان ایک بہت بڑا لشکر لے کر بخارا کے قریب پہنچا۔ اس موقع پر چنگیز خان کا سب سے چھوٹا بیٹا تولی خان بھی اس کے ہم رکاب تھا۔ چنانچہ چنگیز خان اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ جب زرنق کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے ایک مسلمان حاجب کو اہلِ شہر کے پاس اس غرض کے لئے روانہ کیا کہ اگر وہ بجائے مقابلہ کرنے کے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرلیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ مسلمان حاجب بخارا پہنچا اور چنگیز خان کا پیغام انہیں سنایا۔ بخارا کے کچھ لوگ اس ذلت کے لئے آمادہ نہ تھے چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ سب سے پہلے اس سفیر کو جو ایسا ذلت آمیز پیغام لے کر آیا ہے، قتل کر دینا چاہئے۔ جب اس منصوبے کی بھنک سفیر کے کان میں پڑی تو اس نے ایک اونچی جگہ پر چڑھ کر بخارا کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اے اہلِ شہر! میں بھی آپ کی طرح ایک مسلمان ہوں اور مسلمان زادہ ہوں۔ اگر آپ لوگ میری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مقابلے کا ارادہ چھوڑ دیں اور خانِ اعظم کی اطاعت قبول کرلیں تو میں اس کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر آپ لوگ مقابلے پر اُتر آئے تو آپ کے اس شہر کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔“

اس پر اکابرینِ شہر نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہارِ اطاعت کرے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک وفد چنگیز خان کی طرف روانہ ہوا اور جس وقت اسے چنگیز خان کی طرف سے باریابی کا موقع ملا تو چنگیز خان نے ان سے مل کر اظہارِ خوشنودی کیا۔

حسب معمول بخارا کے تمام جوانوں کو چنگیز خان نے اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا اور چونکہ اہلِ شہر کو چنگیز خان نے معافی دے دی تھی، اس لئے شہر کا نام ”فاخ بلیغ“ یعنی خوش قسمت شہر رکھ دیا گیا۔ اور چنگیز خان شہر میں داخل ہوئے بغیر ذرا آگے نور کے مقام کی

طرف چلا گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ نور شہر پہنچ کر چنگیز خان نے پڑاؤ کیا۔ یہاں منگولوں نے ایک عجیب و غریب ترکیب استعمال کی۔ نور شہر پہنچ کر انہوں نے شہر کے قرب و جوار کے باغات میں چوری چھپے گھس کر درختوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ ان درختوں کی شاخوں اور تنوں سے سیڑھیاں بنائیں اور انہیں گھوڑوں پر لاد کر شہر کو چل دیئے۔ دروازوں پر متعین پہرے داروں نے انہیں معمول کی کارروائی سمجھا اور کوئی تعرض نہ کیا۔ جب وہ اندرونِ شہر قلعے کے اندر پہنچے تو اہلِ قلعہ کو اس وقت معلوم ہوا کہ صورتِ حال کیا ہے۔ یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قلعے میں جا گھسے۔

حسبِ معمول ایک قاصد، باشندگانِ شہر کے پاس اظہارِ اطاعت کے لئے بھیجا گیا۔ کچھ لوگ اظہارِ اطاعت کے حق میں تھے اور کچھ اس کے خلاف تھے۔

آخر کار کافی رد و قد کے بعد یہ طے پایا کہ مخاصمت کی بجائے مصالحت بہتر رہے گی۔ چنانچہ اس پر منگول سرداروں نے ان سے اس شرط پر درگزر کرنے کا وعدہ کیا کہ اہلِ شہر اپنا ضروری ساز و سامان لے کر شہر سے باہر چلے جائیں۔ اور غیر ضروری اشیاء گھروں میں رہنے دیں۔ کیونکہ رسم کے مطابق ایسے موقع پر لشکر کو خوش رکھنے کے لئے لوٹ مار کرنے کی اجازت دی جانی ضروری ہے۔

بادل نخواستہ اہلِ شہر کو اس ظالمانہ شرط کی تعمیل کرنا پڑی۔ اس کے بعد چنگیز خان نے معاہدے کی تصدیق کر دی اور حکم دیا کہ اہلیانِ شہر سے ایک سال کے واجبات لشکر کی رسد اور اسلحہ کے لئے پیشگی وصول کر لئے جائیں۔

✿✿✿

چنگیز خان، بخارا کے لوگوں کو عام معافی دے چکا تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ 617ھ بمطابق 1220ء میں چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ پھر بخارا کے سامنے آ موجود ہوا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر اہلِ شہر کا ماتھا ٹھنکا کہ خدا خیر کرے، آثار اچھے نہیں۔ چنگیز خان کا خیمہ عین قلعے کے سامنے لگایا گیا۔

اس موقع پر علاؤالدین خوارزم شاہ کا بخارا میں جو لشکر تھا، اس کی کمانداری چار بڑے سالار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوک خان، دوسرا حمید بور، تیسرا کشلی خان اور چوتھا کشکی خان تھا۔

ان سالاروں نے پہلی رات کو ہی بیس ہزار لشکر کے ساتھ شہر سے نکل کر منگولوں پر شب خون مارا لیکن انہیں اس بات کا کوئی اندازہ ہی نہ تھا کہ منگولوں کو ان کے منصوبے کا علم ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب علاؤالدین خوارزم شاہ کے یہ چاروں سالار شہر سے باہر نکلے، منگولوں پر حملہ آور ہونا چاہا تو منگول، کمین گاہوں سے نکل کر خوارزم شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور سب کو فصل کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

باشندگانِ بخارا کی آنکھیں اب کھلیں کہ انہوں نے منگولوں کو چھیڑ کر کتنا غضب کیا ہے۔ اب بھی عفوِ تقصیر کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ پھر سے اہلِ شہر کا وفد چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عفوِ تقصیر کی درخواست کی۔

چنگیز خان نے دوبارہ انہیں معاف کر دیا اور اہلِ وفد سے کہا کہ چونکہ وہ شہر کو دیکھنے کا خواہش مند ہے، اس لئے شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔

تعمیلِ حکم کے بغیر چارہ نہ تھا۔ جب چنگیز خان پھرتے پھراتے جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا تو پوچھا۔

"کیا یہ سلطان کا محل ہے؟"

جواب میں چنگیز خان کو بتایا گیا۔

"نہیں خانِ اعظم! یہ مسجد ہے۔ یہاں عبادت کی جاتی ہے۔"

اس پر چنگیز خان نے گرج کر کہا۔

"فی الفور ہمارے گھوڑوں کے چارے اور دانے کا بندوبست کیا جائے۔"

چنانچہ غلے کے انباروں کے دروازے کھول دیئے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دانے چارے کے ڈھیر لگ گئے۔ جامع مسجد کے وسیع ہال میں گھوڑے باندھ دیئے گئے۔ الماریوں سے کتابیں نکال کر باہر پھینک دی گئیں اور ان الماریوں سے کھرلی کا کام لیا جانے لگا۔ علماء اور فضلاء کو حکم دیا گیا کہ آج سے خود کو گھوڑوں کا سائیس تصور کریں اور اس بارے میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد منگول لشکری شراب پینے اور عریاں گانا گانے لگ گئے اور چشم زدن میں یہ عظیم عبادت گاہ، شراب خانے میں تبدیل کر دی گئی۔

اس کے بعد چنگیز خان مسجد سے نکل کر عید گاہ کی طرف چل دیا۔ عوام کا ایک جم غفیر ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا اور زور سے چلّاتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اے اہلِ بخارا! کان کھول کر سن لو! میں خدا کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہارے نااہل حاکموں کی نالائقی کی سزا تمہیں دوں۔ اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو اپنی تمام دولت میرے لشکریوں کے سپرد کر دو۔"

اہلِ شہر نے موت کے ڈر سے تمام دولت چنگیز خان کے لشکریوں کے حوالے کر دی تھی۔

جس وقت یہ صورتِ حال پیش آ رہی تھی، اس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے کچھ بچے کھچے لشکری شہر میں موجود تھے۔ چنگیز خان نے حکم دیا کہ اہلِ شہر ان لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور انہیں شہر سے نکال دیں۔ لیکن اس حکم کی تعمیل پورے طور پر

مشکل تھی۔ جب چنگیز خان کے آدمیوں نے سلطان کے لشکریوں کو بازاروں اور گلی کوچوں میں گھومتے دیکھا تو چنگیز خان کو بتایا کہ اہلِ شہر، خانِ اعظم کے حکم کی تعمیل سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔

یہ سن کر چنگیز خان بھڑک اٹھا اور حکم دیا کہ شہر کو آگ لگا دی جائے۔

سوائے جامع مسجد کے شہر کی تمام عمارتیں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔ چنگاری دکھانے کی دیر تھی کہ آناً فاناً شہر بھڑک اٹھا اور تین دن میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔

بخارا عالمِ اسلام کا ایک بڑا اہم اور علم دوست شہر تھا۔ اسلام سے قبل بخارا شہر کا ذکر تاریخ کے اوراق میں شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ اسلامی مآخذ میں بخارا کے مقامی حکمران خاندان کو ''بخار خدات'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جس کا مطلب وہاں کی سغدی زبان میں شاہِ بخارا مراد لیا جاتا تھا۔ اس شہر پر مسلمانوں نے سب سے پہلے ہجری 54 اور سن 74 میں عبداللہ بن زیاد کی سپہ سالاری میں حملہ کیا۔ ہجری 91 میں قتیبہ بن مسلم اپنے دشمنوں کو شکست دے کر شاہِ بخارا کے لقب سے تخت نشین ہوا اور بخارا میں اسلامی حکومت کی بنیاد مضبوط کی۔

جب امرائے خراسان نے اپنا صدر مقام نیشاپور منتقل کر لیا تو بخارا کا نظم و نسق ماورالنہر کے باقی حصوں سے الگ ایک والی کی تحویل میں دیا گیا جو براہِ راست مرکزی حکومت کو جواب دہ ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد اہلِ طاہر یعنی طاہر خاندان اس شہر پر حکمرانی کرتا رہا اور نصر بن احمد سامانی جو سمرقند پر حکومت کر رہا تھا، اس کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل، بخارا کا والی بن گیا۔ اور پھر نصر کی وفات کے بعد ماورالنہر کا سارا علاقہ بھی اس کے قبضہ میں چلا گیا اور خلیفہ نے بھی اس کو امیر خراسان بنا دیا۔

یوں بخارا ایک بہت بڑی سلطنت کا پایۂ تخت بن گیا۔ اگرچہ بخارا کے رقبے میں کئی مرتبہ توسیع کی گئی لیکن وہ جب بھی نئے سرے سے تعمیر کیا گیا، پرانے محل وقوع پر تعمیر ہوا۔ بخارا کے جغرافیہ نویسوں نے اس شہر کے تین بڑے حصے کیے ہیں۔ قلعہ، شہر اور مضافاتِ شہر۔

قلعہ پرانے زمانے سے ہی اس جگہ واقع ہے جہاں اب ہے۔ یہی بخارا کے حکمران

کا محل ہوا کرتا تھا۔ اس قلعے میں قدیم جامع مسجد تھی جو قلعے کے دروازے پر واقع تھی۔ یہ قلعہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری یعنی بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری میں کئی مرتبہ تباہ ہو کر نئے سرے سے تعمیر ہوا تھا۔

515ھ بمطابق 1121ء میں ارسلان خان نے شہر میں ایک نئی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ قلعے کے محل کے علاوہ ریگستان میں بھی ایک محل موجود تھا جو عربوں کے زمانے سے پہلے کا تھا۔

ابونصر جب وہاں کا حکمران بنا تو اس نے بھی ایک محل اس جگہ بنوایا۔ چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی میں یہ شہر بہت گنجان آباد تھا۔ سامانیوں کے زوال کے بعد بخارا کی قدیم سیاسی اہمیت بھی بہت کم ہوگئی۔ لیکن اس انحطاط کے زمانے میں بھی بخارا اسلامی علم و دانش کا مرکز رہا۔ چھٹی صدی ہجری یعنی بارہویں صدی عیسوی میں علماء کے ایک خاندان نے آلِ برہان کے نام سے ایک دینی حکومت قائم کی۔

آخر 602ھ بمطابق 1207ء میں ایک عوامی بغاوت کی وجہ سے حکمرانوں کو شہر سے نکلنا پڑا اور یہ شہر محمد بن تکش خوارزم شاہ کے زیر حکومت آ گیا۔ 1216ء کا یہی زمانہ تھا جب چنگیز خان، خوارزم کی سلطنت کے اس عظیم شہر پر چڑھ دوڑا تھا۔ بہر حال اس عظیم شہر کو چنگیز خان کے حکم پر منگولوں نے خوب لوٹا۔ شہر میں جس قدر نوجوان تھے، انہیں چنگیز خان نے اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا۔ اپنے ایک سالار کو نام جس کا توشہ بکاک تھا، بخارا کا حاکم مقرر کیا اور خود ایک ایسے لشکر کو جس کا شمار ہی نہیں کیا جا سکتا تھا، لے کر وہ سمرقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

۞۞۞

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے حکم کے مطابق نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ابھی وہ سمرقند سے لگ بھگ ایک میل کے فاصلے پر ہوں گے کہ سمرقند کے حاکم الپ خان اور اس کے دو بہترین سالاروں الباز خان اور بالا خان نے اپنے امراء اور سرکردہ لوگوں کے ساتھ نظام الدین، عارض زوزنی اور ان کے لشکر کا شاندار انداز میں استقبال کیا اور انہیں شہر کے اندر لے گئے۔

سمرقند دریائے سغد کے جنوبی کنارے پر عالم اسلام کا ایک اہم شہر ہے اور صوبہ سغد

کا یہ کبھی مرکزی شہر ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کے محل وقوع کا ذکر کرتے ہوئے مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ شہر درحقیقت جنت الفردوس ہے۔ عربوں کے یہاں پہنچنے سے پہلے سمرقند کے مقامی حکمرانوں کو طرخون کہا جاتا تھا۔ لیکن جب قتیبہ بن مسلم خراسان کا والی مقرر ہوا تو اس نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا جو کافی عرصہ تک جاری رہا۔

بالآخر یہاں کے حکمران ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت وہاں کے حکمران اخشیذ غورک کو تخت پر بحال رکھا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک عرب والی بھی ایک طاقتور لشکر کے ساتھ مقرر کر دیا گیا۔ بعد میں یہ شہر بخارا کے ساتھ مل کر آئندہ فتوحات اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا ایک اہم مرکز بن گیا تھا۔

204ھ بمطابق 819ء میں مامون الرشید نے سمرقند کی گورنری اسد بن سامان کے بیٹوں کو سونپ دی تھی۔ اس کے بعد یہ اعلیٰ منصب کافی عرصہ تک سامانی خاندان کے پاس ہی رہا۔ یہاں تک کہ اسماعیل بن احمد نے 287ھ بمطابق 900ء میں سامانی حکومت قائم کر لی۔ اس زمانے میں سمرقند اور بخارا کو بہت عروج حاصل ہوا۔ لیکن اس کے بعد پھر پانچ صدیوں تک یہ زوال پذیر رہا۔ یہاں تک کہ تیمور لنگ اور اس کے جانشینوں کے دور میں دوبارہ اس شہر کو عروج ملا۔ اس کے زمانے میں دارالسلطنت کو بخارا منتقل کر دیا گیا مگر اسلامی ممالک میں تجارتی اور ثقافتی مرکز کے طور پر سمرقند کو اوّلیت حاصل رہی۔

سمرقند شہر ایرانی شہروں کی طرح سہ گونہ ترکیب کا ایک نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ قلعہ اصل شہر اور مضافات تینوں حصوں کو جنوب سے شمال کی جانب بخارا کی طرح ترتیب وار بنایا گیا تھا۔ قلعہ شہر کے جنوب میں دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ اونچائی پر واقع تھا۔ اصل شہر ایک پہاڑی پر واقع ہے۔

سمرقند کا کاغذ بڑا مشہور تھا۔ اس شہر کے بنے ہوئے کاغذ کی بابر نے بھی خاص طور پر تعریف کی۔ شہر میں سب سے زیادہ مشہور عمارت نصرت قثم بن عباس کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ حضرت قثم بن عباس کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے ہی سمرقند کے لوگوں میں مذہب اسلام کی تبلیغ کی۔

بہرحال سمرقند کے حاکم الپ خان اور اس کے دو بہترین سالاروں الباز خان، بالا خان اور امراء کے ساتھ نظام الدین اور عارض زوزنی شہر میں داخل ہوئے۔ پہلے انہوں

نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا، لشکریوں کو انہوں نے آرام کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد الپ خان کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''الپ خان! میرے بھائی! پہلی بات یہ کہ منگول کسی بھی وقت سمرقند کے نواح میں نمودار ہو کر سمرقند کا محاصرہ کر سکتے ہیں اور یہاں کے مسلمانوں کے لئے شدت کی تکلیف اور امتحان کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ میرے بھائی! ہم نے شہر کی حفاظت کرنی ہے۔ کوشش کرنی ہے کہ منگولوں کو شہر فتح نہ کرنے دیں۔ اس لئے کہ بخارا کے فتح ہونے کے بعد میں دیکھتا ہوں، مسلمانوں کے حوصلے کسی قدر پست ہوئے ہیں۔ بخارا میں رہتے ہوئے جہاں ہم نے یہاں کے مکینوں کے حوصلوں کو بلند رکھنا ہے، وہاں ان کا دفاع بھی خوب کرنا ہے۔ میرے بھائی! سب سے پہلے مجھے شہر کی فصیل اور قلعے کے استحکامات دکھاؤ۔ ان کا جائزہ لینے کے بعد میں شہر کے دفاع سے متعلق گفتگو کروں گا۔''

الپ خان نے اس پر خوشی کا اظہار کیا، پھر نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں الپ خان اور اس کے دو بڑے سالاروں الباز خان اور بالا خان کے ساتھ پہلے فصیل کی طرف گئے۔ نظام الدین نے فصیل کے اوپر چڑھ کر بڑی گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ فصیل کے برج بھی دیکھے۔ اس کے بعد قلعہ جو کسی قدر بلندی پر تھا، اسے بھی دیکھا۔ کافی دیر تک وہ شہر کی فصیل اور قلعے کے استحکامات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر واپس اپنے لشکر کے پڑاؤ میں آ گیا۔ الپ خان، الباز خان اور بالا خان تینوں اس کے ساتھ تھے۔

سب نے لشکر کے اندر ہی کھانا کھایا اور اس کے بعد اکٹھے بیٹھ کر وہ شہر کے استحکامات اور اس کے دفاع کو مضبوط اور مستحکم کرنے سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

اگلے روز شہر کے دفاع میں جو کمی رہ گئی تھی، اسے انہوں نے پورا کرنا شروع کر دیا تھا۔

بہر حال چنگیز خان نے بخارا کے بعد سمرقند کا رخ کر رکھا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ علاؤالدین خوارزم شاہ خود تو مزید لشکری بھرتی کرنے کے بہانے خراسان کو چلا گیا تھا اور اپنے لشکر میں سے اس نے ایک لاکھ دس ہزار لشکری پہلے ہی سمرقند کے بچاؤ کے لئے روانہ کر دیئے ہوئے تھے جن میں بیس ہاتھی بھی شامل تھے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں چونکہ سمرقند کے دفاع کا منصوبہ ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد تھا اس لئے اہلِ شہر لڑنے مرنے کے لئے دل و جان سے آمادہ تھے۔ ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی

لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کو بھی ان انتظامات کا علم تھا چنانچہ سمرقند پر حملہ کرنے سے پہلے اس نے بہت بڑی تعداد میں لشکری بھرتی کر لئے۔ جب یہ بے پناہ لشکر سمرقند کے سامنے جا کر اُترا تو موَرخین لکھتے ہیں کہ کثرتِ تعداد کا عالم یہ تھا کہ جہاں تک نظر کام کرتی تھی، آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔

چنانچہ چنگیز خان کا خیمہ قلعے کے سامنے ایک اونچی جگہ پر جس کا نام کوک سرا تھا، لگایا گیا اور اس روز چنگیز خان نے اپنے لشکر کو آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ تاہم لشکر کے ایک حصے کو اس نے چوکس کر دیا تھا۔

اسی روز حسین اور خوب صورت اولون اپنے خیمے سے نکل کر کسی مقصد کے لئے ایک طرف روانہ ہوئی۔ وہ تھوڑی دور ہی گئی ہو گی کہ سامنے کی طرف سے برغہ خان آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی اولون نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور برغہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''برغہ خان! میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے کے لئے تمہارے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔ خانِ اعظم سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ نظام الدین کو پکڑنے اور اسے گرفتار کرنے کے لئے خانِ اعظم نے لشکر کا ایک حصہ مختص کر دیا ہے اور سمرقند کی فتح کے بعد ایک بار پھر ہم نظام الدین کو تلاش کرنے کے لئے نکلیں گے۔ اس بار قراچہ نہیں، تم میرے ساتھ ہو گے۔ اور اس کی اجازت خانِ اعظم نے مجھے دے دی ہے۔ بس میں تمہیں یہی خبر سنانے کے لئے جا رہی تھی۔''

اولون کے یہ الفاظ سن کر برغہ خان نے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر وہ اولون کے مزید قریب ہوا اور بڑی رازداری اور سرگوشی میں کہنے لگا۔

''اولون، میری بہن! میں بھی ایک اہم خبر سنانے کے لئے تمہاری طرف آ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیسے تمہیں تمہارے یورت میں مل سکوں گا۔ اب جبکہ خانِ اعظم نے قراچہ کے بجائے مجھے تمہارے ساتھ کام کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے تو پھر میں کسی بھی وقت بلا جھجک تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ میری بہن! میں ایک ایسے موضوع پر تم سے گفتگو کرنے کے لئے آیا تھا جس کا تعلق تمہاری ذات سے بھی ہے۔''

برغہ خان کے ان الفاظ پر اولون چونکی تھی، غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''میرے بھائی! کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ ایسا کون سا معاملہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے جس کا تعلق میری ذات سے ہے؟''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر برغہ خان کے چہرے پر نمودار ہوا پھر کہنے لگا۔

''اگر کوشان خان کو کوئی تکلیف ہو تو کیا اس سے تمہاری ذات متاثر ہو سکتی ہے؟''

اولون فکرمند اور پریشان ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

''بالکل۔ کوشان خان کو اگر کوئی تکلیف ہوتی ہے تو یقیناً مجھے بھی تکلیف ہو گی۔ میرے بھائی! میں تم پر پہلے ہی واضح کر چکی ہوں کہ وہ میری پسند ہے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئی تو میں اس کا دفاع بھی کر سکتی ہوں اور کروں گی۔ اب کھل کر کہو کہ معاملہ کیا ہے؟''

برغہ خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''میری بہن! مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ایک لشکر دے کر کوشان خان کو سمرقند کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے اور کوشان خان اس وقت سمرقند شہر کے اندر موجود ہے۔ اب جبکہ ہمارا لشکر سمرقند پہنچ گیا ہے تو چنگیز خان کل سے ہر صورت میں شہر کا محاصرہ کر لے گا۔ مجھے فکرمندی یہ ہے کہ کوشان خان شہر کے اندر محصور ہو جائے گا۔ اور جب سمرقند بالکل بخارا شہر کی طرح فتح ہوا تو پھر یہ سوچ کر میں پریشان ہو جاتا ہوں کہ کوشان خان کا کیا بنے گا؟ میری بہن! وہ میرا محسن، میرا مربی ہے۔ دو بار میری جان بچا چکا ہے۔ اس لئے اگر اسے بچانے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے مجھے اپنے آپ کو خطرات میں بھی ڈالنا پڑا تو میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

برغہ خان کے اس انکشاف پر اولون بھی پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

''برغہ خان! تمہارا کہنا درست ہے۔ اس موقع پر کوشان خان کو سمرقند نہیں آنا چاہئے تھا۔ اب وہ اگر یہاں آ ہی چکا ہے، شہر کے اندر موجود ہے تو ہم دونوں کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح اسے اور اس کے ان ساتھیوں کو جو اس کے قریب ہیں بچایا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اولون جب خاموش ہوئی تب برغہ کہنے لگا۔

''میری بہن! تُو اب اپنے یورت میں جا کر آرام کر۔ مجھے اُمید ہے کہ چنگیز خان کل سے سمرقند پر اپنے حملوں کی ابتدا کرے گا۔ اور جب ایسا ہو گا تو ہم کوشان خان سے

متعلق کل مزید گفتگو کریں گے اور دیکھیں گے کہ اسے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔“

اولون نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ وہ مڑی اور اپنے یورت کی طرف چلی گئی۔ اور برغہ خان بھی مڑ کر اپنے خیمے کا رخ کر گیا تھا۔

اگلے روز فجر کی نماز کے بعد نظام الدین، عارض زوزنی، الپ خان، الباز خان، بالا خان چند دیگر چھوٹے بڑے سالاروں کے ساتھ پھر ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس موقع پر نظام الدین سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائیو! جہاں تک میرا اندازہ ہے، چنگیز خان آج شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کرے گا۔ اس سے پہلے میں الپ خان کے ساتھ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ ہم شہر کے اندر صرف محصور رہ کر شہر کا دفاع نہیں کریں گے، شہر سے باہر نکل کر منگولوں پر ضرب بھی لگائیں گے۔ آج جب چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ شہر کا گھیراؤ کرنے کی کوشش کرے گا تو ہم شہر سے نکلیں گے اور منگولوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اس کے لئے ہماری کیا منصوبہ بندی ہوگی، اس کی تفصیل میں تم لوگوں سے کہتا ہوں۔

اس وقت سمرقند میں جس قدر لشکر ہے، اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ دو حصے بڑے اور ایک حصہ چھوٹا رکھا جائے گا۔ بڑے حصوں میں سے ایک حصہ میری کمانداری میں، دوسرا عارض زوزنی کے تحت ہوگا۔ الباز خان! تم میرے ساتھ کام کرو گے۔ بالا خان، عارض زوزنی کے ساتھ رہے گا۔ تیسرا لشکر جو تعداد میں باقی دو حصوں سے کسی قدر کم ہوگا، وہ الپ خان کی کمانداری میں رہے گا اور الپ خان، شہر کے اندر رہتے ہوئے شہر کی حفاظت کا سامان کرے گا۔ ایسا اس لئے کیا جا رہا ہے کہ جب میں، عارض زوزنی، الباز خان اور بالا خان چاروں باہر نکل کر منگولوں پر ضرب لگائیں گے تو منگولوں کا کوئی لشکر اگر فصیل کے کسی حصے کو عبور کر کے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو الپ خان انہیں ایسا نہیں کرنے دے گا۔ کیونکہ الپ خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر بالکل تیار اور مستعد ہو کر رہے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا، پھر سوالیہ سے انداز میں سارے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے ان کی رائے لینا چاہی تو سارے سالاروں نے اس تجویز

سے اتفاق کیا تھا۔
اس کے بعد نظام الدین اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سارے سالار بھی کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی جانے لگی تھی۔
اگلے روز چنگیز خان نے سمرقند پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کی اور شہر کے نواح میں اس نے اپنے لشکر کو پھیلانا شروع کیا۔ اسی وقت نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو لے کر شہر سے نکلے اور چنگیز خان کے لشکر کے سامنے انہوں نے بھی اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا۔ دائیں جانب نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔ الباز خان اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ بائیں جانب عارض زوزنی تھا۔ اس کے ساتھ بالا خان تھا۔ سب سے پہلے نظام الدین نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ منگولوں کے لشکر پر روز و شب میں موت کے سوالات کی یورش، رجز خواں آندھیوں کے اندر موت کے اُلجھتے کرب، افسردہ کارگاہِ زیست میں اُٹھتے غموں کے بھنور اور زبان گرفتہ کر دینے والے ہولناک صحرائی گراوز کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
نظام الدین کے ساتھ ہی ساتھ عارض زوزنی نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ وہ بھی چنگیز خان کے لشکر پر دھواں دھواں رات کے الاؤ میں عزم و ہمت کے پیکروں، موت کے مناظر کھڑے کرتی عذاب بھری صدیوں، گزرتے وقت کی جمالیات کے شعور میں ندامتوں کی بلندیاں، ذات کی اُلجھنیں بھر دینے والے درد و فرقت کے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔
جوابی کارروائی کرتے ہوئے چنگیز خان بھی ان پر باغی آوازوں میں خون کے جوار بھاٹے، پیمانۂ روز و شب کے قلزم میں آگ اور موت کے خونی کھیل، لہو کے تازہ چمکتے اُجالوں میں انسانیت کو شکار، آدمیت کو غبار غبار کرتے تشنگی کے اندھے سفر، عذاب موسموں کی دستک اور بے نام وحشت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
یہ ایک ہولناک اور انتہائی جان لیوا ٹکراؤ تھا۔ چنگیز خان امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ سمرقند کے باہر اسے ایک ایسے کڑے لشکر سے پالا پڑے گا۔ نظام الدین اور عارض زوزنی نے حملہ آور ہو کر ہزاروں منگولوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیا تھا۔ ان کے تیز حملوں کے سامنے منگولوں کو پیچھے ہٹنا پڑا تھا اور یہ جنگ صبح سے شام تک اپنے ہولناک انداز میں

جاری رہی اور اس جنگ کے دوران نظام الدین اور عارض زوزنی نے ان گنت منگولوں کو موت کی گہری نیند سلا دیا تھا۔

جب سورج غروب ہونے کے قریب آیا، تب نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو سمیٹ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ چنگیز خان کے لشکریوں کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ان کا تعاقب کر کے شہر کے دروازوں تک انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔

جنگ کی منظر کشی کرتے ہوئے مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ جنگ شام تک ہوتی رہی جس کے نتیجے میں ان گنت لشکری موت کے گھاٹ اُترتے رہے تھے۔

منگولوں کو نقصان پہنچانے کے بعد نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ جب شہر میں داخل ہو گئے، تب زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ جبکہ لشکر کا وہ حصہ جو الپ خان کی کمانداری میں تھا اسے پہلے کی طرح شہر کی فصیل کے اوپر بالکل تیار اور مستعد رکھا گیا تھا۔ اس موقع پر الپ خان نے اپنے ایک نائب کو فصیل کے اوپر مقرر کیا۔ خود وہ نیچے اُترا، بڑے شاندار انداز میں نظام الدین، عارض زوزنی، الباز خان اور بالا خان سے گلے ملا۔ اس شاندار حملے اور ان گنت منگولوں کو کاٹ دینے کے بعد باحفاظت شہر میں داخل ہونے پر اس نے انہیں مبارکباد دی۔ شہر کے لوگ بھی ان گنت تعداد میں ان کے گرد جمع ہوئے اور نظام الدین اور عارض زوزنی، بالا خان اور الپ خان کو منگولوں کے خلاف اس کامیاب اور شاندار جوابی کارروائی پر مبارکباد دے رہے تھے۔

اس موقع پر نظام الدین نے الپ خان کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''الپ خان! میرے بھائی! اس ٹکراؤ کے نتیجے میں چونکہ ہم نے ہزاروں کی تعداد میں منگولوں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے تو یاد رکھنا اپنے اس نقصان پر چنگیز خان یقیناً بھڑک اُٹھا ہوگا۔ جس لشکر کو تم نے فصیل کے اوپر متعین کیا ہوا ہے، اسے بالکل مستعد رکھنا۔ فصیل کے اوپر روشنیوں کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ تیروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ رات کی تاریکی میں رسوں کی سیڑھیوں سے منگول فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں اور آج جو ہم نے اُنہیں نقصان پہنچایا ہے اس کا انتقام لینے کی

کوشش کریں۔ ویسے مجھے امید ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ایک تو منگول سپاہی تھکے ہوئے ہیں۔ دوسرے انہیں خدشہ ہو گا کہ ایسا کر کے کہیں وہ اپنے لئے مزید نقصان کا باعث نہ بن جائیں۔

سب نے اس کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد سب مل کر اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

سمرقند سے باہر ہونے والے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں چنگیز خان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا تولی خان بھی تھا۔ خیمے میں آنے والوں میں اولون کے علاوہ تائچوت قبیلے کا سردار برغہ خان بھی شامل تھا۔

چنگیز خان کے کہنے پر جب سب اس کے سامنے بیٹھ گئے تب انتہائی دکھ بھرے انداز میں چنگیز خان نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہنے لگا۔

''یہ جو سمرقند کے لشکر کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا ہے، یہ یقیناً ہماری اُمیدوں کے سراسر خلاف ہے۔ میں نہیں جانتا کون سمرقند کے ان لشکریوں کی کمانداری کر رہا ہے۔ لیکن جو بھی ہے، وہ انتہائی باکمال اور انتہائی اعلیٰ ہنر رکھنے والا کوئی سالار ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ نہیں کرے گا، شہر میں ہی محصور رہے گا اور شہر کا دفاع کرتا رہے گا۔ لیکن اس نے بڑی ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ہمارے اتنے بڑے لشکر کو سامنے رکھتے ہوئے وہ گرد کے گھونگھٹ میں چھپے کڑوے لمحوں کے طوفانوں، بے تحریک دکھ پھیلاتے آگ اور خون کے سیلاب کی طرح شہر سے نکلا اور غموں کی شدت بڑھاتے قضا اور مرگ کے راہبر کی طرح ہم سے ٹکرا گیا۔ اس نے ہمیں نقصان بھی بہت پہنچایا ہے۔ ہمارے اَن گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد اپنی اس مہم کو کامیابی سے ہمکنار کر کے واپس شہر میں چلا گیا۔ میں اُس کی اس ہمت، اُس کی اس جواں مردی، اُس کے اس جذبے سے یقیناً متاثر ہوا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے ہی سالار رسیلے گیتوں میں پیلی رُتوں کا زہر اور جذبوں کی لطافت میں کڑے ویران موسموں کا عذاب بن کر داخل ہو جاتے ہیں۔ اب ہمیں اس سے متعلق پہلے کی نسبت زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔ آج اس نے ہمیں جو نقصان پہنچایا ہے، آنے والے دنوں میں ہمیں اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی انتہائی آزمودہ اور جنگ کی اعلیٰ تربیت رکھنے والا سالار ہے

جس نے ایسی ہمت اور جرأت سے ہم پر حملہ کیا اور ہمیں نا قابل تلافی نقصان بھی پہنچایا۔"

چنگیز خان جب خاموش ہوا، تب قراچہ بولا اور کہنے لگا۔

"خانِ اعظم! مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تین ایسے سالار ہیں جن کا شمار انتہائی تربیت یافتہ سالاروں میں کیا جاتا ہے۔ ان میں پہلے نمبر پر تو نظام الدین ہے جسے خوارزم شاہ نے فخرالملک کا خطاب دے رکھا ہے۔ دوسرے نمبر پر عارض زوزنی ہے جسے ضیاء الملک اور تیسرے نمبر کا سالار عمر کافی ہے جسے مجیرالملک کہہ کر پکارتے ہیں اور یہ مجیرالملک تو پکی بات ہے اس وقت خوارزم شاہ کے ساتھ ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ یہاں سمرقند میں جہاں ہم پر ضرب لگا کر ہمیں نقصان پہنچایا گیا ہے، دو سالار ہو سکتے ہیں۔ ایک نظام الدین اور دوسرا عارض زوزنی۔"

قراچہ جب خاموش ہوا، تب اولون بولی اور چنگیز خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"خانِ اعظم! قراچہ کا کہنا درست ہے۔ میرے خیال میں یہاں ہمارا جو ٹکراؤ ہوا ہے اور اس ٹکراؤ میں جس شخص نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے، یہ یقیناً نظام الدین ہی ہو سکتا ہے۔ خانِ اعظم! آپ نے جو لشکر مجھے مہیا کیا ہے، اسے لے کر اب میں ایک نئے انداز میں برغہ خان کے ساتھ اس نظام الدین کے خلاف حرکت میں آؤں گی اور اس سے ایک نہ ایک روز اپنے چچازاد بھائی اربوش کے قتل کا انتقام ضرور لوں گی۔"

اولون کی اس گفتگو پر چنگیز خان نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد چنگیز خان اُٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "میں نے کچھ لوگوں کو زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے پر مقرر کیا تھا۔ آؤ ان کا جائزہ لیتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی سب چنگیز خان کے ساتھ اٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔

❁❁❁

دوسرے روز نظام الدین نے پھر جنگ کی تیاری شروع کی۔ صبح سویرے ہی اس نے عارض زوزنی، الباز خان، بالا خان اور الپ خان کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ پھر اس نے الپ خان کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''الپ خان میرے بھائی! منگول ہم مسلمانوں کے خلاف ایک بڑا کریہہ اور قابل نفرت کھیل کھیل رہے ہیں۔ جس شہر کو بھی فتح کرتے ہیں، اس شہر کے نوجوانوں کو اپنے لشکر میں شامل کرتے ہیں۔ اور جب ان کا ٹکراؤ ہم سے ہوتا ہے تو ہمارے مسلمان بھائیوں کو ہی آگے رکھتے ہیں تاکہ وہ ہم سے جنگ کریں اور خود پیچھے رہ کر تماشا دیکھتے ہیں۔ میرے عزیز بھائی! گزشتہ دنوں جو ہمارا ٹکراؤ منگولوں کے ساتھ ہوا تھا، اللہ کا شکر کہ جس حصے پر ہم حملہ آور ہوئے اس حصے میں منگول ہی منگول تھے۔ اور منگول ہی ہمارے ہاتھوں مارے گئے۔ آج ہم پھر شہر سے باہر نکل کر ٹکراتے ہیں تو یاد رکھنا چنگیز خان بڑا نفرت انگیز انسان ہے۔ کل جو اس کے لشکر کا نقصان ہوا، اس کی تلافی کرنے کے لئے آج وہ منگولوں کو آگے نہیں رکھے گا۔ مسلمانوں کو اگلی صفوں میں لائے گا تاکہ مسلمان آپس میں لڑیں اور دونوں جانب سے مسلمانوں کا ہی نقصان ہو۔

ان سارے خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پہلے فصیل پر چڑھتے ہیں، ایک برج میں کھڑے ہو کر پہلے چنگیز خان کے لشکر کا جائزہ لیتے ہیں۔ جس سمت چنگیز خان نے مسلمانوں کو رکھا ہو گا، اس سمت سے ہم حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ اس سمت ٹکراؤ کریں گے جس سمت منگول ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں ہم مسلمان آپس میں ٹکراتے ہوئے اپنا نقصان نہ کریں۔''

عارض زوزنی، الباز خان، بالا خان اور الپ خان چاروں نے نظام الدین کی اس

تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر پانچوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شہر کی فصیل کے اوپر چڑھے اور ایک برج کے اندر کھڑے ہو کر چنگیز خان کے لشکر کا جائزہ لینے لگے تھے۔ چنگیز خان کا لشکر حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ سر ہی سر نظر آتے تھے۔ کچھ دیر تک مختلف برجوں میں جا کر چنگیز خان کے لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آخر ایک برج میں رک کر نظام الدین اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائیو! کل ہم شہر پناہ کے مشرقی دروازے سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہوئے تھے اور آج مشرقی اور شمالی دروازے پر مسلمان ہیں۔ مغربی دروازہ خالی ہے۔ جنوب کی سمت بہرحال منگول ہیں۔ لہٰذا ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک ہم شہر پناہ کے جنوبی دروازے سے نکلیں گے اور منگولوں پر ضرب لگائیں گے۔''

نظام الدین کے چاروں سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا وہ فصیل سے نیچے اُتر گئے تھے۔

اس کے بعد نظام الدین، عارض زوزنی، الباز خان اور بالا خان اپنے لشکر کو لے کر شہر پناہ کے جنوبی دروازے سے نکلے۔ پہلے کی طرح الپ خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ فصیل کے اوپر حفاظت کی خاطر رہا۔ شہر سے نکلتے ہی نظام الدین نے پورے لشکر کو ایک ساتھ رکھا۔ پھر وہ منگولوں پر لبوں پر سلگاہٹ، نبضوں میں جمود، سینوں میں انقلاب، آنکھوں میں زہریلے خواب، دلوں میں اندھے پیچ و تاب، بدن میں کپکپاہٹ، جذبوں میں اُکتاہٹ اور روح میں ناس بھر دینے والے کڑے لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی نظام الدین کے لشکر پر بے توقیر جذبوں، سلگتے دائروں، خوابوں کے ویرانوں میں راستوں کو پامال کرتے آوارہ مزاج جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ایک بار پھر سمرقند کے باہر موت بھیانک صحرائی پیاس بن کر بدنوں کی دھجیاں اُڑانے لگی تھی۔ ہر کوئی لُو کے ہولناک تھپیڑوں، بے آبروئی کی آندھیوں، بربادی کی علامتوں، ستم کی برسات کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی کامیابی، اپنی فتح مندی کا در کھولنے کی کوشش میں لگ گیا تھا۔

✿✿✿

بہر حال نظام الدین، عارض زوزنی، الباز خان، بالا خان اور الپ خان بڑی جرأت مندی، دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لگاتار پانچ روز تک منگولوں پر شدید ضربیں لگاتے ہوئے ان کی تعداد کم کرتے رہے۔ اس دوران شہر کے کچھ لوگ اس محاصرہ اور جنگوں کی وجہ سے تنگ آ گئے اور انہوں نے نظام الدین اور دوسرے سالاروں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ منگولوں کے ساتھ صلح کر لینی چاہئے اور صلح کرنے کے بعد شہر پناہ کے دروازے کھول کر شہریوں کو محفوظ کر لینا چاہئے۔

لیکن شہر کا ایک طبقہ اس کے خلاف تھا۔ اس لئے کہ بخارا کی حالت جو ہوئی تھی، وہ ان کے سامنے تھی۔ لہٰذا وہ کسی بھی صورت منگولوں کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور وہ نظام الدین کے ہم نوا ہو کر منگولوں کے ساتھ لگاتار جنگ کرنے پر اپنی آمادگی کا اظہار کرنے لگے تھے۔

پانچویں روز جس وقت نظام الدین، چنگیز خان کے ساتھ گھمسان کی جنگ میں مصروف تھا اور جنگ کا نتیجہ ابھی سامنے نہیں آیا تھا، اس لئے کہ اس روز نظام الدین اس جنگ کو انجام تک لے جانے کے لئے تلا ہوا تھا اور ہر صورت میں سمرقند کو منگولوں سے محفوظ کرنے کے درپے تھا کہ اہلِ سمرقند کی بدقسمتی، جس وقت نظام الدین اپنے سالاروں کے ساتھ منگولوں کے خلاف بری طرح جنگ میں مصروف تھا، شہر کے کچھ لوگوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ اس لئے کہ انہوں نے خفیہ طور پر چنگیز خان سے صلح کی بات کر لی تھی۔ اور جب شہر کے دروازے کھلے اور منگول شہر میں داخل ہونا شروع ہوئے، تب نظام الدین اپنے سالاروں اور اپنے لشکر کو لے کر سمرقند کے قلعہ میں محصور ہو گیا تھا۔

جس وقت منگول شہر میں داخل ہونے کے بعد لوٹ مار کا بازار گرم کر رہے تھے، اولون اور برغہ خان ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ اولون بڑی پریشان اور فکرمند تھی۔ ویسی ہی حالت برغہ خان کی بھی تھی۔ دونوں جب ایک دوسرے کے قریب ہوئے، تب بے پناہ دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اولون کہنے لگی۔

''اب ہمارے سامنے سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ کوشان خان، سمرقند کے قلعہ میں محصور ہو گیا ہے۔ سمرقند شہر کے لوگوں نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ جس وقت وہ

گھمسان کی جنگ میں مصروف تھا، انہوں نے اس کے پیچھے چنگیز خان سے صلح صفائی کی گفتگو کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے جس کے نتیجے میں اسے سمرقند کے قلعے میں محصور ہونا پڑا۔ اس سے پہلے جب وہ سمرقند شہر میں محصور ہوا تھا، میں اس کی طرف سے کسی حد تک مطمئن تھی۔ اور جب اس نے بڑے جانبازانہ اور دلیرانہ انداز میں ہمارے لشکر پر حملہ آور ہو کر ہمارے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا تھا، اس وقت میرے حوصلے بلند ہو گئے تھے کہ کوشان خان کسی بھی صورت چنگیز خان کے سامنے خم نہیں ہو گا اور سمرقند شہر اسے فتح نہیں کرنے دے گا۔ لیکن اس وقت جب وہ جنگ میں بری طرح مصروف تھا، اہلِ شہر کا چنگیز خان کے ساتھ صلح کر کے شہر کے دروازے کھول دینا گویا کوشان خان کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دینے کے مترادف تھا۔ میں سمجھتی ہوں اس موقع پر کوشان خان سے ایک غلطی ہوئی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اولون جب رُکی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے برغہ خان نے پوچھ لیا۔

"میری بہن! کیسی غلطی؟"

اولون پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"کوشان خان کو جب یہ خبر ہوئی کہ اہلِ شہر نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے ہیں تو اسے شہر میں داخل ہو کر قلعے میں محصور نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے بھاگ جانا چاہئے تھا۔ اسی میں اُس کی حفاظت، اسی میں اُس کا تحفظ اور اسی میں اُس کی بہتری اور آسودگی تھی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں قلعے میں محصور ہو کر اُس نے غلطی کی ہے۔"

جواب میں برغہ خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میری بہن! وہ ایک سالار ہے۔ سالار بھی ایسا جس پر اُس کا سلطان فخر کرتا ہے۔ سلطان نے سمرقند شہر کی حفاظت اس کے ذمے لگائی تھی۔ میرے خیال میں وہ اس اُمید پر قلعہ میں محصور ہوا ہے۔ ایک بار پھر کوشش کر کے دیکھ لے کہ شاید وہ چنگیز خان کو پسپا کر کے سمرقند شہر کو اس نازل ہونے والی تباہی سے بچا سکے۔"

لمحہ بھر کے لئے اولون کی گردن جھک گئی۔ پھر وہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن اُس کا اس طرح قلعے میں محصور ہو جانا میرے لئے بڑے دکھ کا باعث ہے۔ مجھے ہر وقت اُس کی خیریت اور اُس کے تحفظ کی فکر لگی رہے گی۔ اب ہم نے یہ بھی سوچنا ہے، برغہ خان میرے بھائی! کہ کس طرح اس کی حفاظت کا سامان کیا جائے۔''

جواب میں برغہ خان کہنے لگا۔

''میری بہن! چپ اور خاموش رہو۔ دیکھتے ہیں کہ آنے والے حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔''

اولون نے برغہ خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہٰذا دونوں سمرقند شہر میں داخل ہونے لگے تھے۔

اچانک ایک طوفان اٹھا اور چنگیز خان اور اس کے سارے سالار اور منگول دنگ رہ گئے تھے۔ اس لئے کہ اچانک قلعہ کا بڑا دروازہ کھلا اور نظام الدین، عارض زوزنی، الباز خان، الپ خان اور بالا خان اپنے لشکر کے ساتھ تازہ سفر کو ترستی منجمد زیست میں عزمِ مفقود، زبان کو گنگ اور پاؤں کو شکستہ کرتے آہوں کے لہراتے بھنور، خوابوں کے پروں پر پرواز کرتی شرق و غرب میں پھیلتی اندھی کالی راتوں میں اُبلتے غضب کی طرح وہ نکلے۔ پورے لشکر کی کمانداری نظام الدین کر رہا تھا۔ چنانچہ سامنے آنے والے منگولوں پر درِ احساس پر موت کی دستک دیتے مسلسل عذاب لمحوں، قلب کے آنگنوں میں تن من کو گھائل کرتی دکھ کی اندھی گھاتوں، ہر لمحے کو قیامت، ہر سانس کو اذیت بناتے موت کے شب خون کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی نظام الدین اور اس کے لشکر پر بغض کے تاجروں اور تعصب کے سوداگروں، خواب عذاب داستانوں اور قضا کے گرداب، طوفانوں کے دروازوں پر دستک دیتی سنگریزوں کی بارش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ لیکن نظام الدین اور اس کے ساتھی سالار اپنے لشکر کو لے کر مار دھاڑ کرتے ہوئے منگولوں کے اندر سے گزر کر اس شاہراہ کی طرف ہو لئے جو وہاں سے خراسان کی طرف جاتی تھی۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے چنگیز خان غضب ناک ہو گیا تھا۔ چنانچہ فوراً اس نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو تعاقب میں لگا دیا۔ تعاقب کرنے والے لشکر کے آگے آگے

نظام الدین اپنے لشکر کو لے کر لگ بھگ پانچ سے سات میل تک بھاگتا رہا۔ پھر وہ اچانک مڑا، تعاقب کرنے والے لشکر پر وہ جھلستے ریگستانوں کی کیفیت میں نفس کو بے کل کرتی مرگ بدوش ساعتوں، خوشیوں کی اُڑانوں سے محروم کرتے حبس کے قہرمان موسموں، شریانوں میں لہو کی کھولن، رگ رگ میں برق دوڑاتی خونی رُتوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملہ میں نظام الدین، الپ خان اور اس کے ساتھیوں نے قہرمانیت کی وسیع ہوتی خلیج اور غیض و غضب کی طغیانیوں کی طرح منگولوں پر چھانا شروع کر دیا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ نظام الدین اور اس کے سالار پہلے ہی غصے اور غضبنا کی میں خونخوار ہو رہے تھے لہٰذا انہوں نے بڑی تیزی سے منگولوں کے لئے زندگی کی دشواریاں، موت کے خدوخال، آنکھوں کی بصیرت میں خوف بھرے اندھیروں کے اوہام کھڑے کرنا شروع کر دیئے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کی اکثریت کو جب انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو بچنے والے اپنی جانیں محفوظ کرنے کے لئے شکست قبول کرتے ہوئے واپس سمرقند کی طرف بھاگ گئے۔ جبکہ اپنے لشکر کو لے کر نظام الدین بڑی تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

جب شکست خوردہ لشکری واپس گئے اور چنگیز خان کو ان کی ناکامی اور اپنے لشکر کی اکثریت کے موت کے گھاٹ اُتر جانے کی خبر سنائی گئی، تب چنگیز خان دکھ اور افسردگی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے لشکر کے بیچ میں کھڑا زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اس کے سالار بھی اس کے ساتھ تھے۔ کچھ دیر وہ خاموش رہا، پھر خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کا یہ سالار بھی ایک عجیب ہیولا اور ناقابل تسخیر دھواں ہے۔ یہ کیا کالے تمدن کے عذاب، وحشت بھرے خوابوں کی طرح قلعے سے نکلا۔ سانسوں کے خود کار عمل میں روح و بدن کا اختلاف کھڑا کرتے ہوئے سلگتے لمحوں کی طرح ہمارے بیچ سے گزر کر اپنا آپ محفوظ کر کے اپنے لشکر کو بھی بچا کے نکل گیا۔ اور جب ہم نے اس کے پیچھے تعاقب کے لئے ایک لشکر لگایا تو اسے بھی تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ ایسے ہی سالار اپنی آن کی عظمتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے ہی جنگجو جرأت کے بے محیط گنبد اور شجاعت

کے اُجالوں کے نقیب بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ میں دوسری بار اس سالار کی عسکری ہنرمندی سے متاثر ہوا ہوں۔ کاش یہ میرے پاس ہوتا تو میں اسے نقصان نہ پہنچاتا بلکہ اپنے لشکر میں شامل کر کے اس سے وہ کام لیتا جو شاید علاؤالدین خوارزم شاہ اس سے نہیں لے سکا۔"

سمرقند کے لئے لڑی جانے والی اس جنگ کو مؤرخین اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

سمرقند پہنچ کر چنگیز خان نے قلعہ کے مورچے، فصیلِ شہر اور خندق وغیرہ کا بنظرِ غائر معائنہ کیا۔ چونکہ اسے سلطان علاؤالدین کے بھاگ جانے کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے اس نے اپنے دو سالاروں کو ایک لشکر دے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں بھی روانہ کیا۔ تیسرے روز مسلمانوں کا لشکر شہر سے نکلا، منگولوں پر حملہ آور ہوا۔ شام تک ہولناک جنگ ہوتی رہی جس میں دونوں طرف سپاہ کی کافی تعداد ماری گئی۔

دوسرے دن چنگیز خان نے سارے لشکر کی کمانداری اپنے ہاتھ میں لے کر شہر پر حملہ کر دیا۔ دباؤ کا یہ عالم تھا کہ ہرچند اہلِ شہر نے باہر نکل کر منگولوں پر حملہ کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

منگول لشکری جان توڑ کر لڑے۔ اس دوران اہلِ شہر حوصلہ ہار بیٹھے۔ کچھ لوگ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ منگولوں سے مصالحت کے لئے بات کی جائے لیکن چونکہ اہلِ بخارا کی حالتِ زار کا لوگوں کو علم ہو چکا تھا، اس لئے ہوش مند طبقہ مصالحت کے خلاف تھا۔

اختلافِ رائے نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ پانچویں دن جب لڑائی پوری شدت سے جاری تھی، سمرقند کے شیخ الاسلام، قاضیٔ شہر اور کچھ علماء وفضلاء چھپ چھپا کر شہر سے نکلے اور چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

چنگیز خان نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور عام معافی کا وعدہ لیا۔ اسی رات کو نمازِ عشاء کے بعد شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ منگول لشکر نے شہر میں داخل ہوتے ہی تمام حفاظتی انتظامات، فصیلِ شہر اور مورچے وغیرہ گرا دیئے۔ بعد ازاں اراکینِ وفد اور ان کے لواحقین کے علاوہ جن کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ بنتی تھی، تمام اہلِ شہر کو قتل کر دیا گیا۔ قلعے کی حفاظت چنگیز خان نے اپنے لشکر کے سپرد کی۔

قلعہ کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا، جب اس نے دیکھا، اب وہ مکمل طور پر منگولوں کے رحم و کرم پر ہیں، بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی تو موقع پا کر قلعہ سے نکلا اور منگولوں سے لڑتا بھڑتا ان کے حلقہ سے نکل گیا اور سلطانی لشکر سے جا ملنے کے لئے خراسان کو چل دیا۔

دوسرے دن قلعہ کی ایک دیوار بھی گرا دی گئی۔ قریباً ایک ہزار باشندگانِ شہر نے بھاگ کر خانۂ خدا میں پناہ لی مگر ظالموں نے اسے بھی آگ لگا دی۔ چنانچہ تمام پناہ گزین جل کر مر گئے۔ اس طرح تیس ہزار سپاہی جن میں سے کچھ ترک تھے، کچھ دوسرے مع اپنے سردار کے قتل کر دیئے گئے۔ حسب معمول یہاں بھی تمام نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ کاریگر اور دست کار علیحدہ کر لئے گئے۔ باقی ماندہ باشندگانِ شہر کو اس شرط پر معافی دی گئی کہ وہ سالانہ دو لاکھ دینار بطور ٹیکس ادا کیا کریں گے۔

یہ ہولناک واقعہ ربیع الاول 618ھ بمطابق مئی 1222ء کو پیش آیا۔

❁❁❁

سمرقند سے نکل کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ نظام الدین اور عارض زوزنی اور ان کے ساتھ الپ خان، الباز خان اور بالا خان خراسان کی سرزمینوں میں اس جگہ پہنچے جہاں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا۔

سلطان کو نظام الدین اور عارض زوزنی کے ساتھ الپ خان، الباز خان اور بالا خان کی آمد سے بھی مطلع کر دیا گیا۔ تب سلطان نے ان پانچوں کو طلب کر لیا تھا۔

نظام الدین جب اپنے چاروں ساتھی سالاروں کے ساتھ سلطان کے بڑے خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت سلطان کے پاس پہلے سے سلطان کا بڑا بیٹا جلال الدین، نظام الدین اور عارض زوزنی کے بعد بڑا سالار عمر کافی بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان کے سامنے جا کر نظام الدین کھڑا ہو گیا، بیٹھا نہیں۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے الپ خان، الباز خان اور بالا خان بھی کھڑے رہے۔ اس موقع پر سلطان کا بیٹا جلال الدین عجیب سے انداز میں ان پانچوں کی طرف دیکھے جا رہا تھا اور کبھی کبھی اس کی نگاہیں اپنے باپ علاؤالدین پر بھی جم جاتی تھیں کہ شاید وہ ان پانچوں کو بیٹھنے کے لئے کہے۔

کچھ دیر ایسی ہی خاموشی رہی، یہاں تک کہ نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم.......!''

نظام الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوارزم شاہ کہنے لگا۔

''پہلے بیٹھ جاؤ، پھر سکون کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرو۔ میرے پاس سمرقند کی خبریں پہنچ چکی ہیں۔ تم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ سمرقند کا دفاع کر سکو۔ لیکن تمہارے پاس جو لشکر تھا، اس سے ایسا کرنا ناممکن تھا۔ تمہارے ساتھ الپ خان الباز خان، بالا خان اور عارض زوزنی نے بھی بہترین کوشش کی۔ تمہیں سمرقند کی طرف بھیجنے کا میرا مقصد یہی نہیں تھا کہ تم چنگیز خان کو شکست دو۔ مقصد یہ تھا کہ اس کی پیش قدمی کسی قدر روک کر اس کے آگے بڑھنے کی رفتار کم کر دی جائے۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے ہماری مملکت میں کوئی تبدیلی اور انقلاب آئے اور ہم چنگیز خان کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں۔''

گو سلطان نے نظام الدین کو بیٹھنے کے لئے کہا تھا لیکن نظام الدین کھڑا رہا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عارض زوزنی، الپ خان، بالا خان اور الباز خان بھی کھڑے رہے۔ پھر ایک دم نظام الدین نے سلطان علاؤالدین کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میری آپ سے گزارش ہے کہ جس قدر آپ کے پاس لشکر یہاں موجود ہے، اس کے ساتھ آپ ایک بار خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آئیں۔ لشکر کا ایک حصہ محترم جلال الدین کے حوالے کر دیں۔ عمر کافی کو اس کا نائب مقرر کریں۔ لشکر کا دوسرا حصہ میرے حوالے کر دیں۔ میرے ساتھ الپ خان کو رکھ دیں۔ لشکر کا تیسرا حصہ عارض زوزنی کی کمانداری میں دے دیں اور بالا خان کو اس کا نائب مقرر کر دیں۔ الباز خان کے تحت ایک چھوٹا لشکر رکھا جائے جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرے۔ سلطانِ محترم! اس ترتیب کے ساتھ اگر ہم چنگیز خان کے سامنے جاتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ چنگیز خان کتنا بھی زور لگا لے، ہم اسے بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سلطانِ محترم! آپ بھلے اس جنگ میں حصہ نہ لیں، جہاں آپ نے قیام کیا ہوا ہے، اپنا قیام یہیں رکھیں۔ گو چنگیز خان نے اپنے ایک سالار سوبدائی کو لشکر دے کر آپ کے تعاقب میں بھیجا ہوا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اس سوبدائی کا بھی ہم

بندوبست کر لیں گے، اسے آپ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اور میں آپ کو یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ جس طرح میں نے کہا ہے، ایک لشکر جلال الدین کے حوالے، ایک میرے اور تیسرا عارض زوزنی کے تحت کر دیں، ہم چنگیز خان سے ٹکرائیں گے۔ سلطانِ محترم! اگر اس ترتیب سے جنگ کر کے ہم چنگیز خان کو شکست دینے میں کامیاب نہ ہوئے تو میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، آپ میری گردن کاٹ دیجئے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا، تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان خوارزم شاہ کہنے لگا۔

”میں نے تمہیں بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ پہلے بیٹھو، پھر تمہارے ساتھ گفتگو ہوتی ہے۔“

سلطان کے کہنے پر نظام الدین بیٹھ گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عارض زوزنی، الپ خان، بالا خان اور الباز خان بھی بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ گفتگو کا آغاز علاؤالدین خوارزم شاہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے اس کا بڑا بیٹا جلال الدین بول اُٹھا۔

”سلطانِ محترم! جو کچھ نظام الدین نے کہا ہے، یوں جانیں یہ میرے دل کی بھی آواز ہے۔ ایک بار آپ ہمیں آزما کر دیکھیں۔ سلطانِ محترم! اس سے پہلے کئی جگہ مسلمانوں کو شکست ہو چکی ہے۔ بخارا جیسا شہر ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ سمرقند جیسا عظیم شہر ہم سے چھن چکا ہے اور اب میرا اندازہ ہے کہ چنگیز خان ہمارے مرکزی شہر خوارزم کی طرف بڑھے گا۔ ان حالات میں میری آپ سے گزارش ہے کہ جو کچھ نظام الدین نے کہا ہے، اس پر ایک بار عمل ضرور کرنا چاہئے۔ اور مجھے بھی پختہ اُمید ہے کہ ہم چنگیز خان کو مار بھگائیں گے۔ جب وہ ہمارے ہاتھوں شکست اُٹھا کر بھاگے گا تو پھر وقت کی آنکھ دیکھے گی، ہم کہاں تک اس کا تعاقب کرتے ہیں۔“

جلال الدین جب رکا، تب اس کی طرف غور سے کسی قدر گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے خوارزم شاہ کہنے لگا۔

”تم سب لوگ مل کر اپنے لشکر کا نقصان کرنا چاہتے ہو۔ یہ چاہتے ہو کہ حملہ آور منگولوں کے ہاتھوں قتل ہو کر ہمارے لشکر کا مکمل طور پر صفایا ہو جائے۔ جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔“

ذرا رُک کر علاؤالدین خوارزم شاہ نے نظام الدین کی طرف دیکھا اور کسی قدر سخت

لہجے میں کہنے لگا۔

''نظام الدین! میں نے تمہارے ذمے اپنے لشکریوں کے لئے رسد جمع کرنے کا کام سونپا تھا۔ جو کچھ تم نے کہا ہے، جواب میں، میں تمہیں یہی کہوں گا کہ جس کام پر میں نے تمہیں مقرر کیا ہے، اپنے آپ کو اس حد تک محدود رکھو۔ براہِ راست چنگیز خان اور منگولوں سے ٹکرانے کی کوشش کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ میں نے تمہیں سمرقند کی طرف بھیجا تھا۔ جس مقصد کے لئے بھیجا تھا، اسے یقیناً پورا کیا۔ چند روز تک تم نے منگولوں کو وہاں روکا۔ اب تمہارے ذمے میں خوارزم کرتا ہوں۔ خوارزم کے نواح میں کسی طرح منگولوں کو اپنے ساتھ مصروف رکھ کر پیش قدمی میں تاخیر پیدا کرنا۔ اس کے علاوہ جب تمہیں مہلت ملے تو اپنے لشکر کے لئے رسد اکٹھی کرنا اور ان حدود سے باہر کوئی کارروائی مت کرنا۔ اب تم جاؤ، آرام کرو۔''

نظام الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی جلال الدین، عارض زوزنی، عمر کافی، الپ خان، بالا خان اور الباز خان سب اٹھے اور نظام الدین کے ساتھ خیمے سے باہر نکل گئے تھے۔

خیمے سے ذرا فاصلے پر جا کر نظام الدین رک گیا، پھر اس نے انکساری اور عاجزی بھری نگاہ جلال الدین پر ڈالی اور انتہائی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''میں کئی مواقع پر سلطان سے گزارش کر چکا ہوں کہ ہمیں خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آنا چاہئے۔ لیکن سلطان نہیں مانتے۔ سلطان نے مجھے سمرقند کی مہم پر بھیجا اور وہاں میں نے مسلمانوں کو قتل ہوتے دیکھا تو ایک بار میں نے ارادہ کیا کہ ایک بار سلطان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے جس قدر لشکری جمع ہوں، انہیں اکٹھا کر کے چنگیز خان پر ضرب لگاؤں اور اسے بتاؤں کہ جس طرح تم مسلمانوں کو قتل کر رہے ہو، ایسا قتل عام ہم بھی منگولوں کا کر سکتے ہیں۔ لیکن میرے خون میں، میری سرشت میں چونکہ بغاوت کے جراثیم نہیں ہیں لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ میں بے بس تھا۔

آج میں نے پھر آپ کے سامنے سلطان سے گزارش کی ہے اور میں جانتا ہوں، سلطان مجھ سے خفا ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، میں جگہ جگہ منگولوں کے راستے کی رکاوٹ بنتا رہوں، ان کی پیش قدمی میں سستی پیدا کروں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے اِدھر

اُدھر بکھرے ہوئے لشکروں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے اور اپنے لشکریوں کے لئے رسد کا سامان اکٹھا کرتا رہوں۔ لیکن یہ کوئی کام نہیں جو سلطان نے مجھے سونپ رکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے میں جگہ جگہ منگولوں کا سامنا کر کے مسلمانوں کی شکست کا نظارہ کرتا رہوں۔ مسلمانوں کی بے بسی، ان کی شکست اور ان کا قتل عام اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں۔ اس سے تو بہتر ہے ایک روز میں خود اپنا ہی گلا کاٹ دوں تاکہ میں ان بھیانک مناظر کو دیکھ ہی نہ سکوں۔''

اس پر جلال الدین اور دوسرے سالاروں کی آنکھیں نم ناک ہوگئی تھیں۔ جلال الدین آگے بڑھا، نظام الدین کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔
''نظام الدین! تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کی طرح میں بھی بے بس اور مجبور ہوں۔ میں نے سلطان کو کئی بار سمجھایا، منت سماجت کی کہ لشکر آپ میرے حوالے کر دیں، آپ کے لئے کسی محفوظ جگہ کا اہتمام کر دیا جائے گا جہاں آپ رہیں اور چنگیز خان کو آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ ہم جانیں اور چنگیز خان جانے۔ اگر ہم اسے مار مار کر صحرائے گوبی کی طرف نہ بھگا دیں تو ہمارا نام تبدیل کر دینا۔ لیکن سلطان ہر بار مجھے جھڑک دیتے ہیں اور ایسا کرنے سے منع کر دیتے ہیں۔

میرے عزیز بھائیو! سلطان میرے باپ ہیں۔ میں اپنے باپ کی ناراضگی بھی نہیں چاہتا، ان کی دل شکنی بھی نہیں کر سکتا۔ اور میں ایسا کر کے گناہِ عظیم کا مرتکب بھی نہیں ہونا چاہتا۔ لیکن سلطان میری کوئی بات ماننے پر تیار ہی نہیں ہوتے۔ تمہارے سامنے سب دیکھ رہے ہیں کہ میں مجبور ہوں۔ جہاں سلطان جاتے ہیں، میں ان کے ساتھ روانہ ہو جاتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام میرے ذمے ہے ہی نہیں اور نہ سلطان براہِ راست مجھے منگولوں سے ٹکرانے کی اجازت دیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں، منگول شہر پر شہر فتح کرتے جا رہے ہیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور پھر جنگجو مسلمان جوانوں کو چنگیز خان اپنے لشکر میں شامل کرتا ہے۔ اور جب کسی شہر کو فتح کرنا ہوتا ہے تو انہی مسلمان قیدیوں کو آگے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کے لئے جنگ کریں۔ اس طرح دونوں طرف سے مسلمان ہی مرتے ہیں۔ چنگیز خان کے لشکر کی طرف سے بھی مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہے اور جس شہر پر وہ حملہ آور ہوتے ہیں، وہاں کے مسلمان بھی مرتے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ سمجھانے کے باوجود سلطان خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ان تکلیف دہ حالات میں سلطان کے ذہن اور شعور میں کیا بات ڈال دی گئی ہے کہ سلطان منگولوں کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں اس سے پہلے سلطان نے بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا، بڑے بڑے سرکش اور باغی قسم کے دشمنوں کو اپنے سامنے زیر اور خم کیا۔ لیکن اب سلطان، لشکر لے کر کہیں نکلنے کا ارادہ ہی ظاہر نہیں کرتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین جب رکا، تب نظام الدین دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ سلطان کے ساتھ رہیں۔ میں عارض زوزنی کے ساتھ دو دن یہاں قیام کرتا ہوں، اس کے بعد جو لشکر اس سے پہلے میں سمرقند سے لایا ہوں، اسے لے کر خوارزم کا رخ کروں گا اور سلطان کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح منگولوں کی پیش قدمی میں رکاوٹ بننے کی کوشش کروں گا اور جہاں تک ممکن ہوا، کہیں نہ کہیں سے رسد بھی جمع کروں گا۔ اس کے علاوہ میرے ذمے کوئی کام نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین خاموش ہو گیا۔ جلال الدین نے پھر اس کی پیٹھ تھپتھپائی، صبر اور تحمل سے کام لینے کے لئے کہا، اس کے بعد عارض زوزنی، الپ خان، بالا خان اور الباز خان کے ساتھ نظام الدین اس لشکر کی طرف ہو لیا تھا جسے وہ سمرقند سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس لئے کہ لشکر کا وہ حصہ پڑاؤ کر چکا تھا اور خیمے نصب ہو چکے تھے۔ نظام الدین نے عارض زوزنی کے ساتھ دو دن خراسان کے ان علاقوں میں قیام کر کے آرام کیا، اس کے بعد وہ اور عارض زوزنی لشکر لے کر خوارزم شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

خوارزم شہر عالمِ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ خوارزم نے علوم وفنون، تہذیب اور تمدن کی پیش رفت میں نہایت اعلیٰ کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ اس مردم خیز خطے سے وقتاً فوقتاً بڑے جلیل القدر علماء اُٹھے۔ مؤرخین اس شہر کے شروع میں دو حصے بتاتے ہیں۔ ایک حصہ دریائے آمو کے مشرقی کنارے پر ترکستان کی حدود میں اور دوسرا مغربی کنارے پر جس کا نام جرجانیہ یا اورگنج تھا۔ یہی جرجانیہ یا اورگنج زیادہ تر خوارزم کے نام

سے موسوم ہوا۔

چونکہ ترکستان کے تجارتی قافلوں کی تمام تر آمدورفت اسی راستے سے ہوتی تھی، اس لئے یہاں تجارتی مال کی بہت سی منڈیاں قائم ہوگئی تھیں۔ بعد میں جب سرکاری دفاتر بھی اس شہر میں منتقل ہو گئے تو خوارزم شہر جسے تاریخ کے اوراق میں جرجانیہ یا اور گنج بھی کہا گیا ہے، اس کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔

چونکہ خوارزم شہر دریائے آمو کے کنارے پر واقع ہے اور چونکہ دریائے آمو کے آس پاس زمینیں سطح آب کے متوازی واقع تھیں، اس لئے دریا کے دونوں کناروں سے نہریں کاٹ کر یہ زمینیں سیراب کی گئی تھیں جس سے علاقے کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا۔

مشرقی کنارے سے جو نہر نکالی گئی تھی، وہ تو اتنی بڑی تھی کہ اس میں کشتیاں چلتی تھیں اور شمال میں دُور دُور تک اس سے آب پاشی کا کام لیا جاتا تھا۔ مغربی کنارے سے جو نہریں نکالی گئی تھیں، ان کی تعداد کافی زیادہ تھی اور ان سے ہزار اسپ کے درمیان کا سارا علاقہ سیراب ہوتا تھا جس کی وجہ سے یہاں کے عوام بڑے خوشحال تھے۔

خوارزم کی زرعی پیداوار اناج، دالوں اور پھلوں پر مشتمل تھی۔ کپاس بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتی تھی۔ اس کے سرسبز مرغزاروں، چراگاہوں میں بھیڑوں کے بڑے بڑے ریوڑ چرتے دیکھے جاتے تھے۔ ترکستان اور خراسان کے تجارتی قافلے اس کی منڈیوں میں کھنچے چلے آتے تھے۔

خوارزم کو اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی کہ اس نے مرکزی ایشیا میں تہذیب اور تمدن کی نشوونما میں نہایت شاندار کردار ادا کیا تھا۔ خوارزم شاہ اس شہر اور اس کے علاقوں کے حاکم کا لقب تھا۔ جب عربوں نے اس علاقے کو فتح کیا تو اس وقت بھی یہاں کا حاکم خوارزم شاہ ہی کہلاتا تھا۔ بعد میں یہ سلسلہ جلال الدین خوارزم شاہ کی وفات تک جاری رہا۔

مرکزی ایشیا میں یہ واحد مثال ایسی ہے جس میں عہدِ جاہلیت کا ایک فرمانروائی لقب، ظہورِ اسلام کے بعد بھی کئی صدیوں تک استعمال ہوتا رہا۔

البیرونی لکھتا ہے کہ کیخسرو پہلا ایرانی شہنشاہ تھا جس نے اس ریاست کے فرماں روا

کوخوارزم شاہ کا لقب عطا کیا تھا۔ گویا اس نے سکندرِ اعظم کے حملے سے 980 برس پہلے اس ریاست کو یہ نام دیا تھا۔ چونکہ البیرونی کے سوا کہیں یہ روایت نہیں ملتی اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میں صداقت کا عنصر کتنا ہے۔

مشہور مؤرخ علامہ طبری لکھتا ہے کہ جب قتیبہ بن مسلم نے ترکستان پر چڑھائی کی تو اُس وقت خوارزم شاہ کے بھائی کا نام خرزاد تھا۔ اصل خوارزم شاہ جس کا نام تاریخوں میں نہیں ملتا، عضوِ معطل تھا۔ جب یہ علاقہ اسلامی خلافت کے تحت آ گیا تو ظاہر ہے کہ اس کا فرماں روا بھی اسی لقب کے ساتھ دربارِ خلافت سے وابستہ ہو گیا تھا۔

❀❀❀

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نظام الدین اور عارض زوزنی نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم کے نواح میں پہنچنے کے بعد ایک مناسب جگہ گھات لگائی تھی۔ اس کے بعد ایک رات عشاء کے بعد نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے چند مسلح ساتھیوں کے ساتھ خوارزم شہر کے نواح میں آئے اور شہر کے جنوبی دروازے پر انہوں نے دستک دی تھی۔

پہلی ہی دستک پر شہر پناہ کے جنوبی دروازے میں چھوٹی سی ایک کھڑکی کھلی اور اس میں سے کسی نے باہر جھانکتے ہوئے پوچھ لیا۔

"کون ہے؟"

جواب میں نظام الدین اپنا چہرہ اس چھوٹی کھڑکی کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

"دروازہ کھولو۔ میں نظام الدین ہوں۔ میرے ساتھ عارض زوزنی اور دوسرے ساتھی ہیں۔ میں سلطان کی طرف سے آیا ہوں اور مجھے خوارزم کے حاکم خمار تگین سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ اندر سے ایک مسلح جوان جلتی ہوئی مشعل لے کر آیا اور اس مشعل کی روشنی میں اس نے جب نظام الدین اور عارض زوزنی کو دیکھا تو زور سے پکار اُٹھا۔

"چھوٹا دروازہ جلدی سے کھولو۔ باہر واقعی امیر نظام الدین اور عارض زوزنی کھڑے ہیں۔"

اس پر شہر پناہ کے بڑے دروازے میں جو چھوٹا دروازہ تھا، وہ کھول دیا گیا۔ نظام الدین نے شہر کے پہرے داروں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ آگے بڑھا، شہر کی فصیل پر چڑھنے کے

لئے جو سیڑھیاں تھیں، وہاں جا کر نظام الدین رک گیا۔ پھر دروازے کے ایک محافظ کو بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم ابھی خمار تگین کے پاس جاؤ۔ اسے کہو کہ وہ اور اس کا سالار فریدون غوری دونوں یہاں سے شہر پناہ کے جنوبی دروازے کے پاس جو فصیل پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں، یہاں آ کر مجھ سے ملیں۔ میں یہاں قیام نہیں کرنا چاہتا۔ فی الفور واپس جانا چاہتا ہوں۔''

جس لشکری سے نظام الدین نے یہ کہا تھا، وہ بھاگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ شہر کا حاکم خمار تگین، اس کا سالار فریدون غوری دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان سیڑھیوں کی طرف آئے، جہاں نظام الدین اور عارض زوزنی بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب آ کر خمار تگین اور فریدون غوری دونوں بڑے خوش کن انداز میں نظام الدین اور عارض زوزنی سے ملے، پھر خمار تگین شکوؤں بھری آواز میں نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ یہاں؟.... آپ میرے ساتھ چلیں۔ میرے دیوان خانے میں بیٹھیں۔ وہاں گفتگو کرتے ہیں اور وہیں آپ دونوں کی شب بسری کا بھی سامان ہوگا۔''

نظام الدین نے خمار تگین اور فریدون غوری دونوں کے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا، پھر بڑی رازداری میں کہنے لگا۔

''خمار تگین اور فریدون! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، غور سے سننا۔ میں یہاں قیام کرنے نہیں آیا۔ دیکھو میں ایک لشکر لے کر آیا ہوں جسے میں نے ایک مناسب جگہ گھات میں بٹھا دیا ہے۔ یہ جو کارروائی ہو رہی ہے، یوں جانو یہ میرا نہیں بلکہ سلطان کا حکم ہے۔ میں کئی بار سلطان کی منتیں کر چکا ہوں کہ وہ سارے لشکر کو ایک جگہ جمع کر کے خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آئیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چنگیز خان کیسے ہمارے سامنے اس طرح نہیں بھاگتا جس طرح بزدل لومڑیاں، شیر دل چرواہوں کے آگے بھاگتی ہیں۔ لیکن سلطان نہیں مانتے۔ اب مجھے انہوں نے لشکر دے کر چنگیز خان کی پیش قدمی روکنے اور اس میں سستی پیدا کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے تو یہ کام بالکل میری فطرت اور پسند کے خلاف ہے۔ لیکن چونکہ سلطان کا حکم ہے، مجھے کرنا پڑ رہا ہے۔ پہلے اسی طرح میں سمرقند گیا تھا۔ پانچ دن تک چنگیز خان کے لشکر کو لوہے کے چنے چبواتا رہا۔ اگر شہر کے لوگ

اندر ہی اندر سازباز کر کے چنگیز خان کے ساتھ صلح صفائی کرتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے نہ کھول دیتے تو قسم اللہ پاک کی، میں چنگیز خان پر ضرور ثابت کرتا کہ اس کے حملوں کو نہ صرف روکا جا سکتا ہے بلکہ پسپا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہمارا سلطان ہمارا ساتھ دے تو بدترین شکست بھی دی جا سکتی ہے۔

بہرحال میرے بھائی! یہ چونکہ سلطان کا حکم ہے، اس بنا پر میں آ گیا ہوں۔ جو لشکر لے کر آیا ہوں، اس کے ساتھ شہر سے باہر رہوں گا۔ جب بھی مناسب موقع دیکھوں گا، باہر سے منگولوں پر ضرب لگاؤں گا۔ دیکھو، چنگیز خان جو لشکر لے کر آیا ہے، اس کی گنتی، اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا مشاہدہ میں سمرقند میں کر چکا ہوں۔ سمرقند کے نواح میں چنگیز خان کے لشکر کی حالت یہ تھی کہ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی، انسانی سر ہی دکھائی دیتے تھے۔ اور مجھے امید ہے کہ ایسا ہی معاملہ خوارزم میں بھی ہو گا۔ لہٰذا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں کھل کر چنگیز خان کے لشکر کے سامنے آؤں گا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو یاد رکھنا! یہ صریحاً خودکشی ہو گی اور میں اپنے لشکریوں کو ناحق موت کے منہ میں نہیں دھکیلوں گا۔ جب بھی مجھے موقع ملا، میں اسے اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا۔ لیکن میرے بھائی! تم نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نہیں نکلنا۔ جب تک میں نہ کہوں، شہر کے اندر رہنا اور اندر ہی رہتے ہوئے دفاع کا کام سرانجام دینا۔ اگر کسی جگہ سے منگولوں نے شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی تو میں باہر سے کارروائی کر کے کوشش کروں گا کہ ان کے حملوں کو ناکام بناؤں۔ بہرحال جہاں تک سلطان کے پھیلائے ہوئے ہرکارے اور مخبر خبر دے چکے ہیں، اس کے مطابق چند روز تک چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم پہنچے گا اور شہر پر حملوں کی ابتدا کر دے گا۔ بس میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں کہ شہر کے اندر ہمہ وقت چوکس رہنا۔ شہر سے باہر نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ اس لئے کہ منگول کوشش کریں گے کہ تمہیں اور تمہارے لشکریوں کو شہر سے باہر نکالیں۔ ایسا وہ اس وقت کرتے ہیں جب انہوں نے شہر کے اردگرد اپنے دشمنوں کے لئے جال بچھا رکھے ہوں۔ اور میری تم کو نصیحت ہے کہ منگولوں کے اس جال میں آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

اس کے ساتھ ہی نظام الدین اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر خمار تگین بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! اگر آپ یہاں قیام نہیں کرنا چاہتے تو میرے ساتھ چلیں، کھانا کھا کر جائیں۔''

نظام الدین نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''ہم عشاء کی نماز ادا کرنے اور کھانا کھانے کے بعد آ رہے ہیں۔ جو کچھ میں نے تم سے کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب میں تمہیں اللہ حافظ کہتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین اور عارض زوزنی، خوارزم شہر کے حاکم خمار تکین اور اس کے سالار فریدون غوری سے ملے۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم شہر سے نکل کر جس سمت سے آئے تھے، اسی سمت کو چلے گئے تھے۔

✿✿✿

سمرقند کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان، خوارزم شہر کی طرف روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ خوارزم سے کچھ فاصلے پر اس نے اپنا پڑاؤ کر لیا۔ یہ ایک شہر تھا جو خیموں پر مشتمل تھا اور میلوں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ یہیں سے چنگیز خان نے اپنے بیٹے جوجی، اپنے دوسرے بیٹے چغتائی اور تیسرے بیٹے اوغدائی کو ایک لشکر دے کر خوارزم شہر کو فتح کرنے پر مقرر کیا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا دار السلطنت خوارزم، دریائے جیہوں (آمو) کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ عرب اسے جرجانیہ اور ملکی باشندے، اورگنج کہتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت چنگیز خان، خوارزم پر حملہ آور ہوا تھا، اس موقع پر سلطان علاؤ الدین کے بیٹوں میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہ تھا۔ حالانکہ خوارزم مرکزی شہر تھا۔ البتہ ترکوں کے قنقلی نام کے قبیلے کا ایک سردار جس کا نام خمار تکین تھا اور وہ سلطان کی والدہ ترکان خاتون کا رشتہ دار تھا، خوارزم میں تھا۔ اس کے ساتھ اس کا سالار فریدون غوری تھا۔ چنانچہ اہلِ شہر نے خمار تکین اور فریدون پر ہی تکیہ کر رکھا تھا کہ وہ شہر کا احسن طریقے سے دفاع کر سکیں گے۔

چنانچہ چنگیز خان نے جب اپنے بیٹوں کو مقرر کیا تو اس کے تینوں بیٹے بخارا شہر کی طرح خوارزم پر بھی حملہ آور ہوئے۔ اس موقع پر منگولوں نے ایک چال چلی، فصیل پر حملہ آور ہونے کی بجائے شہر کے نواح میں جو مویشی چر رہے تھے، منگولوں کا لشکر ان مویشیوں کو ہانک کر لے گیا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ منگول تو ان کے مویشی ہانک کر لے جا رہے ہیں، تب فریدون غوری پر بڑا غصہ، بڑا غضب سوار ہوا۔ وہ اپنے مسلح لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شہر سے نکلا اور منگولوں پر حملہ کر دیا۔ فریدون غوری جب منگولوں پر حملہ آور ہوا تو منگول بھاگ کھڑے ہوئے۔ فریدون غوری یہ سمجھا کہ منگول مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگے جا رہے ہیں۔ اس غلط فہمی میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے لگ گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ منگولوں کی چال تھی۔ تھوڑا سا آگے وہ علاقہ جسے خرم باغ کہتے تھے، وہاں منگولوں نے ایک لشکر گھات میں بٹھا رکھا تھا۔ چنانچہ فریدون غوری اپنے لشکر کے ساتھ جب وہاں پہنچا تو گھات میں بیٹھا منگولوں کا لشکر اچانک نکلا، پھر فریدون غوری کے لشکر پر خواہشوں کو بریدہ، دل کے گلستانوں کو ویران کرتے جوش مارتے جہنم، روحوں کی درماندگی، زرد ہزیمت، ریاکاری کے دکھ کا باعث بنتے ذلت کے فسوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے فریدون غوری بھی مایوسی کے سیم و تھور، کرب ناکی، صدیوں کے کالے قہر، عقل کی عماری کو سرنگوں کرتی قضا کی ہولناک پکار، ذہنوں پر خونی دستک دیتے کالے قہر، پیلے موسموں کی مسافتوں، دکھ اور اندوہ کے سرابوں اور حرب و ضرب کے کمال کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی ٹکراؤ ہوا تھا کہ اچانک ایک طرف سے نظام الدین اور عارض زوزنی تکبیروں کی ہولناک صداؤں میں دکھ کے خونی بگولوں، حوصلوں کے نئے شباب، ولولوں کے انوکھے باب، اعصابی عذاب، پاؤں سے لپٹ جانے والے خودسر ستم پرور جذبوں کی طرح نمودار ہوئے۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر پر زندگی کے حصار توڑتی آگ اُگلتی کالی ابتلاؤں، قضا کی زنجیریں کھول کر اپنے عدو کو موت کے طاق پہناتے نفرتوں کے اُمڈتے سیلاب، شعور کی سرحدوں پر ضرب لگاتی کوہستانوں سے سرکتی سلگتی موت کی تمازت، شام کے دھواں دھواں الاؤ میں شعلوں کے لرزہ رنگوں، آگ اُگلتے طوفانوں اور کرب کی کالی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح خوارزم شہر کے نواح میں میدانِ جنگ میں ہر لحہ عرصۂ محشر، ہر ساعت صدیوں کا کرب بننے لگی تھی۔ نفس نفس زہر آلود جان کا ہولناک عذاب، روح و بدن کا

فراق چارسُو چیخ اُٹھا تھا۔

نظام الدین اور عارض زوزنی کے اچانک حملہ آور ہونے سے منگولوں کی صفوں میں انتشار، افراتفری اور بدنظمی پھیل گئی تھی۔ ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جب نظام الدین اور عارض زوزنی نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کی تو منگول شکست اُٹھا کر اس سمت بھاگے جہاں چنگیز خان نے خیموں کا شہر آباد کر رکھا تھا، جو خوارزم شہر سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔

منگول جو کچھ چھوڑ کر بھاگے تھے، ان ساری چیزوں پر فریدون غوری نے قبضہ کر لیا تھا۔ پھر نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں فریدون غوری اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ نظام الدین اور عارض زوزنی کو آتے دیکھ کر فریدون اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے۔ قریب آ کر نظام الدین اور عارض زوزنی بھی اپنے گھوڑوں سے اُترے۔ دونوں نے فریدون غوری اور اس کے ساتھی سالار کے ساتھ مصافحہ کیا، پھر فریدون کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''فریدون! پچھلی شب جب میں تم سے اور خمار تگین سے ملنے کے لئے آیا تھا، ایک بات میں نے زور دے کر کہی تھی کہ تم لوگوں نے شہر سے باہر نہیں نکلنا۔ اپنے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے منگول جب بھی کوئی کارروائی کرتے ہیں تو ان کی کارروائی کے پیچھے کوئی نہ کوئی جال، کوئی نہ کوئی فریب اور سراب ضرور ہوا کرتا ہے۔ اسی بنا پر میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ تم لوگوں نے شہر سے باہر نہیں نکلنا۔ منگول جب حملہ آور ہوں گے تو اندر سے تم شہر کی حفاظت کرنا۔ باہر سے میں اُنہیں جہاں تک ہو سکا اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا اور اس طرح ہم چنگیز خان کی پیش قدمی میں سلطان کے مطابق تاخیر پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔''

ایک عاجزی بھری نگاہ اس موقع پر فریدون غوری نے نظام الدین پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''امیر! آپ کی نصیحت میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ لیکن جب منگول ہمارے لوگوں کے جانور ہانک کر لے جانے لگے تو لوگوں سے غلطی ہوئی کہ شہر سے نکل کر ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ ریوڑ ہانکنے والے تھوڑے منگول تھے۔ اس بنا پر شہر والے ان پر حملہ آور

ہوئے جس کے باعث وہ جانور چھوڑ کر بھاگے۔ آگے ان کا ایک لشکر تھا جو شہر والوں پر حملہ آور ہونے لگا تو پھر مجھے شہر سے نکلنا پڑا۔ میں نے اپنے لوگوں کا دفاع کیا اور جو منگول سامنے آئے تھے، ان پر حملہ آور ہو کر انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ میں نے ان بھاگنے والوں کا تعاقب کیا لیکن بدقسمتی سے منگولوں کا ایک اور لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا جو اچانک نمودار ہوا اور مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ تو ہماری قسمت اچھی تھی کہ آپ اور عارض زوزنی نمودار ہوئے، منگولوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اس طرح آپ کے آنے کی وجہ سے ہم نے انہیں شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔"

نظام الدین نے آگے بڑھ کر فریدون غوری کی پیٹھ تھپتھپائی، پھر کہنے لگا۔

"بہر حال شہر سے نکلنے کے بعد جو کارروائی تم نے کی ہے، وہ یقیناً تمہارے لشکریوں اور شہریوں کے لئے حوصلہ افزا ہے۔ اب جو سامان منگول چھوڑ بھاگے ہیں، یہ سارا سامان سمیٹو اور لشکر لے کر شہر کے اندر چلے جاؤ۔ میں واپس جانے لگا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں ہوں۔ جب بھی مناسب موقع دیکھوں گا، شہر کے دفاع کی خاطر ان پر ضرب لگاتا رہوں گا۔"

فریدون غوری نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ منگول جو سامان چھوڑ کر بھاگے تھے، وہ سارا سامان سمیٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم شہر میں چلا گیا۔ جب کہ نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے واپس اپنی گھات کی طرف چلے گئے تھے۔

چنگیز خان اور اس کے بیٹوں کو اپنے اس لشکر کی شکست اور پسپائی کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ آخر چنگیز خان کے تینوں بیٹے اپنے پورے لشکر کو لے کر حرکت میں آئے اور خوارزم شہر کی فصیل کے قریب آ جمع ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ آج وہ حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے کہ خوارزم شہر کے پاس آ کر قیام کئے چنگیز خان کو تین دن ہو گئے تھے۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں، تیسرے روز شہر پر حملہ آور ہونے سے پہلے چنگیز خان کے بیٹوں نے اہلِ شہر کے پاس ایک قاصد روانہ کیا کہ وہ مزید مزاحمت سے باز آ جائیں اور شہر کے دروازے کھول دیں۔

لیکن بقول مؤرخین کسی نے منگولوں کی اس بات پر کان نہ دھرا۔ آخر منگولوں نے اپنے حملوں کی ابتدا کی۔ منجنیقیں شہر کے اردگرد اونچے مقامات پر انہوں نے نصب کر دیں

اور چونکہ پتھر خوارزم شہر کے اردگرد دستیاب نہیں تھے اس لئے ایک پہاڑی جو شہر سے کافی دور واقع تھی، یہ ضرورت بیل گاڑیوں اور چھکڑوں کے ذریعے پوری کی گئی۔ نیز شہر کے اردگرد توت کے درختوں کی بہتات تھی، سب کاٹ دیئے گئے اور پانی میں ڈال دیئے گئے تاکہ ان کی لکڑی اور بھاری ہو جائے۔ پھر پانی سے نکال کر ان کے ٹکڑے بنا لئے گئے تاکہ انہیں منجنیقوں میں رکھ کر شہر میں پھینکا جا سکے۔

دوسری طرف شہر کا حاکم خمار تگین جسے لوگوں نے ایک طرح سے اپنا قائم مقام حکمران بنا لیا تھا، جنگ کا خوب تجربہ رکھتا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس نے منگولوں کے یہ انداز دیکھے تو سخت گھبرایا۔ اُدھر منگولوں نے اہلِ شہر کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ فصیل اور قلعہ پر چڑھ کر اپنا قومی جھنڈا لہرا دیا۔ پتھروں کے علاوہ آتشیں گولے بھی پھینکے گئے جس سے شہر میں جابجا آگ لگ گئی۔

اہل شہر جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ اس وقت دروازوں پر قابض منگولوں کو خیال آیا کہ اگرچہ شہر میں آگ لگ جانے سے اہلِ شہر بے بس ہو کر ضرور ہتھیار ڈال دیں گے لیکن خود انہیں یہ نقصان ہو گا کہ مالِ غنیمت سے محروم رہ جائیں گے۔ چنانچہ آتش گیر گولوں کو پھینکنا روک دیا گیا۔ چنگیز خان نے یہ کام کیا کہ ہزاروں منگول لشکریوں پر مشتمل ایک حصہ اس نے الگ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دریائے آمو کے کنارے جا کر دریا کے اندر پتھر پھینکنا شروع کر دیں تاکہ جب دریا کے اندر پتھروں کی ایک دیوار بن جائے گی تو پانی باہر نکل کر خوارزم شہر کا رخ کرے گا۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر ان کا کام آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ فصیلِ شہر میں شگاف پڑ جانے سے اہلیانِ شہر کی مزاحمت ختم ہو جائے گی۔

مؤرخین لکھتے ہی کہ اہلِ شہر اس سے غافل نہ تھے۔ وہ منگولوں کی ساری کارروائیوں کو بنظرِ غائر دیکھ رہے تھے۔

شہر کے حاکم خمار تگین نے جب دیکھا کہ منگول، دریائے آمو کا رخ تبدیل کر کے خوارزم کی طرف کرنے لگے ہیں تاکہ پانی خوارزم کی فصیلوں کے پاس اور اس کے ساتھ ساتھ گزرے جس سے فصیل کو نقصان ہو، اس کا ایک حصہ گر جائے اور منگول آسانی سے شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لیں۔ چنانچہ خمار تگین نے منگولوں کی یہ ساری منصوبہ بندی ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے نظام الدین اور عارض زوزنی تک پہنچا دی تھی۔

جس روز چنگیز خان کے لشکر کے ایک حصے نے دریائے آمو کے اندر پتھر پھینک کر دریا کا رخ موڑتے ہوئے پانی کے بہاؤ کو خوارزم شہر کی طرف موڑنا تھا، اس سے پہلے ہی رات کو نظام الدین اور عارض زوزنی دونوں اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ بیٹھے کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ عشاء کی نماز اور لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد وہ فارغ ہو کر گفتگو کر رہے تھے کہ خوارزم شہر کے حاکم خمار تگین کا قاصد پہنچا۔

جب نظام الدین اور عارض زوزنی کو اس کی آمد کی اطلاع کی گئی تو دونوں نے فوراً اسے بلا لیا۔ چنانچہ قاصد اس جگہ آیا جہاں نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے سالاروں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ نظام الدین نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا، پھر بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! تُو خوارزم کے حاکم خمار تگین کی طرف سے ہمارے لئے کیا پیغام لے کر آیا ہے؟''

اس پر آنے والے اس قاصد نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''خمار تگین نے مجھے آپ کے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ کل پہلے ہی پہر منگولوں کا ایک لشکر جس جگہ آپ نے گھات لگا رکھی ہے، اس کے بالکل سیدھ میں شمال میں دریائے آمو میں پتھر پھینک کر دریا کا رخ خوارزم شہر کی طرف موڑنے کی کوشش کرے گا تاکہ پانی کے بہاؤ کی وجہ سے خوارزم شہر کی فصیل گر جائے اور منگول آسانی سے شہر فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ خمار تگین چاہتا ہے کہ......''

اس قاصد کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں نظام الدین بول پڑا، مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز! جو کچھ تُو کہنا چاہتا ہے، میں سمجھ گیا۔ تُو یقیناً یہ کہے گا کہ خمار تگین یہ چاہتا ہے کہ ہم اس لشکر پر حملہ آور ہوں جو دریائے آمو کے اندر پتھر پھینک کر اس کا رخ موڑنے کی کوشش کرے گا۔ واپس جا کر خمار تگین سے کہنا، وہ بالکل مطمئن رہے۔ چنگیز خان کا جو بھی لشکر ان علاقوں کی طرف آئے گا کہ پتھر پھینک کر دریا کا رخ موڑ دے، ان میں سے کوئی بھی بچ کر زندہ سلامت واپس نہیں جائے گا۔''

اس پر وہ قاصد جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک چھوٹا سالار بڑی تیزی سے چلتا

ہوا نظام الدین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''امیر! برغہ نام کے کسی شخص کا کوئی نمائندہ آپ سے مل کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

برغہ خان کا نام سن کر نظام الدین چونکا تھا، کہنے لگا۔

''اس شخص کو فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔''

اس پر وہ چھوٹا سالار پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد خمار تکین کا قاصد اپنی جگہ پر سے اٹھا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! مجھے جانے کی اجازت دے دیں۔ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ اس لئے کہ خمار تکین نے مجھے کہا تھا کہ میں آج رات ہی واپس آ کر یہ پیغام پہنچانے کی اسے اطلاع کروں۔ اس لئے مجھے جانے کی اجازت دے دیں۔''

نظام الدین اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے عارض زوزنی بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں اس قاصد سے گلے ملے، پھر اسے الوداع کہا اور وہ قاصد وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد چھوٹا سالار ایک شخص کو لے کر آیا۔ وہ تائچوت قبیلہ کے سردار برغہ خان کا آدمی تھا اور اس کا تعلق بھی تائچوت قبیلے سے تھا۔ جہاں سے خمار تکین کا قاصد اٹھ کے گیا تھا، نظام الدین نے برغہ خان کے قاصد کو اسی جگہ بٹھایا، پھر بڑی شفقت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! کیا تُو برغہ خان کی طرف سے کوئی پیغام لے کر آیا ہے؟''

اس پر وہ شخص بولا اور کہنے لگا۔

''محترم کوشان خان! ہمارے سردار برغہ خان کو اپنے ان ساتھیوں کے ذریعے جو اس نے جگہ جگہ پھیلا رکھے ہیں، پتہ چلا کہ آپ نے گھات لگا رکھی ہے۔ لہٰذا اُس نے آپ کے نام دو طرح کا پیغام دیا ہے۔ پہلا پیغام برغہ خان کی طرف سے یہ ہے کہ کل دن کے وقت چنگیز خان کے لشکر کا ایک حصہ آپ کے سامنے بالکل آگے شمال کی طرف دریائے آمو کے پاس آئے گا۔ دریا میں پتھر پھینکتے ہوئے دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا اور دریا کے پانی کا رخ خوارزم شہر کی فصیل کی طرف کرے گا تا کہ فصیل گر جائے اور منگول، شہر کو فتح کر لیں۔ دوسرا پیغام برغہ خان کی طرف سے آپ کے نام یہ

ہے کہ منگول لڑکی جس کا نام اولون ہے، وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے اور اس نے آپ سے یہ بھی التماس کی ہے کہ آپ کسی جگہ کا تعین کر لیں جہاں وہ آپ سے مل سکے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے آپ کے ایک سالار نظام الدین کو زندہ یا مُردہ پکڑنے کے لئے چنگیز خان نے اولون کے ساتھ اس کے چچازاد بھائی قراچہ کو مقرر کیا تھا۔ اب اولون کے کہنے پر قراچہ کو ہٹا دیا گیا ہے اور اس کام کے لئے ہمارے سردار برغہ خان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اب برغہ خان اور اولون مل کے ایک لشکر کے ساتھ جب بھی موقع ملا، نظام الدین پر حملہ آور ہو کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اوّلین کوشش یہی ہو گی کہ اسے زندہ گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے پیش کیا جائے۔ امیر! میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں، برغہ خان چونکہ اولون کو اپنی بہن سمجھتا ہے اور اسے بہن ہی کہہ کر پکارتا ہے، لہٰذا اس کی بھی یہ گزارش ہے کہ آپ اولون کے ساتھ ملاقات کا کوئی وقت اور جگہ متعین کر لیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان کا وہ آدمی جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک نظام الدین سوچتا رہا، پھر برغہ خان کے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"واپس جا کر برغہ خان کو میرا اسلام کہنا۔ برغہ خان میرا بھائی ہے، میں اُس کی عزت اور اُس کا احترام کرتا ہوں۔ اور جہاں تک اولون کا تعلق ہے تو واپس جا کر اس لڑکی سے کہنا کہ دنیا میں اگر کوئی ایسی چیز ہو جسے میں انتہائی قابل نفرت خیال کرتا ہوں تو وہ اولون نامی یہی لڑکی ہے۔ میرا اس سے کیا تعلق کہ میں اس سے ملاقات کے لئے وقت اور جگہ کا تعین کروں؟ پہلی بار جب وہ گرفتار ہو کر میرے سامنے آئی تھی تو ایک لڑکی کی حیثیت سے میں نے اسے رہا کر دیا تھا، جانے دیا تھا۔ اس لئے کہ ہم مسلمان، عورت کی عزت اور اُس کا احترام کرتے ہیں۔ کیا میں اُس لڑکی سے ملوں جو ہمارے سالار نظام الدین کی زندگی کے درپے ہے؟...... میرے عزیز! جہاں تک برغہ خان کا تعلق ہے تو وہ یہ کام اپنی مرضی، اپنے ارادے سے نہیں کر رہا۔ چنگیز خان نے اسے اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے مقرر کیا ہوگا اور برغہ خان، اولون کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس میں اُس کی اپنی کوئی رضامندی اور خوشنودی شامل نہیں ہے۔ واپس جا کر برغہ خان اور اولون کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ برغہ خان تو میرا بھائی ہے۔ اس کے لئے میں بڑی

سے بڑی قربانی دے سکتا ہوں۔ لیکن جہاں تک اولون کا تعلق ہے، اس سے میں انتہا درجہ کی نفرت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ایک بار مجھے اس نے میرے منہ پہ کہہ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتی، ان سے نفرت کرتی ہے۔ لہٰذا میرے بھائی! جو لڑکی مسلمانوں کو پسند نہیں کرتی، ان سے نفرت کرتی ہے، جتنی نفرت وہ مسلمانوں سے کرتی ہے، اس سے سو گنا زیادہ نفرت میں اُس لڑکی سے کرتا ہوں۔ لہٰذا اس لڑکی کے نام خصوصیت کے ساتھ جو پیغام تم لے کر جاؤ گے، وہ یہ کہ اسے بتانا کہ میری نگاہوں میں اس کی کوئی حیثیت، کوئی وقعت نہیں ہے۔ میرے دل میں، میرے شعور میں اس کے لئے جس قدر نفرت ہے، اسے ناپنے کے لئے کوئی پیمانہ ہی نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا، پھر آنے والے اس قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بہر حال، لعنت بھیجو اولون نام کی لڑکی پر۔ اس سے ہمارا کیا لینا دینا؟ پہلے یہ بتاؤ کہ منگولوں کا جو لشکر دریائے آمو میں پتھر پھینک کر دریا کا رخ خوارزم شہر کی طرف موڑنے کی کوشش کرے گا، وہ دریا کے کنارے کتنے دن قیام کرے گا؟ اس لئے کہ یہاں نزدیک پتھر نہیں ہیں۔ پتھر انہیں چھکڑوں کے ذریعے دُور سے لانے ہوں گے۔ اس بنا پر وہ یہ کام ایک دن میں تو نہیں کر پائیں گے۔"

اس پر قاصد بولا اور کہنے لگا۔

"یہ ایک دن کا کام ہے بھی نہیں۔ چنگیز خان نے یقیناً انہیں چھکڑے مہیا کئے ہیں جن کی وجہ سے وہ پہلے بڑے بڑے پتھر چھکڑوں پر لاد کر دریائے آمو کے کنارے ڈھیر کرتے رہیں گے، پھر کنارے کے پاس بڑے بڑے پتھر رکھ کر ایک دیوار بناتے جائیں گے۔ اس دیوار کی سطح پانی سے تھوڑی اونچی رکھی جائے گی۔ اس کے بعد اسی دیوار پر چلتے ہوئے وہ پتھر آگے دریا میں پھینکتے ہوئے دریا کا رخ موڑتے چلے جائیں گے۔ اور جب دریا کا رخ مڑے گا تو یقیناً پانی خوارزم شہر کا رخ کرے گا۔ اور جب ایک دن یا دو دن پانی خوارزم شہر کی فصیل کے پاس مار کرے گا تو یقیناً دو کاموں میں سے ایک کام ضرور سامنے آئے گا۔ اوّل یہ کہ شہر کی فصیل گر جائے گی۔ دوئم یہ کہ وہ کمزور ہو جائے گی۔ دونوں صورتوں میں چنگیز خان کو شہر کے اندر داخل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ لہٰذا میرا

انداز ہ ہے کہ جو لشکر چھکڑوں کے ذریعے پتھر لا کر دریائے آمو میں پھینکے گا، اسے کم از کم ایک ہفتہ اس کام کی تکمیل میں لگے گا اور ایک ہفتہ وہ لشکر دریائے آمو کے کنارے پڑاؤ کرے گا۔ اس لشکر کے پاس ایک سے دو ہفتہ کا رسد کا سامان بھی ہو گا۔ ان کے ساتھ لشکر کا ایک خاص حصہ بھی ہو گا۔ جب وہ لشکر کام کر رہا ہو گا، پتھر دریا میں پھینکے جا رہے ہوں گے، لشکر کا دوسرا حصہ مسلح رہ کر ان کی حفاظت کا سامان کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ خوارزم شہر کے باہر بھی ایک لشکر کو بالکل چوکس رکھا گیا ہے تاکہ خوارزم شہر سے نکل کر کوئی بھی لشکر دریا میں پتھر ڈالنے والے لشکر پر حملہ آور نہ ہونے پائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا برغہ خان کا قاصد دم لینے کے لئے رکا، اس کے بعد نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر کوشان خان! میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب مجھے اجازت دیں، میں جاؤں گا۔''

اس پر نظام الدین نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگا۔

''کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم شب بسری ہمارے ہاں کرو؟''

وہ قاصد مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ کی بڑی مہربانی۔ لیکن میرے لئے میرے سردار برغہ خان کی طرف سے حکم ہے کہ مجھے آج ہی رات کو اس کے پاس واپس جانا ہے۔''

چنانچہ جس طرح بغل گیر ہو کر نظام الدین اور عارض زوزنی نے خمار تگین کے قاصد کو الوداع کہا تھا، اسی طرح برغہ خان کے قاصد سے بھی بغل گیر ہو کر ملے۔ پھر وہ قاصد واپسی کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

❀❀❀

اگلے روز برغہ خان جان بوجھ کر حسین اور خوبصورت اولون کے یورت کے سامنے سے گزرا۔ اسے دیکھتے ہی اولون بھاگتی ہوئی اپنے یورت سے نکلی تھی اور آواز دے کر برغہ خان کو روکا تھا۔ ان دونوں کے اس طرح ملنے پر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ چنگیز خان اپنے لشکر کا ایک حصہ ان دونوں کے تحت کر چکا تھا تا کہ جب بھی موقع ملے، وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے سالار نظام الدین پر حملہ آور ہو کر اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔

بہرحال جب یورت سے نکل کر اولون، برغہ خان کے پاس آئی، تب اسے دیکھتے ہوئے برغہ خان کچھ اُداس اور افسردہ سا ہو گیا تھا۔

اُس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اولون سنجیدہ ہو گئی اور کہنے لگی۔

''برغہ خان! میرے بھائی! جو قاصد آپ نے رات کو ان کی طرف بھجوایا تھا، کیا ان کی طرف سے کوئی پیغام آیا ہے؟''

اس موقع پر برغہ خان نے ایک لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگا۔

''میری بہن! جواب آیا ہے۔ لیکن جواب بڑا منفی اور دل شکن قسم کا ہے۔''

''کیسا منفی اور کس قسم کی دل شکنی؟'' بڑے غور سے برغہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے اولون نے پوچھ لیا تھا۔

اس پر جو تفصیل برغہ خان کے قاصد نے آ کر اسے بتائی تھی، وہی تفصیل برغہ خان نے اولون سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جان کر اولون انتہا درجہ کی اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ اُس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برغہ خان نے پوچھ لیا۔

''میری عزیز بہن! کوشان خان جس وقت آپ لوگوں کے مرکزی شہر قراقرم پہنچا تھا تو کیا کسی موقع پر تم نے اس سے کہا تھا کہ تم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہو؟''

اس پر اولون نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

''ہاں، میں نے یہ جملہ کہا تھا۔ پر یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ مجھے ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔''

اس پر برغہ خان کہنے لگا۔

''میری بہن! تمہیں یہ جملہ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ یہی جملہ تو کام خراب کر گیا ہے۔ اب اس نے یہ کہلا بھیجا ہے کہ دنیا میں اگر کسی سے سخت نفرت کرتا ہوں تو وہ اولون ہے۔ اس نے یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ میرا اولون نام کی اس لڑکی سے کیا تعلق واسطہ جو مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اس سے پہلے جو اولون میرے ہاتھوں گرفتار ہو گئی تھی تو میں نے عورت سمجھ کر اسے معاف کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اسلام عورت کی عزت کرتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ لڑکی اگر ایک طرف ہمارے محترم سالار نظام الدین کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور اس کی موت کی امید رکھتی ہے تو پھر ایسی لڑکی سے میں کیونکر مل سکتا ہوں؟ کیونکر اس سے ملاقات کے لئے وقت اور جگہ کا تعین کر سکتا ہوں؟ اس کا کہنا تھا، ویسے بھی جس لڑکی کو میں انتہا درجہ کا ناپسند کرتا ہوں، اس سے کیوں ملوں گا۔

میری بہن! میں جانتا ہوں، تم اسے پسند کرتی ہو۔ اس لئے کہ تمہارے ساتھ کام کرتے ہوئے میں تمہاری فطرت، تمہارے رجحان کو اچھی طرح جان چکا ہوں۔ لیکن فی الحال معاملہ کچھ خراب ہے۔ میری بہن! مسلمانوں سے جتنی نفرت تم کرتی ہو اس سے کئی گنا زیادہ کوشان خان تم سے نفرت کرتا ہے۔ اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں، ان حالات میں کوشان خان سے ملاقات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ میرا اندازہ ہے کہ میری بہن اس کے سامنے گئی تو وہ اپنی نفرت کی وجہ سے اور بپھر جائے گا اور تمہارے خلاف کہیں اُس کی نفرت دوچند نہ ہو جائے۔ اس بنا پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ فی الحال اس معاملے میں بالکل خاموشی اختیار کر لو۔

اولون نے اس پر اتفاق کیا تھا۔ وہ مڑی اور پھر گردن جھکائے دُکھی دُکھی اور افسردہ افسردہ انداز میں وہ اپنے یورت کی طرف چلی گئی تھی۔ جب کہ برغہ خان اپنے خیمے کی طرف ہولیا تھا۔

❁❁❁

چنگیز خان نے ایک خاصا بڑا لشکر دریائے آمو میں پتھر پھینک کر دریا کا رخ خوارزم شہر کی طرف موڑنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر جب اس مخصوص جگہ پہنچا جہاں سے دریا کا رخ موڑنا تھا، وہاں جا کر لشکر کا ایک حصہ تو ہتھیار بند ہو کر بالکل مستعد ہو گیا، دوسرا حصہ ابھی دریا میں پتھر پھینکنے کی ابتدا کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی منگول سمجھ گئے کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ لہٰذا وہ ایک دم تیار ہوئے، نظام الدین اور عارض زوزنی کے لشکر پر وہ لفظ لفظ کو صفحۂ قرطاس سے مٹا دینے والے جان کے آزار، کرب کے دشت زاروں میں تقدیر سے نبرد آزما ہوتے وقت کے ساگر، ہست کو نیست میں بدل دینے والے شرر کے قیامت خیز رقص، خاموشی کے ساگر میں صداؤں کے ارتعاش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف نظام الدین اور عارض زوزنی بھی برق رفتاری سے زندگی اور موت کا کھیل کھیلنے والے وحشی، خون آشام، جری و نڈر پاسبانوں، وقت کا راگ الاپتے برق و شرر کے رقص کی طرح ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ بھی منگولوں پر غموں کی گھاٹیوں، وادیوں اور جدائی کے راستوں پر فرقت کے موسموں کو اسیر بناتے آتش فشاں کے بحرِ طلسم کا طوفان کھڑا کرتی سرخ سورج کی کرنوں، آہوں کا کرب، مایوسی کی لہریں، آنسوؤں کی نمی تیز کرتے بگولوں اور کرب کے آنگنوں میں مسلسل عذاب کی طرح طاری ہوتے ہیولوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

نظام الدین اور عارض زوزنی کا یہ حملہ بڑا خوفناک اور جان لیوا تھا۔ منگولوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں لیکن نظام الدین اور عارض زوزنی ٹلنے والے نہیں تھے۔ اپنے تیز حملوں سے انہوں نے منگولوں کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح دریائے آمو کے کنارے میدانِ جنگ کے اندر ہونٹوں کی حلاوت و تمازت

گم ہونے لگی تھی۔ بصارتوں کی تازگی ماند پڑنے لگی تھی۔ روح میں اضطراب، دلوں میں سوختہ وحشت اپنا رنگ جمانے لگی تھی۔ جبر کی تحو ملبس، بدبختیوں کے ہیجان اور عذاب و کرب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

آخر نظام الدین اور عارض زوزنی نے منگولوں کے اس لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر واپس چنگیز خان کے پاس جانا نصیب ہوا تھا۔

دریا میں پتھر پھینکنے والے اس لشکر کا کام تمام کرنے کے سلسلے میں سارے واقعہ کو مؤرخین اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''چنگیز خان نے ایک لشکر مقرر کیا کہ دریائے آمو کے آگے پتھروں کا بند باندھ کر اس کے بہاؤ کا رخ خوارزم کی طرف موڑ دیں تاکہ فصیلِ شہر میں شگاف پڑ جانے سے اہلیانِ شہر کی مزاحمت ختم ہو جائے۔ لیکن مسلمان بھی غافل نہ تھے۔ چھپ چھپا کر گھات میں بیٹھ گئے۔ اور جب منگول لشکر وہاں پہنچا تو جھپٹ پڑے اور سب کو وہیں ڈھیر کر کے رکھ دیا۔''

بہرحال اس کامیابی سے خوارزم کے اندر جو لشکر تھا، اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس لئے کہ مخبروں نے انہیں اطلاع کر دی تھی کہ چنگیز خان نے جو لشکر دریائے آمو میں پتھر پھینکنے کے لئے بھیجا تھا، اس پر نظام الدین اور عارض زوزنی نے حملہ آور ہو کر ان کا قصہ پاک کر دیا ہے۔ تب اس کامیابی سے شہر کے اندر جو لشکر تھا، اس کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مزاحمت سخت کر دی۔ اب منگول یہ کوشش کرنے والے تھے کہ شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر ہے، اسے کسی نہ کسی طرح شہر سے باہر نکالنا چاہئے۔ حالانکہ نظام الدین نے حاکمِ شہر خمار تگین اور سپہ سالار فریدون غوری کو منع کر دیا تھا کہ وہ کسی بھی صورت لشکر لے کر شہر سے باہر نہ نکلیں، شہر کے اندر ہی رہ کر منگولوں کو اپنے ساتھ معروف رکھیں اور باہر کی طرف سے وہ ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے لشکر کی تعداد کم کرتا رہے گا۔

اس موقع پر شہر کے اندر جو لشکر تھا، جب اسے خبر ہوئی کہ نظام الدین اور عارض زوزنی نے حملہ آور ہو کر چنگیز خان کے اس لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے وہی غلطی کی جس سے نظام الدین نے انہیں منع کیا تھا۔ وہ فصیلِ شہر

سے باہر کھلے میدانوں میں نکل آئے۔ انہیں دیکھ کر چنگیز خان اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اہلِ شہر جوں جوں آگے بڑھتے گئے، منگولوں کا ٹڈی دل لشکر انہیں چاروں طرف سے گھیرتا چلا گیا۔ شہر سے نکلنے والے لشکریوں کو اس وقت ہوش آیا جب وہ دشمن کے نرغہ میں تھے۔ اب ہتھیار ڈالے بغیر اور کوئی صورت باقی نہ تھی۔

اس طرح خوارزم شہر کے لشکر کے ہتھیار ڈالنے کی وجہ سے خوارزم اب منگولوں کے رحم و کرم پر تھا۔ پھر منگول شہر میں داخل ہوئے۔ شہر کو پہلے انہوں نے جی بھر کے لوٹا۔ وہ ایسا تاریخی شہر تھا جو مالا مال تھا۔ شہر کو لوٹنے کے بعد منگولوں نے جوانوں اور دست کاروں کو اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا۔ جوان لڑکیاں، منگول لشکریوں کے حوالے کر دیں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا اور باقی لوگ قتل کر دیئے گئے۔

خوارزم کے لشکر نے وہی غلطی کی تھی، جس کے متعلق نظام الدین نے انہیں سختی کے ساتھ منع کیا تھا۔ چنانچہ منگول جب خوارزم شہر میں داخل ہوئے تو نظام الدین اپنے لشکر کو لے کر سلطان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ وہ بڑا مایوس، افسردہ اور دل گرفتہ ہو گیا تھا۔

خوارزم کو فتح اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد چنگیز خان موسم گرما بسر کرنے کے لئے نخشب کی طرف چلا گیا تھا۔

جب گرمی کی شدت کم ہوئی تو اُس نے ترمذ کا رخ کیا اور اہلِ شہر کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ مزاحمت ترک کر کے اطاعت کر لیں تو ان کے لئے فائدہ مند ہو گا۔ لیکن اہلِ شہر مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ گیارہ دن تک محاصرہ جاری رہا اور جنگ ہوتی رہی۔ آخر اہلِ شہر مغلوب ہو گئے۔ حسبِ قاعدہ وہاں کے جوان طبقہ کو چنگیز خان نے اپنے ایک لشکر میں شامل کر لیا اور باقی ماندہ لوگ قتل کر دیئے گئے۔

ترمذ سے فارغ ہونے کے بعد چنگیز خان نے بلخ کا رخ کیا۔ بلخ ان دنوں بڑا آباد اور دولت مند شہر شمار کیا جاتا تھا جو جنوب میں واقع پہاڑیوں کے دامن سے دو میل اور دریائے آمو سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس کے آثار اب بھی مزار شریف کے گاؤں کے اطراف میں موجود ہیں۔ سکندرِ اعظم کی فتوحات کے بعد بلخ نام کا ایک شہر یونانی باختری ریاست کے صدر مقام کی حیثیت سے سامنے آیا۔ 628ء میں چینی بدھ بھکشو ھوان سانگ یہاں آیا۔ اُس کے قول کے مطابق اس شہر میں بدھوں کی تقریباً ایک سو

عبادت گاہیں تھیں۔ ابو زید بلخی نے اپنی کتاب مسالک الممالک میں اس شہر کو اسلام سے پہلے بدھ مت کا مرکز بتایا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت 632ھ بمطابق 653ء میں احنف بن قیس نے اس شہر کا محاصرہ کر کے اسے تاراج کیا لیکن شہر کو امان مل گئی اور دست برد سے محفوظ رہا۔ 443ھ بمطابق 663ء میں قیس بن ہاشم نے پورے شہر پر قبضہ کر لیا اور نو بہار جو بدھ مت کے مندروں کا مجموعہ تھا، اس کو تباہ کر دیا۔ برمک کو جو نو بہار پر حکومت کرتا تھا، اپنی جاگیر کو بچانے کے لئے عربوں کی اطاعت قبول کرنا پڑی۔

سیستان اور تاس ہلمند کے بادشاہ نیزک ترخان جس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا، وہ بعد میں مرتد ہو گیا اور اس نے بلخ کو عربوں کے قبضہ سے نکال لیا۔

715ء میں اس شہر پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ 725ء میں اسد بن عبداللہ والئ خراسان نے اپنی محافظ فوجوں اور صوبائی حکومت کو مزار سے بلخ منتقل کر دیا اور اس شہر کی تعمیر شروع کروائی۔

900ء میں بلخ پر سامانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سامانیوں کے دورِ حکومت میں اس شہر نے بہت ترقی کی اور بلخ ماورالنہر، ترکستان اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا مرکز بن گیا۔ اس دور میں یہ شہر دو حصوں میں بنا ہوا تھا۔ اندرون شہر، شہرستان یا مدنیہ کہلاتا تھا اور دوسرا مضافات شہر کہلاتا تھا۔ اس کے گرد فصیل تھی۔ ایک بڑی دیوار بھی تھی جس میں سات دروازے تھے۔ شہر کی ایک بڑی مسجد شہرستان میں تھی۔ بڑے بڑے بازار سامان سے بھرے ہوئے تھے۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایرانی شہروں کے مقابلہ میں بلخ کی سڑکیں زیادہ چوڑی تھیں۔ اس کی مسجدیں خوب صورتی میں بے نظیر تھیں۔ اس کے گھروں کے صحن، خراسان کے گھروں کے صحنوں سے زیادہ کشادہ تھے۔ 431ھ بمطابق 1040ء میں بلخ پر چغری بے نے قبضہ کیا۔ یہ سلجوقیوں کا جد امجد تھا۔ اس کے بعد سلجوقوں کا اس شہر پر قبضہ رہا۔ 550ھ یعنی 1155ء میں غز ترکوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ پھر بلخ کے گورنر امیر قماچ نے ایک نئی جگہ اور ہموار میدان میں شہر کو از سر نو تعمیر کرایا۔

594ھ بمطابق 1198ء تک یہ شہر قراختائیوں کے ہاتھ میں رہا اور اس کے بعد

غوریوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ 603ھ بمطابق 1206ء میں علاؤالدین خوارزم شاہ نے بلخ پر قبضہ جما لیا اور اب اسی شہر پر چنگیز خان حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

بہر حال ترمذ کی فتح کے بعد چنگیز خان نے بلخ کا رخ کیا۔ جب شہر کے قریب پہنچا تو اہل شہر کو کہلا بھیجا کہ اگر وہ اطاعت قبول کریں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہلِ بلخ کو باشندگانِ بخارا اور سمرقند کے حشر کا علم ہو چکا تھا، چنانچہ انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور چنگیز خان نے انہیں معاف کر دیا۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ سلطان کا بڑا بیٹا جلال الدین اسی قرب و جوار میں موجود ہے تو اس نے ارادہ بدل دیا۔ حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر اہلِ شہر کو قتل کر دیا جائے۔

اب چنگیز خان کی اگلی منزل مسلمانوں کا شہر طالقان تھا۔ یہاں بھی حسبِ معمول اہلِ شہر کو اطاعت مان لینے کا مشورہ دیا گیا۔ لیکن چونکہ منگولوں کے کسی وعدہ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے باشندگانِ طالقان نے لڑ کر مرنے کو فریب اور دھوکا سے مارے جانے پر ترجیح دی۔ چنانچہ اہلِ طالقان نے ایسی سخت مزاحمت کی کہ چنگیز خان کی ایک نہ چلنے دی۔ آخر جب چنگیز خان کو طالقان فتح کرنے میں ناکامی ہوئی تو اس نے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے اپنے دوسرے لشکریوں کو بھی طلب کر لیا۔ چنانچہ یہ کمک پہنچ جانے سے چنگیز خان کے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور اس طرح طالقان شہر بھی فتح ہوا اور چنگیز خان کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ وہاں بھی مسلمانوں کے ساتھ ویسا ہی خون آشام سلوک کیا گیا جو دوسرے شہروں میں ہوا تھا۔

✿✿✿

دوسری طرف سمرقند سے نظام الدین اور عارض زوزنی نے سلطان کی طرف رخ کیا تھا۔ لیکن سلطان ایک جگہ ٹکنے والا نہیں تھا۔ چنگیز خان کو بھی سلطان کے ان ارادوں کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ سمرقند کے محاصرہ کے دوران چنگیز خان کو معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان علاؤالدین نے اپنے چار لاکھ لشکر میں سے نصف لشکر کو سمرقند، اترار اور بخارا کے دفاع کے لئے تقسیم کر دیا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً بھانپ لیا تھا کہ سلطان لڑنے سے کترا رہا ہے اور غالباً اُس کی کوشش یہ ہے کہ دوبدو لڑائی کا کوئی موقع پیدا ہی نہ ہونے دے۔

اسی بنا پر چنگیز خان نے اپنے بہترین سالار سوبدائی کو لشکر دے کر یہ تاکید کی کہ وہ

خراسان پر حملہ آور ہو کر خراسان کو فتح کرے اور ساتھ ہی ساتھ سلطان علاؤالدین کا تعاقب کر کے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اوسان ایسے خطا ہوئے تھے کہ وہ منگولوں کے سائے سے بھی بدکتا تھا۔ تاہم اتنا ضرور کیا تھا کہ تمام صوبہ داروں کو تاکیدی احکامات جاری کر دیئے تھے کہ پوری تندہی سے منگولوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے مختلف حاکموں کو جو احکامات جاری کئے تھے، مؤرخین ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"سلطان نے ابوحفص کو سیستانی سپاہ کی کمان دے کر قلعہ زنگی کے دفاع پر متعین کیا تھا۔ ترکستان کے کچھ علاقوں کی حفاظت کے لئے کرسام پہلوان نام کے ایک شخص کو نامزد کیا تھا۔ غور کا سارا علاقہ ملک حسام الدین حسین کے حوالے کیا۔ امیر عمر نام کے شخص کے حوالے بامیان کا دفاع رکھا گیا۔ شمس الدین دجائی کو ہرات کی طرف روانہ کیا۔ فیور کا قلعہ اصیل الدین نیشا پوری کی حفاظت میں دے دیا۔ اسی طرح نصرت کوہ کا قلعہ ملک شمس الدین اور کوہ رنگ کا قلعہ الغ خان ابومحمد اور گرجستان کا قلعہ ابوسبستان کے قبیلہ کے سردار شیراہ کی تحویل میں دے دیا۔ اس طرح سلطان نے اپنی قلم رو کے ہر شہر اور ہر قلعہ کو کسی نہ کسی سردار کے حوالے کر کے تاکید کر دی کہ اپنی ذمہ داری سے ہر ممکن طور پر عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں۔

۞۞۞

سلطان کے لشکر کا تعاقب کرنے کے لئے چنگیز خان نے اپنے لشکر کا جو حصہ مقرر کیا تھا، وہ چنگیز خان کے احکامات کی بجا آوری کے لئے سریاب کے مقام پر دریائے آمو کو عبور کر کے اپنی منزل کو روانہ ہوا۔

جب منگول سردار، زاوا کے مقام پر جو ترشیر کے ضلع میں مشہور اور آباد ہے، وہاں پہنچے تو ان کے پاس رسد کی سخت کمی ہو گئی۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی کہ اہلِ شہر اپنی ضرورت سے زائد غلہ قیمتاً دے دیں لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ مجبوراً منگولوں نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اہلِ شہر سمجھے کہ منگول ڈر گئے ہیں چنانچہ انہوں نے ڈھول پیٹنے شروع کر دیئے اور آوازے کسے، فحش گالیاں منگولوں کو دیں۔

منگولوں کے چلتے قدم رک گئے اور انہوں نے واپس پلٹ کر شہر پر حملہ کر دیا۔ اہلِ شہر نے بھی مقابلے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن تین دن کے بعد اہلِ شہر تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ منگول لشکری شہر پر قابض ہو گئے۔ چنانچہ شہر لوٹ لیا گیا، تمام اہلِ شہر قتل کر دیئے گئے۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ دو لاکھ ٹڈی دل لشکر کو ساتھ لئے ماورالنہر سے بھاگ کر نیشاپور پہنچ گیا اور دو مہینے تک وہیں پڑاؤ کیے رہا۔ جب اسے علم ہوا کہ چنگیز خان کا سالار سوبدائی اس کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے تو وہاں سے چل دیا۔ جب منگول سردار وہاں پہنچا تو اس نے اہلِ شہر کو اظہارِ اطاعت کے لئے کہلا بھیجا۔

چونکہ اہلِ شہر کو معلوم ہو چکا تھا کہ سلطان، منگولوں کے ڈر سے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا پھرتا ہے اور ملک اور اہلِ ملک کے ننگ و ناموس سے زیادہ اسے اپنی جان عزیز ہے، اس لئے انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اظہارِ اطاعت کر کے اپنی خیر منائیں۔"

جب اہلِ شہر کا وفد منگول لشکر کے سالاروں کے پاس اظہارِ اطاعت کے لئے حاضر ہوا تو انہیں چنگیز خان کی طرف سے مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دی گئی۔

"ہر چھوٹے بڑے کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تمام دنیا خانِ اعظم چنگیز خان کی ملکیت ہے۔ جو شخص اس سے اظہارِ اطاعت کرے گا وہ خود اور اس کے تمام خویش و اقارب، خانِ اعظم کی حفاظت میں سمجھے جائیں گے۔ بس اس کی اطاعت سے جو گریز کرے گا، وہ اپنی ذات اور متعلقین کو مصیبت میں مبتلا کرے گا۔"

یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد منگولوں کا وہ لشکر سلطان کی تلاش میں روانہ ہوا۔ لشکر کو منگولوں نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مازندان کے راستے آگے بڑھا اور مازندان شہر کو فتح کرنے کے بعد اہلِ شہر کو قتل کر دیا۔ جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ جام کے رخ پر آگے بڑھا۔ چونکہ اہلِ شہر نے اطاعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے اس شہر کو بزورِ شمشیر فتح کر کے اہلِ شہر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ وہاں سے منگول سردار نے رادکان پر چڑھائی کی۔ چونکہ یہ شہر قدرتی مناظر کی وجہ سے حد درجہ جاذبِ نظر واقع ہوا تھا، اس لئے اہلِ شہر سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی اور معام معافی دے دی گئی۔ اس سے اگلی منزل جبوشان اور پھر اسفرائن شہر تھے۔ دونوں شہروں کے تمام باشندے قتل کر دیئے گئے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ چونکہ سلطان کی والدہ ترکان خاتون اور سارا حرم، سلطان کے ساتھ تھا جن کی رفاقت بڑے لشکر کی نقل و حرکت میں مخل ہوتی تھی لہٰذ سلطان کے علاوہ سردارانِ لشکر بھی دل گرفتہ اور پریشان رہتے تھے۔ اس لئے سلطان نے فیصلہ کیا کہ حرم کی تمام خواتین کو مع ترکان خاتون کے قارون نام کے قلعہ میں جو مازندان کے نواح میں واقع تھا، بھیج دیا جائے۔

اتنی دیر تک چنگیز خان کا سالار سوبدائی، سلطان کا تعاقب کرتا ہوا قریب آ رہا تھا۔ وہ دامغان پہنچا، اہلِ شہر نے دلیری سے مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے بہت سے بہادر مارے گئے۔ آخر شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد سمنان شہر کو یہی صورتِ حال پیش آئی۔ یہ منگولوں کا معمول تھا کہ جو شہر مقابلے کے بعد فتح ہو جاتا، اسے لوٹ لیتے۔ جوان لڑکیاں باہم تقسیم کر لی جاتیں۔ جوان مرد لشکر میں شامل کر لئے جاتے اور باقی ماندہ قتل کر دیئے جاتے۔

اس موقع پر چنگیز خان کے سالار سوبدائی نے دامغان شہر پر چڑھائی کی۔ دامغان بڑا اہم شہر تھا۔ اہلِ شہر نے مزاحمت بے سود خیال کر کے اظہارِ اطاعت کر لیا۔ چونکہ سوبدائی کو چنگیز خان کے تاکیدی احکامات موصول ہو رہے تھے کہ سلطان کو جلد از جلد گرفتار کر لیا جائے، اس لئے دامغان سے منگولوں کا وہ لشکر سلطان کی تلاش میں ہمدان کو روانہ ہو گیا۔ وہاں کے حاکم نے اظہارِ اطاعت کر کے اہلیانِ شہر کو اس مرگِ ناگہاں سے بچا لیا۔

چونکہ سلطان بہت آگے نکل گیا تھا، اس لئے منگولوں نے تعاقب کا خیال ترک کر دیا اور ہمدان میں ٹھہر گئے۔ اس اثنا میں منگولوں کو خبر ہوئی کہ خوارزم شاہ کا ایک لشکر سلماس کے مقام پر بیگ تکین اور کوچا باغا خان کی کمان میں جمع ہو رہا ہے تاکہ منگولوں پر حملہ آور ہوں۔

جب منگولوں کو اس اجتماع کا علم ہوا تو انہوں نے اچانک چھاپہ مار کر انہیں تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد اس لشکر نے عراق کا رخ کیا۔ سارا علاقہ تھوڑا تھوڑا کر کے فتح کر لیا۔ بعد ازاں اردبیل پر لشکر کشی کی۔ چونکہ وہاں کے لوگوں نے مزاحمت کی تھی، اس لئے شہر فتح کرنے کے بعد جلا دیا گیا اور اہلِ شہر قتل کر دیئے گئے۔

اب جاڑا شروع ہو گیا تھا، اس لئے منگولوں کے اس لشکر نے موغان شہر کا رخ کیا۔ اس سال اس قدر برف باری ہوئی کہ ہر طرف برف کے ڈھیر لگ گئے۔ آمد ورفت کے تمام راستے بند ہو گئے۔ اس حالت سے فائدہ اُٹھا کر عراق میں جمال الدین نامی ایک شخص نے منگولوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے صوبہ دار کو جس کا نام علاؤالدولہ تھا، کریت نام کے قلعہ میں قید کر دیا۔ جب موسم بہار میں برف پگھل گئی اور آمد ورفت کے راستے کھل گئے تو منگولوں نے جمال الدین کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ دوسری طرف جمال الدین کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لہٰذا اس نے گڑگڑا کر اظہارِ ندامت بھی کیا لیکن منگولی ضابطہ اخلاق کی رُو سے ایسی خطا معاف نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ جمال الدین اور اس کے سب پیروکار موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور منگول لشکر وہاں سے تبریز کی طرف گیا۔ تبریز کی فتح کے بعد مراغہ اور نخوان پر حملہ آور ہوئے جہاں کافی تعداد میں لوگ قتل کر دیئے گئے۔

پھر بیل کان اور اران کی فتح کے بعد منگولوں کے اس لشکر نے دربند کے راستے شروان پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔ اسی دوران اس منگول لشکر کے سردار اور سالار سوبدائی کو خبر ملی کہ ان کا بڑا سالار توشی خان اس موقع پر قپچاق کے علاقے میں موجود تھا۔ لہٰذا سوبدائی اپنے اُس لشکر کو جسے لے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں نکلا تھا، اب اسی لشکر کے ساتھ اس نے توشی خان سے جا ملنے کے لئے پیش قدمی شروع کی تھی۔ سلطان سے جا ملنے کے لئے نظام الدین اور عارض زوزنی بھی اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہے تھے۔ راستے میں انہیں سلطان کے مخبروں ہی سے یہ خبر ملی کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ہمدان سے بھی بہت آگے نکل چکا ہے۔ یہ خبر سن کر نظام الدین جہاں تھا، وہیں اس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ لشکری چونکہ تھکے ہارے تھے، لہٰذا نظام الدین کے اس فیصلے کو پسند کیا اور اپنے گھوڑوں سے اُتر کر ستانے لگے۔

اس موقع پر نظام الدین ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ وہ اُداس اور افسردہ تھا۔ آنکھوں کے اندر نمی چمکنے لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا، ابھی وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو پڑے گا۔ اپنا ہاتھ اس نے اپنی پیشانی پر رکھا ہوا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عارض زوزنی تھوڑی دیر تک قریب کھڑا ہو کر غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر وہ بھی اُسی چٹان پر بیٹھ گیا۔

نظام الدین نے اپنا دایاں ہاتھ جو پیشانی پر رکھا ہوا تھا، وہ ہاتھ عارض زوزنی نے پکڑ کر ہٹایا، پھر غور سے نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! میں دیکھتا ہوں تم معمول سے کچھ زیادہ اُداس اور افسردہ ہو۔ اس موقع پر میں تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی بھی دیکھ سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں، اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کے باوجود میرے بھائی! میں تم سے گزارش کروں گا، اپنے آپ کو سنبھالو۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر......''

یہاں تک کہتے کہتے عارض زوزنی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اپنی آستین سے نظام الدین نے اپنی بھیگی آنکھیں خشک کیں، پھر عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے بھائی! کب تک ہم اپنی سرزمینوں میں آسمان سے زمین پر برستے عذاب، ضمیر کی کالک دیکھتے رہیں گے۔ کب تک اندھیروں میں مسلمانوں کی جانوں کی شمعیں بجھتی رہیں گی؟ سلطان ہمیں بار بار مختلف شہروں میں چنگیز خان کی پیش قدمی کو ست کرنے کے لئے روانہ کر دیتا ہے اور اس کام میں میرے بھائی! کب تک ہم یہ دیکھتے رہیں کہ مسلمانوں پر نالۂ شب گیر تباہی کے آثار، موت کی ٹھنڈک، انگڑائیاں لیتے عذاب اور موت کے نہ ختم ہونے والے رقص کرتے بگولے نازل ہوتے رہیں۔ ذلت بھرے شکست کے داغ بے یار و مددگار مسلمانوں کو وہموں کے مسافروں کی طرح مجبور اور لاچار کر رہے ہیں۔ ہماری یہ سرزمینیں جو گندم، سونا، چاندی پیدا کرتی ہیں، کب تک انہیں خون میں نہلایا جاتا رہے گا؟ ہمارے شیشہ آسا شہر، شرخ رنگ گلیاں کب تک خون سے رنگین ہوتی رہیں گی؟ یہ سب کچھ سلطان علاؤ الدین کی خودسری اور ستم پروری کی وجہ سے ہے۔ وہ منگولوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ پر کب تک ان کے آگے بھاگتا رہے گا؟ اور پھر اب تو ان سرزمینوں میں کئی درندے ہماری گھات میں ہیں۔ پہلے ایک چنگیز خان تھا، اب تو جگہ جگہ مسلمانوں کو شکستوں اور بربادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جگہ جگہ ان کی طاقت اور قوت کو کچلا جا رہا ہے۔ اب تو چنگیز خان کے سارے سالار بھی اب چنگیز خان بن کر ہماری بستیوں، ہمارے شہروں اور ہمارے قصبوں کے درپے ہو چکے ہیں۔

میں نے بخارا میں موت کے احساس میں غلطاں مسلمانوں کو دیکھا۔ میں نے سمرقند

میں چشموں کی طرح اُبل پڑنے والے عذابوں کو مسلمانوں پر نزول کرتے دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا جس طرح لکڑی کے تختوں کو دیمک چاٹ جاتی ہے، اسی طرح قضا کی خونی دیمک ہمارے بھائیوں کی فروزاں طلب اور ان کے جوان جذبوں کی طغیانیوں اور ان کے سارے اسباب و وسائل کو ختم کرتی جا رہی ہے۔ تمہارے سامنے میں نے کئی بار سلطان کی منت کی کہ وہ لشکر کی کمانداری ہمارے حوالے کر دے۔ لاکھوں کا لشکر جو اپنے ساتھ لئے پھر رہا ہے، میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں وہی لشکر، سلطان کے خلاف بغاوت نہ کر دے۔ میں نے اسے یہ بھی کہا تھا کہ آپ ایک جگہ بیٹھ جائیں۔ دو لاکھ کا جو لشکر اس وقت آپ کے پاس ہے، وہ ہمیں دے دیں۔ ہم نہ صرف آپ کی حفاظت کریں گے بلکہ چنگیز خان سے ٹکرائیں گے اور اس جیسے شیطانوں کی ساری سطوت، اس کی آندھیوں سی بے اماں فتنہ گری، ان کے بغض و عذاب، اندھیاؤ اور ان کی عداوتوں کی لپٹوں کا رخ ان کی اپنی سرزمینوں کی طرف کر دیں گے۔ پر ہائے حیف سلطان میری کوئی بات سن کر اس پر عمل کرنا گناہ خیال کرتا ہے۔ قسم اللہ پاک کی، دو لاکھ کا لشکر اگر سلطان ہمارے حوالے کر دیتا تو چنگیز خان تو کیا، ہم اسے کہتے اتنا لشکر اور لے آؤ اور اس کے سارے بدی کے لشکروں کو بھری صداؤں کی تکبیروں، صدیوں میں کٹی راتوں، خونی رُتوں کی یلغار میں ڈبو کے رکھ دیتے۔ اب بھی وقت ہے، سلطان اگر دو لاکھ کا لشکر ہمیں دیدے، خود ایک طرف ہو جائے، ہمارے ساتھ جلال الدین کو کر دے تو ہم اپنے اسی لشکر سے اگر چنگیز خان اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کی حالت پتھروں کی طرح بے غبار اُجڑے راستوں، ویران ہتھیلیوں کی بے اثر دعاؤں، مرگ بدوش ساعتوں، شیطنت کی بھوکی جبلتوں، غم کی عقوبت گاہوں اور خون کے پیاسے سیاہ کانٹوں جیسی بنا کر نہ رکھ دیں تو سلطان کو اجازت ہو گی کہ وہ ہماری گردنیں کاٹ کر رکھ دے۔''

اتنا کہنے کے بعد ذرا دم لینے کے لئے نظام الدین رکا، پھر عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم سمرقند سے سلطان کی طرف جانے کے لئے روانہ ہوئے تھے کہ ایک بار پھر سلطان سے گزارش کریں کہ اتنے بڑے لشکر کو لے کر اِدھر اُدھر چھپنے اور سرگرداں ہونے کی ضرورت نہیں ہے، خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آئے۔ جس طرح اُس نے

ہمارے ایک لشکر کے بعد دوسرے لشکر کو شکست دی ہے، ایسی ہی کیفیت، ایسی ہی شکست، ایسی ہی ہزیمت سے ہم بھی اُسے دوچار کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن اب جو مخبروں نے یہ اطلاع کر دی ہے کہ سلطان ہمدان سے بھی بہت آگے جا چکا ہے تو ہم اسے کہاں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟ کس کس جگہ پہنچ کر اسے آنے والے دور سے متعلق ہدایات حاصل کرتے رہیں گے؟''

نظام الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دو مخبر نظام الدین اور عارض زوزنی کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ نظام الدین بڑے غور سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والے ان دونوں مخبروں میں سے ایک نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہم دو خبریں لے کر آئے ہیں۔ وہ خبریں ہمارے نقطہ نظر سے تو اچھی ہیں، اب ہم نہیں جانتے کہ آپ ان کو کیسا خیال کریں گے۔ پہلی خبر یہ ہے کہ یہاں سے دس میل شمال میں چنگیز خان کا ایک لشکر ہے، اس کی کمانداری چنگیز خان کا بڑا سالار توشی خان کر رہا ہے اور وہ ان علاقوں میں رسد حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ منگولوں کا ایک لشکر جسے چنگیز خان نے ہمارے سالار نظام الدین کے پیچھے لگایا ہوا ہے کہ نظام الدین کو زندہ یا مُردہ گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے لائے، وہ لشکر بھی یہاں سے لگ بھگ پانچ سات میل کے فاصلہ پر مشرق کی جانب ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا، تب اس کا ساتھی بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! ان دو کے علاوہ ایک اور بھی خبر ہے۔ وہ یہ کہ چنگیز خان کا بڑا سالار سوبدائی جسے چنگیز خان نے ہمارے سلطان کے پیچھے لگا رکھا ہے، تاکہ سلطان کو گرفتار کیا جائے، وہ بھی توشی خان سے ملنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے۔ لیکن وہ ابھی بہت دُور ہے۔ سوبدائی کے پاس بھی رسد کی صورت میں بہت کچھ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر تک نظام الدین گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر غصیلے لہجے میں وہ عارض زوزنی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! میرے بھائی! مخبر خبریں تو اچھی لے کر آئے ہیں۔ لیکن ہم منگولوں پر حملہ آور بھی ہوں تو کیا فائدہ؟ حملہ آور ہونے کے بعد ہمیں ان کے سامنے سے بھاگنا ہے۔ اس لئے کہ اگر منگولوں کے وہ تینوں لشکر یکجا ہو گئے تو ہمارے لئے خطرات اور

مصیبتیں کھڑی کر دیں گے۔ تو پھر یہ کام ہم کس کے لئے کریں؟ سلطان تو اپنی جان بچانے کے لئے دو لاکھ مسلمانوں کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں ہے، اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کے سالار کہاں بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے کیا کرنا ہے؟ دشمن کو روکنے کے لئے میں نے کیا تدبیریں کرنی ہیں؟ اس پر ان دنوں ایک ہی سودا سوار ہے کہ کس طرح اپنی جان کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اسے یہ احساس ہی نہیں ہے کہ اس کے سالار، اس کے کماندار بے لفظ نقطوں، بدشگونیوں کے ہمزادوں کی گونگی منطق، اپنے مفہوم سے نا آشنا جملوں کی طرح اِدھر اُدھر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اور مجھے اور تمہیں اس نے لشکر کے لئے رسد جمع کرنے پر مقرر کر رکھا ہے اور ساتھ ہی بڑے شہروں کی حفاظت میں مدد دینے کے لئے بھی بھیج دیتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کا قتل عام دیکھتے ہوئے ہم روز گرتے ہوئے گھروندوں کی طرح بکھر جاتے ہیں۔ ہر شب سُونی بنجر دھرتی کے نیچے گونگے خواب دیکھتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین تھوڑی دیر رکا، پھر انتہائی دکھ میں ڈوبی آواز میں وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"عارض زوزنی! کب تک یہ منگول، آگ بھڑکاتی ہواؤں، تشدد کے نشانات، خونی انقلاب کی کڑواہٹوں کی طرح مسلمانوں کا تعاقب کرتے رہیں گے؟ شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے ہر شے کی سانسوں کو زہر آلود کرتے چلے جائیں گے؟ میں اور تم کب تک تائیدِ الٰہی سے محروم اپنے مسلمان بھائیوں کو گلی گلی، نگر نگر دھکے کھاتے دیکھیں گے اور یہ بھی دیکھیں گے کہ کس طرح ناگ کی طرح پیچ و تاب کھاتے منگول ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ میرے بھائی! کب تک ہم اپنے چہروں پر سوالات کے انبار لئے اپنے مسلمان بھائیوں کو ٹوٹی کرنوں، بکھرتے زرد پتوں، زندگی کے در و بام کی تزئین سے محروم اور بے نشان منزلوں کی کسک کی صورت میں دیکھتے رہیں گے؟ میرے بھائی! تیرے سامنے میں نے کئی بار سلطان سے گزارش کی، التماس کی کہ آپ لشکر اپنے سالاروں اور اپنے بیٹے جلال الدین کے حوالے کر دیں، آپ ایک طرف ہو جائیں۔ ہم نہ صرف آپ کی حفاظت کریں گے بلکہ آپ پر یہ ثابت کریں گے کہ جس طرح کوئی شیر دل چوپان اپنے ریوڑ کی حفاظت کے لئے اپنی تلوار سونت کر بھیڑیوں کو مار بھگاتا ہے، انہی طرح ہم بھی چنگیز خان اور اس

کے لشکریوں کو اپنی سرزمینوں سے نکال کر ان کی سرزمینوں میں داخل ہوں گے۔ لیکن ہائے حیف! سلطان کوئی بات مانتا ہی نہیں ہے۔ اب ہمارے سامنے نہ ساحل ہے، نہ کوئی سفینہ۔ اب ہم کیسے اپنی قوم کی عظمت کے محافظ کہلا سکتے ہیں؟ ہمارے لئے تو اب ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم خوارزم شاہ کے اچھے سالار ہونے کے ناتے سے مسلمانوں کے کسی شہر کی حفاظت نہیں کر سکے۔

عارض زوزنی! قسم اللہ پاک کی، جس روز بخارا فتح ہوا تھا، میں رات کو بڑا رویا۔ جس روز سمرقند بھی جاتا رہا، اُس رات بھی مجھے نیند نہیں آئی۔ اُس رات بھی میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور کبھی کبھی میں یہ سوچتا تھا کہ ابھی اُٹھوں، سلطان سے دوٹوک بات کروں کہ لشکر ہمارے حوالے کر دے۔ اگر نہیں کرتا تو پھر سلطان کی گردن کاٹ کر لشکر پر قبضہ کر کے اور خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آؤں۔ لیکن بھائی! یہ ساری جذباتی خواہشیں تھیں جن پر عمل تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرے بھائی! تم بھی سوچو، ہمارے ہاتھوں سے ترمذ شہر گیا، اترار، بخارا، بلخ، خوارزم، سمرقند سب نکل گئے۔ یہ ہماری قوم کی عظمتوں کے نشان تھے جو اب ہمارے پاس نہیں رہے۔ اب تم بتاؤ، یہ مخبر جو خبریں لے کر آئے ہیں کہ توشی خان بھی قریب ہے اور اس کے پاس رسد کی صورت میں بہت کچھ ہے، دوسرا لشکر جس کی کمانداری اولون کر رہی ہے، اس کے پاس بھی رسد کا کافی سامان ہے اور تیسرا لشکر جو سوبدائی کی کمانداری میں ہے اور جو سلطان کے تعاقب سے نکلا تھا، اس کے پاس بھی رسد کے سامان کے ڈھیر ہیں، اگر ہم ان تینوں لشکروں کو اپنے سامنے زیر کر کے ان سے رسد کا سامان چھین لیتے ہیں تو میرے بھائی! اس سے کیا میری قوم کی عظمت لوٹ آئے گی؟ کیا ان شکستوں اور بدنامی کے داغوں کی تلافی ہو جائے گی جو اب تک ہماری پیشانی پر سج چکے ہیں؟"

نظام الدین جب خاموش ہوا تب عارض زوزنی اپنی جگہ پر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر نظام الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے، یہ درست ہے۔ میرا اپنا سینہ چھلنی ہے۔ جب میں مسلمانوں کو بے بسی کی حالت میں منگولوں کے آگے اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھتا ہوں تو میں بھی بڑے بڑے فیصلے کرتا ہوں لیکن تمہاری طرح ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔

میرے بھائی! اُٹھو، اپنے نئے کام کی ابتدا کریں۔ توشی خان پر حملہ آور ہوں۔ میرے بھائی! اگر سلطان جگہ جگہ بھاگتا پھرتا ہے، کچھ نہیں کرتا تو چلو ہم منگولوں پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کر کے کم از کم کچھ نہ کچھ انتقام کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں جو مسلمانوں کے قتل عام کی وجہ سے ہم پر فرض ہو چکا ہے۔''

نظام الدین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بکھرا بکھرا سا تھا تاہم اس نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا، پھر کہنے لگا۔

''اچھا میرے بھائی! چلو دیکھتے ہیں، منگولوں کے ساتھ ان تین مقامات پر ٹکراؤ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔''

اور پھر تھوڑی دیر بعد نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ چنگیز خان کے سالار توشی خان کا رخ کر رہے تھے۔

سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ توشی خان کے سر پر پہنچ گئے۔ قبل اس کے کہ توشی خان سنبھل کر اُن پر حملہ آور ہونے کی پہل کرتا، نظام الدین اور عارض زوزنی جلتی دھوپ کے لمبے سفر میں بدبختیوں کے ہیجان، رخ اور بصارت کی تازگی چھین لینے والے کسمساتے سمندر کے طوفانوں، دھندلکوں کی اُداسیوں میں روحوں کے زخم دیتے لُو کے جھلسا دینے والے تھپیڑوں اور وحشی بگولوں کی مار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شروع ہی میں نظام الدین اور عارض زوزنی نے اس قدر تیز حملے کئے کہ توشی خان سنبھل نہ سکا، جارحیت بھی اختیار نہ کر سکا۔ شروع ہی میں جب اس نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا، تب نظام الدین نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں توشی خان کے لشکر کا بڑا حصہ تہ تیغ کر دیا گیا اور توشی خان شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔ اس کے پاس جس قدر رسد کا سامان تھا، اس پر نظام الدین اور عارض زوزنی نے قبضہ کر لیا۔ یہ نظام الدین کے ہاتھوں توشی خان کی بدترین شکست تھی۔

توشی خان کو مار بھگانے کے بعد نظام الدین نے اپنا ایک تیز رفتار قاصد اولون اور برغہ خان کے لشکر کی طرف بھجوایا اور نظام الدین نے برغہ خان کو یہ پیغام دیا کہ جو لشکر لے کر وہ نظام الدین کی جستجو میں سرگرداں ہیں، اسے لے کر واپس چلے جائیں۔ اگر

انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ ان پر حملہ آور ہو گا اور ان کے پورے لشکر کو کاٹ کے رکھ دے گا۔ یہ پیغام ملنے کے بعد برغہ خان اور اولون نے آپس میں مشورہ کیا، پھر نظام الدین کی خواہش کے مطابق وہ اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

اب نظام الدین اور عارض زوزنی، چنگیز خان کے نامور سالار، سوبدائی کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنے لگے تھے۔ اپنے مخبروں کے ذریعے نظام الدین نے اپنے اطراف میں یہ خبریں پھیلا دیں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر توشی خان پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔

سوبدائی کو جب یہ خبر ملی تو اس نے فوراً اپنے ردِعمل کا اظہار کیا۔ لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو لے کر وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اس سمت بڑھا جہاں اسے بتایا گیا تھا کہ توشی خان اُدھر ہے۔ جب کہ لشکر کے دوسرے حصے کو اس نے حکم دیا کہ وہ رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان لے کر اس کے پیچھے توشی خان کی طرف آئے۔ جونہی سوبدائی آدھا لشکر لے کر توشی خان کی طرف گیا، نظام الدین اور عارض زوزنی آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئے۔ وہ سوبدائی کے لشکر کے اس حصے پر جو رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان لے کر جا رہا تھا، موت کا شب خون مارتے قیامت کے لمحوں، زیست کی ہر نشاط سے محروم کر دینے والے آتش فشاں، قلب کے آنگنوں میں سرخ سورج کی سنگین کرنوں، بارودی ہواؤں کے طوفانوں، درد کے اُڑتے غبار اور اندیشوں کی ریت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

نظام الدین اور عارض زوزنی کو زیادہ جدوجہد نہ کرنا پڑی۔ سوبدائی کے لشکر کے اس حصے کو انہوں نے تقریباً کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اور پھر جو سامان توشی خان سے ملا تھا، اسے اور جو سوبدائی کے لشکر کو کاٹنے کے بعد رسد اور ضروریات کا سامان انہیں ملا تھا، وہ سمیٹ کر وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❀❀❀

چنگیز خان کو جب خبر ہوئی کہ توشی خان کو بدترین شکست ہوئی ہے اور اس کے لشکر کے کافی بڑے حصے کو کاٹ دیا گیا ہے اور یہ کہ سوبدائی کا لشکر بھی کاٹ کر اس کو رسد سے

بھی محروم کر دیا گیا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے حملوں سے خوف زدہ ہو کر برغہ خان اور اولون بھی لوٹ آئے ہیں، تب چنگیز خان نے توشی خان، برغہ خان، سوبدائی خان اور اولون کو اپنے پاس طلب کیا۔ اس وقت چنگیز خان اپنے بیٹوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جب سب اس کے سامنے گئے، تب سب سے پہلے چنگیز خان نے برغہ خان اور اولون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ نظام الدین پر قابو پانا، اسے پکڑنا یا گرفتار کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ کام تم دونوں سے بہت اونچا ہے۔ یہ کام میں اپنے دو سالاروں پیل گوش اور جائسی کے سپرد کر رہا ہوں۔ برغہ خان اور اولون! تم اس لشکر میں پیل گوش اور جائسی کے تحت کام کرو گے۔ اولون! اگر تم شامل نہ ہونا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔ اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے تمہیں مجبور نہیں کیا جائے گا۔''

اس پر اولون نے فوراً فیصلہ کیا اور کہنے لگی۔

''خانِ اعظم! میں اس لشکر میں شامل ہوں گی۔ اس لئے کہ اپنے بھائی اربوش کا انتقام لینا مجھ پر فرض ہے۔''

چنگیز خان مان گیا اور اسے اجازت دے دی کہ وہ اس لشکر میں شامل ہو سکتی ہے۔

برغہ خان اور اولون سے فارغ ہونے کے بعد چنگیز خان نے توشی خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''توشی! یہ بتاؤ تمہارا ٹکراؤ کس سے ہوا اور مسلمانوں کا وہ کون سا سالار تھا؟''

جواب میں توشی خان بڑی بے بسی سے کہنے لگا۔

''خانِ اعظم! مجھ پر حملہ آور ہونے والا نظام الدین تھا۔ وہ اچانک نمودار ہوا اور ایسا شدید حملہ کیا کہ میرے لشکری سنبھل نہ سکے جس کی بنا پر ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی۔''

توشی کا جواب سن کر کچھ دیر تک چنگیز خان سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے اپنے بڑے سالار سوبدائی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''سوبدائی! تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تم نے جو فیصلہ کیا، وہ دانش مندانہ نہیں تھا۔ تم نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں کیوں تقسیم کر دیا؟ میرے مخبر مجھے سب کچھ بتا چکے ہیں۔ تم آدھے لشکر کو رسد کے سامان کی حفاظت پر چھوڑ کر باقی آدھے کے ساتھ توشی

خان کی مدد کے لئے پہنچے۔ یہ ساری خبریں میرے خیال میں علاؤالدین کے سالار نظام الدین نے پھیلائی تھیں۔ ان خبروں پر عمل کرتے ہوئے تم لشکر کو لے کر توشی خان کی طرف بڑھے اور تمہاری غیر موجودگی میں وہ تمہارے آدھے لشکر پر حملہ آور ہوا، اسے کاٹ کے رکھ دیا اور تمہارے پاس جس قدر رسد اور ضرورت کا سامان تھا، وہ سب لے کر چلتا بنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد چنگیز خان جب خاموش ہوا تب سوبدائی اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”خانِ اعظم! آپ کا کہنا درست ہے۔ دراصل اس وقت یہ خبریں آئی تھیں کہ توشی خان پر مسلمانوں کے ایک لشکر نے حملہ کر دیا ہے تو میں اپنے حواس کھو بیٹھا۔ میں نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ میں توشی خان کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور اس کی مدد کے لئے پہنچوں گا۔ لیکن میری غیر موجودگی میں مسلمانوں کا وہ سالار جس کا نام نظام الدین ہے، وہ توشی خان کو بدترین شکست دینے کے بعد دوسرے راستوں سے ہوتا ہوا میرے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہو گیا جو رسد کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس لشکر کو اس نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور جس قدر رسد کا سامان ہمارے پاس تھا، وہ چھین کر لے گیا۔“

چنگیز خان تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔ ”جو ہوا، سو ہوا۔ اب اس نظام الدین کے پیچھے میں جائسی اور پیل گوش کو لگاؤں گا اور ان کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر مقرر کروں گا۔ اولون اور برغہ خان بھی اس لشکر میں کام کریں گے۔ فی الحال میری پوری توجہ اس وقت خراسان کو فتح کرنے پر ہے۔ تم سب سالار، خراسان کی فتح میں میرے ساتھ رہو گے۔ خراسان کو فتح کرنے کے بعد پیل گوش اور جائسی کے لئے لشکر متعین کیا جائے گا جسے لے کر وہ نظام الدین کے تعاقب میں نکلیں گے۔“

سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر چنگیز خان نے سب کو آرام کرنے کے لئے کہہ دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

چنانچہ اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے چنگیز خان اب خراسان کی طرف متوجہ ہوا۔ خراسان کی حالت اس وقت عجیب وغریب تھی۔ اس لئے کہ خراسان کے علاوہ دوسرے صوبوں کے عاملوں کو بھی سلطان نے اس وقت ایک اہم پیغام بھجوایا۔ جس وقت سلطان کو منگولوں کے مظالم کا علم ہوا تو اس نے کہلا بھیجا، چونکہ منگول ان شہروں اور قلعوں کے لوگوں کے ساتھ مزاحمت کرتے ہیں، بہت ظالمانہ سلوک کرتے ہیں، اس لئے جب تک کامیابی کا یقین نہ ہو، سرداروں اور کمانداروں کو خوامخواہ منگولوں کا مقابلہ کر کے موت کو دعوت نہیں دینی چاہئے۔

لوگ پہلے ہی منگولوں سے سخت مرعوب ہو رہے تھے۔ سلطان کے اس پیغام نے رہی سہی کمی بھی پوری کر دی۔ شہر اور قلعے بجلی کی رفتار سے فتح ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ خراسان کے والی نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب منگولوں کی آمد کی اطلاع موصول ہوئی تو اپنے خزانے سمیٹ کر خود تو یاک یزار کے قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور مرو میں ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کرتا گیا۔

اسی زمانے میں ایک ترکمان سالار بوکا نامی نے اپنے قبیلے کی مدد سے حملہ آور ہو کر خراسان کے مرکزی شہر مرو پر قبضہ کر لیا۔ بہت سے بھولے بھٹکے لشکری جن کا اس افراتفری میں کوئی پرسانِ حال نہ رہا تھا، اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

خراسان کا حاکم اور عامل جو اس وقت یاک یزار کے قلعے میں پناہ گزین تھا، کسی سلسلے میں خراسان کے اس قلعے کے پاس سے گزرا جس کا نام صعلوک تھا تو قلعے کے حاکم شمس الدین علی نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ترک اور تاجک قبائل نے خراسان کے

اس عامل کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر ہرات کی فتح پر اُکسایا۔

ان لوگوں کے اس اجتماع سے وہ خود کو مضبوط سمجھنے لگ گیا اور سب سے پہلے مرو پر لشکر کشی کی۔ شہر کے قریب پہنچ کر دار سراجان کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ مرغری قبیلے کے جو لوگ خراسان کے والی کے چلے جانے کے بعد بوکا نامی سالار کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ خراسان کا اصل والی واپس آ گیا ہے تو بوکا کو چھوڑ کر اس کے پاس چلے گئے۔ کیونکہ اب بوکا، خراسان کے اصل والی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے مقابلے کا ارادہ ترک کر دیا اور خود خراسان کے والی کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ خراسان کے والی کی کمانداری میں آٹھ ہزار لشکری جمع ہو گئے تھے اور اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہرگز منگولوں کے سامنے نہیں جھکے گا۔ لیکن مرو شہر کا شیخ الاسلام شمس الدین حارثی چونکہ خراسان کے والی سے ناراض تھا، اس لئے وہ چاہتا تھا کہ جو بھی ہو، خراسان میں وہاں کے والی جس کا نام شرف الدین تھا، اس کا اثر و رسوخ نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایک جمعہ کے روز خطبے کے دوران اس کے منہ سے نکل گیا کہ ان لوگوں پر جو منگولوں کی مخالفت کرتے ہیں، خدا کی لعنت ہو۔

یہ جملہ سن کر حاضرین بھڑک اُٹھے۔ وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ شیخ الاسلام کو جان کے لالے پڑ گئے۔ آخر اس نے گڑگڑا کر معافی مانگی جب کہیں عوام کا جوش دھیما پڑا۔ یہ خبر خراسان کے والی شرف الدین کو بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ شیخ الاسلام کی طلبی دربار میں ہوئی۔

اس دوران شیخ الاسلام کا ایک خط پکڑا گیا۔ شیخ الاسلام شمس الدین حارثی نے اس خط میں ایک رشتہ دار جو سرخس کا قاضی تھا، لکھا تھا کہ وہ منگولوں کو جو اس وقت سرخس فتح کر چکے تھے، اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ مرو پر حملہ آور ہو کر شہر کو فتح کر لیں۔

جب شمس الدین نے کہا کہ یہ خط اس نے نہیں لکھا اور اس کے انکار کرنے پر وہ خط اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سخت شرمندہ ہوا۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ شرف الدین معاملے کو طول نہیں دینا چاہتا تھا، اس لئے معاف کر دیا۔ مگر جونہی شمس الدین دربار سے سر جھکائے نکلا، حاکمِ خراسان شرف الدین کے ملازموں میں سے ایک نے اس کا کام تمام کر دیا۔

چونکہ سرخس کا قاضی بھی اس افسوس ناک حادثے کا ایک کردار تھا اس لئے شرف الدین نے منگول سپاہ کے وہاں سے کوچ کر جانے کے بعد لشکر کا ایک حصہ اس غرض کے لئے روانہ کر دیا کہ وہ اہلِ سرخس کو پریشان کرے۔ اسی شرف الدین کے بعد جو خراسان کا حاکم مقرر ہوا تھا، نام جس کا بہاؤ الملک تھا، اور جو ابھی تک یاک یزار کے قلعے میں چھپا بیٹھا تھا، جب اسے شرف الدین کی مہم جوئی کا علم ہوا تو منگول سرداروں کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر وہ مرو کی فتح میں اس کی مدد کرے تو وہ بطور سالانہ خراج کے ہر منگول سپاہی کو کپڑوں کا ایک جوڑا دیا کرے گا۔ یہ شرط مان لی گئی اور منگولوں کے ایک لشکر کو اس کی کمان میں دے دیا گیا۔

جب وہ لشکر لئے شہر ستانہ کے مقام پر پہنچا تو اس نے شرف الدین کو کہا۔

''اس میں شبہ نہیں کہ اس سے پہلے ہمارے درمیان کسی غلط فہمی کی بنا پر شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی اور میں آپ سے دل گرفتہ سا تھا۔ لیکن اب حالات بالکل بدل گئے ہیں، میں اس رنجش کو بھول چکا ہوں۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ منگولوں سے مقابلے کا خیال ترک کر کے اپنی جان اور اہلِ وطن کی جان بچا لیں۔ یہ بات تو اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ منگولوں کو شکست دینا ناممکن ہے۔''

جب شرف الدین کو خط ملا تو گھبراہٹ میں اسے پسینہ آ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ بے فائدہ جان کھونے سے بہتر ہو گا کہ اظہارِ اطاعت کر کے اس عذاب سے پیچھا چھڑا لے۔ لیکن اراکینِ دربار اس پر رضامند نہ ہوئے اور انہوں نے بیک زبان کہا کہ وہ بغیر لڑے کسی حالت میں ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔

اصل بات یہ تھی کہ اہلِ دربار کو اپنے ذرائع سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بہاؤ الملک کی کمان میں منگول سپاہ کی تعداد بالکل معمولی ہے۔ اگر وہ جی کڑا کر کے میدان میں اُتر پڑیں تو فتح ان کی ہو گی۔ اس پر بہاؤ الملک کے قاصدوں کو ایک ایک کر کے بلایا اور ان سے منگولوں کے لشکر کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا۔ سب نے ایک ہی طرح کا جواب دیا اور منگول لشکر کی تعداد بہت زیادہ بتائی۔ چونکہ ان کا بیان خلاف واقعہ تھا، مقصد مسلمانانِ مرو کو مرعوب کرنا تھا، اس لئے شرف الدین کے حکم سے قاصدوں کو قتل کر دیا گیا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں، چونکہ شرف الدین کو بہاؤالملک کے ذلت آمیز پیغام کو لوگوں نے برافروختہ کر دیا تھا نیز منگولوں کے ساتھ اس کی رفاقت اور ہمنوائی سے مسلمان سیخ پا ہو رہے تھے، اس لئے پچیس ہزار کے لشکر کو حکم دیا کہ وہ سرخس پر چڑھائی کر کے بہاؤالملک اور اس کے منگول ساتھیوں کو مار بھگائیں۔

جب منگولوں نے یہ دیکھا کہ بہاؤالملک کے اپنے آدمی اسے چھوڑتے جا رہے ہیں تو وہ اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں لے جا کر قتل کر دیا۔

دوسری طرف شرف الدین کے آدمی جب سرخس میں وارد ہوئے تو انہوں نے اس قاضی کو جس نے منگولوں کو سرخس پر قبضہ دلایا تھا، گرفتار کر کے مرو میں شرف الدین کے پاس بھیج دیا۔ قاضی نے کسی وقت کسی شخص کے باپ کو بلاوجہ قتل کرا دیا تھا۔ شرف الدین نے قاضی کو اس کے سپرد کر دیا جس نے اسے انتقاماً قتل کر دیا۔

منگولوں کے چلے جانے اور بہاؤالملک کے قتل ہو جانے کے بعد شرف الدین بے فکر ہو کر روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس دوران وہاں سے ایک ترک سردار اور سالار کا گزر ہوا جو کبھی آمویہ شہر کا حکمران ہوا کرتا تھا۔ اس نے لوگوں پر انکشاف کیا کہ منگولوں کا ایک لشکر دریائے آمو کو عبور کر کے قلات کے قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ جلد ہی منگولوں کا ایک اور لشکر جو چھ ہزار افراد پر مشتمل ہے، ترکمان سردار کے تعاقب میں پہنچ گیا اور اس سے الجھ پڑا۔ دو اور ترکمان سردار جن میں سے ایک کا نام شیخ خان اور دوسرے کا نام اغول خان تھا اور جنہیں منگولوں کے ارادے کا علم ہو چکا تھا، گھات میں چھپے موقع کا انتظار کر رہے تھے۔ جب منگول، ترکمان کی فوجوں سے مصروف پیکار تھے، ان سرداروں نے بے خبری میں ان پر حملہ کر دیا اور ان گنت منگولوں کو قتل کر دیا اور تقریباً ساٹھ منگولوں کو جو گرفتار کر لئے گئے تھے، گلی کوچوں میں پھرا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

یہ کام سرانجام دینے کے بعد وہ دونوں مسلمان سالار جن کے نام شیخ خان اور اغول خان تھے، دست جرد شہر چلے گئے اور ایک سالار اختیار الدین کو اپنا سربراہ نامزد کر کے ارادہ کیا کہ مرو شہر، شرف الدین سے چھین لیں۔ شرف الدین بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے بھی ترکمانوں کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے مناسب بندوبست کر رکھا تھا۔

جب منگولوں نے محسوس کیا کہ وہ شرف الدین کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو وہاں سے کوچ کر گئے۔ دُور کے علاقوں میں ڈیرے لگا لئے۔ اردگرد گاؤں اور بستیوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس اثنا میں یہ خبر موصول ہوئی کہ چنگیز خان کا چھوٹا بیٹا تولی اپنا لشکر لے کر مرو شہر پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے آ رہا ہے۔

یہ افواہ نہیں تھی، حقیقت تھی۔ اس لئے کہ چند دن بعد چنگیز خان کا بیٹا تولی وہاں پہنچا اور شہر سے باہر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اور چار سو سپاہیوں کو اس غرض کے لئے روانہ کیا کہ وہ شہر کے اردگرد گھوم کر دشمن کے دفاعی مورچوں کا معائنہ کریں۔ انہوں نے اس جگہ آ پڑاؤ کیا جہاں ترکمان اُترے ہوئے تھے۔ لیکن طرح منگولوں کو ٹھکانوں کا پتہ لگ گیا۔ جب ترکمانوں نے اپنے بعد دیگر عسکری دستے مرو پر شب خون مارنے کی غرض سے روانہ کرنے شروع کر دیئے تو منگول تاک میں تھے کہ جو دستہ زد میں آتا اس کا صفایا کر دیتے۔ صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ترکمانوں کو قطعاً معلوم نہ ہو سکا کہ ان پر کیا ابتلا پڑ رہی ہے۔ صبح ہوئی تو منگولوں نے اس مقام پر ہلہ بول دیا، جہاں ترکمان قبائل مع بال بچوں کے اُترے ہوئے تھے۔ چنانچہ ستّر ہزار آدمی بے خبری کے عالم میں منگولوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس وحشت ناک خون ریزی میں مجموعی طور پر 82 ہزار آدمی قتل ہوئے تھے۔ یہ واقعہ 617ھ بمطابق 1221ء میں پیش آیا۔ اس کے بعد تولی نے شہر کے سامنے خندق کھود کر گھات لگا لی۔

خراسان کا حاکم شرف الدین مقابلہ کے لئے پورے طور پر آمادہ تھا۔ چنانچہ اس نے دو ہزار لشکریوں کا انتخاب کیا تاکہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس لشکر کی کمانداری خود شرف الدین کر رہا تھا۔ جب مسلمان لشکری شہر سے باہر نکلے تو منگولوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر ایسے گھبرائے کہ بھاگ کر واپس شہر میں داخل ہو گئے اور دروازے بند کر لئے۔

شرف الدین نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو خود بھی حوصلہ ہار بیٹھا اور شیخ جمال الدین جو مرو شہر کے فضلاء میں سے تھے، ان سے درخواست کی کہ وہ تولی کی خدمت میں حاضر ہو کر مصالحت کے لئے گفتگو کریں۔

چنانچہ شرف الدین کے کہنے پر شیخ جمال الدین، تولی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

وہ بڑے احترام سے پیش آیا۔ درخواست منظور کر لی۔ دوسرے دن پھر شیخ کی طلبی ہوئی۔ تولی نے کہا، آپ شہر کے ان امراء کی فہرست پیش کریں جو پرانی حکومت کو ٹیکس ادا کرتے تھے۔ شیخ واپس آئے اور شرف الدین کے مشورہ سے دو سو آدمیوں کے ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے تولی کو روانہ کر دی۔

اس نے انہیں بلا کر حکم دیا کہ جو کچھ ان کے پاس ہے، وہ سب اس کے آدمیوں کے حوالے کر دیں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہو چکی تو باشندگانِ شہر کو حکم ہوا، سب شہر کے باہر کھلے میدان میں جمع ہوں۔

جب سب جمع ہو گئے تو چنگیز خان کے بیٹے تولی نے عورتوں کو کہا کہ وہ مردوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ اس کے بعد اپنے لشکر کو حکم دیا، تمام مرد سوائے دست کاروں کی جماعت کے قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں کا بھی سوائے چند خوش رو جوان لڑکیوں کے وہی حشر ہوا۔ کہتے ہیں کہ ہر منگول لشکری نے چار سو انسانوں کا خون بہایا اور اس عظیم شہر کی ساری آبادی یعنی کم و بیش تیرہ لاکھ انسان ان وحشی منگولوں کی بربریت کا شکار ہو گئے۔

جب یہ ہولناک کارنامہ انجام پا چکا تو تولی نے حکم دیا کہ شہر کی تمام عمارتیں گرا دی جائیں۔ حکم کی دیر تھی کہ وحشی منگولوں کا ایک ہجوم ہتھوڑے اور کدالیں لے کر پل پڑا اور چند ہفتوں میں دارالسلطنت کے محلات، مکانات اور جھونپڑیاں سب کے سب پیوندِ زمین کر دیئے گئے۔ اس کے بعد بلخ کے امراء میں سے ایک شخص ضیاء الدین علی کو ان کھنڈرات کا حاکم مقرر کر کے چنگیز خان کے نامور سالار برماس کو وہاں کا داروغہ مقرر کر دیا اور خود تولی خان لشکر لے کر نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب منگولوں کا لشکر مرو سے کوچ کر گیا تو جو لوگ تہہ خانوں میں چھپ گئے تھے، مطلع صاف دیکھ کر باہر نکل آئے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جو آنکھ بچا کر بھاگ گئے تھے، واپس آ گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ ہو گئی۔ اتنے میں منگول لشکر کا ایک دستہ جو تولی کی فوج میں شامل ہونے کے لئے جا رہا تھا، وہاں سے گزرا۔ انہوں نے شہر کے بقیہ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ منگولوں کے اس دستہ کے لئے اناج کا بندوبست کریں۔

جب اس حکم کی تکمیل ہو چکی تو ان بچے کھچے باشندگانِ شہر کو بھی قتل کر دیا۔ کچھ دنوں

کے بعد منگول لشکر کا ایک اور دستہ وہاں سے گزرا جس کے کمانڈار نے اپنے لشکر حکم دیا کہ جو شخص بھی ان کے سامنے آئے اسے قتل کر دیں۔ چنانچہ اگر کوئی خوش قسمتی سے پہلے اور دوسرے قتل عام سے بچ گیا تھا، اب اس کی گردن بھی ماردی گئی۔

اسی اثنا میں یہ خبر موصول ہوئی کہ سرخس کا حاکم شمس الدین جو سرخس فتح ہونے کے بعد منگولوں کا ہم نوا ہو گیا تھا، اس نے منگولوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ چنانچہ مرو شہر کا حاکم، جس کا نام ضیاء الدین تھا اور جسے منگولوں نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا، وہ ایک لشکر لے کر سرخس کے حاکم شمس الدین کی گوشمالی میں روانہ ہوا۔ سرخس میں اس وقت چنگیز خان کا نامور سالار برماس بھی چار سو لشکریوں کے ساتھ قیام کیے ہوئے تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ سرخس کا حاکم شمس الدین اور مرو کا حاکم ضیاء الدین آپس میں ٹکرانے لگے ہیں تو برماس چار سو منگولوں کو لے کر سرخس سے نکلا اور بخارا کی طرف چلا گیا۔ اس لئے کہ برماس کو یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا بیٹا جلال الدین ایک لشکر کے ساتھ ان علاقوں کا رخ کیے ہوئے ہے۔ لہٰذا برماس، جلال الدین کی آمد سے ڈر کے بھاگ گیا ہے۔ اسی خوشی میں منگولوں کو چڑانے کے لئے ڈھول پیٹنا شروع کر دیئے گئے۔ برماس کو طیش آ گیا، واپس شہر میں آ کر حکم دیا، جو ہاتھ لگے، گردن اُڑا دو۔ چنانچہ جو لوگ پہلے تین حادثوں میں کسی وجہ سے بچ گئے تھے وہ بھی قتل ہو گئے تھے۔

خراسان کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ مرو کے حاکم ضیاء الدین نے سرخس کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد مرو واپس آ کر حکم دیا کہ فصیل اور قلعہ کی مرمت کر دی جائے۔ یہ حال دیکھ کر پناہ گزین اِدھر اُدھر سے جمع ہونے لگ گئے۔ اس دوران سلطان علاؤالدین کے دربار کا ایک سردار جس کا نام کشتگین تھا، ایک اچھا خاصا لشکر لے کر وہاں سے گزرا۔ ضیاء الدین کے مختصر سے لشکر کو دیکھ کر اس کا جی للچا گیا اور اس نے شہر کو فتح کرنے کے ارادے سے محاصرہ کر لیا۔ چونکہ ضیاء الدین میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، اس لئے اُس نے شہر چھوڑ دیا اور منگولوں کے دستہ کو بھی ساتھ لے کر مرو شہر کو چلا گیا۔

کشتگین نے شہر پر قبضہ کر کے تمام دفاعی مورچوں کی اچھی طرح مرمت کر لی۔ لیکن بعض باشندگانِ شہر کشتگین کے خلاف تھے۔ چنانچہ انہوں نے خفیہ طور پر ضیاء الدین کو ایک قاصد کے ذریعے کہلوا بھیجا کہ چونکہ باشندگانِ شہر نئے حاکم سے ناخوش ہیں، اس

لئے تم واپس آجاؤ اور شہر پر قبضہ کر لو۔

لیکن کسی نے کشتگین کو بھی بتا دیا۔ اس نے سواروں کا ایک دستہ قاصد کے تعاقب میں روانہ کیا جنہوں نے اسے منزلِ مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر ڈالا۔ اتنے میں چنگیز خان کا نامور سالار قراچہ ایک منگول لشکر لے کر سرخس کے مقام پر آ پہنچا۔ اسے جب کشتگین کی کارستانی کا علم ہوا تو اس گوشمالی کے لئے مرو پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا۔ کشتگین کے کان بھی اُدھر لگے ہوئے تھے۔ جب اُسے خبر ملی تو مرو کو چھوڑ کر سنگ پشت کو چل دیا۔ قراچہ کو بھی پل پل کی اطلاع مل رہی تھی، فوراً ہی اس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ چنانچہ متعدد جھڑپوں میں اس نے کشتگین کے لشکریوں کی کافی تعداد کا کام تمام کر دیا تھا۔

✿✿✿

اس کے بعد خراسان کی اس اندوہناک حالت میں مزید خرابیاں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابھی بمشکل چار پانچ دن ہی گزرنے پائے تھے کہ دو ہزار منگولوں کا ایک اور لشکر جو کہیں کمک کے طور پر جا رہا تھا، مرو سے گزرا۔ ان میں ایک ہزار لشکری تو منزلِ مقصود کو روانہ ہو گئے، باقی ماندہ ایک ہزار نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثنا میں منگولوں کے ڈر سے بھاگ کر آنے والوں کی کافی تعداد شہر میں پناہ لینے کے لئے جمع ہو چکی تھی۔

منگولوں نے دیکھا، ان کے ایک ہزار لشکری، اہلِ شہر کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے اس لئے انہوں نے دو اور منگول سالاروں کو جن کے نام مؤرخین تربائی اور کیار بتاتے ہیں اور جو قرب و جوار میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے، مدد کے لئے بلا لیا۔

کہتے ہیں پانچ دن کے بعد تربائی اور کیار پانچ ہزار لشکری لے کر کمک کو پہنچ گئے۔ اہلِ شہر کی قوتِ مدافعت جلد ہی جواب دے گئی اور شہر فتح ہو گیا۔ منگول سرداروں نے قتلِ عام کا حکم دیا۔ چنانچہ کم و بیش ایک لاکھ بے گناہ اس بربریت کی زد میں آ گئے۔

چونکہ حسبِ سابق اب بھی بہت سے لوگ اِدھر اُدھر کھنڈروں اور تہہ خانوں میں روپوش تھے، اس لئے منگولوں نے شہر کو کئی حصوں میں بانٹ کر مختلف دستوں کے سپرد کر دیا۔ تاکہ کھنڈرات کے کونوں کھدروں اور پناہگاہوں کے اندر اور باہر تلاش کیا جائے تاکہ کوئی آدمی بچنے نہ پائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چالیس دن تک یہ تلاش جاری رہی اور پناہ گاہوں اور تہہ خانوں سے گھسیٹ گھسیٹ کر لوگوں کو نکالا گیا اور نہایت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ اس دوران ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں سے مسجدوں میں اذانیں دلوائی گئیں جس سے تہہ خانوں میں چھپے لوگوں نے سمجھا کہ منگولوں کی آفت سر سے ٹل گئی ہے۔ وہ اس دھوکے میں باہر نکلے اور پکڑے گئے۔ چنانچہ یہ ساری کارروائیاں کرنے کے بعد منگول مرو شہر سے روانہ ہوئے تو اس عظیم شہر کی آبادی صرف چار آدمیوں پر مشتمل تھی اور یہ چار آدمی بھی ہندوستان کے ہندو تھے جو تجارت کی غرض سے وہاں مقیم تھے۔

منگولوں کے چلے جانے کے بعد جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے ہوئے لوگوں کو جب اطمینان ہو گیا کہ مطلع صاف ہو گیا ہے تو آہستہ آہستہ پھر سے یہاں آ کے آباد ہونے لگے۔ اس دوران ارسلان نامی ایک سالار نے جرأت کر کے ازسرِ نو حکومت کی داغ بیل ڈالی اور نظم و نسق کی درستگی میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ نسا شہر کے ایک ترکمان دار کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے مرو پر چڑھائی کر کے ارسلان کو بھگا دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔ اس نے تقریباً دس ہزار آدمی اپنی کمان میں جمع کر لئے اور ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔

چھ مہینے کے عرصے میں اس کا حلقۂ اثر، طالقان تک پھیل گیا۔ وہ نسا پر حملے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک ارسلان جو ابھی تک یاک یزار کے قلعے میں مقیم تھا، نے اس پر چڑھائی کر دی اور اسے مار بھگایا۔ لیکن مرو کی قسمت کا ستارہ ابھی تک رو بہ زوال تھا۔ چنانچہ چنگیز خان کا سالار قراچہ ایک ہزار منگول لشکریوں کو لے کر پھر شہر پر حملہ آور ہوا اور جو شخص اس کے ہتھے چڑھا، اسے معاف نہیں کیا۔ قتل و غارت کا یہ سلسلہ متواتر چالیس دن تک جاری رہا۔ اور جو خوش قسمت اس مصیبت سے بچ نکلے، انہیں اس کے بعد آنے والے ایک اور لشکر نے ختم کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے کئی مہمیں سر کرنے کے بعد آخر کار منگولوں نے خراسان پر بھی قبضہ کر لیا۔

❁❁❁

سلطان کی طرف جاتے جاتے ایک جگہ نظام الدین نے اچانک اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس موقع پر عارض زوزنی نے دیکھا ایک طرف سے تین گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ وہ مخبر اور ہرکارے تھے جو سلطان کی طرف سے مقرر تھے اور مختلف علاقوں کی خبریں نظام الدین اور عارض زوزنی تک پہنچاتے تھے۔

جب وہ تینوں سوار قریب آئے، تب لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے نظام الدین نے ان کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائیو! کیا کوئی اہم نوعیت کی خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر آنے والوں میں سے ایک نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہم واقعی اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ کہ آپ کو پکڑنے اور گرفتار کرنے کے لئے ایک لشکر دے کر چنگیز خان نے اپنے دو سالاروں جائسی اور پیل گوش کو مقرر کیا تھا، لیکن اب چنگیز خان نے تبدیلی کی ہے اور جائسی کے ساتھ اس نے اپنے ایک دوسرے سالار کو مقرر کیا ہے جس کا نام الک ہے۔ اب جائسی اور الک ایک لشکر لے کر آپ کی تلاش اور آپ کو گرفتار کرنے کے لئے نکلیں گے۔ برغہ خان اور آپ کے ہاتھوں مارے جانے والے منگول سالار اربوش کی چچا زاد بہن اولون بھی اس لشکر میں شامل ہوں گے۔ پیل گوش کو چنگیز خان نے ایک نئی مہم سونپی ہے اور وہ یہ کہ وہ ہمارے شہر نسا پر حملہ آور ہوگا۔ اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ پہلے وہ نسا پر حملہ آور ہو، شہر کو نیست و نابود کرنے کے بعد نیشاپور پر حملہ آور ہو جائے۔

یہ بھی خبریں ملی ہیں کہ پیل گوش جب نسا شہر فتح کر لے گا تو نیشاپور کی طرف بڑھے

گا اور اس کی مدد کے لئے چنگیز خان اپنے داماد قجار کو ایک لشکر دے کر پیل گوش کی طرف روانہ کرے گا تاکہ نیشاپور شہر کو فتح کرنے میں آسانی ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب نظام الدین، عارض زوزنی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عارض زوزنی! میرے عزیز بھائی! اپنے لشکر سے چند دستے لو اور یہ رسد کا سارا سامان لے کر سلطان کی طرف چلے جاؤ۔ میں اب سلطان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اس لئے کہ سلطان پھر مجھے کسی شہر کی مہم کی طرف روانہ کر دے گا تاکہ میں چنگیز خان کی پیش قدمی میں سستی پیدا کروں اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میرے عزیز بھائی! میں چنگیز خان کو دو ایسے چرکے لگانے کا عزم کر چکا ہوں کہ وہ چیخ چلا اُٹھے گا۔ عارض زوزنی! خداوند قدوس زندگی ایک بار دیتا ہے اور اس زندگی میں کچھ کر کے جانا چاہئے۔ اس لئے میں نے ایک عزم کر لیا ہے اور ہر صورت میں اس پر عمل کروں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے جب نظام الدین رکا، تب عارض زوزنی کہنے لگا۔

"امیر! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے ساتھ سلطان کے پاس چلیں۔"

نظام الدین کہنے لگا۔

"میرے بھائی! کیا میں سلطان کے پاس اس لئے جاؤں کہ وہ کسی اور شہر کی طرف بھیجے اور میں وہاں جا کے مسلمانوں کی لاشیں گرتی دیکھ کر کڑھتا رہوں، دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا رہوں؟ اس سے پہلے جو مصیبت ہم خوارزم، سمرقند اور بخارا میں اٹھا چکے ہیں، ان تین حادثوں نے میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور میری راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ جہاں تک ہمارے سلطان کا تعلق ہے تو وہ اپنے آباء و اجداد کے فیصلوں کی عبارتیں، اپنے منصفوں کی روایتوں کو قطعاً فراموش کر چکا ہے۔ نہ اس کے پاس ریاضتِ نیم شبی، نہ دن کی سلگتی آتش رہی ہے۔ وہ جگہ جگہ دو لاکھ کے لشکر کو لئے سر چھپاتا پھرتا ہے۔ جب کہ ہمارے شہروں، قصبوں اور وطن کے شجر شجر کا بدن زخم زخم، کلی کلی کا تن لہولہو ہے۔ بلبل کی آنکھ نم، سسکیاں لیتی فاختہ کسی سے امن و تحفظ کی اُمیدوار ہے۔ کئی ماؤں کی ہوک سینوں میں دب گئی ہوگی جن کے جوان بیٹے میدانِ جنگ میں کام آ چکے ہیں۔ شہروں سے باہر

مسلمانوں کے کفن کی دھجیاں اُڑائی گئیں۔ یہ ہمارے اس چمن کی بکھری داستانیں ہیں، جس پہ ہم فخر کیا کرتے تھے۔ ہمارے لوگوں کے چہروں کی خوش رنگ تحریریں منگولوں کے ہاتھوں اُڑ چکی ہیں اور ہمارے سلطان کا یہ حال ہے کہ اس کی بوڑھی سوچیں جوان جذبوں کو ختم کر رہی ہیں۔ منگول چاروں طرف حقیر لفظوں کی خاردار فصیلیں نصب کر رہے ہیں اور سلطان کے ذہن پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کئی بار اس کی منت کر چکا ہوں کہ لشکر ہمارے حوالے کر دے۔ ہم جانیں اور چنگیز خان۔ اگر ہم اسے مار مار کر صحرائے گوبی تک اس کا تعاقب نہ کریں تو سلطان میری گردن کاٹ دے۔ لیکن سلطان مانتا ہی نہیں ہے۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا تب عارض زوزنی کہنے لگا۔

"نظام الدین! آپ کے ساتھ میرے کئی رشتے ہیں۔ پہلا رشتہ یہ ہے کہ آپ میرے امیر ہیں، آپ کا اتباع میرا فرض ہے۔ آپ میرے سالار ہیں، آپ کی کمانداری میں، میں اپنی جان اور اپنا تن قربان کر سکتا ہوں۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ بھائی کو میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ میرے دوست ہیں۔ دوست کے ساتھ دوستی نبھانا میرا فرض ہے۔ اس واسطے اگر آپ سلطان کے پاس نہیں جانا چاہتے تو چند چھوٹے سالاروں کو کچھ دستے دے کر یہ سارا سامان سلطان کی طرف بھجوا دیتے ہیں۔ اور جس مہم پر آپ نکلنا چاہتے ہیں، عارض زوزنی چھاتی تان کر آپ کا ساتھ دے گا۔"

عارض زوزنی یہاں تک کہنے کے بعد رکا، سانس لیا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"نظام الدین میرے بھائی! جہاں آپ کے قدم پڑیں گے، وہاں عارض زوزنی آپ کے قدم سے قدم ملاتا ہوا، آپ کے شانے سے شانہ ملاتا ہوا دشمن پر ضرب لگائے گا۔ لیکن آپ کو اکیلا کہیں نہیں جانے دے گا۔"

ہلکا سا تبسم اس موقع پر نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

"اچھا اگر یہ بات ہے تو چند سالاروں کو مقرر کرو کہ چند دستوں کے ساتھ وہ یہ سارا سامان، سلطان کی طرف لے جائیں۔ پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

عارض زوزنی فوراً حرکت میں آیا، کچھ چھوٹے سالاروں کو چند دستے مہیا کئے جن

کے ساتھ وہ سارا رسد کا سامان سلطان کی طرف بھجوا دیا گیا تھا۔ جب وہ دستے روانہ ہو گئے، تب اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں دو خطرناک مہموں کی ابتدا کرنے والا ہوں۔ ان مہموں سے میں اپنی ملت کا سر بلند، اپنے دیس کے تحفظ کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ تم میں سے جو میرا ساتھ دینے کا عزم رکھتے ہیں، وہ ہاتھ کھڑا کر دیں۔ جو اس مہم میں شامل نہیں ہونا چاہتے وہ بائیں جانب نکل کر کھڑے ہو جائیں۔''

نظام الدین کے ان الفاظ کے جواب میں سب نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے تھے اور کوئی بھی بائیں جانب نکل کر کھڑا نہ ہوا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے نظام الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ اپنے پہلو میں کھڑے عارض زوزنی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! جو کچھ میں کہنے والا ہوں، غور سے سننا۔ جیسا کہ مخبروں نے بتایا ہے کہ چنگیز خان ایک لشکر اپنے سالار پیل گوش کو دے کر نسا کی طرف بھیجے گا۔ لہٰذا ہم یہاں سے اپنے شہر نسا کا رخ کریں گے۔ گھات میں رہیں گے۔ جونہی منگولوں کا سردار پیل گوش، نسا پر حملہ آور ہو گا، ہم اس پر ضرب لگائیں گے اور اسے اس قابل نہیں چھوڑیں گے کہ وہ بچ سکے۔ اس کے بعد ہم پیچھے ہٹ جائیں گے۔ نسا شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ نسا شہر میں داخل ہونے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم شہر میں داخل ہو گئے تو منگولوں کا کوئی اور بڑا لشکر آئے گا اور شہر کا محاصرہ کر لے گا۔ اس طرح وہ شہر پر قبضہ کر لیں گے اس لئے کہ ہمارے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں ہے کہ ہم منگولوں کے سامنے شہر کا دفاع کر سکیں۔

نسا میں پیل گوش سے نمٹنے کے بعد ہم پھر اپنی گھات میں چلے جائیں گے اور اپنے مخبروں کو اِدھر اُدھر پھیلا دیں گے۔ جب ہمیں وہ خبر دیں گے کہ نیشاپور میں چنگیز خان کا داماد تفچار پہنچ گیا ہے تو پھر میں تفچار کے خلاف بھی کارروائی کروں گا۔ اور ان دو مہموں میں خداوند قدوس کو منظور ہوا تو میں پیل گوش کا بھی سر کاٹ دوں گا اور چنگیز خان کے داماد تفچار کی بھی گردن کاٹوں گا۔ اپنے سالار پیل گوش اور داماد تفچار کے مرنے کے بعد چنگیز خان کو جو دکھ اور صدمہ ہو گا، وہ بھی قابل دید ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا، پھر عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنے لگا۔

''میرے بھائی! اب بول تیرا کیا خیال ہے؟''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر عارض زوزنی کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا کیا خیال ہونا ہے میرے عزیز بھائی! جو خیال نظام الدین کا ہے، وہی خیال عارض زوزنی کا ہے۔''

عارض زوزنی کے یہ الفاظ سن کر نظام الدین خوش ہو گیا تھا۔ ایک دن اور ایک رات وہیں انہوں نے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا، اس کے بعد وہاں سے انہوں نے کوچ کیا۔ نسا شہر کے نواح میں نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں چلے گئے تھے۔

چنگیز خان کے حکم پر چنگیز خان کا نامور سالار پیل گوش ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ نسا شہر کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس نے سفر کرتے ہوئے نسا شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔

نسا شہر کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ نسا شہر مقابلتاً محفوظ مقام شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں کے باشندوں نے ایک بار سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے باپ تکش کے زمانے میں بغاوت کر دی تھی اور چونکہ شہر کی فصیل بہت مضبوط تھی، اس لئے سلطان کو از سر نو شہر کو فتح کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی تھی۔ چنانچہ جب شہر فتح ہو گیا تو فصیل پر سب مورچے گرا دیئے گئے۔ اس کے بعد سلطان علاؤالدین کے زمانے میں جب اہلِ شہر نے پھر گڑبڑ کرنا چاہی تو سلطان کے حکم سے فصیل شہر بھی گرا دی گئی تھی۔

بعد میں جب منگولوں کی بے پناہ یلغاریں شروع ہوئیں تو سلطان نے اہلِ شہر کو فصیل اور مورچوں کی مرمت کی اجازت دے دی۔ چونکہ منگولوں کی لشکر کشی کا خطرہ ہر آن بڑھتا جا رہا تھا، اس لئے نہایت سرعت سے تمام دفاعی انتظامات مکمل کر دیئے گئے۔

چنگیز خان کا نامور سالار پیل گوش جب اپنے لشکر کے ساتھ نسا شہر کے باہر آ کے پڑاؤ کر گیا، تب اس کی خبر نظام الدین کے مخبر بھی اسے کر چکے تے۔ پیل گوش رات کے وقت نسا شہر کے نواح میں پہنچا تھا۔ شہر کے لوگوں کو بھی خبر ہو چکی تھی لہٰذا وہ چوکنے ہو چکے

تھے۔ تاہم انہیں یہ خبر نہ تھی کہ ان کا بڑا سالار نظام الدین اور اس کا ساتھی عارض زوزنی ایک لشکر کے ساتھ منگولوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے گھات میں پہنچ چکے ہیں۔

چنانچہ اسی رات جب نظام الدین کو پیل گوش کے آنے کی خبر ملی، تب اس نے عارض زوزنی اور دوسرے چھوٹے سالاروں کو اپنے پاس بلا لیا، پھر عارض زوزنی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! میرے بھائی! چنگیز خان کا سالار اپنے بہت بڑے لشکر کے ساتھ نسا شہر کے نواح میں پڑاؤ کر چکا ہے۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ ہم نے اسے زیادہ ڈھیل نہیں دینی۔ آنے والی صبح کو ہم اُس سے ٹکرائیں گے اور میں چاہتا ہوں اس سے ٹکراؤ کو دوپہر سے پہلے پہلے ختم کر کے کوشش کریں کہ ہم پیل گوش کے لشکر کا خاتمہ کر دیں۔

عارض زوزنی! میرے بھائی! ہم لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ تم لے کر ذرا بائیں جانب سے کاوا کاٹتے ہوئے پیل گوش کے شمال کی طرف سے نمودار ہونا۔ میں یہاں سے سیدھا آگے جاؤں گا اور پیل گوش کے لشکر پر جنوب کی طرف سے حملہ آور ہوں گا۔ جب میں اور پیل گوش دونوں ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا جائیں گے تو شمال کی طرف سے تم حملہ آور ہونا۔ جب تم ایسا کرو گے تو میں آگے بڑھوں گا اور جنوب کی طرف پوری قوت اور پوری شدت کے ساتھ پیل گوش کے لشکر پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں پیل گوش ہی نہیں، اس کے لشکر کی اکثریت کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ میرے بھائی! اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔''

سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جب کہ مشرق کی طرف سے روشنی پھوٹنا شروع ہو گئی تھی، نظام الدین اور عارض زوزنی حرکت میں آئے۔ سب سے پہلے عارض زوزنی نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ وہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر تھوڑا سا چکر کاٹتے ہوئے پیل گوش کے لشکر کے شمال کی طرف گیا تھا۔ چنانچہ اس کے روانہ ہونے سے تھوڑی دیر بعد نظام الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور شمال کی طرف بڑھا تھا۔

نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے قریب دہر کی رسوم و قیود سے آزاد ہو کر چٹانوں سے ٹکراتے نیلے بحر کی طرح نمودار ہوا۔ کھولتی صداؤں کی بازگشت،

آتشیں دھاروں کی طرح آگے بڑھا، اس کے بعد وہ پیل گوش کے لشکر پر خون کے بھنور کھڑے کرتے آندھیوں کے شناسا بحر، قضا و فنا سے ماوراء عزائم کی فولادی پختگی، تقدیر کا عذاب بن کر نزول کرتے جھکڑوں کے محرموں اور تیرگی میں روشنی کی سربلندی اور سرفرازی کا باعث بنتے زلزلوں سے گلے ملتے رقص کرتے رعد کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پیل گوش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر اچانک کہیں سے نمودار ہو کر اس پر حملہ آور ہو گیا ہے تو وہ بھی حرکت میں آیا اور شب کے سایوں میں غلطاں خوابوں کی زنجیروں کے حلقے توڑتے بے چین شراروں کے خروش، جسم و جاں کی کم بختی، بھٹکتی صداؤں میں کھولتے اشاروں کو نظروں کی آخری حدود میں گم کر دینے والی مرگ کی کھولتی صداؤں اور خیالوں کی دنیا میں خون کی ڈوبی اُمیدیں کھڑی کرتے قہرمانیوں کے جلتے دھاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پیل گوش خوش تھا کہ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر ہے اور اسے لمحوں کے اندر دھو کر رکھ دے گا اور ان کا خاتمہ کر دے گا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور تبدیلی نمودار ہوئی اور وہ یہ کہ عارض زوزنی اچانک شمال کی طرف سے نمودار ہوا، پھر وہ پیل گوش کے لشکر پر شمال کی طرف سے گردشِ مقیاس میں درد کی دُھند پھیلاتے سرسامون، احساسات کے بے کنار دشت میں بحرانی کیفیت برپا کرتے عذابوں کے ہولناک آشوب، لہو بھری وارداتوں میں فنا کی تختیاں لکھتے پُرآشوب اندھیاؤ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رزم گاہ کی حشر سامانیوں میں نبضیں نحیف ہونے لگی تھیں۔ ذلت کے تند ریلے رگ رگ میں تلاطم اُٹھانے لگے تھے۔ اُداسی کے زرد لمحات کھڑے کرتی تشدد بھری تیغ زنی، سانسوں کی سلوٹ سلوٹ میں فنا کے خونی رقص برپا کرنے لگی تھی۔

منگول، ظلم جن کی فطرت، قتل جن کی عادت، جبر جن کی سرشت تھی، جب نظام الدین اور عارض زوزنی نے جنوب اور شمال کی طرف سے ان پر جان لیوا حملے کرتے ہوئے ان کے ساتھیوں کا قتل عام شروع کر دیا، تب منگول گھورتی آنکھوں اور چہروں پر سوالات کے انبار لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایسے میں اپنے چند دستوں کے ساتھ بڑے پُرجوش انداز میں نظام الدین نے یلغار

کی اور منگولوں کے لشکر کے سالار پیل گوش کے سر پر جا پہنچا۔ دونوں تھوڑی دیر کے لئے آپس میں ٹکرائے اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں نظام الدین نے پیل گوش کی گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔

پیل گوش جوں ہی لاش کی صورت میں گھوڑے سے گرا اور جس جس منگول نے اُس کی یہ کیفیت دیکھی، ان کے ذہنوں پر خونی دستک، دلوں پر ذلت کے عکس نزول کر گئے تھے۔ چنانچہ نظام الدین کے ہاتھوں پیل گوش کے مارے جانے کی خبر ایک کان سے دوسرے کان ہوتی ہوئی پورے لشکر میں پھیل گئی تھی۔ چنانچہ منگولوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ دور تک نظام الدین اور عارض زوزنی نے ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا، پھر دوبارہ وہ جس جگہ سے آئے تھے، وہیں جا کر انہوں نے گھات لگا لی تھی اور اپنے اطراف میں انہوں نے حسبِ سابق اپنے مخبر اور ہرکارے پھیلا دیئے تھے۔

چنگیز خان کو ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی تھی کہ نسا شہر کے نواح میں اس کے سپہ سالار پیل گوش پر کیا بیتی ہے کہ اس نے اپنے داماد تغجار کو پیل گوش سے بھی بڑا ایک لشکر دیا اور اسے نیشاپور کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ نیشاپور پر حملہ آور ہو۔ اور اتنی دیر تک پیل گوش بھی نسا شہر سے فارغ ہونے کے بعد تغجار سے آ کر مل جائے گا اور پورے لشکر کی کمانداری، تغجار کے ہاتھ میں آ جائے گی۔

چنانچہ چنگیز خان کے حکم پر اس کا داماد تغجار ایک بہت بڑا لشکر لے کر نیشاپور کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس دوران چنگیز خان کو نیشاپور سے باہر پیل گوش کے مارے جانے اور اپنے ان گنت لشکریوں کے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے کی خبر ملی تو اسے سخت دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس کا داماد تغجار تو نیشاپور آ کے پڑاؤ کر گیا تھا، ابھی اُس نے وہاں حملوں کی ابتدا نہیں کی تھی۔ جب کہ چنگیز خان نے نسا شہر کو فتح کرنے کے لئے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ اس لشکر نے ان سارے بھگوڑے منگولوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جو نظام الدین اور عارض زوزنی کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد بھاگے تھے۔

چنانچہ وہ لشکر بھی جب نسا شہر پہنچ گیا، تب جس جگہ نظام الدین اور عارض زوزنی نے گھات لگا رکھی تھی، وہاں سے وہ اٹھے اور نیشاپور شہر کا انہوں نے رخ کیا تھا۔

دوسری طرف نسا شہر کی یہ حالت ہوئی کہ بقول مؤرخین پیل گوش تو مارا گیا لیکن نسا شہر کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ منگولوں کو کمک پہنچ چکی تھی۔ نسا شہر کے اندر جو لشکر تھا، مؤرخین کے مطابق اس نے چودہ دن تک منگولوں کا مقابلہ کیا۔ آخر وہ ہمت ہار بیٹھے اور شہر فتح ہو گیا۔ چونکہ مؤرخین کے مطابق نسا شہر سے باہر چنگیز خان کا بہترین سالار پیل گوش مارا گیا تھا۔ چنانچہ شہر کے فتح ہونے کی دیر تھی کہ منگول درندوں کی طرح شہر کے لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور اہلِ شہر کو انہوں نے کاٹ کے رکھ دیا تھا۔

نظام الدین نے عہد کیا تھا کہ وہ پیل گوش کو موت کے گھاٹ اتارے گا اور پیل گوش کے بعد وہ چنگیز خان کے داماد تغجار کی گردن بھی کاٹے گا۔

نظام الدین اور عارض زوزنی نسا شہر سے روانہ ہو کر نیشاپور شہر کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں خبر ملی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے نیشاپور شہر ہی میں قیام کیا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی تیزی سے نیشاپور شہر کی طرف بڑھے تاکہ سلطان سے گزارش کریں کہ وہ نیشاپور شہر ہی میں قیام کرے اور جو لشکر اس کے پاس ہے، اس کے کچھ حصے ہمارے حوالے کر دے۔ شہر کے اندر سے صرف سلطان ضرب لگائے، باہر سے ہم ضرب لگائیں گے اور جو بھی منگول نیشاپور پر حملہ آور ہوں گے، ان سب کو کاٹ کے رکھ دیں گے۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی، وقت کی بدقسمتی کہ نظام الدین اور عارض زوزنی ابھی راستے میں ہی تھے کہ سلطان نیشاپور سے نکل کر کسی دوسری منزل کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

مؤرخین، سلطان علاؤالدین کے نیشاپور کی طرف آنے سے متعلق تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جب سلطان علاؤالدین، منگولوں کے ڈر سے بھاگا تھا تو اس دوران اُس کا گزر نیشاپور سے بھی ہوا تھا۔ گھبراہٹ کے عالم وہ نہ جنگ لڑ سکتا تھا اور نہ ٹھہر سکتا تھا۔ اُس کی اس بدحواسی سے سارا ملک بدحواس ہو رہا تھا۔ اُدھر منگولوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ جس شہر کو فتح کر لیتے، اسے لوٹ کر اہلِ شہر کو قتل کر دیتے تاکہ اہلِ ملک کی رہی سہی قوتِ مزاحمت بھی جواب دے جائے۔ اس پر ستم یہ کہ سلطان دو لاکھ کے لشکر کو اپنے ساتھ لئے پھرتا تھا اور جہاں سے گزرتا تھا، وہاں کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے ان کو یہ مشورہ دیتا کہ منگولوں سے لڑنے کے بجائے بہتر یہ ہو گا کہ تم ان سے اظہارِ اطاعت کر لو۔ یہی مشورہ اس نے اہلِ نیشاپور کو بھی دیا تھا۔ لیکن نیشاپور کے لوگوں نے منگولوں کے

طور طریقے دیکھ رکھے تھے۔ وہ جانتے تھے، موت سے فرار ممکن نہیں۔ اس لئے بے بسی کی موت کے بجائے لڑ کر مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کے مشورے کو ٹھکرا دیا اور دفاعی انتظامات کی درستی میں لگ گئے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان ابھی نیشاپور میں مقیم تھا کہ اُسے اُس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ چنگیز خان نے اپنے سالار سوبدائی کی سرکردگی میں سلطان خوارزم شاہ کو پکڑنے کے لئے جو لشکر مقرر کیا تھا، وہ نیشاپور کا رخ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے بقول مؤرخین اس نے عمر کافی سے رابطہ کیا جو اس کے ساتھ لشکر میں شامل تھا۔ سلطان کو نظام الدین اور عارض زوزنی کے بھی اس سمت آنے کی خبر مل چکی تھی۔ ان کی طرف بھی سلطان نے پیغام بھجوایا کہ وہ اس کی غیر حاضری میں نظم و نسق کا خیال رکھیں اور خود شکار کھیلنے کے بہانے وہاں سے کوچ کر گیا۔ سلطان کی نیشاپور سے روانگی کے وقت نیشاپور کا حاکم شرف الدین کسی تقریب کے سلسلے میں نیشاپور سے باہر گیا ہوا تھا۔ جب اسے سلطان کی نیشاپور سے روانگی کا علم ہوا تو اس خیال سے کہ کہیں اس کی غیر حاضری میں کوئی ناگوار حادثہ رونما نہ ہو جائے، فوراً نیشاپور کو روانہ ہو گیا۔ لیکن ابھی وہ نیشاپور سے تین ہی منزل دور تھا کہ فوت ہو گیا۔

چونکہ خدشہ تھا کہیں اس کے غلام بغاوت نہ کر دیں، اس لئے اس کی وفات کو راز میں رکھا گیا تا کہ جو لوگ شرف الدین کے ساتھ تھے، خیریت کے ساتھ نیشاپور پہنچ جائیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ دو دن کے بعد 617ھ بمطابق 1220ء کو چنگیز خان کا ایک چھوٹا سالار نام جس کا طائفی تھا اور جو سوبدائی کے اس لشکر کے اندر شامل تھا جو علاؤالدین کا تعاقب کئے ہوئے تھا، سوبدائی نے طائفی کو چھوٹا سا ایک لشکر دے کر مقدمۃ الجیش کی صورت میں نیشاپور کی طرف روانہ کیا تھا۔

چنانچہ منگولوں کے ہراول دستے کے سالار طائفی نے نیشاپور پہنچ کر اہلِ شہر کو کہلا بھیجا کہ وہ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو انہیں خانِ اعظم کی اطاعت قبول کر لینی چاہئے۔

دوسری طرف نیشاپور کے حاکم شرف الدین کے مرنے کے بعد ایک شخص مجیر الملک نے نیشاپور کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ یہ شخص بڑا عاقل تھا۔

چنانچہ جب چنگیز خان کے سالار طائفی نے نیشاپور والوں کو پیغام بھیجا کہ وہ چنگیز

خان کی اطاعت قبول کر لیں تو مجیر الملک نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تمہارا جھگڑا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے ہے تو تم اس کا تعاقب کر رہے ہو۔ اگر تم اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نیشا پور بغیر کسی خون ریزی کے تمہاری سلطنت میں شامل ہو جائے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کوئی سپاہی نہیں ہوں کہ مقابلہ کروں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کے سالار طاقی کو یہ سیدھا سادھا جواب بڑا پسند آیا اور چھیڑ چھاڑ کرنا مناسب نہ جانا۔ مجیر الملک نے اس خوشی میں کچھ تحفے تحائف بھی پیش کئے جو طاقی نے منظور کر لئے اور پھر اپنے ان دستوں کو لے کر سلطان کے تعاقب میں لگ گیا۔

اس کے بعد چنگیز خان کا سالار سوبدائی بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے گزرا۔ وہ بھی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ نیشا پور شہر سے باہر رک کر اس نے شیخ الاسلام قاضی اور بعض امراء سے گفتگو کے بعد یہ تہیہ کیا کہ فصیلِ شہر اور تمام دفاعی مورچے گرا دیئے جائیں اور جب کوئی منگولوں کا لشکر شہر کے پاس سے گزرے تو اس کی باقاعدہ آؤ بھگت کی جائے۔ نیز کوئی ایسی حرکت اہلِ شہر سے سرزد نہ ہونے پائے جو اس معاہدے کی رُو کے منافی ہو۔

چنانچہ یہ کچھ کرنے کے بعد سوبدائی اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تا کہ سلطان علاؤالدین کا تعاقب کرے۔

نیشا پور کے لوگوں نے کچھ عرصہ تک بقول مؤرخین خاموشی اختیار کئے رکھی اور جو منگول بھی وہاں سے گزرتے، ان سے کوئی تعرض نہ کرتے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ کچھ عرصہ کے بعد تواتر کے ساتھ عراق میں منگولوں کے خلاف سلطان علاؤالدین کی کامیابی کی جعلی افواہیں پھیلنے لگیں۔ یہ خبریں سن کر نیشا پور کے لوگوں کے روّیہ میں رفتہ رفتہ تبدیلی پیدا ہونے لگی۔

اس موقع پر طوس کے ایک شخص نے نیشا پور کے لوگوں کو پیغام بھجوایا کہ سلطان کی فرضی فتوحات کی افواہوں پر یوں یقین نہ کرو۔ یہ بات لوگوں کو پسند نہ آئی چنانچہ طوس ہی کے ایک شخص نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر اہلِ نیشا پور کے پاس بھیج کر انہیں غیرت دلائی کہ وہ کیوں منگولوں کے خلاف آمادۂ بغاوت نہیں ہو جاتے۔

اسی دوران ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ سوبدائی اپنے لشکر کو لے کر جب آگے بڑھ گیا تو چنگیز خان کا داماد تغجار اپنے لشکر کو لے کر نیشاپور کے باہر آ کر پڑاؤ کر گیا۔ منگول جو معاہدہ کرتے تھے، اس کی تکمیل نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا تغجار نے نیشاپور پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری طرف نظام الدین اور عارض زوزنی برق رفتاری کے ساتھ نیشاپور کا ہی رخ کئے ہوئے تھے۔

تغجار نے ابھی نیشاپور شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتدا نہیں کی تھی کہ نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کو لے کر نیشاپور کے نواح میں پہنچ گئے۔

منگولوں پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی انہوں نے پہلے سے کر رکھی تھی۔ وہ بڑے مطمئن تھے اس لئے کہ جو لشکر چنگیز خان کا داماد تغجار لے کر آیا تھا، اس کے بعد مزید لشکر بھی اُس کی مدد کے لئے پہنچ چکا تھا۔ لیکن ان سب خطرات کی پروا کئے بغیر نظام الدین اور عارض زوزنی بڑی تیزی سے تغجار کے اس لشکر کی طرف بڑھے تھے۔

اچانک ایک طرف سے نظام الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چپ کے بہتے ساگر میں دلوں کی دھڑکنوں کو بے ربط کرتے اندیشوں کے سیل بے اماں، دکھ کی اندھی گھاتوں میں جبر کے انوکھے ڈھنگ کی طرح نمودار ہوا۔ اس کے بعد وہ تغجار کے لشکر پر مایوسی کے گمبھیر سایوں میں لہراتے بھنور، گھٹاؤں میں رقص کرتی زندگی کو زنگ آلود کرتی نہ رکنے والی بلاخیزیوں، منزلوں کے سراغ مٹاتی بھڑکتی کھولتی جوالا مکھی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

چونکہ تغجار نے بھی نظام الدین اور اس کے لشکر کو آتے دیکھ لیا تھا، لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو متحد کر دیا تھا اور جب نظام الدین حملہ آور ہوا تو جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی نظام الدین کے لشکر پر موت کے سندیسوں سے دوچار کرتے گناہ و شر کے پتلوں، سازشی ماحول کے بحران میں رگ و پے میں برستی ظلمتوں، سلسلۂ روز و شب سے اُٹھتے زیاں خیز نقوش کی خونی علامتوں اور بھٹکتی بلکتی ٹوٹتی گھٹن میں اندھی صدیوں کی خونی داستانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ابھی تغجار بری طرح نظام الدین کے ساتھ مصروف پیکار ہوا تھا کہ اس کی دوسری سمت سے عارض زوزنی ہلاکت کے ہاتھوں کو کاٹتی بپھری صداؤں کی طرح تکبیریں بلند

کرتا ہوا نمودار ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ بھی دوسری سمت سے تغجار کے لشکر پر بدنوں کا روپ سنگھار مٹاتے غضب ناکی کے گردابوں، جسموں کی ساری سرشاریاں پُرہول سکوت میں بدلتے انجانے جذبوں کے سرسام، دل کی گناہ گار لوحوں کو توڑتے موت کے سناٹوں کے انبار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس طرح نیشاپور کے نواح میں میدانِ جنگ کے اندر خونی رُتوں کی یلغار، بے خدوخال ہیولے، ذلت کا فسوں اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئے تھے۔ ہر جذبہ، ماضی کی گونج بننے لگا تھا۔ پھیلتے بے تحریک دکھ اپنا رنگ جمانے لگے تھے۔ ہر رکاوٹ کو دُور کرتی قضا اپنے شکار میں اضافہ کرتی چلی جا رہی تھی۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نظام الدین نے کچھ دستے خاص طور پر تیار کر رکھے تھے۔ اچانک ان کے ساتھ وہ حرکت میں آیا، بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور چنگیز خان کے داماد تغجار کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ دونوں میں لحہ بھر کے لئے ٹکراؤ ہوا اور اسی ٹکراؤ کے دوران نظام الدین نے تغجار کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ ایسا ہونے کے بعد اپنے دستوں کو لے کر بڑی تیزی سے نظام الدین پیچھے ہٹا۔ ساتھ ہی وہ تکبیریں بلند کرنے لگا تھا۔ یہ تکبیریں عارض زوزنی کے لئے اشارہ تھیں کہ وہ اپنا کام ختم کر چکا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں پسپا ہو کر اپنے محفوظ مقامات کی طرف چلے جانا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ساتھ نظام الدین اور عارض زوزنی نے اپنے لشکر کو سمیٹا، پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر بحفاظت مغرب کی طرف بھاگ گئے تھے۔

تغجار کے مارے جانے کی وجہ سے منگولوں کے کسی دوسرے سالار کو یہ جرأت اور جسارت نہ ہوئی کہ مسلمان جو اپنا کام کر کے چل دیئے ہیں، ان کا تعاقب کریں اور ان کو نقصان پہنچائیں۔ شاید تغجار کے مارے جانے کی وجہ سے ان پر ایک خوف طاری ہو گیا تھا جس کی بنا پر انہوں نے نظام الدین اور عارض زوزنی کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے لشکر کو محفوظ کر کے چلتے بنے تھے۔

چنگیز خان کو جب اپنے داماد تغجار اور سالار بیل گوش کے مرنے کی اطلاع دی گئی تو اس کے دکھ اور صدمے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جس وقت یہ اطلاع دی گئی، اس وقت چنگیز خان کی بیٹی توبائی بھی اس کے پاس تھی۔ اور وہ اپنے شوہر تغجار کے مرنے کا سن کر بڑی

بری طرح واویلا کرتے ہوئے ماتم کرنے لگی تھی۔ یہ صورتِ حال یقیناً چنگیز خان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ پہلے اسے اپنے سالار اربوش کا صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا اور اب اس کا بڑا سالار ہی نہیں، اس کا داماد تغجار اور بہترین سالار پیل گوش بھی مارے گئے تھے۔ کافی دیر تک چنگیز خان کی گردن جھکی رہی۔ اس موقع پر اس کے سالار اس کے اردگرد تھے اور جو لوگ یہ خبر لے کر آئے تھے وہ اس کے سامنے کھڑے رہے۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا یہاں تک کہ چنگیز خان نے خبر لانے والوں کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ پیل گوش اور تغجار کا ٹکراؤ کس کے ساتھ ہوا تھا؟"

اس پر خبر لانے والوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

"خانِ اعظم! پیل گوش نے نسا شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ اچانک مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا۔ پیل گوش نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کے اس لشکر کو پسپا کر دے لیکن اس کے لشکر کا سالار ایسا خوف ناک تھا کہ وہ ہماری صفوں کے اندر گھس کر پیل گوش تک پہنچ گیا، پیل گوش سے ٹکرایا اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔

پیل گوش کا خاتمہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے اس لشکر کو خبر ہوئی کہ تغجار ایک لشکر لے کر نیشاپور پہنچا ہے۔ چنانچہ اس لشکر نے نیشاپور کا رخ کیا۔ تغجار کے لشکر پر بھی اسی انداز میں حملہ آور ہوا جس انداز میں وہ پیل گوش پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہی سالار جس نے پیل گوش کو ختم کیا تھا، وہی ایک بار پھر ہماری صفوں کے اندر یلغار کرتا ہوا اور ہمارے لشکر والوں کا قتل عام کرتا ہوا تغجار کے سر پر جا پہنچا۔ تغجار صرف ایک لمحہ اس کا مقابلہ کر سکا اور مسلمانوں کے اس سالار نے تغجار کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

چنگیز خان کچھ دیر تک غم میں ڈوبا رہا، پھر آنے والے اس مخبر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "کیا یہ پتہ چلا کہ حملہ آور مسلمانوں کے لشکر کا سالار کون تھا؟"

مخبر جھٹ سے بولا اور کہنے لگا۔ "خانِ اعظم! اس لشکر کا سالار وہی نظام الدین تھا۔"

نظام الدین کا نام سن کر چنگیز خان ایک بار پھر گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس موقع پر چنگیز خان کے قریب واویلا کرتی ہوئی اس کی بیٹی توبائی فوراً سنبھلی اور اپنے باپ چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں اپنے شوہر کا انتقام اب خود لوں گی۔ اور خود اس قاتل کی تلاش میں نکلوں گی اور دیکھوں گی کہ وہ ہمارے سامنے کیسے زیر نہیں ہوتا۔''

چنگیز خان نے پہلے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے اپنے ساتھ لپٹایا اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! ایسی بات نہ کرنا۔ وہ سالار جو اس سے پہلے قراچہ کے قبضے میں نہیں آیا تھا، وہ سالار جسے اب تک جائسی، برغہ خان اور اولون اپنے سامنے زیر نہیں کر سکے، وہ سالار جس کا مقابلہ تیغ زنی میں پیل گوش نہ کر سکا، وہ سالار جس کے سامنے قنجار ایک لمحہ بھی نہ نکال سکا، میری بیٹی! اُس کا مقابلہ تُو کس طرح کرے گی؟ ٹھیک ہے، اب تک وہ ہمارے تین بڑے سالاروں اربوش، پیل گوش اور قنجار کو ٹھکانے لگا چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمارے نقصان کا باعث ہے۔ لیکن دیکھنا یہ بھی ہے کہ وہ کس پائے کا سالار ہے جس کے سامنے ہمارا کوئی سالار جما ہی نہیں ہے۔ قراچہ اس کے ہاتھوں مرنے سے بچ گیا تھا لیکن قراچہ کو اس نے بدترین شکست دی تھی۔ برغہ خان جو ماضی میں مجھے بھی شکست دیتا رہا ہے، وہ بھی مسلمانوں کے اس سالار کے سامنے جم نہیں پایا۔ لہٰذا بیٹی! تُو اُس کا سامنا کرنے کا ارادہ اپنے دل سے بالکل نکال دے۔ جائسی، برغہ خان اور اولون ایک لشکر کے ساتھ اب بھی اس کی تلاش میں ہیں۔ جہاں بھی وہ ان کی گرفت میں آیا، وہ اسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لائیں گے۔ میں نے انہیں سختی کے ساتھ اور تاکیداً کہہ دیا ہے کہ وہ اسے ماریں گے نہیں، زندہ سلامت میرے پاس لے کر آئیں گے۔ جس سالار نے اب تک یہ کارروائیاں کی ہیں، میں اسے ایک نظر دیکھنا بھی چاہتا ہوں کہ وہ کس پائے اور کس معیار کا سالار ہے جس کے سامنے ہمارا کوئی سالار جم ہی نہیں پایا۔''

اس کے بعد چنگیز خان واویلا کرتی ہوئی اپنی بیٹی کو تسلی دینے اور اسے سنبھالنے لگا تھا۔

❁❁❁

مؤرخین لکھتے ہیں کہ نیشاپور کے نواح میں جب چنگیز خان کا داماد تغجار مارا گیا، تب اس کے نائب سپہ سالار نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ طوس شہر میں اپنے سالار کشتمور کی کمک کو روانہ کیا اور دوسرے حصے کو لے کر وہ سبزوار پر چڑھائی کرنے کے لئے چلا گیا۔ نیشاپور سے وہ ہٹ گئے تھے۔ شاید نیشاپور میں تغجار کے مارے جانے اور نظام الدین کے حملہ آور ہونے کے باعث ان پر ایک طرح کا خوف اور دہشت چھا گئی تھی۔ بہرحال جو لشکر سبزوار پر حملہ آور ہوا، اس کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہاں کے باشندگانِ شہر جن کی تعداد ستر ہزار خیال کی جاتی ہے، قتل کر دیئے گئے۔ بعد ازاں اس سے ملحقہ علاقے بھی فتح کئے گئے اور وہاں کے لوگ بھی حسب معمول موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔

چنانچہ چنگیز خان نے اپنے داماد تغجار کے مارے جانے کے بعد اپنے بیٹے تولائی خان کو جس کو تولی خان بھی کہا جاتا ہے، نیشاپور کا رخ کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ 1222ء کے موسم بہار میں تولی خان ایک بھاری لشکر لے کر نیشاپور کے لئے روانہ ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں چونکہ شہر کے قرب و جوار میں منجنیقوں میں استعمال ہونے والے پتھروں کی کمی تھی۔ اس لئے جب وہ نیشاپور سے تین منزل کی دُوری پر تھا تو اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ چھکڑوں اور گاڑیوں میں زیادہ سے زیادہ پتھروں کی مقدار بھر لی جائے۔

جب وہ نیشاپور کے قریب پہنچا تو حکم دیا کہ تین ہزار تیروں کے چرخ شہر کے چاروں طرف مناسب مقام پر نصب کر دیئے جائیں۔

جب اہلِ شہر نے ہلاکت اور تباہی کا یہ تباہ کُن ساز و سامان دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے قاضی رکن الدین کو تولی خان کے پاس صلح کے لئے روانہ کیا۔ تولی خان نے قاضی رکن الدین کے ساتھ جو وفد گیا تھا، اس کی گزارشات پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ اُلٹا اس نے وفد کو روک دیا۔

اس کے بعد تولی خان نے شہر پر حملوں کی ابتدا کر دی۔ تین دن تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ آخر تین دن بعد دوپہر کے بعد کچھ منگولوں نے کئی مقامات پر خندق کو پاٹ لیا اور فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

نیشاپور کے شہری ایسا زبردست مقابلہ کر رہے تھے کہ منگول بار بار پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ رات چھا گئی تو منگولوں نے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر کئی ہزار لشکری فصیل سے شہر میں اتار لئے۔

صبح کو اہلِ شہر نے دیکھا تو ہر طرف منگول ہی منگول نظر آتے تھے۔ ہر چند بچاؤ کی کوئی اُمید نہ رہی تھی لیکن اہلِ شہر اسی طرح جوش و خروش سے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ لیکن شہر کے دروازے کھول دیئے گئے اور منگول ٹڈی دل کی طرح بھوکے بھیڑیوں کی صورت میں باشندگانِ شہر پر ٹوٹ پڑے جس سے جلد ہی لوگوں کی قوتِ مدافعت جواب دے گئی۔ چنانچہ نیشاپور کا حاکم جو ایک عجیب شخص تھا اور اصل حاکم کے مر جانے کے بعد اس نے شہر کا نظم و نسق سنبھالا تھا، جس کا نام مجیر الملک تھا، وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ بعد میں وہ پکڑا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

تولی خان کو چنگیز خان کی طرف سے خصوصی ہدایات دی گئی تھیں کہ تغجار کی موت کا بدلہ لینے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔ تمام اہلِ شہر کو قتل کر دیا جائے اور سارا شہر گرا کر چٹیل میدان بنا دیا جائے۔

تولی نے چنگیز خان کے حکم کی لفظ بہ لفظ تکمیل کی۔ انسان تو ایک طرف رہے، کتے اور بلیاں بھی مار دی گئیں۔ اور جب شہر کے گرانے کی نوبت آئی تو مکانوں کے علاوہ جھونپڑیاں بھی گرا دی گئیں۔

تغجار کی بیوی اور چنگیز خان کی بیٹی اس قتل عام کے موقع پر نیشاپور میں موجود تھی۔ اس نے اپنی آتشِ انتقام بجھانے کے لئے بقول مؤرخین نہ صرف قتل عام کے بھیانک

مناظر سے تسکین حاصل کی بلکہ سینکڑوں بے گناہوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔

جب یہ ظالمانہ کارروائی مکمل ہو چکی تو ایک منگول سردار کو لشکر کا ایک حصہ دے کر یہ ہدایت کی گئی کہ وہ وہیں ٹھہرا رہے تاکہ اگر بعد میں کوئی بھولا بھٹکا آدمی وہاں آ نکلے تو اُسے بھی ٹھکانے لگایا جا سکے۔

حسبِ معمول کے تمام دست کار اور کاریگر ترکستان بھیج دیئے گئے۔ اہلِ شہر کی ایک بڑی تعداد تہہ خانوں میں چھپ گئی تھی اس خیال سے کہ جب منگولوں کا لشکر کوچ کر جائے گا تو باہر آ جائیں گے۔ لیکن چونکہ شہر کے تمام مکان گرا دیئے گئے تھے اس لئے تہہ خانوں میں پناہ لینے والے لوگ بھی مکانوں کے نیچے دب کر مر گئے تھے۔

پیل گوش اور قنجار کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد نظام الدین اور عارض زوزنی اپنے لشکر کے ساتھ ایک محفوظ جگہ کی طرف نکل گئے تھے۔ وہاں قیام کیئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ تائجوت قبیلے کا ایک قاصد اس جگہ آیا جہاں اس وقت نظام الدین اور عارض زوزنی بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں پہچان گئے وہ تائجوت تھا۔ یہ بھی جان گئے کہ یقیناً اسے برغہ خان نے بھیجا ہوگا۔ چنانچہ نظام الدین نے اسے اپنے قریب بٹھایا پھر اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''میرے بھائی! تُو ہمارے بھائی کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے؟''

اس پر تائجوت کے قبیلے کا وہ آدمی بولا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! کوشان خان! منگولوں کا ایک لشکر جو آپ کے سالار نظام الدین کو پکڑنے کے درپے ہے اور اسے گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، یہاں سے دس پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ قیام کیئے ہوئے ہے۔ میں اُسی لشکر سے نکل کے آیا ہوں۔ اس لئے کہ اب اُس لشکر کی کمانداری چنگیز خان نے اپنے دو سالاروں جائسی اور الک خان کے سپرد کی ہے۔ ہمارا سردار برغہ خان اور اولون بھی اُس لشکر میں شامل ہیں۔ مجھے میرے سردار برغہ خان نے اس لئے بھیجا ہے کہ برغہ خان چاہتا ہے، اُس لشکر پر آپ حملہ آور ہوں اور اُس لشکر میں جس قدر منگول ہیں، اُنہیں موت کے گھاٹ اُتار دیں۔

برغہ خان نے مجھے یہ بھی ہدایت کر کے بھیجا ہے کہ میں آپ سے یہ کہوں کہ میدانِ جنگ کے اندر جہاں سرخ جھنڈا لہرا رہا ہوگا، اس کے دائیں جانب ہمارا سردار اور اس

کے تحت کام کرنے والے ہمارے قبیلے کے لشکری ہوں گے۔ اولون جو برغہ خان کی بہن بنی ہوئی ہے، وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گی۔ چنانچہ برغہ خان کا کہنا ہے کہ آپ اس سرخ رنگ کے جھنڈے سے بائیں جانب جس قدر منگول ہیں، ان پر حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر کے رکھ دیں۔"

اس پر نظام الدین نے کچھ سوچا، پھر آنے والے اس مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"برغہ خان کی سوچ ٹھیک ہے۔ ویسا ہی کریں گے، جیسا وہ چاہ رہا ہے۔ تم یہاں قیام کرو۔ کل ہمارے ساتھ یہاں سے کوچ کرو گے اور جہاں اس لشکر نے قیام کر رکھا ہے، وہاں تک ہمیں لے کر جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ ہی نظام الدین کے کہنے پر اس کا ایک لشکری آنے والے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا تاکہ اس کے آرام کا اہتمام کیا جا سکے۔

آنے والے اس قاصد نے ایک شب وہاں بسر کی اور اگلے روز اس کے ساتھ نظام الدین اور عارض زوزنی نے وہاں سے کوچ کیا تھا تاکہ منگولوں کے لشکر پر حملہ آور ہوں۔

اسی قاصد کی راہنمائی میں نظام الدین اور عارض زوزنی، منگولوں کے اس لشکر کی طرف بڑھے جس میں برغہ خان اور اولون بھی تھے۔ چنانچہ جب نظام الدین ان کے سامنے گیا تو منگول چوکنے ہو گئے۔ نظام الدین کے پاس آدھا لشکر تھا اور آدھا لشکر عارض زوزنی کی کمانداری میں تھا۔ چھوٹے سے لشکر کو اپنے سامنے دیکھ کر منگول خوش ہو گئے تھے۔ اتنی دیر تک نظام الدین حرکت میں آیا اور فطرت کو زبوں کر دینے والے کائنات کے ناظروں، ظلم کی اندھی موجوں کے سامنے صبر کی چٹان کی طرح جم جانے والے تقدیر کے عذابوں، درد کے الفاظ، گردشِ دوراں کے بھنور اور الاؤ کی جلتی تمازت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی بپھر گئے تھے اس لئے کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کا جو لشکر ان سے ٹکرانے کے لئے آیا تھا، وہ تھوڑی سی تعداد میں ہے اور وہ لمحوں کے اندر اس پر غلبہ پا لیں گے۔ چنانچہ منگول آگے بڑھے اور نظام الدین کے لشکر پر درد کے رابطوں کا کرب لئے سیاہ بختی کے سایوں، خناس کے وسوسات لئے خونی

بگولوں، تلپٹ کر دینے والی ہولناک موت، اَن دیکھے اندیشوں اور اذیت ناک لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ ٹکراؤ تھوڑی ہی دیر ہوا ہو گا کہ منگولوں کے لشکر کے پہلو کی طرف سے عارض زوزنی بت خانہ تخیل کو ناسور بنا دینے والے انوکھے سحر، قضا کو بے زنجیر کرتے قیامت بدوش عناصر، صحرائے وقت کے سیلاب میں آگ تھوکتے آتش فشاں اور خون کا غسل دینے والی جان لیوا ہلاکت خیزیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک ہولناک ٹکراؤ جاری رہا یہاں تک کہ منگولوں نے خود محسوس کیا کہ ان پر انحطاط و زوال کے لمحات، دنیا بھر کی بدبختیاں، تباہی کے اَن لکھے حروف اور بربادی کے بند صحیفے طاری ہونے لگے ہیں۔ چنانچہ منگول سالاروں نے ایک بار سخت حملہ کر کے حملہ آور مسلمانوں کو پسپا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اپنے ان ہی ارادوں کے تحت منگول موت کے ہولناک تلاطم، ہلچل مچاتے طوفانوں کے شباب کی طرح تیزی سے حملہ آور ہوئے تھے لیکن نظام الدین اور عارض زوزنی کی طرف سے بھی ویسے ہی ردِعمل کا اظہار ہوا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ خوفناک انداز میں بپھرے بھوکے ساگر، برق کے شعلوں کی لپک اور غم کی طغیانیوں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برغہ خان، اولون اور تائجوت قبیلہ کے لشکر تو محفوظ رہے۔ جب کہ جائسی اور الک خان کے تحت کام کرنے والے منگول لشکر کی اکثریت کو انہوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے جائسی اور الک خان نے شکست قبول کر کے بھاگنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہونے کے بعد وہ اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ برغہ خان اور اولون بھی ان کے ساتھ بھاگ گئے تھے۔

✿✿✿

مؤرخین لکھتے ہیں کہ نیشاپور سے فراغت پانے کے بعد چنگیز خان کے حکم پر اس کے بیٹے تولائی خان نے ہرات کا رخ کیا۔ اس سے پہلے سوبدائی جو اپنے لشکر کے ساتھ سلطان علاؤالدین کا تعاقب کر رہا تھا، یہاں سے گزرا تھا اور ہرات کے حاکم امین الملک نے نزاکتِ حالات کے پیشِ نظر اظہارِ اطاعت کر کے شہر کو تباہی سے بچا لیا تھا۔

چونکہ منگول سرداروں کے پاس ہرات کو برباد کرنے کی فرصت نہ تھی، اس لئے انہوں نے شہر کو کوئی گزند نہ پہنچایا تھا۔

چنانچہ جب نیشاپور فتح ہو چکا تو چنگیز خان نے تولائی کو ہدایت کی کہ وہ ہرات پر حملہ آور ہو اور اس ناپاک کارروائی کی تکمیل کرے جسے سوبدائی ادھورا چھوڑ کر خوارزم شاہ کے پیچھے لگ گیا ہے۔

ہرات صوبہ خراسان میں مرو اور نیشاپور کے بعد اہم مقام تھا۔ تولائی خان لشکر کے ساتھ شہر کے نواح میں ایک وسیع اور کھلے میدان میں آ کر اُترا اور ایک قاصد کو اہلِ شہر کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو بجائے مقابلہ کرنے کے شہر کے دروازے کھول دیں۔

معززینِ شہر نے شہر کے حاکم امین الملک کو معزول کر کے اس کی جگہ شمس الدین محمد کو شہر کا نظم و نسق سپرد کر دیا تھا اور منگولوں کے مقابلے میں ہر قسم کی تیاری کر رکھی تھی۔

جب منگولوں کا قاصد نئے حاکم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تولی کا پیغام حاکم کو پہنچایا تو اس نے سن کر کہا۔

''خدا اس دن کو غارت کرے جس دن میں اور اہلِ شہر وحشیوں کی اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈالیں۔''

اس کے بعد اس نے حکم دیا، قاصد کو قتل کر دیا جائے۔ جب تولی خان کو اپنے قاصد کے حشر کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کر کے اسے جلد از جلد فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔

لڑائی چھڑ گئی۔ شہر کا حاکم شمس الدین محمد ایسی بہادری سے لڑا کہ سات دن میں اس نے منگولوں کے سترہ سو آدمیوں کو جن میں بعض بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے، قتل کر دیا۔ آٹھویں دن پھر وہ خم ٹھونک کر سامنے آ گیا اور ایسی دلیری سے مقابلہ کیا کہ تولی عش عش کر اُٹھا۔ آخر تیر کی ایک کاری ضرب سے میدانِ جنگ میں ہرات کا حاکم شہید ہو گیا۔

چنانچہ اس کی وفات کے بعد اہلِ شہر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لشکر اور عام لوگ لڑائی کو جاری رکھنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے منگولوں کو دبا رکھا تھا لیکن علماء اور امراء

کا طبقہ مصالحت پر اصرار کر رہا تھا۔

خود تولی بھی یہی چاہتا تھا کہ اگر کسی طرح مزید خون ریزی روک دی جائے تو یقیناً بہتر ہوگا۔ آخر لڑائی کے نویں دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر فصیلِ شہر کے قریب خندق کے بیرونی کنارے آن کھڑا ہوا اور اہلِ شہر سے جو فصیل پر کھڑے تھے، یوں مخاطب ہوا۔

''اہلِ ہرات! کان کھول کر سنو۔ میں تولی خان ہوں، چنگیز خان کا بیٹا۔ اگر تمہیں اپنے اہل و عیال، عزیز و اقارب کی جانیں عزیز ہیں تو مقابلہ کا خیال ترک کر دو اور ہر سال جو رقم تم بطور ٹیکس حکومت کو ادا کر رہے ہو، اس کا نصف پیشگی ادا کر دو۔''

ہر چند اہلِ ہرات نے سات آٹھ دن تک منگولوں کا زبردست مقابلہ کیا تھا۔ منگول ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا کرتے تھے لیکن تولی، ہرات کے محلِ وقوع سے بڑا متاثر ہوا تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ اگر اہلِ شہر اظہارِ اطاعت پر آمادہ ہو جائیں تو انہیں معاف کر دیا جائے۔ اہلِ شہر نے بھی محسوس کیا کہ تولی خان کسی حد تک مخلص ہے۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ منگولوں سے لڑنا دیوار سے سر پھوڑنا ہے۔ چنانچہ اہلِ شہر نے صلاح مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ قاضیٔ شہر عزیز الدین ایک وفد لے کر تولی کی خدمت میں حاضر ہو کر مصالحت کی شرائط طے کرائیں۔ قاضی عزیز الدین نے ارا کینِ وفد کے علاوہ ایک سو ملازم ساتھ لئے اور ہر ملازم کے سر پر نو نو تھان ریشمی کپڑے کے تھے۔ چنانچہ جب یہ لوگ لدے لدائے تولی کے پاس پہنچے تو افسوس کہ اس اثناء میں تولی نے اپنا ارادہ بدل لیا تھا۔

جوں ہی یہ لوگ پیش ہوئے، اس نے حکم دیا کہ وفد کے ارا کین کو قتل کر دیا جائے۔

جب ادھر سے فراغت ہوئی تو شہر میں قتل عام کا حکم دے دیا۔ جب کم و بیش دس ہزار آدمی مارے جا چکے تو حکم واپس لے لیا اور عام معافی کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں امیر ابوبکر کو ہرات کا حاکم مقرر کیا اور ایک منگول منگا تائی کو کوتوال مقرر کر کے خود اپنے لشکر کے ساتھ چنگیز خان کی کمک کو روانہ ہو گیا تھا۔

❀❀❀

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بڑی بری حالت تھی۔ ایک طرف

چنگیز خان فتوحات میں بری طرح مصروف تھا۔ دوسری طرف سلطان علاؤالدین منگولوں کے ڈر سے ایک شہر سے دوسرے شہر کو، ایک مقام سے دوسرے مقام کو کسی مناسب پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگتا پھر رہا تھا۔

اسی گھبراہٹ میں ایک دن اس نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کر کے دریافت کیا کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔

چنانچہ اس کے امراء اور لشکر کے سرداروں نے اتفاق کیا کہ چونکہ سارے علاقوں کی حالت مایوس کن ہو چکی ہے اور دشمن کم و بیش سارے علاقے پر قابض ہو گیا ہے اس لئے مناسب یہ ہوگا کہ دریائے جیحوں کے جنوبی کنارے کے ساتھ مورچے سنبھال لیں اور اسے دریا عبور کرنے کا موقع نہ دیں۔

نیز مزید اتنی فوج بھرتی کر لی جائے کہ دشمن کو ادھر رخ کرنے کی ہمت نہ ہو۔

جلال الدین بھی سلطان کے ہم رکاب تھا۔ اس نے بھی سردارانِ لشکر کی رائے سے اتفاق کیا اور سلطان سے درخواست کی کہ اس محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگر ایک دفعہ ہمارے پاؤں جم گئے تو کچھ عرصے تک ہم اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر سلطان بذاتِ خود یہ زحمت برداشت نہ کر سکیں تو خود اندرونِ ملک مزید فوج بھرتی کرنے کے لئے تشریف لے جائیں اور لشکر کی کمان داری میرے سپرد کر دیں۔ میں جانوں اور منگول جانیں۔

لیکن سلطان نے کسی مشورے کو درخورِ اعتنا نہ جانا۔ نہ خود مقابلہ کرنا چاہا اور نہ کسی اور کو ایسا کرنے کی اجازت دی۔

آخر بڑے پس و پیش کے بعد اس نے ہندوستان جانے اور وہاں قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ ابھی بمشکل بلخ کے مقام پر پہنچا تھا کہ وطن کی محبت نے آگے نہ جانے دیا۔ اس موقع پر سلطان کے بیٹے رکن الدین کی طرف سے ایک سالار امیر عمادالملک ساوجی نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ سلطان نے جب اسے بلایا تو وہ کہنے لگا۔

”مجھے آپ کے بیٹے رکن الدین نے اس مقصد کے لئے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ جہاں پناہ عراق تشریف لے آئیں۔“

لیکن سلطان نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں اس موقع پر جلال الدین نے پھر سر توڑ کوشش کی کہ سلطان عراق کا ارادہ ترک کر کے منگولوں کے مقابلے کے منصوبہ کو شرفِ قبولیت بخشے لیکن سلطان پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اُسے درباری نجومیوں نے کہہ دیا تھا کہ جب تک سلطان کے اقبال کا ستارہ زوال میں ہے، اسے منگولوں کے مقابلے سے درگزر کرنا چاہیئے۔

سُوئے اتفاق سے یہ خیال کچھ ایسی شدت سے سلطان کے دماغ میں جاگزین ہو گیا تھا کہ نہ خود لڑنے پر آمادہ ہوتا تھا نہ کسی کو لڑنے کی اجازت دیتا تھا۔ امراء اور سالار عجیب سی بے بسی کے عالم میں سلطان کے ساتھ بھاگے پھرتے تھے اور دم نہیں مار سکتے تھے۔ سلطان دریائے آمو کے کنارے پڑاؤ ڈالے پڑا تھا کہ شاہی افواج کے وقائع نویسوں نے بخارا اور دوسرے شہروں کے فتح ہونے کی افسوس ناک خبر سلطان کو پہنچا دی۔

سلطان کے لشکر میں ترک لشکریوں کی کافی تعداد تھی۔ چونکہ یہ لوگ بڑے منچلے اور بہادر تھے، اُنہیں سلطان کی بزدلی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ بلکہ وہ اسے اپنی قومی روایت کی تردید اور رسوائی خیال کرتے تھے۔ آخر ایک رات انہوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ سلطان کو ٹھکانے لگا دیا جائے تاکہ اس جگ ہنسائی سے چھٹکارا ہو۔

ہر چند ترک لشکریوں نے اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے پورے راز سے کام لیا لیکن سلطان کی خفیہ تنظیم بھی کم محتاط نہ تھی۔

چنانچہ ان کے کانوں میں بھنک پڑ ہی گئی اور بروقت اطلاع مل جانے سے سلطان کی جان بچ گئی۔ عین اس وقت تھوڑی دیر پیشتر جب ترک سپاہیوں نے سلطان کے خیمہ پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دینا چاہا تو سلطان نہایت خاموشی سے اپنے خیمے کو چھوڑ کر دوسرے خیمے میں منتقل ہو گیا تھا۔

وقتِ مقررہ پر ترک لشکریوں نے سلطان کے خیمے پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ سلطان یقیناً مر چکا ہے تو اپنے اپنے خیموں کو واپس چلے گئے۔

دوسری صبح کو جب سلطان نے اپنے خیمے کی حالت دیکھی تو بہت زیادہ گھبرا گیا اور تمام لشکر سے بدظن ہو گیا۔ اس کے علاوہ بدگمانی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بدرالدین سابق حاکم طبرستان نے چنگیز خان کے پاس جا کر چنگیز خان کو سلطان علاؤالدین پر

حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی۔ یہ بدرالدین اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، جس قبیلہ سے سلطان خوارزم شاہ کی ماں کا تعلق تھا۔ سلطان کی والدہ ترکان خاتون بڑی ضدی اور ہٹ دھرم عورت تھی۔ اپنے شوہر اور علاؤالدین کے باپ سلطان تکش کے زمانے میں بارہا ایسا ہوا تھا کہ جب بھی سلطان اور ملکہ کا امورِ سلطنت میں اختلاف ہوتا تو کامیابی کا سہرا ہمیشہ ملکہ کے سر بندھتا تھا۔

سلطان کو اپنی والدہ کی اس ہٹ دھرمی کا علم تھا اور وہ اسے ناپسند کرتا تھا۔ چنانچہ جب سلطان علاؤالدین تخت نشین ہوا تو ملکہ نے حسبِ سابق ہر چھوٹی موٹی بات میں دخل اندازی شروع کر دی۔ لیکن چونکہ سلطان اپنے والد کی بے بسی کا چشم دید گواہ تھا اس لئے وہ ملکہ کی دخل اندازی کا سختی سے مقابلہ کرتا اور کامیاب رہتا۔

اس وجہ سے سلطان کے تعلقات والدہ سے کشیدہ رہتے تھے۔

ترکان خاتون کا قبیلہ سلطانی دربار میں بڑا باا ثر تھا اور سلطان ان سے دبتا تھا۔ بدرالدین جو چنگیز خان کے پاس گیا تھا، اسے ترغیب دی کہ سلطان پر حملہ آور ہو۔ وہ اس ناچاقی سے واقف تھا نیز اُسے ان امراء کا بھی صحیح اندازہ تھا کہ اگر ترکان قبیلے کے سردارانِ لشکر اور سلطان کے درمیان کسی وجہ سے بداعتادی کی فضا پیدا کر دی جائے تو سلطان کی حالت اور بھی پتلی ہو جائے گی اور وہ منگولوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت ہی نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ اسی بنا پر وہ چنگیز خان کے پاس گیا تھا اور اسے سلطان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی۔ سلطان علاؤالدین کو اپنی ماں کے قبیلے کی طرف سے خطرات اور خدشات لاحق تھے۔ اسی بنا پر وہ جگہ جگہ سرگرداں رہتا تھا۔ اس کے ساتھ دو لاکھ کا ایک لشکر تھا۔ اُسے بھی اپنے ساتھ ذلیل وخوار کر رہا تھا۔

سلطان علاؤالدین پہلے ہی بڑا پریشان تھا لیکن ان گنت شہروں کے فتح ہونے کے بعد وہ زیادہ پریشان رہنے لگا۔ آخر جب اضطراب حد سے گزر گیا تو اس نے ایک طرح سے چپ سادھ لی۔ امراء، وزراء اور سالار جس قدر مطالبہ کرتے کہ چنگیز خان کے سامنے خم ٹھونک کر آئیں، اس سے مقابلہ کریں، سلطان اتنا ہی اُلٹا اثر لیتا۔

آخر سب نے مل کر تجویز پیش کی کہ دربدر پھرنے سے سپاہ اب تنگ آ چکی ہیں۔

اس لئے بہتر ہوگا کہ قلات کے قلعے میں جا کر پناہ لی جائے۔

یہ قلعہ مضبوطی اور وسعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور قزوین شہر کے پاس ویلم کی پہاڑیوں میں واقع تھا۔ کہتے ہیں کہ قلعہ کی دیوار کی حدود سات میل کے لگ بھگ تھی۔

بادلِ نخواستہ سلطان اُدھر کو روانہ ہوا تھا کہ قلعہ کا معائنہ کر کے دفاع کے ضروری انتظامات کر سکے۔ وہاں پہنچ کر جب قلعے کو اِدھر اُدھر سے دیکھا تو اسے غیر تسلی بخش پا کر دوبارہ نیشاپور کا رخ کیا۔ اسی دوران اسے اطلاع موصول ہوئی کہ تیس ہزار منگولوں کا ایک لشکر دریائے آمو کو عبور کر کے اس کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے۔

یہ خبر سن کر خوارزم شاہ بدحواس ہو کر وہاں سے نکل کر ''رے'' شہر پہنچا اور وہاں سے قزوین کے قلعے میں جو ہمدان اور اصفہان کے درمیان واقع تھا، جا چھپا۔ اس موقع پر سلطان کا بیٹا رکن الدین تیس ہزار عراقی سپاہ لئے سلطان کی مدد کو پہنچ گیا۔ اسے اور حاکم ہزار اسپ کو جو منگولوں کے ڈر سے بھاگ کر سلطان کے ساتھ آن ملا تھا، بلا کر آئندہ کے لئے لائحہ عمل کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔

انہوں نے تجویز کیا کہ اگر شیران کوہ کے قلعے میں محصور ہو کر منگولوں کا مقابلہ کیا جائے تو کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن جب سلطان نے اس قلعے کا معائنہ کیا تو اسے بھی غیر تسلی بخش پایا۔

مؤرخ تاج الدین عمر بستامی روایت کرتا ہے کہ سلطان نے اس موقع پر لوہے کے دس مضبوط صندوق جو بیش قیمت جواہرات سے بھرے ہوئے تھے، حفاظت کے لئے اس کے سپرد کئے۔ وہ یہ سلطانی امانت لے کر اردبان کے قلعے میں جو رے شہر کے نواح میں واقع تھا اور بہت محفوظ شمار ہوتا تھا، جا چھپا اور اس وقت تک وہیں پڑا رہا جب تک چنگیز خان نے سلطان کی وفات کے بعد اس قلعے پر حملہ کر کے مذکورہ بالا خزائن اپنے قبضے میں نہ لے لئے۔

اس کے بعد خوارزم شاہ، دولت آباد کے مقام پر بیس ہزار لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا کہ بے خبری میں منگولوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ سلطان ایسا حواس باختہ ہوا کہ بمشکل چند وفاداروں کے ساتھ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔ اب پھر اس کے جاں نثاروں نے تجویز کیا سلطان کو جنکتا کے قلعے میں جو پارس اور در کے درمیان واقع

تھا، محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ لیکن سلطان نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا تھا۔
اب حالت یہ تھی کہ سلطان کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، آنا جانا غرض کہ ہر حرکت بے مقصد تھی۔ چنانچہ اسی بے مقصدی میں وہ قارون نام کے قلعے کو جو طبرستان اور رے شہر کے درمیان واقع تھا، جا رہا تھا کہ منگول سپاہ کے ایک لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ہر چند کہ سلطان کے ساتھ اچھی خاصی جمعیت تھی اور اگر دلجمعی سے لڑتا تو یقیناً فتح یاب ہو جاتا لیکن معمولی نوک جھونک کے بعد سلطان بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس کے ایسا کرنے سے لشکری کیسے اور کیوں لڑتے؟ انہوں نے بھی سلطان کی پیروی کی اور راہِ فرار اختیار کی۔ چونکہ منگول، سلطان کو نہیں پہچانتے تھے، اس لئے سلطان کو کوئی گزند نہ پہنچی اور وہ جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

سلطان بخیر و عافیت قارون کے قلعے تک پہنچ گیا اور رات وہیں بسر کی۔ صبح بیدار ہوا تو پہلے لشکر کو بغداد کی سمت کوچ کرنے کا حکم دیا کیونکہ اسے منگولوں کے حملے کا خدشہ تھا۔
اس قلعے کے حاکم کا نام قلاوزان تھا۔ اسے بھی ساتھ لے لیا۔ جب بغداد جانے والی شاہراہ پر پہنچا تو حاکم قلعہ کو واپسی کی اجازت دے دی اور خود بغداد کو چل دیا۔
جب دو چار میل کا راستہ طے کر کے رکا تو اُلٹے پاؤں لوٹا اور اس دوراہے پر پہنچ کر جہاں اس نے حاکم قلعہ کو واپسی کی اجازت دی تھی، وہاں سے وہ سرجاہاں نام کے قلعے کو روانہ ہوا جو ویلم کے کوہستانی سلسلے کے اندر واقع تھا۔
قلعے کے حاکم کو واپسی میں منگولوں کا ایک لشکر ملا جو سلطان کے تعاقب میں چلا آ رہا تھا۔ انہوں نے قلاوزان سے سلطان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے انہیں بتایا کہ سلطان بغداد کی طرف چلا گیا ہے۔

چونکہ سلطان کے تعلقات دربارِ خلافت سے اچھے نہ تھے اور منگول سردار کو اس کا علم تھا اس لئے اس نے قلاوزان کو ساتھ لے لیا۔ چونکہ قلعے کے حاکم نے سلطان کو بغداد کی طرف جاتے دیکھا تھا، اس لئے وہ مطمئن تھا کہ اس نے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔
لیکن جب دو چار میل کی مسافت کے بعد سلطان کے لشکر کے آثار کہیں دکھائی نہ دیئے تو منگول سردار کو یقین ہو گیا کہ قلاوزان نے اسے دھوکا دیا ہے۔ چنانچہ ناکردہ گناہ کی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا۔

دوسری طرف سرجاہان میں ایک ہفتہ بسر کرنے کے بعد خوارزم شاہ نے گیلان کا رخ کیا اور وہاں کے حاکم کے اصرار پر وہاں بھی ایک ہفتہ تک سکونت پذیر رہا۔ پھر جب اضطراب کا دورہ پڑا تو وہاں سے اسپیدار اور اسپیدار سے مازندان چلا گیا۔ مگر چونکہ سکونِ قلب کی دولت سے محروم ہو چکا تھا، اس لئے کسی مقام پر بھی دو ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے علاوہ مازندان کا محلِ وقوع ایسا تھا کہ وہاں تک منگولوں کی رسائی ہو سکتی تھی۔ علاوہ ازیں سلطان کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ کر سرداران اور سالارانِ لشکر بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے تھے اور سلطان سے زیادہ حساس ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کیا کہ جب تک حالات پورے طور پر سازگار نہیں ہوتے، اس وقت تک یہی بہتر ہوگا کہ بحیرہ خضر کے متعدد جزائر میں سے کسی ایک محفوظ ترین جزیرے میں پناہ لے لی جائے۔

چونکہ سلطان، منگولوں کے ڈر سے از حد پریشان تھا، اس لئے اس مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ وہاں پہنچا ہی تھا کہ قرب و جوار میں سلطان کی آمد کی خبر پھیل گئی اور جس حقیقت کو اس کے ہوا خواہ، عوام سے مخفی رکھنا چاہتے تھے، اس کا ڈنکا ہر طرف بجنے لگا۔

جب منگول لشکروں کو سلطان کے زندہ گرفتار ہونے کی اُمید نہ رہی اور مایوس ہو گئے تو انہوں نے ایلان اور قارون کے درمیان محاصرہ ڈال لیا۔ یہاں سلطان کی بیگمات، شہزادے اور شہزادیاں پناہ لئے ہوئے تھیں۔ معمولی مزاحمت کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور تمام قیم گرفتار ہو گئے۔ مرد اور لڑکے قتل کر دیئے گئے۔ عورتیں اور لڑکیاں سردارانِ لشکر میں بانٹ دی گئیں۔

جب یہ افسوس ناک خبر سلطان کو ملی تو شدتِ رنج سے ایسا سخت دھچکا لگا کہ صاحبِ فراش ہو گیا اور چند دن کے بعد فوت ہو گیا۔

❀❀❀

اس عظیم المرتبت سلطان کی وفات ایسے حال میں ہوئی کہ کفن کے لئے کپڑا تک میسر نہ تھا اور مرتے وقت جو لباس جسم پر تھا، اسی میں دفن کر دیا گیا۔ سلطان کی وفات 617ھ بمطابق 1220ء میں واقع ہوئی تھی۔

اس کم نصیب سلطان کے حالاتِ زندگی حد درجہ عبرت انگیز ہیں۔ اس نے اپنے باپ سلطان تکش سے وراثت میں زمین کا جو ٹکڑا حاصل کیا تھا، اس سے کئی گناہ بڑے اور متعدد علاقے اس نے چند سال کی جدوجہد کے بعد فتح کر لئے۔ اگر صرف ایک عمدہ اور اچھا فاتح ہونے کے بجائے وہ تھوڑی سی سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہوتا تو اس کا انجام اتنا عبرت ناک نہ ہوتا اور نہ عالمِ اسلام کو ایسے دلدوز مصائب سے دوچار ہونا پڑتا۔

دوسری عاقبت نااندیشی اور ہٹ دھرمی ایسے مصائب تھے جو سلطان کے اکیس سالہ دورِ حکومت میں ہر مرحلے پر کسی نہ کسی شکل میں دیکھے جا سکتے تھے۔ جب خوارزم شاہ کا باپ سلطان تکش 1200ء میں فوت ہوا تھا تو اُس کے تصور میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ صرف بیس سال کے قلیل عرصہ کے بعد وہ سلطنت جو اس نے اور اس کے باپ دادا نے سلجوقی سلطنت کے کھنڈرات پر تعمیر کی تھی، صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گی اور خونخوار اور وحشی منگولوں کا سیلابِ ہلاکت آہستہ آہستہ تمام عالمِ اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ان کے تہذیب و تمدن کو ایسی عدیم النظیر افتاد سے پالا پڑے گا کہ تمام اقوامِ عالم کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکے گی۔

چھ سو سال کے عرصہ میں ملتِ اسلامیہ نے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا جو عالیشان محل تعمیر کیا تھا، اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ مکتب اور مدرسے، مسجدیں اور خانقاہیں، لائبریریاں اور کتب خانے اور اسی طرح کے دوسرے تہذیبی اور ثقافتی مراکز ملیامیٹ کر دیئے گئے۔ تقریباً بارہ برس تک کشت و خون کا یہ بازار گرم رہا جس میں کم و بیش ایک کروڑ انسان ان منگول درندوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے جب ترکان خطا کو شکست دینے کے بعد ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تو سلطان کی حدودِ سلطنت منگولوں کی سرحد سے مل گئی تھی۔ لیکن سلطان نے قرب و جوار کے تمام چھوٹے بڑے حکمرانوں کے ساتھ اپنے تعلقات بگاڑ لئے تھے جن میں خلیفۂ بغداد بھی شامل تھا۔ چونکہ یہ لوگ خود تو سلطان کے خلاف میدان میں اُترنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، اس لئے وقتاً فوقتاً وہ چنگیز خان کو سلطان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

لیکن چونکہ غوریوں اور ترکانِ خطا کے خلاف سلطان کی متواتر کامیابیوں سے اس کی

دھاک بیٹھ گئی تھی، اس لئے باوجود اس کے کہ تمام قرب و جوار کے سلاطین نے چنگیز خان کو یقین دلا دیا تھا کہ اگر وہ سلطان کے خلاف لشکر کشی کرے گا تو ان میں سے کوئی بھی سلطان کی طرف امداد کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا۔

اسی بنا پر چنگیز خان کو سلطان کے خلاف حملہ آور ہونے کی جرأت ہوئی۔ ورنہ اگر اس کے ہمسائے یا خلیفۂ بغداد اور کچھ دوسرے حکمران اُسے یہ ضمانت نہ دیتے کہ وہ سلطان کا ساتھ نہیں دیں گے تو چنگیز خان کو کبھی بھی سلطان پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی بلکہ اُسے یہ خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلطان اس سے بھی وہی سلوک کرے جو وہ مسلمان سلطنتوں کے ساتھ کر چکا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کی لشکر کشی کی اصل وجہ سلطنت کی رعونت کو قرار دیا جائے یا خود چنگیز خان کے لالچ اور طمع کو، لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ اس ابتلا سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سلطان کا طرزِ عمل سزاوارِ ہزار نفرین ہے۔ جب چنگیز خان نے اترار پر حملہ کیا، اس وقت اُس کی کمان میں چار لاکھ آزمودہ کار لشکری تھے اور چونکہ اس سے پہلے اس سپاہ نے بڑے بڑے زبردست معرکے سر کیے تھے، اس لئے اگر سلطان جی کڑا کر کے مقابلے پر ڈٹ جاتا تو یقیناً نہ تو اس کا انجام اتنا عبرت ناک ہوتا اور نہ اتنے کثیر تعداد میں بے گناہ مسلمان، منگولوں کی بربریت کا شکار ہوتے۔

جب سلطان مقابلے سے پہلو کترا گیا اور منگولوں کو یقین ہو گیا کہ سلطان مقابلہ کیے بغیر حوصلہ ہار بیٹھا ہے تو انہوں نے دل کھول کر مسلمانوں پر مظالم ڈھائے۔ مرو اور نیشاپور جو خراسان میں علوم و فنون، صنعت و حرفت اور تجارت کا مرکز تھے اور جن کی آبادی تیرہ چودہ لاکھ سے کم نہ تھی، تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے گئے۔

منگولوں کو اس سے سروکار نہ تھا کہ کون گناہ گار ہے اور کون بے گناہ۔ وہ سلطان کی حماقت کا بدلہ ساری مسلمان قوم سے لینا چاہتے تھے، اس لئے جو شہر بھی فتح ہوتا، اس کی تمام آبادی کو بلا دریغ قتل کر دیتے۔ اس خونریزی سے ان کا مقصد ایک طرف لوٹ مار اور آتشِ انتقام کو بجھانا تھا تو دوسری طرف ان لوگوں کے حوصلے پست کرنا تھا جو ابھی تک ان کی گرفت سے بچے ہوئے تھے۔

سلطان کے مر جانے کے بعد عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ لشکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں

میں بٹ کر اپنی افادیت کھو چکا تھا۔ لشکری مایوس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے، شہر تباہ ہو چکے تھے، بستیاں اُجڑ چکی تھیں، اکثر لوگ مارے گئے تھے۔ جو بچ گئے تھے، وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ رعایا کو اگر بچاؤ کی کوئی صورت نظر آتی تو وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے بیٹے سلطان جلال الدین کی ذات تھی۔

لیکن ایک چنا تو بھاڑ کو پھوڑ نہیں سکتا۔ منگولوں کے ڈر سے اور سلطان علاؤالدین کی بزدلی سے بددل ہو کر لشکری اِدھر اُدھر تتر بتر ہو چکے تھے۔ خزانہ خالی پڑا تھا۔ نئے سرے سے لشکر کی بھرتی کا بندوبست کوئی آسان کام نہ تھا اور یہ بندوبست کون کرتا، کہاں سے کرتا جس کے پاس کوئی رقم ہی نہ تھی۔ چنگیز خان کو معلوم تھا کہ اگر سلطان کی وفات سے فوری فائدہ نہ اُٹھایا گیا تو کوئی عجب نہیں کہ کچھ عرصے کے بعد سلطان جلال الدین کو شکست دینا اس کے لئے مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی شکست، اُس کی ناکامی اور منگولوں کے آگے دربدر بھٹکنے کی چار بڑی وجوہات تھیں حالانکہ اس سے پہلے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ تین بڑی سلطنتوں سے ٹکرا کر ان کے علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو ناقابل یقین حد تک وسعت دے چکا تھا۔ پہلی سلطنت جس پر علاؤالدین خوارزم شاہ نے قبضہ کیا، وہ سلجوقیوں کی تھیں۔ سلجوقیوں کے نامور سلطان سنجر کی وفات کے بعد اس خاندان میں کوئی ایسا حکمران نہ ہوا جو قوتِ بازو رکھتا اور اپنی سلطنت کی حفاظت کر سکتا۔ جس کی بِنا پر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بن آئی جس میں جوش تھا، حکمرانی کا ولولہ تھا، تلوار میں کاٹ تھی، بازوؤں میں سکت تھی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے علاؤالدین کے دور میں یہ خاندان بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگا اور سلجوقیوں کے سارے علاقوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔

دوسری سلطنت جس پر علاؤالدین خوارزم شاہ نے قبضہ کیا، وہ غوریوں کی تھی۔ شہاب الدین غوری کی وفات کے بعد اس کی سلطنت بھی اسی حادثے سے دوچار تھی جس سے سلجوقیوں کی سلطنت دوچار ہوئی۔ شہاب الدین غوری کے بعد کوئی نامور جانشین سامنے نہ آیا۔ سب حد درجہ نااہل اور بودے تھے۔ جوشِ ولولہ اور حوصلہ ناپید تھا۔ سلطنت کسی کی وراثت نہیں۔ باجبروت سلاطین کے ولی عہدوں میں بھی جب جوشِ عمل اور

جذبے کی کمی ہو جائے تو خدا کا یہ عظیم انعام ایسے نا اہلوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ یہی حالت غوریوں کو بھی پیش آئی۔ چنانچہ یہ خاندان بھی ختم ہو گیا۔ ان علاقوں پر بھی علاؤالدین خوارزم شاہ نے قبضہ کرلیا۔

تیسری حکومت جس پر علاؤالدین خوارزم شاہ نے قبضہ کیا، وہ ترکانِ خطا کی تھی۔ یہ لوگ مذہباً عیسائی تھے لیکن ایک وقت ایسا بھی تھا کہ آس پاس کی تمام مسلم حکومتیں بجز سلجوقیوں کے ان کی باج گزار تھیں اور عوام و خواص اُن کی ہیبت و شوکت سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان بھی اُن سے ڈرتا اور ان کا نام سن کر کپکپا جاتا تھا اور پھر آس پاس کے جن حکمرانوں کو ان کی حمایت حاصل ہو جاتی، کوئی دوسرا اُن سے ٹکر لینے کی جسارت نہ کرسکتا تھا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا باپ تکش زندگی بھر اُنہیں خراج ادا کرتا رہا اور جب فوت ہوا تو اس نے اپنے بیٹے سلطان محمد علاؤالدین کو وصیت کی کہ ترکانِ خطا کے ساتھ تعلقات ہمیشہ استوار رکھنے کی کوشش کرے اور ادائیگی خراج میں قطعاً سستی نہ کرے۔ لیکن اب ان لوگوں کی ہوا بھی اُکھڑ چکی تھی۔ علاؤالدین خوارزم شاہ خم ٹھونک کر اُن کے سامنے آیا اور یکے بعد دیگرے اُنہیں بدترین شکست دینے کے بعد ان کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح خوارزم شاہ کی سلطنت، چنگیز خان کے علاقوں سے جا ملی تھی۔

جب یکے بعد دیگرے تین سلطنتیں خوارزم شاہی قلمرو میں شامل کر لی گئیں تو حدودِ سلطنت کی بے پناہ وسعت نے کئی انتظامی مسائل پیدا کر دیئے۔ دریائے سیحوں کے مغربی کنارے سے لے کر سندھ کے صحراؤں تک پھیلی ہوئی اس سلطنت کا نظم ونسق حد درجہ بیدار مغزی کا متقاضی تھا۔

رسد و رسائل کے ذرائع بالکل ابتدائی صورت میں تھے جو گڑبڑ اور بدنظمی کی صورت میں چنداں مفید ثابت نہیں ہوتے تھے۔ دور دراز کے علاقے مرکز کی ہر گرفت سے آزاد تھے۔ صوبوں کے حاکم اور باج گزار ریاستیں جب بھی حالات کو سازگار پاتیں، مرکز کا جوا گردن سے اُتار پھینکتیں اور جتنے عرصے میں یہ خبر مرکز تک پہنچتی، حالات قابو سے باہر ہو چکے ہوتے۔

عہدِ حاضر کی طرح دیوانی اور فوجی محکمے جدا جدا نہ تھے۔ جہاں فوج متعین ہوتی،

وہاں کے نظم ونسق کی ذمہ داری اُسی کی تحویل میں ہوتی۔ جب لشکر کا سردار کسی مہم پر روانہ ہوتا تو انتظامیہ تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی اور شر پسندوں کو کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا۔ اس طرح مرکز دن رات چھوٹی چھوٹی بغاوتوں پر قابو پانے اور مٹانے ہی میں مصروف رہ جاتا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت جہاں ایک طرف سندھ سے لے کر قزوین تک اور دوسری طرف سیستان سے لے کر چنگیز خان کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی، اس میں کمزوری اور تنزل کے پیدا ہونے کے چار بڑے اسباب تھے۔

پہلی وجہ یہ تھی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر میں قپچاق ترکوں کی ایک بہت بڑی تعداد شامل تھی جو بڑے بہادر، منچلے اور وفادار تھے۔ لڑنا مرنا ان کا مشغلہ تھا اور انہی کے ہاں سلطان علاؤالدین کے باپ تکش کی شادی ہوئی تھی۔ کیونکہ سلطان نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی سے شادی کی تھی جس کا نام ترکان خاتون تھا۔

چونکہ یہ لوگ بڑے بہادر، منچلے سپاہی تھے اور سلطان کی تمام فتوحات انہی کی جانبازی کا نتیجہ تھیں۔ اس لئے ترکان خاتون تمام قلمرو پر چھائی ہوئی تھی۔ سلطان کے مقابلے میں اس کا اپنا علیحدہ دربار تھا، درباری تھے، احکام تھے، فرامین تھے۔ یعنی وہ سب کچھ تھا جو لوازماتِ حکومت میں شمار ہوتا ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا حکم صادر ہو جاتا جو سلطان علاؤالدین کے باپ کے دور میں ملکہ کے حکم سے متصادم ہوتا تو ہمیشہ ملکہ ہی کی بات مانی جاتی تھی۔

چنانچہ سلطان تکش کی وفات کے بعد ترکان خاتون کی خودسری میں کوئی فرق نہ آیا۔ سلطان علاؤالدین دل سے چاہتا تھا کہ کسی طرح ترکان خاتون کی سرگرمیوں کو روکا جا سکے لیکن اسے ہر دفعہ ناکامی ہوتی۔ ترکان خاتون کی ایک آواز پر تمام قپچاق ترکوں کی تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتی تھیں اور سلطان جھینپ کر رہ جاتا تھا۔ اس عمل سے حکومت کو نقصان پہنچتا اور سلطان کی حیثیت مخدوش ہو جاتی تھی۔ اس طرح ملکہ اور سلطان کے خیالات اور احکامات کے ٹکراؤ کی وجہ سے سلطنت کے اندر کمزوری کے آثار اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اُس کی سلطنت کے زوال کی دوسری وجہ اُس کا ماموں یعنی ترکان خاتون کا بھائی اینالجق تھا۔ یہ اترار شہر کا وہ کم بخت اور کم فہم حاکم تھا،

جس کے احمقانہ فعل نے چنگیز خان کو سلطان پر چڑھائی پر مجبور کر دیا تھا۔ چونکہ یہ سلطان کا حقیقی ماموں تھا، جب چنگیز خان نے اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو سلطان نے انکار کر دیا۔ کیونکہ اگر سلطان یہ حرکت کر بیٹھتا تو ترکان خاتون اور قبچاق اُس کی زندگی حرام کر دیتے۔ اگر اینالجق، سلطان علاؤالدین کا ماموں نہ ہوتا تو ممکن ہے سلطان، چنگیز خان سے بگاڑ پر آمادہ نہ ہوتا اور اس طرح عالمِ اسلام ایک مصیبتِ عظمیٰ سے بچ جاتا۔

خوارزم شاہی سلطنت کو کمزور کرنے اور اس کے زوال کا ایک بڑا سبب خلیفۂ بغداد بھی تھا۔ چونکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا، اس لئے قرب و جوار کی کوئی حکومت اس سے مطمئن نہ تھی۔ جہاں چاہتے اور جب چاہتے چڑھائی کر دیتے۔ چنانچہ کمزور حکومتوں کو سرِ اطاعت خم کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ کسی اور کا تو کیا ذکر، خود خلیفۂ بغداد بھی سلطان کے عتاب سے نہ بچ سکا۔ اس عام ناراضگی سے سلطان، لوگوں کی ہمدردی کھو بیٹھا کیونکہ یہ حکمران براہِ راست سلطان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے تھے اس لئے انہوں نے خفیہ طور پر چنگیز خان سے خط کتابت شروع کر دی تھی اور اسے سلطان کے خلاف اُکسایا۔ ایسا ہی کام خلیفۂ بغداد نے بھی کیا۔ اس نے بھی اپنے ایلچی، چنگیز خان کی طرف بھجوائے اور اسے ترغیب دی کہ وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو جائے۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کی سلطنت کی ناکامی کا تیسرا سبب نجومی تھے۔ جیسا کہ اس زمانے کا عام دستور تھا کہ سلطان کے دربار میں ماہر نجومی موجود رہتے جن سے عسکری مہم شروع کرنے سے پہلے مشورہ لیا جاتا تھا۔ وہ زائچہ بناتے، سیدھی ٹیڑھی لکیروں کا مطالعہ کرتے اور جو کچھ مناسب ہوتا، اظہارِ رائے کر دیتے۔

اگر نجومی کسی مہم میں شرکت کرنے سے منع کر دیتے تو سلطان کے لئے اس کام میں ہاتھ ڈالنا ناممکن ہو جاتا۔ جب چنگیز خان حملہ آور ہوا تو سلطان نے حسبِ معمول درباری نجومیوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا، سلطان کا ستارہ زوال میں ہے۔ اسے چاہئے کہ دو سال تک دشمن کا سامنا کرنے سے احتراز کرے۔

بس پھر کیا تھا۔ سلطان نے نجومیوں کے کہے کو پلّے باندھ لیا۔ چنانچہ اس بھاگ دوڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان کی تمام قوتیں سلب ہو کر رہ گئیں۔ امراء اور اراکین ساتھ بھاگے

پھرتے تھے اور شرم کے مارے پسینے میں ڈوب ڈوب جاتے تھے لیکن سلطان تھا کہ مزاحمت و مدافعت کا تصور بھی اس کے دل و دماغ سے نکل چکا تھا۔

خوارزم شاہ اور اُس کی سلطنت کے زوال کی چوتھی وجہ خود اُس کی ماں ترکان خاتون تھی۔ ترکان خاتون کا اپنا دربار تھا اور اس کے احکامات عموماً سلطان کے احکامات سے ٹکراتے تھے جس کی وجہ سے سلطنت کے اندر ایک طرح سے انتشار، بدنظمی اور بدانتظامی کی لہر نے سر اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔

❀❀❀

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

نظام الدین اور عارض زوزنی نے اپنے لشکر کے ساتھ اُس شاہراہ کے کنارے قیام کر رکھا تھا جو شاہراہ قزوین اور طالقان کے بیچوں بیچ گزرتی ہوئی اُن کوہستانی سلسلوں کے بیچ میں سے گزرتی تھی جو قدیم قلعہ الموت سے ملحق تھے۔ کوہستانی سلسلوں کے اندر وہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ اسی کوہستانی سلسلے کے اندر نظام الدین اور عارض زوزنی کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اب وہ نئے حالات کی رونمائی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

ایک روز وہ دونوں اسی کوہستانی سلسلے کے اندر اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ برغہ خان کے تائجوت قبیلے کا ایک آدمی ان کے سامنے لایا گیا۔ اسے لانے والا نظام الدین کا ایک چھوٹا سالار تھا۔ جب اُسے نظام الدین اور عارض زوزنی کے سامنے پیش کیا گیا، تب لمحہ بھر کے لئے نظام الدین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تُو ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لایا ہے یا بری؟''

اس پر دکھ بھرے انداز میں آنے والا جوان بولا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ خبر یہ ہے کہ چنگیز خان کو علم ہو چکا ہے کہ برغہ خان اور اولون دونوں مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ چنگیز خان کو یہ اطلاع اُس کے مخبروں نے دی ہے۔ چنگیز خان کو پہلے بھی شک تھا کہ ان کے ہاتھوں نظام الدین کیوں نہیں گرفتار ہو رہا۔ جب اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ برغہ خان اور

اولون اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، تب اس کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس پر یہ بھی اس کے مخبروں نے انکشاف کیا ہے کہ مسلمانوں کے جس سالار نے اس کے تین سالاروں قنجار، اربوش اور پیل گوش کو قتل کیا ہے، اس سے برغہ خان اور اولون کے تعلقات ہیں اور آپس میں باہم پیغام رسانی بھی ہوتی ہے۔ اس بنا پر چنگیز خان نے فوراً حکم دیا کہ برغہ خان اور اولون کے علاوہ لشکر میں جو تابجوت قبیلے کے لوگ ہیں، ان سب کو گرفتار کرلیا جائے۔

یہ پیغام چنگیز خان نے اپنے سالاروں جائسی اور الک خان کو دیا تھا۔ اس لئے کہ آج کل جائسی اور الک خان ہی اس لشکر کی کمانداری کر رہے ہیں جسے نظام الدین کو پکڑنے اور گرفتار کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

چنانچہ جب یہ حکم جائسی اور الک خان کو ملا، تب انہوں نے برغہ خان اور اولون دونوں کو گرفتار کرلیا ہے اور ان کے ساتھ جو میرے قبیلے کے جوان کام کر رہے تھے جن کی تعداد ڈھائی تین سو کے لگ بھگ ہے، انہیں بھی نہتا کر کے چنگیز خان کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اور اگر اس موقع پر ان کی مدد نہ کی گئی تو چنگیز خان برغہ اور اولون ہی نہیں، میرے قبیلے کے سارے جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا حکم دیدے گا۔

اس انکشاف پر نظام الدین چونک کر اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عارض زوزنی بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر آنے والے اُس ہرکارے کو مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! پہلے یہ بتاؤ کہ جائسی اور الک خان کا وہ لشکر جس نے برغہ خان اور اولون کو گرفتار کیا ہے، وہ اس وقت کہاں ہے؟"

جواب میں اُس ہرکارے نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"جس کوہستانی سلسلے میں آپ نے اس وقت قیام کر رکھا ہے، اس کوہستانی سلسلے کے پاس سے جو شاہراہ گزر کر سبزوار اور استر آباد کے بیچ سے ہوتی ہوئی جہرم اور نیشاپور کی طرف جاتی ہے، وہ اسی شاہراہ پر سفر کر رہے ہیں اور ابھی وہ استر آباد یا سبزوار نہیں پہنچے۔ آپ اگر اسی وقت ان کے تعاقب میں لگ جائیں تو آپ اور ان کے درمیان زیادہ سے زیادہ دس میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔"

اس پر عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! چند دستے مقرر کرو۔ ہمارے پاس جو رسد اور خوراک کا سامان ہے، وہ دستے یہاں کوہستانی سلسلے کے اندر اس کی حفاظت کریں گے۔ وہ سارا سامان ہم نے غاروں کے اندر رکھا ہوا ہے، محفوظ ہے۔ پھر بھی یہاں حفاظت کے لئے لشکر کا ایک حصہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد تیار ہو جاؤ اور آنے والے اس مخبر کی راہنمائی میں ہم جائسی اور الک خان کا تعاقب کریں گے۔ ہر صورت میں برغہ خان، اولون اور ان کے ساتھیوں کو رہائی دلانے کی کوشش کریں گے۔''

عارض زوزنی نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ جلدی جلدی چند دستے اس نے چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں مقرر کئے جن کے ذمے رسد اور دوسرے سامان کی حفاظت کا کام سونپا گیا۔ اس کے بعد نظام الدین اور عارض زوزنی، جائسی اور الک خان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ انہوں نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ نیشاپور کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر شروع کر دیا تھا۔

جائسی اور الک خان کا لشکر ابھی سبزوار یا استر آباد نہیں پہنچا تھا کہ نظام الدین اور عارض زوزنی نے دائیں طرف سے ہوتے ہوئے ایک چکر اور کاوا کاٹتے ہوئے انہیں چکمہ دیا، ان سے آگے نکل گئے اور پھر سبزوار اور استر آباد کے بیچوں بیچ اچانک وہ شاہراہ پر نمودار ہوئے اور جائسی اور الک خان کے لشکر کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے جائسی اور الک خان نے بھی اپنے لشکر کو روک دیا۔ کچھ دیر تک دونوں طرف خاموشی رہی، پھر منگولوں کے لشکر سے دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نظام الدین کے لشکر کی طرف آئے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں سفید جھنڈے لہراتے ہوئے آ رہے تھے۔ جب وہ نظام الدین اور عارض زوزنی کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان دونوں نے اپنے چہروں کو اپنے خود کے نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا۔ قریب آ کر ایک منگول بولا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں چونکہ اس لشکر کے سامنے ہو، لہٰذا میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم ہی اس لشکر کے سربراہ ہو۔ تمہارے سامنے منگولوں کا لشکر ہے۔ منگولوں کو تم جانتے ہو، اپنے سے دس گنا بڑے لشکر کو بھی وہ پیس کر رکھ دیتے ہیں۔ اس لشکر میں ہمارے کماندار چنگیز

خان کے بہترین سالار جائسی اور الک خان ہیں۔ ان دونوں نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ یہ جانیں کہ تم کون ہو؟ کیوں ہماری راہ روکی ہے؟ اور اگر اسی طرح ہماری راہ روکے کھڑے رہے تو وہ تم دونوں پر حملہ آور ہو کر تم سب کا قتل عام کر کے اپنی منزل کی طرف نکل جائیں گے۔''

جب وہ منگول خاموش ہوا تو نظام الدین قہر بھرے انداز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم تم منگولوں کے سامنے کوئی ٹوٹا ہوا خواب نہیں کہ ہمیں روند کر نکل جاؤ گے۔ ایک بات یاد رکھنا! میں نظام الدین ہوں۔ میں تم لوگوں کی نامکمل ہستی کو مایوسی کی لہروں میں بدل دوں گا، تمہارے زرد چہروں پر تشنگی کا پہرہ لگا دوں گا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو ظلمتوں سے برسر پیکار ہوتے ہیں۔ خشک صحراؤں میں پھولوں کے گلشن کھلاتے ہیں۔ قسم خدائے لم یزل کی جو مالکِ کون و مکاں ہے، جو سمندر کی تہوں میں بھی رزق مہیا کرتا ہے، ہم تم منگولوں کی حالت ہست کے گوشوں میں بغاوت کے سلگتے لاوے، لاکھوں قرنوں کی اندھی مسافتوں میں ندیوں میں بہتے تنکوں، بے کارواں مسافروں سے بھی بدتر بنا کے رکھ دیں گے۔''

نظام الدین کا نام سن کر وہ دونوں منگول لرز اور کانپ گئے تھے یہاں تک کہ نظام الدین کہنے لگا۔

''واپس جاؤ۔ جائسی اور الک خان سے جا کے کہنا، یہاں سے بچ نکلنا بڑا مشکل ہے۔ تمہارے سارے لشکر کی آخری آرام گاہ یہیں بنے گی۔''

ان دونوں منگولوں کو مزید گفتگو کرنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی۔ گھوڑوں کو موڑ کر واپس جانے لگے۔ اس موقع پر اپنے پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار عارض زوزنی کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! ہمیں فی الفور حملہ آور ہو جانا چاہئے۔ ان دونوں منگولوں نے جب واپس جا کے جائسی اور الک خان کو بتایا کہ ان کی راہ نظام الدین اور عارض زوزنی نے روکی ہے تو یاد رکھنا وہ برغہ خان، اولون اور ان کے ساتھیوں کو پہلے قتل کریں گے، پھر ہم سے ٹکرائیں گے۔''

عارض زوزنی نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت نظام الدین نے دکھ کی طغیانیوں، گرجتے ابر، کڑکتی برق کی طرح تکبیریں بلند کیں جو اُس کے لشکریوں کو اشارہ تھا کہ حملہ شروع ہونے لگا ہے۔ اس کے بعد اپنے لشکر کو نظام الدین نے کراہتی بنجر پیاس اور حرارت کے رقص کی طرح آگے بڑھایا اور پھر وہ منگولوں کے لشکر پر دشت و دمن کی ظلمات اور تعصب کی دہکتی آگ میں گھس جانے والی بے بصر کرتی طوفانی زقند، مقدر کی تشنہ کامی کو طویل کرتے عقوبت کے بحر، بستیوں کو بکھرے غبار کی طرح اُڑاتی برق کی تب و تاب اور موت کی بھیانک صداؤں اور وحشتوں کے اچانک اُٹھتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے جائسی اور الک خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ نظام الدین اور عارض زوزنی کے لشکر پر دشت امکان میں ذہن سے اُٹھتی سوچوں، مچلتے بے روک دھاروں، خون سے نشوونما پاتے جوان لمحوں، آنکھوں کے آنگنوں میں اُترتے کرب بھرے خوابوں، سینوں میں پیوست ہو جانے والے خنجروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکروں کا ٹکراؤ جب جوبن پر آیا، تب نظام الدین نے کئی بار بلند آواز میں تکبیریں پڑھیں۔ یہ تکبیریں اس کے لشکریوں کے لئے اشارہ تھا کہ اب پوری طاقت اور قوت کے ساتھ منگولوں پر ضرب لگانی ہے۔ چنانچہ تکبیریں سنتے ہی مسلمان لشکری ساگر کے محیط ہونے والے سرخ اندھیاؤ، صدیوں کے اندھے آئینوں میں نئے پیغام، بکھرتی روشنی کی کرنوں اور سنسان راتوں میں اذیت بھرے عذابوں کی طرح تیز حملے کرتے ہوئے بڑی تیزی سے منگولوں پر چھانے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ منگولوں نے خود محسوس کر لیا کہ نظام الدین اور عارض زوزنی کے سامنے ان کی حالت موہوم کوہساروں، راحت کے فریب، بنجر راستوں، سنسان منزلوں، بے حس پیڑوں سے لپٹ کر روتی شام اور اندھیرے میں کھڑی کانپتی پرچھائیوں، بدنصیبی کے بھیانک کھنڈروں کی سی ہونا شروع ہو گئی ہے۔

پھر وہ موقع بھی آیا کہ منگول لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونے لگی تھی۔ اس لئے کہ نظام الدین اور عارض زوزنی نے اپنے لشکریوں کے ساتھ ایک طرح سے دو طرف

سے حملہ آور ہو کران کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس موقع پر ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ منگول برغہ خان اور اولون کے علاوہ برغہ خان کے قبیلہ کے جتنے جوانوں کو غیر مسلح کر کے لے جا رہے تھے، جب نظام الدین اور اس کے لشکریوں کے ہاتھوں منگول مرنے لگے تب برغہ خان اور اس کے ساتھیوں نے مرنے والے منگولوں کے ہتھیار اُٹھا کر منگولوں ہی کے خلاف برسرِ پیکار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح منگولوں پر دباؤ بڑھ گیا اور وہ شکست کو قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان نے دکھ کے خوفناک ہیجان، نفرتوں کی کھولتی صداؤں، خونی احساس کی شدتوں، خیالات کے موجزن بحر کی طرح ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا اور اس تعاقب کے دوران چنگیز خان کا نامور سالار الک خان بھی مارا گیا۔ تاہم دوسرا سالار جائسی بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

جائسی کے شکست اٹھا کر بھاگنے کے بعد نظام الدین نے اپنے لشکریوں کو جو سامان منگول چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ اتنی دیر تک ایک طرف سے برغہ خان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ قریب آ کر وہ گھوڑے سے اُترا۔ اُسے دیکھتے ہوئے نظام الدین اور عارض زوزنی بھی اپنے گھوڑوں سے اُترے تھے۔ برغہ خان آگے بڑھ کر بڑے پُرجوش انداز میں دونوں سے ملا۔ اس کے بعد وہ بڑی عاجزی اور انکساری میں نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نظام الدین میرے بھائی! تم نے ہمیں مایوسی اور شکست کے بھنور، موت کے نیزوں کی چمکتی انیوں، بدنصیبی کے بھیانک کھنڈروں سے بچایا ہے۔ اگر ہم چنگیز خان کے ہتھے چڑھ جاتے تو میرے بھائی! وہ ہم پر بغاوت کے گہرے سائے مسلط کر کے موت کے دہکتے دوزخ ہمارے لئے بھڑکا دیتا۔ اب جب اُسے یہ خبر ملے گی کہ برغہ خان اور اس کے ساتھی بچ گئے ہیں اور جائسی اور الک خان کو شکست ہوئی ہے اور یہ کہ الک خان ٹکراؤ کے دوران مارا گیا ہے تو یاد رکھنا، چنگیز خان کی حالت دکھ اور غم میں نگر نگر اور قریہ قریہ بھٹکتی بے چین روحوں، زخموں کے مرہم کے متلاشی بے چین دل سے بھی زیادہ بدتر ہو کر رہ جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان جب رکا، تب مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''برغہ خان! تم نے مجھے اپنا چھوٹا بھائی کہا تھا اور اپنے بھائی کو عذابوں کے گرم لمحوں سے بچانا میرا فرض تھا۔ میرے عزیز! گو ہمارے وجود کا کوئی رابطہ نہیں۔ ہمارے تن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، اس کے باوجود جو رشتہ ہم نے خود ایک دوسرے سے جوڑا ہے، اس کے تحت خونی احساس کی شدتوں، خون آشام تیرگی، دکھوں کے ہیجان، عذابوں کے گرم لمحوں سے تم لوگوں کو محفوظ رکھنا مجھ پر فرض بنتا ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ میں نے اپنا فرض پورا کر لیا ہے۔''

نظام الدین کے یہ الفاظ سن کر برغہ خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

''اس موقع پر ہمیں اولون کو بھی نہیں بھولنا چاہئے۔ میں جانتا ہوں اس وقت وہ بیچاری کہیں گم صم دل کے بجھتے چراغ، چاہتوں کی مدھم لو جیسی اُداس، زندان کے آزار اور جان سوزی کے کرب کی طرح بیٹھی گہری سوچوں میں ڈوبی ہو گی کہ نہ جانے اس کا کیا بنے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان رکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نظام الدین! اگر میری اور تمہاری عمر میں فرق کو دیکھا جائے تو تم میرے بیٹے کی جگہ ہو۔ جس وقت تم چنگیز خان کی سرزمینوں میں گئے تھے، اس وقت میں نے تمہیں اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہوئے تمہیں بھائی کہہ کر پکارا تھا۔ جہاں تک اولون کا تعلق ہے تو عمر کے لحاظ سے وہ میری بیٹی بنتی ہے لیکن میں اُسے بہن کہہ کر پکارتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چنگیز خان کے ساتھ ایک ٹکراؤ کے دوران میرا چھوٹا بھائی اور میری ایک چھوٹی بہن مارے گئے تھے۔ اسی بنا پر میں نے تمہیں بھائی کہنا شروع کیا اور اولون کو عمر کا خاصا فرق ہونے کے باوجود بہن پکارنا شروع کیا۔ ایسا کرنے سے مجھے ایک طرح کا دلی سکون ملتا ہے اور میرے شعور کو آسودگی نصیب ہوتی ہے۔''

برغہ خان جب رکا، تب نظام الدین کہنے لگا۔

''برغہ خان! میرے بھائی! میں بھی تمہیں بھائی ہی کہہ کر پکارتا ہوں۔ لہٰذا باقی باتیں

اس ٹھکانے پر پہنچ کر ہوں گی جہاں سے چل کر ہم ادھر آئے ہیں۔“

برغہ خان مان گیا۔ اتنی دیر تک نظام الدین کے لشکریوں نے سارا سامان سمیٹ لیا تھا۔ پھر وہاں سے کوچ ہوا اور نظام الدین اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ان علاقوں کی طرف بڑھا تھا، جہاں سے نکل کر آیا تھا اور جہاں اُس نے رسد کا کافی سامان جمع کر رکھا تھا اور اپنے لشکر کے کچھ دستے اس سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر آیا تھا۔ چونکہ ابھی تک وہ علاقہ چنگیز خان کی دسترس سے دُور تھا، لہٰذا محفوظ خیال کیا جاتا تھا۔

وہاں پہنچ کر سب سے پہلے نظام الدین نے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ نظام الدین اور عارض زوزنی، رسد جمع کرنے کے سلسلے میں خانہ بدوشوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں رہتے تھے، لہٰذا ان کے پاس کوئی خیمہ گاہ نہ تھی جہاں وہ قیام کرتے۔ بس گھوڑوں سے بندھے اپنے بستر کھول کر زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر نظام الدین ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ عارض زوزنی اور برغہ خان بھی اس کے قریب اس بڑی چٹان پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر برغہ خان بولا اور کہنے لگا۔

”نظام الدین میرے بھائی! میں اولون کو بلاتا ہوں۔ اُسے ذرا تسلی دو۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ تم اُس سے شدید نفرت کرتے ہو۔ اُس کے دل میں یہ بات جاگزین ہو چکی ہے کہ چنگیز خان کے شہر قراقرم میں اس نے ایک بار بھولے سے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ وہ اب ان الفاظ کو بول نہیں پا رہی، اپنے آپ کو مجرم خیال کرتی ہے کہ اسے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہنے چاہئیں تھے۔ اب جب کہ وہ چنگیز خان کے لشکر سے نکل کر یہاں آ گئی ہے تو وہ جو پہلے ہی اپنے آپ کو آپ کی نفرت کے دباؤ میں محسوس کر رہی تھی، اب یہاں اجنبیت محسوس کرے گی۔ ساتھ ہی تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ وہ مصمم ارادہ کر چکی ہے کہ وہ اسلام قبول کرے گی اور اسلام کے سارے ارکان جاننے کے بعد پھر وہ ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے تمہارے سامنے آئے گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں اتنا عرصہ وہ کرب اور عذاب میں نہ پڑی رہے۔ میں اسے بلاتا ہوں۔ تم اس سے تسلی کے کچھ الفاظ بول دو۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو سنبھال

لے گی اور یہاں ہمارے اندر پُرسکون زندگی کی ابتدا کر سکے گی۔''

اس موقع پر نظام الدین نے عارض زوزنی کی طرف دیکھا۔ عارض زوزنی کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس لڑکی کو بلانا چاہئے۔ وہ ہماری بہن ہے۔ نظام الدین، میرے بھائی! اگر وہ آپ کو پسند کرتی ہے تو ایسی لڑکیاں بہت کم ملتی ہیں۔ جہاں وہ اپنی شخصیت میں لاجواب ہے، وہاں اپنے حُسن میں بھی اُس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ اُسے بلانا چاہئے۔''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا۔ پھر وہ برغہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اچھا، اُسے بلالو۔''

نظام الدین کے یہ الفاظ سن کر برغہ خان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو اشارہ کیا اور وہ بھاگتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ اولون کو لے آیا۔ اولون آئی اور نظام الدین کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہوگئی۔

ایک گہری نگاہ اس موقع پر نظام الدین نے اُس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''تم کیوں میرے سامنے مجرموں کی طرح کھڑی ہوگئی ہو؟ تم نے کوئی جرم تو نہیں کیا۔ دیکھو اس وقت ہمارے پاس بیٹھنے کے لئے یہ چٹان ہی ہے۔ اس پر بیٹھ جاؤ۔ اور اپنے آپ کو یہاں اجنبی محسوس نہ کرو۔ اب تم ہمارے معاشرے کی ایک اکائی ہو۔''

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون کو کچھ ڈھارس ہوئی۔ پھر وہ چٹان پر جو خالی جگہ پڑی تھی، وہاں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی، پھر نظام الدین نے اولون کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''دیکھو اولون! ہم تمہارا سکون اور تمہاری آسودگی چاہتے ہیں۔ تم لشکر میں رہ کر کہاں ہمارے ساتھ دھکے کھاتی پھرو گی؟ اس لئے کہ ہمارے لشکر کی بھی عجیب حالت ہے۔ ہمارے پاس کوئی خیمہ نہیں ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو بستر باندھنے کے لئے ہمارے پاس چمڑے کی چادریں ہیں۔ وہی تان کر ہم اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس سردی اور بارش سے بچنے کے لئے کوئی سامان نہیں ہے۔ میں کوشش کرتا

ہوں کہ تمہیں کسی ایسی جگہ اپنے جاننے والوں کے ہاں رکھا جائے جہاں تم محفوظ رہو۔''

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون چونک پڑی اور کہنے لگی۔

''ایسا سوچئے بھی نہ۔ چنگیز خان اور اس کے بیٹے اور اس کے سالار پہلے آپ کی زندگی کے درپہ تھے۔ ہر صورت آپ کو گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ اور اب وہ جس طرح آپ کے خلاف ہیں، ایسے ہی میرے خلاف بھی ہو جائیں گے۔ جہاں بھی مجھے رکھیں گے، وہاں سے مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اس لئے میرا آپ کے لشکر میں رہنا انتہائی ضروری ہے۔ اس میں میرا تحفظ، اسی میں میری حفاظت ہے۔''

اولون کے ان الفاظ پر نظام الدین چونک پڑا، پھر کہنے لگا۔ ''وہ تو نظام الدین کی تلاش میں ہیں۔ میرا اُن سے کیا تعلق؟''

جواب میں گہری مسکراہٹ اولون کے چہرے پر نمودار ہوئی، پھر کہنے لگی۔

''میں اور بھائی برغہ خان بہت پہلے سے جانتے ہیں کہ کوشان خان اور نظام الدین ایک ہی ہستی کا نام ہے۔''

یہ سن کر نظام الدین مسکرا دیا، پھر کہنے لگا۔

''اگر تم لشکر میں رہنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔ ہم تمہیں منع نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے لئے تمہیں دن رات بڑی دشواریوں سے گزرنا ہو گا۔''

جواب میں بڑی جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اولون کہنے لگی۔

''جن کٹھنائیوں سے آپ گزریں گے، ان سے میں بھی گزر جاؤں گی۔ اور ان دشواریوں میں ہی آپ لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے میرا تحفظ ہے۔ ورنہ منگول مجھے ڈھونڈ نکالیں گے، چنگیز خان کے سامنے پیش کریں گے اور چنگیز خان بغاوت کے جرم اور مسلمانوں کی طرف داری کرنے کی وجہ سے میری گردن کاٹنے میں لمحہ بھر کی تاخیر سے کام نہیں لے گا۔ میری آپ سے ایک اور بھی گزارش ہے کہ آج رات سونے سے پہلے آپ اور بھائی عارض زوزنی میرے، برغہ خان اور برغہ خان کے سارے ساتھیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی رسم بھی ادا کریں گے۔ آپ کے لشکر میں آج کی رات میں ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے رہنے کی ابتدا کرنا چاہتی ہوں۔ اور اگر آپ کے لشکر میں کوئی مذہبی آدمی ہو تو آپ کی بڑی مہربانی کہ اُسے بتا دیں کہ وہ ہمیں اسلام کے ارکان

سے آگاہی دیتا رہے۔''

اس بار نظام الدین کے بجائے عارض زوزنی بولا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! تم نے یہ باتیں کر کے ہمارا دل خوش کر دیا ہے۔ تم بے فکر رہو، اس کا اہتمام آج رات سونے سے پہلے ہی کر دیا جائے گا۔''

عارض زوزنی کے ان الفاظ پر اولون بھی خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ نظام الدین بولا اور برغہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''برغہ خان! میرے بھائی! جب تک کھانا تیار نہیں ہوتا، آپ ہمیں اپنے اور چنگیز خان کے ان حالات کی تفصیل سنائیں جب آپ اور اس کے درمیان ٹکراؤ ہوتا رہا۔''

اس موقع پر برغہ خان نے پہلے ایک غائر نگاہ نظام الدین اور عارض زوزنی پر ڈالی پھر اپنے قریب بیٹھی اولون کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''چنگیز خان کے حالات مجھ سے بہتر اولون بتا سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا تعلق نہ صرف اس کے قبیلہ سے ہے بلکہ یہ بذاتِ خود چنگیز خان کے عزیزوں میں سے ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد برغہ خان رکا، پھر اولون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اولون میری بہن! میری بیٹی! اب تم چنگیز خان اور اپنے قبیلے سے متعلق ذرا تفصیل سے نظام الدین کو بتاؤ۔''

اس موقع پر اولون نے ایک گہری نگاہ نظام الدین پر ڈالی، پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

''برغہ خان! میرے بھائی، میرے بابا! اصل بات یہ ہے کہ نظام الدین مجھ سے بیزار ہیں، مجھ سے نفرت کرتے ہیں، اس بنا پر ہو سکتا ہے، یہ حالات مجھ سے سننا پسند نہ کریں۔''

اس موقع پر نظام الدین نے دخل اندازی کی اور کہنے لگا۔

''اگر کسی کو ناپسند بھی کیا جائے اور اس سے نفرت بھی کی جائے تو ایسے حالات اُس سے سنے جا سکتے ہیں۔ انکار نہیں کیا جا سکتا۔''

نظام الدین کے ان الفاظ سے یقیناً اولون کی دل شکنی ہوئی تھی، تاہم اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، اس کے بعد وہ کہنے لگی۔

"جہاں تک میں جانتی ہوں، منگولوں کے جدِ امجد کا نام تومنہ خان تھا۔ اس تومنہ خان کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام کاچولی اور دوسرے کا نام قبل خان۔ کہتے ہیں ایک رات کاچولی نے خواب میں دیکھا، اس کے بھائی قبل خان کے گریبان سے ایک ستارہ نکل کر آسمان پر پہنچا اور اپنی روشنی زمین پر ڈالنے لگا۔ تھوڑی دیر وہ ستارہ غائب ہو گیا اور اس جگہ دوسرا ستارہ پیدا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ غائب ہوا، اس کی جگہ تیسرا ستارہ پیدا ہوا۔ اس تیسرے ستارے کے غائب ہونے کے بعد چوتھا ستارہ نمودار ہوا۔ وہ اس قدر بڑا اور تیز روشنی والا تھا کہ تمام جہان اُس کی روشنی سے منور ہو گیا۔ اس بڑے روشن ستارے کے غائب ہونے پر کئی چھوٹے چھوٹے روشن ستارے آسمان پر نمودار ہوئے اور پھر کاچولی کی آنکھ کھل گئی۔

کاچولی اس خواب کی تعبیر کے متعلق غور و فکر میں مصروف تھا کہ اس کو پھر نیند آ گئی۔ اس مرتبہ اس نے خواب میں دیکھا کہ خود اُس کے گریبان سے ایک ستارہ نکلا اور آسمان پر چمکنے لگا۔ اس کے بعد دوسرا، اس کے بعد تیسرا۔ غرض کہ یکے بعد دیگرے سات ستارے نمودار ہوئے۔ ساتویں ستارے کے بعد ایک بہت بڑا اور نہایت روشن ستارہ نمودار ہوا جس کی روشنی سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اس بڑے روشن ستارے کے غائب ہونے پر کئی چھوٹے چھوٹے ستارے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد کاچولی کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اپنے دونوں خوابوں کو اپنے باپ، تومنہ خان سے بیان کیا۔

تومنہ خان نے دونوں خواب سن کر کہا کہ قبل خان کی چوتھی پشت میں کوئی عظیم بادشاہ پیدا ہو گا اور تیری آٹھویں پشت میں ایک عظیم الشان بادشاہ پیدا ہو گا اور میری نسل میں عرصۂ دراز تک حکومت اور سلطنت رہے گی۔

اس کے بعد تومنہ خان نے قبل خان اور کاچولی دونوں کو آپس میں متحد اور متفق رہنے کی نصیحت کی اور دونوں بیٹوں کے درمیان ایک عہد نامہ لکھوا کر دونوں کے دستخط کروائے اور اپنی مہر لگا کر خزانچی کے سپرد کیا کہ یہ عہد نامہ نسل بعد نسل باقی اور محفوظ رہنا چاہیے۔

اس عہد نامہ میں لکھا گیا تھا کہ بادشاہت یا حکومت، قبل خان کی اولاد میں رہے گی اور لشکریوں کی سپہ سالاری، کاچولی کی اولاد میں محفوظ رہے گی۔

تومنہ خان کی وفات کے بعد قبل خان تختِ حکومت پر بیٹھا۔ قبل خان کے بعد قویلہ

خان حکمران ہوا۔ قویلہ خان کے بعد برقان حکمران ہوا۔ برقان کے بعد یسوکائی تخت نشین ہوا۔ یہی یسوکائی، چنگیز خان کا باپ تھا۔

کہتے ہیں، جب یسوکائی کے ہاں اس کا بیٹا جو بعد میں چنگیز خان کے نام سے مشہور ہوا، پیدا ہوا تو اسی سال منگولستان کا حکمران جسے تموچین کہہ کر پکارتے تھے، مر گیا۔ لٰہذا یسوکائی نے اپنے بیٹے کا نام تموچین رکھا جو بعد میں چنگیز خان کے نام سے مشہور ہوا۔

میں نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ تموچین نے بھی ایک خواب دیکھا۔ وہ خواب یہ تھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہیں۔ جب اس نے اپنے دونوں ہاتھ مشرق اور مغرب کی طرف پھیلائے تو دونوں تلواروں کے سرے اُفق مشرق اور اُفق مغرب تک پہنچ گئے۔ یہ خواب اس نے اپنی ماں سے بیان کیا تو خواب سن کر اُس کی ماں کو یقین ہو گیا کہ میرا یہ بیٹا مشرق اور مغرب میں تمام ممالک کو فتح کرے گا اور اس کے ہاتھ سے بڑی خون ریزی ہو گی۔ اس طرح اس کی ماں کو یہ بھی معلوم تھا کہ پیدا ہونے کے وقت تموچین کے ہاتھوں کی دونوں مٹھیاں بند تھیں۔ ان کو کھول کر دیکھا گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں منجمد خون تھا۔ اس منجمد خون کو دیکھ کر اس وقت بھی سب نے یہی رائے قائم کی تھی کہ یہ لڑکا بڑا خون ریز ہو گا۔

اسی دوران چنگیز خان کے قبیلہ میں ایک شخص نام جس کا تنکیزی تھا اور جس کو منگول بڑا عابد و زاہد اور قابل سمجھتے تھے، ایک روز چنگیز خان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک سرخ آدمی کو جو سرخ لباس اور سرخ گھوڑے پر سوار تھا، دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یسوکائی کے بیٹے سے جا کے کہہ دے کہ وہ آج کے بعد اپنا نام تموچین سے تبدیل کر کے اپنے آپ کو چنگیز خان کے نام سے موسوم کرے۔

تنکیزی کے اس کلام کو سن کر اگرچہ کہتے ہیں کہ چنگیز خان نے اُس کو دروغ گو خیال کیا مگر اس کی بات کو تسلیم کر لینا مناسب سمجھا اور اپنے آپ کو چنگیز خان کے نام سے موسوم کیا۔ ترکی زبان میں چنگیز خان کے معنی شہنشاہ کے ہیں۔ چند روز کے بعد تنکیزی کا کسی بات پر چنگیز خان کے ایک مصاحب سے جھگڑا ہو گیا۔ اس نے تنکیزی کی گردن پکڑ کر اُوپر اٹھایا اور اس زور سے زمین پر پٹخا کہ تنکیزی کا دم نکل گیا۔

اس کے بعد چنگیز خان نے ایسی غلطی کی کہ سارے حالات آپ لوگوں کے سامنے

ہیں۔ بس میرے ذہن میں اس وقت یہی تفصیل ہے جو میں نے آپ سے کہہ دی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اولون خاموش ہو گئی تھی۔ پھر ذرا رک کر کہنے لگی۔

”ہاں، کچھ ایسے حالات بھی ہیں جو میں نے لوگوں سے سنے ہیں۔“

نظام الدین کہنے لگا۔”وہ بھی کہہ دو۔“

اس پر اولون کہنے لگی۔

”دراصل چینی مؤرخین کے قریب منگول ہن نسل اور قبیلے سے تھے۔ اور یہ ایغور قبائل کی شاخ تھے۔ مؤرخین کے نزدیک یہ تین شاخیں ہیں۔ سفید ہن، سیاہ ہن اور وحشی تاتار۔ ہنوں کے یہ قبائل وسط ایشیا میں سرائے گوبی کے شمال سے بحر الکاہل تک پھیلے ہوئے تھے جن کا پیشہ ریوڑ چرانا اور گھوڑوں کی پرورش کرنا، لوٹ مار کرنا تھا۔ یہ لوگ شمالی چین کے حکمرانوں کے باج گزار تھے جو دراصل ان ہی کے بھائی بند تھے۔

کچھ مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے، یہ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے نزدیک حرام چیز کوئی نہیں۔ ہر قسم کا جانور ان کی خوراک میں شامل تھا۔ یہاں تک کہ کتے، گھوڑے اور سؤر وغیرہ بھی کھا لیتے تھے۔ منگول بڑے بہادر تھے۔ اپنے سردار کے اشارۂ اوّل پر جان دے دیتے تھے۔ سواری اور تیراندازی میں بے مثال مہارت رکھتے تھے۔ قد ان کا چھوٹا اور رنگ زردی مائل سفید تھا۔ ٹھوڑی پر بال بہت کم ہوتے تھے یا بالکل ہی نہیں ہوتے تھے۔

چنگیز خان اور منگول خاندان، شمالی چین کے ”کن“ حکمرانوں کو خراج ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شہنشاہی خاندان کا ایک فرد چنگیز خان کے خاندان کے کسی شخص کے ہاتھوں مارا گیا۔ قاتل کو اس کی یہ سزا ملی کہ اسے کیلیں ٹھونس کر مروا دیا گیا۔ اس پر جس قبیلہ سے اس کا تعلق تھا، وہ بھڑک اُٹھا اور قبیلہ کے ایک سردار قبل خان نے چین کے حکمران ”کن“ خاندان کو عبرت ناک شکست دے کر انتقام لیا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں، قبل خان یا قبیل خان کا تعلق منگول قبیلے سے تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ تیسرے کا نام یسوکائی تھا جو آخر اس قبیلے کا سردار ہوا۔ یسوکائی بہت بہادر تھا۔ اس نے نہ صرف اپنے منتشر قبائل کو متحد کیا بلکہ دوسرے قبائل کو اپنا مطیع اور فرمانبردار

بنایا جو بعد میں نہایت وفاداری سے اس کی لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے۔

یہی یسوکائی، چنگیز خان کا باپ تھا۔ یسوکائی کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت چین کے کن حکمرانوں کے لئے سخت پریشانی کا باعث بنی۔ آخر انہوں نے تاتاریوں کے ایک قبیلہ بوئے نوری کو یسوکائی پر حملہ کرنے کے لئے اُکسایا۔ یسوکائی ان کے حملہ کا خیال دل میں بھی نہ لاسکتا تھا۔ بہرحال جنگ ہوئی جس میں یسوکائی مردانہ وار لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد چنگیز خان قبیلہ کا سردار ہوا۔

چنگیز خان کے قبیلہ کو شکست دینے کے بعد بوئے نوری قبائل کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے چین پر حملہ کر دیا۔ چین کے کن حکمرانوں نے ایک اور جنگجو قبیلے کرایت کو بوئے نوریوں کے خلاف لا کھڑا کیا جن کا سردار طغرل تھا، جو چنگیز خان کے باپ کا حلیف بھی رہ چکا تھا اور اب وہ چنگیز خان کا اتحادی بن گیا۔ اس نے بوئے نوریوں کے حملہ کا دندان شکن جواب دیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اسے اپنے بھائی کے ہاتھوں مجبور ہو کر گھر بار چھوڑنا پڑا تو چنگیز خان ہی اسے سہارا نظر آیا۔ چنانچہ اس نے چنگیز خان کے ہاں پناہ لی۔ چنگیز خان نے اسے نہ صرف پناہ دی بلکہ اسے مدد دے کر اس کی سرداری کو بھی بحال کر دیا۔

اس کے بعد ایسا ہوا کہ اسے ایک بار اپنے اتحادی طغرل خان سے جنگ کرنا پڑی۔ پہلی مرتبہ تو چنگیز خان کو شکست ہوئی، اس کے بعد اس نے طغرل کے لشکر کو جو ترک تھے، اُنہیں مغلوب کر لیا۔ اور اس طرح وہ چنگیز خان کے وفادار رعایا بن گئے۔

چنگیز خان کی اس فتح سے ایک اور قبیلہ جسے نائمان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے حکمران یانگ خان کو سخت تشویش ہوئی۔ اس نے چنگیز خان کی بڑھتی ہوئی طاقت روکنے کے لئے سفید تاتاریوں کی طرف رجوع کیا اور ان کے سردار کشتگین کو ساتھ ملانا چاہا لیکن کشتگین نے یانگ خان کی اس سازش سے چنگیز خان کو مطلع کر دیا۔ اس کی وجہ سے چنگیز خان نے نائمان قبیلے پر حملہ کر دیا اور اسے بری طرح تباہ کیا۔ قبیلے کا سردار مارا گیا اور اس کا بیٹا بچلوک بچ کر بھاگ گیا۔ اس لڑائی میں بے شمار نائمان گرفتار ہوئے۔ ان میں ایک ایغوری عالم تنگو بھی تھا جو کبھی اپنے بادشاہ کا مشیر ہوا کرتا تھا۔ یہی وہ عالم تھا جس نے چنگیز خان کے گھرانے کو مہذب بنایا اور چنگیز خان کے بیٹے کو ایغوری زبان بھی

سکھائی۔

مختلف قبائل کو فتح کرنے اور چین کے علاقوں کو زیر کرنے کے بعد چنگیز خان کی مملکت دُور دُور تک پھیل گئی تھی۔"

اولون نے جو حالات نظام الدین کو بتائے تھے، انہیں سننے کے بعد نظام الدین نے ایک گہری نگاہ اولون پر ڈالی اور اس کے بعد برغہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"برغہ خان! میں سمجھتا ہوں، چنگیز خان کے حالات بتاتے ہوئے اولون نے کسی قدر جانب داری اور تعصب سے کام لیا ہے۔ ان حالات میں اس نے تمہارا کہیں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ تم نے ایک موقع پر مجھے بتایا تھا کہ تم نے چنگیز خان کو بدترین شکست دی تھی اور اسے گرفتار بھی کر لیا تھا۔"

نظام الدین کے یہ الفاظ سن کر ہلکا سا تبسم برغہ خان کے چہرے پر نمودار ہوا تھا۔ اس موقع پر ایک شفقت آمیز نگاہ اس نے قریب بیٹھی اولون پر ڈالی، اس کے بعد وہ نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نظام الدین! میرے بھائی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اولون نے کوئی بات چھپائی نہیں ہے۔ دراصل میرے اور چنگیز خان کے حالات اولون نے ذرا اختصار کے ساتھ بتا دیئے ہیں۔ اولون نے بوئے نوری نامی جن قبائل کا ذکر کیا ہے، وہ دراصل تائچوت قبائل ہی ہیں جن کا میں سردار تھا۔ دراصل ہمارے قبیلے کو بوئے نوری بھی کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر اولون نے یہ نام استعمال کیا ہے۔ حالات ذرا اس نے اختصار سے بتائے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی شک و شبہ ہو تو میں اس کی تفصیل کچھ یوں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اور چنگیز خان کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی۔ حالانکہ ہم اور چنگیز خان ایک ہی قبیلہ، ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، چنگیز خان اپنے قبیلے کا سردار تھا اور میں اپنے قبیلے کا۔ ہمارے اور اس کے درمیان ٹکراؤ ہوا۔ یہ ٹکراؤ بڑا خوفناک تھا۔ ٹکراؤ کی وجہ یہ تھی کہ چنگیز خان کے قبیلے کے لوگ اُسے چھوڑ چھوڑ کر میرے قبیلے میں آنے لگے تھے۔ اس طرح میرے قبیلے کی طاقت بڑھنے اور چنگیز خان کے قبیلے کی طاقت گھٹنے لگی تھی۔ چنانچہ اس بنا پر دونوں قبائل میں ٹکراؤ ہو گیا۔ یہ ایک خوفناک ٹکراؤ تھا جس میں، میں نے چنگیز خان کو شکست دی اور چنگیز خان شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔ چنگیز خان کے ساتھ بھاگنے والا اس

کا بھائی قسار بھی تھا اور یہ قسار تیر کمان چلانے کا بڑا ماہر خیال کیا جاتا تھا۔

چنانچہ چنگیز خان کو شکست دینے کے بعد میں نے اس کا تعاقب کیا۔ چنگیز خان اور اس کا بھائی دونوں ایک غار میں چھپ گئے۔ لوگوں نے انہیں تلاش کر کے ڈھونڈ لیا اور گرفتار کر لیا۔ میرے آدمی جب چنگیز خان کو گرفتار کر کے میرے سامنے لائے تو میں نے اسے کنگ پہنانے کا حکم دیا۔ یہ کنگ ایک طرح کی ہتھکڑی ہوتی ہے جس سے شانے اور کلائیاں جکڑ دی جاتی ہیں۔ بہر حال قبیلے کے لوگ اسے ہتھکڑی پہنائے اپنی چراگاہ کو واپس روانہ ہوئے۔

اس موقع پر چنگیز خان مجبور اور لاچار میرے آدمیوں کے ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا موقع آیا کہ میرے قبیلے میں ایک دعوت کا سماں آیا اور چنگیز خان کی حفاظت کے لئے صرف ایک محافظ چھوڑ دیا گیا۔ جب خیمہ گاہ پر اندھیرا چھا گیا تو خیمہ کی تاریکی میں اس نے اپنے کنگ کے سرے کو محافظ کے سر پر دے مارا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ چنانچہ وہ دوڑ کر خیمے سے نکلا۔ اس نے دیکھا، چاند نکل چکا تھا۔ جس جنگل میں خیمہ گاہ تھی، اس میں چاندنی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جھاڑیوں میں گھس کر وہ ندی کی طرف چل دیا۔

جھاڑیوں کی طرف جانے کے بعد اس نے تائجوت سواروں کو دیکھا جو ندی کے کنارے کنارے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ کنگ میں جکڑا ہوا چنگیز خان گو بے بس تھا پر بڑا توانا اور جفاکش تھا۔ جو کچھ اس نے کیا، وہ اپنی ہمت سے کیا۔ وہ ندی چھوڑ کر ان سواروں کے پیچھے پیچھے خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور رینگتا ہوا اس جنگجو کے یورت کے اندر پہنچا جس نے اسے ندی کی گھاس میں دیکھ لیا تھا لیکن اسے پکڑوایا نہیں تھا۔ یہ ایک اجنبی تھا جو اتفاق سے عارضی طور پر ہمارے قبیلہ کے شکاریوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

اس نے چنگیز خان کو بھیگا ہوا اس طرح نمودار ہوتے دیکھ کر خوف محسوس کیا۔ اس کے بعد چنگیز خان پر رحم آیا اور اس نے سوچا، اس کے لئے اچھا یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ اس کنگ سے نجات پائے۔ اس لئے اس نے کنگ کو کاٹ کر ٹکڑوں کو جلا دیا اور اس طرح چنگیز خان میرے قبیلہ سے بھاگ کر اپنے قبیلے میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔“

اتنا کہنے کے بعد برغہ خان جب خاموش ہوا، تب اولون بڑے غور سے نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''مجھے جس قدر حالت کی خبر تھی، وہ میں نے آپ سے کہہ دیئے۔ میں نے کوئی چیز چھپائی نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس شخص کو کسی دوسرے سے نفرت یا بیزاری ہو تو اس کی ہر بات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گا اور اس پر اعتبار نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں اس وقت یہی معاملہ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔''

اس موقع پر ہلکا سا تبسم نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

''یہ تم بار بار میرے اور اپنے درمیان نفرت کا ذکر کیوں کرتی ہو؟ دیکھو تم اب ہمارے اندر پناہ لے چکی ہو۔ چنگیز خان کو چھوڑ چکی ہو۔ لیکن ہمارے اندر رہ کر بھی تم مجھ سے انتقام لے سکتی ہو۔ میں تم سے کہوں، میں موت سے ڈرنے والا نہیں۔ میں نے ہی تمہارے چچا زاد بھائی اربوش کو اور میں نے ہی تمہارے دوسرے چچا زاد بھائی اور چنگیز خان کے داماد تفجار کو اور میں نے ہی چنگیز خان کے سالار الک خان کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ تمہیں حق بنتا ہے کہ تم اپنے چچا زاد بھائیوں کا مجھ سے انتقام لو۔''

نظام الدین جب خاموش ہوا، تب شکوؤں اور شکایت بھرے انداز میں کچھ دیر تک اولون، نظام الدین کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتی رہی، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''مجھے آپ سے ایسے الفاظ کی اُمید ہرگز نہیں تھی۔ اب میں آپ لوگوں کے لشکر کا ایک حصہ ہوں۔ میری وفاداریاں، میری جانثاریاں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد میں اسلام قبول کرنے والی ہوں، دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤں گی۔ اس کے بعد میرا اربوش، تفجار، الک خان بلکہ چنگیز خان سے بھی کوئی تعلق نہ رہے گا۔ اور جس طرح چنگیز خان آپ کا دشمن ہے، میرا بھی دشمن ہو گا۔ اور جس طرح آپ منگولوں کے خلاف کارروائیاں کریں گے، ایسی کارروائیاں آپ کے شانہ بہ شانہ رہتے ہوئے میں بھی ان کے خلاف کروں گی۔ یہ باتیں میں اپنے دل سے کہہ رہی ہوں۔ اگر آپ میری ان باتوں پر اعتبار اور اعتماد نہیں کرتے تو میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کہ میں آپ کو مجبور کروں کہ آپ میری باتوں کو تسلیم کر لیں۔''

اولون کی اس گفتگو کا جواب نظام الدین دینا چاہتا تھا کہ کھانا آ گیا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کی گئی، اس کے بعد نظام الدین نے لشکر کے ایک حصے کو چوکس رہنے کی ہدایت کی اور اپنے مخبروں کو لشکر کے اردگرد دُور تک پھیل جانے کا حکم دیا اور باقی لشکریوں کو وہ کھلے آسمان تلے اپنے بستر لگا کر آرام کرنے کا کہہ رہا تھا۔

اس موقع پر اولون ڈری ڈری، سہمی سہمی اس کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

''میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گا۔ نہ ڈرو، نہ سہمو۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟''

اولون کو کچھ حوصلہ ہوا اور پھر وہ کہنے لگی۔

''میری ایک بات یاد رکھیے گا، اب چنگیز خان کے کارندے پہلے کی نسبت زیادہ تگ و دو سے آپ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اور اس طرح وہ میرے خلاف بھی حرکت میں آئیں گے۔ بلکہ برغہ خان کا بھی تعاقب کریں گے۔ لہٰذا ان کی طرف سے ہمیں زیادہ اور ہمہ وقت چوکس رہنا ہو گا۔ جو بات میں کہنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو رات کے وقت جہاں آپ، عارض زوزنی اور برغہ خان کے بستر لگا کریں گے، وہیں میں بھی اپنا بستر لگا لیا کروں گی۔ اس طرح آپ لوگوں کے نزدیک رہتے ہوئے میں اپنے آپ کو محفوظ خیال کروں گی۔''

اس موقع پر ایک لمبا سانس نظام الدین نے لیا اور پھر کہنے لگا۔

''اس سلسلہ میں تمہیں مجھ سے پوچھنے یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم جہاں چاہو، بستر لگا سکتی ہو۔ کوئی تمہیں منع نہیں کر سکتا۔ ایک بات اور اپنے ذہن میں بٹھا کے رکھنا، یہاں کوئی بھی تمہیں میلی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ جو دیکھے گا، وہ زندہ نہیں رہے گا۔''

نظام الدین کے ان الفاظ پر ہلکا سا تبسم اولون کے چہرے پر نمودار ہوا اور کہنے لگی۔

''مجھے یہاں کوئی ڈر ہے نہ کوئی خطرہ۔ مجھے صرف خدشہ ہے تو تعاقب کرنے والے منگولوں سے۔''

اس پر نظام الدین پھر کہنے لگا۔

''منگول تم پر ہاتھ اس وقت ڈال سکیں گے جب وہ ہماری لاشوں کے اوپر سے گزر چکے ہوں گے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنا، مسلمان عورت کی عزت اور اس کی عصمت اور ناموس کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ تم جہاں چاہو بستر لگاؤ۔ تمہیں کوئی منع نہیں کر سکتا۔''

اولون مسکرائی۔ مسکراتے ہوئے اور زیادہ خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ چاندنی رات میں ایک گہری نگاہ اس موقع پر نظام الدین نے اُس پر ڈالی۔ یہاں تک کہ اولون بولی اور کہنے لگی۔

''میں آپ کے بستر کے قریب بستر لگاؤں گی۔''

''تم لگا سکتی ہو۔'' نظام الدین مطمئن انداز میں کہہ گیا۔ اس پر دونوں وہاں سے ہٹے اور اس طرف گئے جہاں برغہ خان اور عارض زوزنی نے اپنے بستر لگا دیئے تھے۔ ان دونوں کے وہاں پہنچنے تک عارض زوزنی اور برغہ خان نے اپنے درمیان نظام الدین اور اولون کے بستر لگا دیئے تھے۔ اس طرح وہ رات نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پُر امن انداز میں گزار دی تھی۔

❀❀❀

چنگیز خان نے خراسان کی سرزمینوں میں قیام کر رکھا تھا۔ ایک روز وہ اپنے خیمے سے باہر دھوپ میں اپنے بیٹوں اور بڑے سالاروں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس نے جو ہرکارے مسلمانوں کے لشکروں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے تھے۔ وہ اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی چنگیز خان نے گفتگو بند کر دی، ان کی طرف متوجہ ہوا۔ سامنے آ کر ان ہرکاروں نے چنگیز خان کو تعظیم دی۔ اور جب چنگیز خان نے انہیں مخاطب کر کے لائی جانے والی خبروں سے متعلق پوچھا تب ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''بوگدو!! ہم کئی اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔''

دراصل منگول، چنگیز خان کو دیوتا کی حد تک تعظیم دینے لگے تھے اور ان کی زبان میں بوگدو، دیوتا ہی کو کہتے تھے۔ پھر وہ قاصد کہتا چلا گیا۔

''پہلی خبر یہ ہے کہ مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنی موت مر چکا ہے۔ اب ہمارے لئے وہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔

دوسری خبر یہ ہے کہ وہ بڑا لشکر جو وہ اپنے ساتھ لئے سرگرداں تھا، وہ لشکر بھی اِدھر اُدھر منتشر ہو چکا ہے۔ بہرحال کچھ لشکری جن کی تعداد بہت کم ہے، اس کے بڑے بیٹے جلال الدین کے ساتھ مل گئے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ تعداد میں بہت کم ہیں۔

تیسری خبر یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک سالار، جس کا نام قتلغ خان ہے، اس کے پاس

اس وقت 90 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر ہے اور اس نے خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم میں اس وقت قیام کر رکھا ہے۔ یہ قتلغ خان مرنے والے سلطان کے بڑے بیٹے جلال الدین کے خلاف ہے۔

چوتھی خبر یہ ہے کہ ہمارے دونوں سالاروں جائسی اور الک خان کا ٹکراؤ مسلمانوں کے سالار نظام الدین سے ہوا۔ نظام الدین نے الک خان اور جائسی دونوں کو بدترین شکست دی ہے۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں الک خان مارا جا چکا ہے اور جائسی شکست اٹھا کر آپ کی طرف آ رہا ہے۔

پانچویں انتہائی اہم خبر یہ ہے کہ برغہ خان اور اولون دونوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے اور جائسی کے لشکر سے نکل کر وہ نظام الدین کے پاس چلے گئے ہیں۔ اور اب وہ نظام الدین کا ساتھ دے رہے ہیں برغہ خان کے ساتھ اس کے قبیلہ کے جس قدر لوگ تھے، وہ بھی ہم سے نالاں ہو کر برغہ خان کے ساتھ چلے گئے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا، تب غصے اور غضب ناکی میں چنگیز خان کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے تھے۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ پھر وہ غضب ناک سی آواز میں بولا اور کہنے لگا۔

''یہ نظام الدین کیا ہمارے لئے پھانسی کا پھندا نہیں بن گیا؟ اس سے پہلے اس نے اربوش کا کام تمام کیا، پھر میرے داماد تغجار کو موت کے گھاٹ اتارا اور اب الک خان اس کا لقمہ بن گیا ہے۔ کیا اب تک ہمارا کوئی بھی سالار اس پر قابو پا لینے میں کامیاب نہیں ہوا؟ بہرحال، میں پہلے چاہتا تھا کہ نظام الدین کو گرفتار کیا جائے گا، اُس کی جواں مردی اور جرأت مندی کی تعریف کی جائے گی، اُسے اپنے لشکر میں شامل کروں گا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ اُسے ہر صورت موت کے گھاٹ اُتارا جائے گا۔ اُس کا بچنا ہمارے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ جہاں تک برغہ کا تعلق ہے تو وہ ویسے ہی میرے دشمن قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اگر مسلمانوں کی طرف چلا گیا ہے تو اس کے خلاف بھی کارروائی ہو گی۔ زندہ اُسے بھی نہیں رہنے دیا جائے گا۔ ہاں، اولون کا معاملہ کچھ مختلف ہے۔ اس لئے کہ وہ ہمارے قبیلہ کی ہے۔ انتہائی جنگجو لڑکی ہے اور ہمارے قبیلے کی سب سے خوب صورت لڑکی بھی یہی ہے۔ اس نے چونکہ منگولوں سے بغاوت اور سرکشی کی ہے، لہٰذا ''یاسا'' کی رُو

سے اس پر بھی موت مسلط کی جائے گی۔“

”یاسا“ چنگیز خان کا اپنا مرتب کیا ہوا قانون تھا جس کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرم کی روک تھام کے لئے چنگیز خان کے پاس اپنے منگولوں کا عسکری نظام تو تھا ہی، اب ان منگولوں میں سے زیادہ تر بڑے آزمودہ کار سپاہی بن چکے تھے۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ ان پر حکومت کے لئے اس نے ”یاسا“ کو وضع کیا ہے۔ یہ یاسا، قوانین کا مجموعہ تھا جن میں سے بعض اس نے خود وضع کئے تھے اور بعض کارآمد قبائلی رسوم تھیں۔

اس نے واضح کر دیا کہ چوری اور زنا اُسے خاص طور پر ناپسند ہیں اور ان کی سزا موت ہے۔ اگر کوئی کسی کا گھوڑا چرا لے تو اس چوری کی سزا موت ہے۔ اس نے یاسا میں یہ بھی تحریر کرایا کہ اسے یہ سن کر غصہ آتا ہے کہ بیٹا والدین کی یا چھوٹا، بڑے بھائی کی نافرمانی کرے۔ شوہر اپنی بیوی پر اعتبار نہ کرے، بیوی شوہر کی فرمانبرداری نہ کرے، امیر غریبوں کی مدد نہ کریں یا کم تر درجہ کے لوگ، سرداروں کی عزت نہ کریں۔

اس کے علاوہ یاسا کے مطابق نشہ منگولوں کی بڑی خاص علّت تھی۔ اس کے متعلق اس نے کہا، جو آدمی نشہ کئے ہوتا ہے، اس کی حالت ایسی ہوتی ہے، جیسے کسی نے سر پر چوٹ کھائی ہو۔ عقل اور ہنر اُس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس لئے اس نے حکم جاری کیا کہ مہینہ میں صرف تین مرتبہ نشہ سے مدہوش ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ مدہوشی پیدا ہی نہ ہونے پائے۔

منگولوں کی ایک کمزوری یہ تھی کہ وہ رعد سے ڈرتے تھے۔ صحرائے گوبی کے سخت طوفانوں میں اس خوف سے وہ اس درجہ مغلوب ہو جاتے کہ جھیلوں اور دریاؤں میں ڈوب جاتے تاکہ آسمانوں کے قہر سے محفوظ رہ سکیں۔ چنگیز خان نے یہ حکم جاری کیا کہ رعد و برق کے طوفان میں پانی کو چھونا بھی منع ہے اور یاسا میں نہانے کی ممانعت تھی۔

وہ خود بہت مغضوب الغضب تھا لیکن اپنے ساتھیوں کو اسی غضب کی عام عادت سے محروم کر دیا۔ اسی قانون یاسا نے منگولوں میں آپس میں لڑائی جھگڑا حرام کر دیا۔ ایک اور بڑا اہم اور اٹل نقطہ یہ تھا کہ اس کے سوا کوئی اور چنگیز خان نہیں ہوسکتا۔ اس کا نام اور اس کے بیٹوں کے نام یا تو سنہری حروف میں لکھے جاتے یا پھر ان کا لکھنا ممنوع تھا۔

یاسا کی رُو سے وہ خود فطرت کا پابند تھا اور اُس کی پرورش گوبی کے شکستہ حال چالاک

شامانوں میں ہوئی تھی اس لئے اس کا قانون مذہبی معاملات میں نرم تھا۔ دوسرے فرقوں کے امام اور مسجدوں کے مؤذن عام الزاموں سے بری سمجھے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ چنگیز خان کے مرتب کردہ قانون یاسا میں جاسوسی، جھوٹی گواہی اور کالا جادو کی بڑی سادہ سزا تجویز کی گئی تھی۔ یہ سزا سزائے موت تھی۔ یاسا کا پہلا قانون قابل غور ہے جس میں کہا گیا تھا۔

حکم دیا جاتا ہے کہ سارے انسان ایک خدا پر یقین کریں جو زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے جو اکیلا امیری یا غریبی، زندگی یا موت اپنی مرضی کے مطابق عطا کرتا ہے۔ جس کی طاقت اور حکومت ہر شے اور ہر شخص پر کامل اور مکمل ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یاسا مرتب کرنے سے چنگیز خان کے تین مقاصد تھے۔

پہلا یہ کہ چنگیز خان کی اطاعت کی جائے۔ دوسرا یہ کہ خانہ بدوش قبیلوں میں اتحاد اور اتفاق اور غلطیوں کی سزا دی جائے۔ تیسرا یہ کہ یاسا کا تعلق انسانوں سے تھا، جائیدادوں سے نہیں۔ کوئی آدمی اس وقت تک غلط کار نہ سمجھا جاتا تھا، جب تک وہ خود اقبالِ جرم نہ کرے یا جرم کرتا ہوا پکڑا نہ جائے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اَن پڑھ منگولوں میں انسان کی زبان کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

یاسا کے مطابق زیادہ تر یہی ہوتا تھا کہ جب کسی خانہ بدوش پر کسی جرم کا الزام لگایا جاتا، اگر وہ سچ مچ مجرم ہوتا تو اقبالِ جرم کر لیتا۔ ایسی بھی مثالیں منگولوں میں ملتی ہیں کہ بعض مجرم خود چنگیز خان کے پاس آئے اور سزا پانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

چنگیز خان کی زندگی کے آخری زمانہ میں اُس کی اطاعت کامل اور قطعی طور پر واجب تھی۔ اگر کوئی معمولی سا قاصد، فرمان لے کر پہنچتا تو دربار سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر لشکر کا سپہ سالار، خان کے حکم کی تعمیل میں معزول کر دیا جاتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس یاسا کی وجہ سے منگولوں میں بڑا نظم و نسق تھا۔ عامل کسی کو دکھ نہ دیتے۔ آپس میں شاذ و نادر ہی لڑتے تھے۔ جھگڑے یا زخم خوردی یا قتل کی وارداتیں شاذ و نادر ہی پیش آتی تھیں۔ کہیں چور ڈاکو نہیں تھے اس لئے ان کے مکان اور ان کے چھکڑے جن میں ان کا سارا سامان اور مال و دولت رہتی تھی، کھلے پڑے رہتے تھے، کبھی بند یا مقفل نہیں کئے جاتے تھے۔ ان کے ریوڑوں میں کوئی جانور اگر کہیں بھٹک جاتا تو

اسے پانے والا اسے ان منگولوں کے پاس چھوڑ جاتا جن کے ذمہ گم شدہ جانوروں کی حفاظت مقرر کی گئی تھی۔

یاسا کی رُو سے منگول آپس میں ایک دوسرے سے اخلاص سے ملتے۔ اگر کھانے پینے کی چیزیں کم بھی ہوتیں تو کھانے پینے میں ایک دوسرے کو شریک کرتے تھے۔ تکلیف میں وہ بڑا صبر و استقلال دکھاتے تھے۔ ایک دو دن کا فاقہ ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح گاتے بجاتے رہتے۔ سفر میں گرمی یا سردی برداشت کر لیتے اور شکایت نہیں کرتے تھے۔ آپس میں لڑتے بہت کم تھے۔ اگرچہ نشے کے بہت شوقین تھے لیکن نشے کے عالم میں بھی نہیں جھگڑتے تھے۔

منگول دوسری قوموں سے نخوت سے پیش آتے۔ ناقابلِ یقین حد تک دغا بازی کر گزرتے تھے۔ جو دغا یا فریب کرنا ہوتا تھا، اسے بڑی ہوشیاری سے چھپا جاتے تھے تاکہ اس سے کوئی بچاؤ نہ کر پائے۔ دوسری قوموں کا قتلِ عام ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی تھی۔

یاسا کی رُو سے منگولوں پر حرام تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ دس لشکریوں کا چھوٹا سا ایک گروہ ہوتا تھا۔ دس کے گروہ پر یہ حرام تھا کہ وہ اپنوں میں سے کسی کو زخمی چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں۔ اسی طرح لشکر کے ہر لشکری پر اس وقت تک پیچھے ہٹنا یا بھاگنا حرام تھا، جب تک پرچم لڑائی کے میدان سے ہٹا نہ لیا جائے۔ اُس وقت تک لوٹ کھسوٹ منع تھا، جب تک کہ کمان کرنے والا سالار اس کی اجازت نہ دے۔

جہاں تک یاسا کے قوانین مرتب کرنے کا سوال ہے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ چنگیز خان نے آباء و اجداد کی روایات سے بہت کچھ سیکھا تھا اور مروّجہ رسوم سے اُس نے بہت فائدہ اٹھایا۔ لیکن ایک مستقل عسکری تنظیم کی حیثیت سے لشکر کی تشکیل اس کا اپنا کارنامہ تھا۔

اب چنگیز خان کے ہاتھ ایک نئی طرح کی جنگی طاقت تھی۔ منظم مسلح سوار سپاہ جو ہر طرح کی زمین پر بہت تیزی سے حرکت کر سکتی تھی۔ اس کے دور سے پہلے ایرانی اور پارتھیوں کے پاس بھی شاید اتنی ہی کثیر سوار فوج تھی، لیکن تیراندازی، وحشیانہ جرأت اور نیست و نابود کر دینے کے ہنر میں وہ منگولوں کے ہمسر نہ تھے۔

بہرحال آنے والے ان ہرکاروں اور مخبروں سے سارے حالات سننے کے بعد چنگیز خان کو دکھ ہوا۔ اُس نے اعلان کیا کہ سب سے پہلے تین افراد کے قتل کو ترجیح دی جائے۔ پہلا نظام الدین، دوسرا برغہ خان اور تیسری اولون۔

✿✿✿

نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ دھستان کے علاقوں میں محفوظ کوہستانی سلسلوں کے اندر قیام کر رکھا تھا۔ اس نے اپنے اطراف میں اپنے آدمی بھی پھیلا رکھے تھے تاکہ منگول اگر اس طرف کا رخ کریں تو بروقت اسے ان کی اطلاع مل جائے۔

نظام الدین ایک روز ایک کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر چڑھ کر اردگرد دیکھتے ہوئے حالات اور سرزمینوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک اس کے پیچھے سے کھنکتی ہوئی خوبصورت، پُرکشش آواز سنائی دی۔

"کیا میں آپ کے پاس اوپر آسکتی ہوں؟"

نظام الدین نے مڑ کے دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر حسین اور خوب صورت اولون کھڑی تھی۔ ایک گہری نگاہ اس موقع پر نظام الدین نے اس پر ڈالی اور پھر کہنے لگا۔

"اولون! تم میری غلام نہیں ہو کہ تم اس کوہستانی سلسلے کے اوپر مجھ سے پوچھ کے آؤ۔ تم ایک آزاد لڑکی ہو۔ جہاں چاہے جاسکتی ہو۔ تمہیں کوئی منع نہیں کرسکتا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر تمہیں مجھ سے یا کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لشکر کے اندر جس طرح دوسروں کے حقوق ہیں، میں سمجھتا ہوں ان سے بڑھ کر تمہارے حقوق ہیں۔"

نظام الدین کے یہ الفاظ سن کر خوشگوار سا تبسم اولون کے چہرے پر نمودار ہوا۔ پھر وہ تیزی سے قدم جماتی ہوئی اس چوٹی پر آئی جہاں نظام الدین کھڑا تھا۔ کچھ دیر تک اس نے بھی اردگرد دیکھا، پھر نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ اس کوہستانی سلسلہ کے اوپر کھڑے ہو کر کیا دیکھ رہے ہیں؟"

نظام الدین اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آنے والے دور میں ہمیں کس سمت کا رخ کرنا ہے اور کیا قدم اٹھانا ہے۔ ہمارے پاس یہ خبر آگئی ہے کہ سلطان خوارزم شاہ مر چکا ہے۔ اب مجھے یہ نہیں پتہ کہ اس کے بیٹے جلال الدین نے کس ردِعمل کا اظہار کیا ہے؟ وہ اس وقت کہاں

ہے؟ جو لشکری، سلطان کے ساتھ تھے، ان کا کیا بنا؟ کیا وہ جلال الدین کے ساتھ ہیں یا اِدھر اُدھر بکھر چکے ہیں؟ بس یہی باتیں ہیں جو مجھے فکرمند کر دیتی ہیں۔''

اس موقع پر اولون سنجیدہ اور کسی قدر مغموم ہوگئی تھی، کہنے لگی۔

''ایک اور بھی خبر مجھے ملی ہے اور اس نے مجھے مغموم اور افسردہ کر دیا ہے۔''

نظام الدین نے چونک کر اولون کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''کون سی خبر؟''

اولون نے ایک گہری نگاہ نظام الدین پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

''بھائی عارض زوزنی نے مجھے بتایا ہے کہ نیشاپور شہر کے اندر آپ کے اہلِ خانہ بھی مارے گئے۔ عارض زوزنی نے کہا تھا کہ مرنے والوں میں آپ کی ماں، آپ کی نانی، آپ کا ماموں اور ایک ماموں زاد تھے۔''

یہ الفاظ سن کر نظام الدین بھی افسردہ اور مغموم ہو گیا تھا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا، پھر کہنے لگا۔

''تم نے جو مجھ سے ہمدردی کے الفاظ کہے ہیں تو میں تمہارا ممنون اور شکرگزار ہوں۔ لیکن اولون! یہ تو سوچو، منگولوں کے ہاتھوں صرف میرے اہلِ خانہ نہیں مارے گئے، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ بہت سے لوگ میری طرح دکھی اور افسردہ ہیں۔ لہٰذا یہ دکھ صرف مجھ اکیلے کا نہیں، پوری مسلم اُمہ کا ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر اولون نے اپنے آپ کو سنبھالا، اس کے بعد ایک گہری نگاہ اس نے نظام الدین پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ اس لئے کہ یہ پوچھنے میں ہی میرا مستقبل پنہاں ہے۔''

''پوچھو، کیا پوچھنا چاہتی ہو؟'' اس کی طرف دیکھے بغیر نظام الدین نے کہہ دیا تھا۔

اولون نے گلا صاف کیا، پھر دھیمے اور محبت بھرے لہجہ میں نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا آپ اب بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟ اب تو میں اسلام قبول کر چکی ہوں، ایک مسلمان لڑکی ہوں۔''

نظام الدین نے ایک گہری نگاہ اولون پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔
''اولون! یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔''
نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون نے خوشی کا اظہار کیا، دوبارہ بولی اور کہنے لگی۔
''اگر آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ مجھے پسند کرتے ہیں، مجھے چاہتے ہیں؟''
اس موقع پر خوشگوار سا تبسم نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر وہ اولون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''اولون! اس موقع پر اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو پھر تمہارا ردِعمل کیا ہوگا؟''
نظام الدین سے یہ الفاظ سن کر اولون کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آپے سے باہر ہو جائے گی۔ چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ آنکھوں میں ایسی چمک تھی کہ دوسرے کی نگاہیں خیرہ ہونے لگی تھیں۔ اس موقع پر اُس کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بولی اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
''اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں، مجھے پسند کرتے ہیں تو میں سمجھوں گی کہ میں دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوں جسے نظام الدین نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔ اگر یہ معاملہ ہے تو کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے؟''
اولون کے ان الفاظ پر نظام الدین مسکرایا۔ پہلے اس نے نفی میں گردن ہلائی، پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔
''میں شادی نہیں کروں گا۔''
اولون اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔ ''پھر آپ کی مجھ سے محبت کیا ہوئی؟ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ آپ مجھے پسند کرتے ہیں، مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے؟''
نظام الدین کھل کے مسکرا دیا، پھر کہنے لگا۔
''اولون! تم سمجھ نہیں رہی، اس وقت میری اور تمہاری دونوں کی حالت خانہ بدوشوں کی سی ہے۔ نہ میرا کوئی گھر ہے نہ تمہارا کوئی ٹھکانہ۔ منگول یقیناً تمہارا اور میرا تعاقب

کریں گے۔ اب چونکہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں، میں تمہیں ایسی جگہ بھی رکھنا نہیں چاہتا جہاں تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے اور تم خود بھی تسلیم کر چکی ہو، تم میرے ساتھ میرے لشکر میں رہنا چاہتی ہو۔ ایسی صورت میں اگر ہم دونوں شادی کر لیتے ہیں اور ہمارے بچے ہوتے ہیں تو کیا تم گھوڑے کی پیٹھ پر اپنے بچوں کو اپنی کمر پر باندھ کر لئے پھرتی رہو گی؟"

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون مسکرا دی، پھر کہنے لگی۔

"آپ کا یہ کہنا تو ٹھیک ہے۔ ان حالات میں ہمیں شادی نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن میرے لئے سب سے زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات یہی ہے کہ آپ میرے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ کی یہی محبت ہی میرا کُل سرمایہ، میری کُل متاع اور میری زندگی کی پونجی ہے۔ اب میں آپ اور اپنی ذات پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہوں۔"

اولون کے ان الفاظ پر نظام الدین مسکرا دیا پھر کہنے لگا۔

"چلو اولون! تمہارا دیرینہ مسئلہ تو حل ہوا۔ اب نیچے چلتے ہیں۔"

اولون نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور نظام الدین کا بازو اس نے بڑے پیار سے پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

"اب ہم دونوں کے درمیان ایک رشتہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایک دوسرے سے وابستہ کر چکے ہیں۔ ٹھیک ہے ہم دونوں کا نکاح نہیں ہوا لیکن آج سے روحانی طور پر آپ کو اپنا شوہر تسلیم کرنا شروع کر دوں گی اور اسی سلسلہ کے تحت اب آپ کے سارے کام میں خود کروں گی۔ آپ اس سلسلے میں اعتراض کھڑا نہیں کریں گے۔"

جواب میں نظام الدین نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"اولون! ایسا کرنے میں کچھ قباحتیں بھی ہیں......"

نظام الدین اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس سے پہلے ہی اولون بول پڑی اور کہنے لگی۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، میں سمجھ گئی ہوں۔ اور جو قباحتیں ہیں، میں جانتی ہوں۔ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کے لشکری اور سالار یہ کہیں گے کہ میں آپ کے اس قدر قریب کیوں آ گئی ہوں اور ہمارے درمیان کس طرح کے تعلقات ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں

کہ برغہ خان اور بھائی عارض زوزنی پر ہم یہ انکشاف کر دیں کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور خود کو ایک دوسرے سے وابستہ اور منسوب کر چکے ہیں۔ جب وہ یہ بات سارے لشکر میں پہنچا دیں گے کہ ہم ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں تو پھر میرے خیال میں، میں آپ کے کام کاج کر سکتی ہوں اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

جواب میں مسکراتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔ "میرے کام ہیں ہی نہیں۔ لہٰذا تم کرو گی کیا؟"

اولون بھی مسکرا دی۔ کہنے لگی۔

"بہت سے کام ہیں۔ مثلاً آپ کا بستر میں خود لگایا کروں گی۔ آپ کے کپڑے دھویا کروں گی۔ کہیں کوچ کرنا ہوا تو آپ کا بستر لپیٹ کر خود آپ کے گھوڑے کی زین سے باندھوں گی۔ ایسے ہی اور بہت سے کام ہیں جو ہم دونوں کے درمیان ہو سکتے ہیں۔"

جواب میں ایک پیار بھری نگاہ نظام الدین نے اولون پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو، جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو، میں سمجھتا ہوں۔ لیکن بستر لپیٹ کر گھوڑے کی زین سے باندھنا تمہارا نہیں، میرا اپنا کام ہے۔ ہاں اگر میں گھوڑے کی زین سے بستر اُتار کر زمین پہ رکھتا ہوں اور اگر تم اسے بچھا دیتی ہو تو میں سمجھوں گا، وہ تمہارے کرنے کا کام تھا جو تم نے کر دیا۔ جہاں تک کپڑے دھونے کا تعلق ہے، وہ بھی تم کر دیا کرو گی۔ یہ تمہارا مجھ پر احسان اور مہربانی ہوگی۔"

نظام الدین کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے اولون کہنے لگی۔

"کیسی مہربانی، کیسی ممنونیت؟ جب میں خود کو آپ سے منسوب کر چکی ہوں تو آپ کا ہر کام میرا کام ہے۔ اس میں شکریہ اور ممنونیت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

جواب میں نظام الدین ہار ماننے کے انداز میں کہنے لگا۔

"اچھا واپس چلو۔ جو تمہاری مرضی ہو، کرتی رہنا۔ آؤ نیچے چلتے ہیں۔"

اولون مان گئی۔ پھر وہ بڑی تیزی سے کوہستانی سلسلے سے اُترنے لگے تھے۔ ابھی انہوں نے آدھا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ سامنے کی طرف سے برغہ خان اور عارض زوزنی آتے دکھائی دیئے۔ ان کے قریب جا کر نظام الدین اور اولون رک گئے اور کوہستانی

سلسلے کے اوپر نظام الدین کی جو اولون سے گفتگو ہوئی تھی، اس کی تفصیل نظام الدین نے خود برغہ خان اور عارض زوزنی سے کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر برغہ خان اور عارض زوزنی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ دونوں کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ اس کے بعد موضوع بدلتے ہوئے عارض زوزنی بولا اور کہنے لگا۔

"نیچے کچھ مخبر آئے ہیں اور وہ ہمارے لئے کچھ اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔ میں نے ابھی ان سے تفصیل نہیں جانی۔ میں چاہتا تھا کہ سب کچھ آپ کی موجودگی میں سنیں۔"

نظام الدین نے برغہ خان اور عارض زوزنی دونوں کا شکریہ ادا کیا، پھر ان کے ساتھ ہولیا۔ جب وہ اپنی لشکر گاہ میں گئے تو جو مخبر خبریں لے کر آئے تھے، وہ نظام الدین کے پاس آئے۔ اس موقع پر کچھ چھوٹے سالار بھی وہاں آ کے جمع ہو گئے تھے۔ جب کہ اولون نظام الدین کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ جب وہ مخبر، نظام الدین کے سامنے آئے تب نظام الدین نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے بھائیو! کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو یا بری؟"

جواب میں ان میں سے ایک بولا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! جو خبریں ہم لے کر آئے ہیں، اچھی تو نہیں کہی جا سکتیں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں شکست اُٹھانے کے بعد چنگیز خان کا سالار جائسی، چنگیز خان کے پاس پہنچ چکا ہے اور چنگیز خان کے ہرکاروں اور اس کے مخبروں نے چنگیز خان کو یہ بھی اطلاع کر دی ہے کہ جائسی اور الک خان کا ٹکراؤ نظام الدین سے ہوا تھا اور نظام الدین نے چنگیز خان کے سالار الک خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور جائسی کو بدترین شکست ہوئی ہے اور اس کے کافی لشکری مارے گئے ہیں۔ دوسری خبر چنگیز خان کو یہ بھی دی گئی ہے کہ برغہ خان اور اولون دونوں منگولوں سے بغاوت کر چکے ہیں۔ اولون اور برغہ خان اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ امیر نظام الدین کے ساتھ مل چکے ہیں۔ چنانچہ چنگیز خان نے اپنی مرتب کردہ کتاب "یاسا" کے مطابق اولون اور اس کے ساتھ برغہ خان دونوں کو باغی قرار دے دیا ہے۔ دونوں کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا ہے اور اس مقصد کے لئے جائسی کو مقرر کیا گیا ہے۔ مخصوص منگولوں کا ایک لشکر بھی اس کے حوالے کیا

جائے گا اور وہ منگول قتل و غارت کے بڑے ماہر ہیں۔ امیر! اس کے علاوہ چنگیز خان نے آپ کے قتل کا بھی فیصلہ کیا ہے اور جائسی کو اس نے حکم دیا ہے کہ نظام الدین، برغہ خان اور اولون تینوں کو قتل کیا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا، پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور اس کے بعد دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر! دوسری خبر یہ ہے کہ سلطان تو بحیرہ خزر میں جا کے فوت ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں، مرنے سے پہلے اس نے جلال الدین کو اپنا ولی عہد اور اپنے بعد سلطان مقرر کر دیا تھا۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرنے کے بعد جو لشکر اس کے ساتھ تھا، وہ پتنگوں کی طرح بکھر گیا ہے۔ لشکری اِدھر اُدھر اپنی جانیں بچانے کے لئے بکھر گئے ہیں۔ تاہم ایک چھوٹا سا لشکر جو مختصر سا کہا جا سکتا ہے، وہ عمر کافی کی سرکردگی میں خوارزم کا رخ کئے ہوئے ہے۔ عمر کافی کو ابھی تک خبر نہیں کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں کوہستان میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ عمر کافی کو خبر ہوئی تھی کہ جلال الدین جو اب سلطان ہے، اس نے خوارزم شہر کی طرف کوچ کیا ہے۔ لہٰذا عمر کافی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم شہر کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ جب کہ منگول بڑی گہری نگاہوں سے نئے سلطان جلال الدین کا جائزہ لے رہے ہیں۔ چنگیز خان نئے سلطان جلال الدین کی شجاعت، اس کی دلیری، اس کی ہنرمندی اور اس کی شجاعت سے واقف ہے۔ اس نے یہ بھی ارادہ کیا ہے کہ جلال الدین کو کہیں ٹک کر نہ بیٹھنے دیا جائے، اُسے مہلت نہ دی جائے کہ وہ لشکر اکٹھے کر سکے۔ اس نے اپنے سارے سالاروں کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ اگر جلال الدین کو کسی ایک جگہ کچھ عرصہ قیام کرنے کا موقع مل گیا تو اس کے اردگرد اتنے لشکری جمع ہو جائیں گے کہ وہ منگولوں کا قتل عام شروع کر دے گا اور انہیں واپس صحرائے گوبی کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا ہے کہ جلال الدین کو ہمہ وقت مصروف رکھا جائے، بار بار اس پر حملے کئے جائیں تاکہ وہ کہیں جم کر اپنے لشکر میں اضافہ نہ کر سکے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک نظام الدین سوچتا رہا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آج کی شب ہمارے ساتھ آرام کرو۔ صبح دوبارہ اپنے کام پہ لگ جانا۔ سلطان

جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے میرے متعلق بتانا کہ میں نے دہستان میں ایک لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ سلطان سے یہ بھی پوچھنا کہ نظام الدین کہتا ہے، اس کے لئے اب کیا حکم ہے؟ پہلے تو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے میرے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ میں اس کے لشکر کے لئے رسد کا سامان مہیا کرتا رہوں اور میں نے اس کام کو بڑے احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ اب مسلمانوں کی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر ہو جائے گی۔ اس لئے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ساتھ دو لاکھ لشکری تھے۔ وہ بھی اپنی جانیں بچانے کے لئے پتنگوں کی طرح اِدھر اُدھر بکھر چکے ہوں گے۔ اس لئے کہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ اب کہیں بھی ہمارے حکمران ڈٹ کر منگولوں کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ لیکن میرا دل کہتا ہے نیا سلطان جلال الدین اپنے باپ کی روش پر نہیں چلے گا اور جہاں تک ممکن ہوا، چھاتی تان کر منگولوں کے سامنے آئے گا اور ان سے انتقام لیتے ہوئے اپنے نقصان کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین نے ان آنے والے مخبروں کو آرام کرنے کے لئے کہا۔ پھر وہ برغہ خان، عارض زوزنی اور دیگر سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر آنے والے حالات پر گفتگو کر رہا تھا۔

❁❁❁

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ جب منگولوں کے آگے سرگرداں رہنے کے بعد بحیرہ خزر کے پاس گیا، پھر وہاں جا کے فوت ہو گیا تو حالات مسلمانوں کے لئے اور زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس وقت سلطان کا بڑا بیٹا جلال الدین اس کے ساتھ تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں، اگرچہ جلال الدین، سلطان کی کمزوری اور بزدلی کے خلاف ہمہ تن احتجاج تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ سلطان دشمن کے مقابلے سے گریز کر کے خوارزم شاہی خاندان کی عظیم روایت کو بٹا لگائے۔

ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جلال الدین اپنے باپ کا اس قدر فرماں بردار اور اپنے باپ سے اس قدر محبت کرنے والا تھا کہ اس نے اپنے باپ کے خلاف سرکشی نہیں کی۔ مؤرخین یہاں تک لکھتے ہیں کہ کوئی زہر میں بجھا ہوا نشتر بھی اسے سلطان کی خدمت سے علیحدہ نہ کر سکا تھا۔ اور جب سلطان، بحیرہ خزر میں دنیا سے رخصت ہونے لگا تو اس نے اپنے پہلے اعلان کو کالعدم قرار دے کر جلال الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ علاوہ ازیں دوسرے بیٹے ازلاق خان کو بھی اس جانشینی سے کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ اب یہ پھولوں کی سیج نہ رہی تھی۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے بعد نئے سلطان جلال الدین کے لئے اب دو ہی راستے تھے۔ یا تو اپنے مرنے والے باپ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرح ذلت اور رسوائی سے مصلحت کر لیتا اور منگولوں کے آگے آگے اسی طرح بھاگا پھرتا جس طرح اس کا باپ پھرتا رہا تھا یا پھر جواں مردوں کی طرح عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دیتا اور خم ٹھونک کر منگولوں کے سامنے آتا۔

چنانچہ ان حالات میں سلطان جلال الدین نے دوسری صورت کو قابلِ دید سمجھا چنانچہ بحیرہ خزر سے بھائیوں، اراکینِ سلطنت اور بچے کھچے لشکریوں کو لے کر اپنی سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم کو چل دیا۔ اس کے بھائی بھی اب اس سے اتفاق اور تعاون کر رہے تھے۔

سلطان جلال الدین نے جب دارالسلطنت خوارزم پہنچا تو لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ اِدھر اُدھر بھٹکے آوارہ گردی کرتے لشکری بھی آہستہ آہستہ سلطان کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ جب سلطان کی آمد کی خبر اِدھر اُدھر پھیلی تو سلطان کے پاس رفتہ رفتہ سات ہزار کے لگ بھگ ایک لشکر جمع ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جب خوارزم شہر کے باشندوں کو معلوم ہوا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے وفات سے پہلے اپنے بیٹے ازلاق سلطان کی ولی عہدی کو منسوخ کر کے جلال الدین کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے تو خاص و عوام سبھی نے اسے نیک فال سمجھا۔

بدقسمتی سے اس وقت سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ایک نامور سالار قتلغ خان، خوارزم میں موجود تھا۔ اس نے جلال الدین کو سلطان کی حیثیت سے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس نے یہ بھی تسلیم نہ کیا کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے مرنے سے پہلے جلال الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ کیونکہ اس کی رائے میں ازلاق سلطان ہی سلطان علاؤالدین کا جانشین تھا اور جب تک وہ زندہ ہے یا خود تخت سے دست برداری کا اعلان نہیں کرتا، کوئی دوسرا آدمی سلطان علاؤالدین کی رعایا کے لئے واجبِ عطا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ اس نمک حرام سردار نے سلطان جلال الدین کو قتل کرنے کی سازش کی تاکہ سلطان کے چھوٹے بھائی ازلاق سلطان کے ساتھ مل کر اپنی من مانی کارروائیاں کرتا رہے۔ اس موقع پر چونکہ سلطان جلال الدین کے مخبر اور ہرکارے بڑے چوکس تھے اور بڑی تن دہی سے کام کر رہے تھے۔ اس بنا پر بروقت خبریں پہنچانے کی وجہ سے سلطان محفوظ رہا اور سلطان کو کوئی گزند نہ پہنچی۔

گو سلطان جلال الدین، خوارزم شہر کا رخ کئے ہوئے تھا لیکن اس موقع پر سلطان نے قتلغ خان سے ٹکرانا اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اس وقت قتلغ خان کی کمانداری میں

90ہزار سپاہیوں کا ایک جرار لشکر تھا۔ اس طرح قتلغ خان کے ساتھ ٹکرا کر سلطان جلال الدین نہ مسلمانوں کا نقصان چاہتا تھا اور نہ ایک نیا فتنہ کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا سات ہزار کے اپنے چھوٹے سے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین نے خوارزم شہر سے کوچ کیا۔ اب وہ منقشلاغ کے مقام کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے نئے لشکری بھرتی کر کے اپنے حالات کی درستی کا اہتمام کر سکے۔

دوسری طرف چنگیز خان نے ابھی تک خراسان کی سرزمینوں ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ اس کے پاس اس قدر لشکر تھا کہ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی، خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ اس نے چاروں طرف اپنے ہرکارے، اپنے مخبر پھیلا رکھے تھے۔ جو ہر سمت کی خبریں اسے پہنچا رہے تھے۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرنے کی خبر اسے پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ اسے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف سے کوئی فکر نہیں تھی۔ اب وہ اگر کسی خوف یا خدشے میں مبتلا تھا تو وہ صرف نئے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی وجہ سے تھا۔

ایک روز چنگیز خان اپنے بیٹوں کے علاوہ اپنے سارے سالاروں کے ساتھ بیٹھا جلال الدین کے متعلق ہی گفتگو کر رہا تھا، نئے احکامات دے رہا تھا۔ اس نے تاکید سے کہہ دیا تھا کہ جلال الدین کو کہیں آرام سے ٹکنے نہ دیا جائے تاکہ وہ کوئی بڑا لشکر جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ ایسے میں اُس کے کچھ مخبر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب انہیں چنگیز خان کے سامنے پیش کیا گیا تو قبل اس کے کہ چنگیز خان اُن سے کچھ پوچھتا، پہلے انہوں نے چنگیز خان کو جھک کر تعظیم دی، پھر ایک بولا اور کہنے لگا۔

''بوگدو! ہم مختلف سمتوں سے آ کر راستہ میں اکٹھے ہوئے ہیں اور مختلف سمتوں کی خبریں لے کر آئے ہیں۔ بوگدو! پہلی خبر یہ ہے کہ جلال الدین، خوارزم شہر کی طرف آیا تھا لیکن اب وہ خوارزم شہر سے کوچ کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ خوارزم شہر کے اندر مسلمانوں کے ایک سالار جس کا نام قتلغ خان ہے، نے قیام کر رکھا ہے اور اس کے پاس 90ہزار کا ایک لشکر ہے اور یہ قتلغ خان، جلال الدین کا مخالف ہے۔

دوسری خبر یہ ہے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرنے کے بعد بڑے سالاروں میں سے ایک سالار نام جس کا عمر کافی ہے، وہ اس کے ساتھ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد

زیادہ تر لشکری منتشر ہو چکے ہیں، چونکہ لشکری بد دل تھے۔ تاہم عمر کافی کے ساتھ چھوٹا سا لشکر ہے جسے لے کر وہ جلال الدین کی طرف کوچ کر رہا ہے۔

بوگدو! تیسری خبر یہ ہے کہ مسلمانوں کے نامور سالار نظام الدین اور اس کے نائب عارض زوزنی نے دہستان کی سرزمینوں میں قیام کر رکھا ہے۔ برغہ خان اور اس کے سارے ساتھیوں کے علاوہ ہمارے قبیلہ کی بیٹی اولون بھی اس کے ساتھ جا کے شامل ہو چکی ہے۔ ہم یہ افواہیں بھی سن چکے ہیں کہ اولون، نظام الدین کو پسند کرنے لگی ہے۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی بڑی اہم ہے کہ یہ نظام الدین وہی کوشان خان ہے جو ایک بار ہمارے شہر قراقرم میں بھی گیا تھا، جہاں اس کا مقابلہ ہمارے سالار قراچہ سے ہوا تھا اور قراچہ کو اس نے ایک ہاتھ سے اٹھا کر فضا میں معلق کیا، پھر آپ کے پاؤں کے پاس ڈال دیا تھا۔''

اس انکشاف پر چنگیز خان چونک اُٹھا تھا۔ کچھ دیر تک خاموش رہ کر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

''یہ خبر واقعی اہم اور نئی ہے۔ میرا دل پہلے ہی کہتا تھا کہ نظام الدین کوئی عام سا نوجوان نہیں ہے۔ یقیناً کوشان خان ہی یہ کام کر سکتا تھا کہ اس نے ہمارے سالار اربوش کے علاوہ میرے داماد تغجار، پھر الک خان کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ ایسے تیز اور پُرقوت جوان بہت کم ملتے ہیں۔ بہرحال ہم اب زیادہ دن تک نہ نظام الدین کو اِدھر اُدھر بھاگ کر سرگرداں رہتے ہوئے اس بات کا موقع دیں گے کہ ہمیں نقصان پہنچا سکے اور نہ ہی جلال الدین خوارزم شاہ کو موقع دیں گے کہ وہ کہیں ٹک کر قیام کر کے ہمارے خلاف ایک بڑا لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ یاد رکھنا! یہ جلال الدین اپنے باپ علاؤالدین خوارزم شاہ کا اُلٹ ہے۔ اگر اس شخص کے پاس کوئی بڑا لشکر جمع ہو گیا تو میں تمہیں ابھی سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ ایک طرح سے کایا پلٹ کر رکھ دے گا۔ جس قدر اب تک ہم نے فتوحات حاصل کی ہیں، ان سے دوگنی شکستیں وہ داغ کی صورت میں ہمارے ماتھے پر چسپاں کر دے گا۔ لہٰذا اس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

دوسری قوت جس سے محتاط رہنا چاہیے، وہ نظام الدین ہے۔ یہ بھی ہمارے لئے ایک چلتا پھرتا خطرہ ہے۔ وہ اب تک ہمارے تین بڑے سالاروں کو کھا چکا ہے۔ آنے والے دور میں ہم اُسے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ لہٰذا جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ

یہ کہ فی الحال قتلغ خان جس نے 90 ہزار کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ خوارزم شہر میں قیام کیا ہوا ہے، اسے بھول جاؤ، اسے فراموش کر دو۔ عمر کافی، جس کا شمار سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے بڑے سالاروں میں ہوتا ہے، اسے بھی فراموش کر دو۔ اس لئے کہ اس کے پاس زیادہ بڑا لشکر نہیں ہے، مٹھی بھر لشکری ہیں جن کے ساتھ وہ ہمارے لئے نقصان کا باعث نہیں بن سکتا۔

اب دو قوتیں ہیں جن کے خلاف ہم نے حرکت میں آنا ہے۔ ایک جلال الدین جو اب سلطان بن چکا ہے اور دوسرا نظام الدین۔ ہم نے کوشش یہ بھی کرنی ہے کہ جلال الدین اور نظام الدین کے درمیان اتحاد نہ ہونے پائے۔ اگر یہ دونوں متحد ہو گئے، تب بھی ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی بجا سکتے ہیں۔ اب ان سارے امور کی ادائیگی کے لئے میں اپنے کچھ سالاروں کے ذمہ کام لگا رہا ہوں۔ بڑے سالاروں میں سے تکائی اور برماس دونوں ایک خاصا بڑا لشکر لے کر خوارزم کی طرف جائیں گے اور خوارزم سے نکل کر جلال الدین نے جس سمت جانا ہے، وہاں یہ راستے میں گھات میں بیٹھ جائیں گے اور جب ان کی گھات کے مقام پر جلال الدین پہنچے تو اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیں۔

دوسرا لشکر ایک بار پھر جائسی کی کمانداری میں نظام الدین کا رخ کرے گا۔ اس بار جائسی کی کمانداری میں پہلے کی نسبت دوگنا لشکر ہو گا۔ لہٰذا میں امید رکھوں گا کہ جائسی ہر صورت میں نظام الدین پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اگر برماس اور تکائی دونوں جلال الدین کو شکست دے کر اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے، اگر جائسی اس بار بڑے لشکر کے ساتھ نظام الدین پر غالب آ گیا تو یاد رکھنا ہمارے راستہ کے سارے پتھر ہٹ جائیں گے۔ جائسی سے میں یہ بھی کہوں گا، جب نظام الدین پر غالب آ جائے تو کوشش کرے کہ تین افراد کو زندہ پکڑ کر میرے پاس لائے۔ ایک نظام الدین، دوسرا برغہ خان اور تیسری اولون۔"

اس کے بعد چنگیز خان اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اب میرے ساتھ آؤ تا کہ لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دی جائے۔ اس کے بعد لشکر نظام الدین اور جلال الدین سے نمٹنے کے لئے یہاں سے کوچ کر جائے۔"

چنانچہ چنگیز خان جب اُٹھا تو اُس کے بیٹے اور سارے سالار اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

❁❁❁

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے خوارزم شہر سے نکل کر منقشلاغ کا رخ کیا تھا۔ نسا شہر کے قریب ایک مقام تھا، جس کا رخ سلطان کرنا چاہتا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی کہ جس وقت سلطان خوارزم سے نکلا تھا، اس سے پہلے ہی چنگیز خان کے دو بڑے سالار برماس اور تکائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ کے قریب گھات میں بیٹھ گئے تھے جو خوارزم شہر سے نکل کر نسا شہر کی طرف جاتی تھی۔

اُن کا ارادہ تھا کہ جب سلطان جلال الدین وہاں سے گزرے گا تو اچانک اپنی گھات سے نکلیں گے اور سلطان پر حملہ آور ہو کر اس کے سات ہزار کے مختصر سے لشکر کے ساتھ ساتھ سلطان کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔

لیکن سلطان کی حفاظت کرنے والے اُس کے ہرکارے اور جاسوس بھی بڑے متحرک تھے۔ انہیں خبر ہو چکی تھی کہ راستے میں منگولوں نے گھات لگا لی ہے۔ چنانچہ اس کی خبر انہوں نے سلطان جلال الدین سے کہہ دی تھی۔

اس انکشاف پر سلطان جلال الدین نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس نے چھاتی تان کر، خم ٹھونک کر منگولوں کا مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ گو اس کے پاس چھوٹا سا لشکر تھا لیکن وہ ہمت ہارنے والا نہیں تھا۔ اپنے باپ کے ساتھ رہتے رہتے پہلے ہی اسے منگولوں کے خلاف بڑا غصہ اور غضب تھا۔ وہ ان سے انتقام لینے کے لئے آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔

چنانچہ نسا کی طرف جانے والی شاہراہ پر سلطان جب اس جگہ آیا، جہاں چنگیز خان کے بڑے سالاروں برماس اور تکائی کے لشکر نے گھات لگا رکھی تھی، تب اپنے لشکر کے ساتھ برماس اور تکائی گھات سے نکلے۔ خوف کے جہاں میں ان دیکھے اندیشوں اور سینے چھید اور جبینیں خون فشاں کر دینے والے موت کے دہکتے دوزخ کی طرح وہ نساء شہر کو جانے والی شاہراہ کی طرف آئے۔ پھر وہ سلطان کے لشکر پر ارتقا کی قوتوں سے محروم کر کے ناروا کو روا کر دینے والے وقت کے کھولتے جبر، آتشِ عصیاں کو بھڑکا دینے والے

ازلی ابدی مجروح شیطانوں اور جمال سے آراستہ زیست کو برباد کر دینے والی نسلوں اور صدیوں کی آہ و بقا کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان بھی منگولوں کے اس اچانک حملے کے لئے بالکل تیار اور مستعد تھا۔ اپنے لشکر کو وہ بھی آگ کے کھولتے سمندر سے اُٹھتی موجوں اور جلتی لہروں کی طرح حرکت میں لایا۔ اس کے بعد اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ وہ منگولوں کے بڑے لشکر پر خونی دستک دیتی لہو میں سجی ساعتوں، خاموشی کے صحرا سے اُٹھتے دکھ کے افسانوں، آندھی اور بارش کے شانوں پر آسمان کے گنبد سے اُترتی کڑکتی برق کی چمک اور بدنوں کی دھجیاں اُڑاتی خواہشوں کی بے روک آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نسا کی طرف جانے والی شاہراہ پر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے بے کراں آسمان تلے زمین کے اس زندان میں زخم زخم کر دینے والے وقت کے بدترین خونی مناظر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جوانی اور شباب کے نکھار کو تلوار دیمک کی طرح چاٹنے لگی تھی اور دونوں لشکروں کے اندر مرگ کے سرمئی سائے رقص کر اُٹھے تھے۔

جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے بری طرح مصروفِ کار تھے، منگول کچھ جھنجٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا، ان کے مقابلہ میں سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس کے باوجود سلطان ایسی ہمت اور ایسی جرأت سے حملہ آور ہو رہا تھا کہ اس کے لشکری بھرپور انداز میں اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

ایسے میں جب کہ منگول یہ ارادہ کر رہے تھے کہ سلطان کے لشکر کا گھیراؤ شروع کریں، اچانک ایک طرف سے ایک لشکر نمودار ہوا اور وہ منگولوں کے ایک پہلو پر ہر شے کو لہولہو کرتے تند طوفانوں کی لپک جھپک، زیست کے دیے بجھاتے تقدیر کے بدترین پُرشور بگولوں، زندگی کے ہر گوشے کو بے تکریم، جستجو کو بے کل کر دینے والی آندھیوں کی برہم مزاجی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب میدانِ جنگ اور زیادہ بھڑک اُٹھا تھا۔ بلکتی دھرتی پر سفاک عناصر کی یورش اور تشدد کی خونی لہریں اپنا رنگ جمانے لگی تھیں۔ میدانِ جنگ میں مجبوریوں کا رقصِ پیہم شروع ہو گیا تھا۔

اتنی دیر کے مزید ٹکراؤ کے بعد منگولوں کے سالار تکائی اور برماس نے اندازہ لگا لیا کہ ان کے لشکر کا بے حد نقصان ہوا ہے اور میدانِ جنگ میں منگولوں کی لاشیں دُور دُور تک بکھرتی جا رہی ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ اگر انہوں نے شکست قبول کر کے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ نہ کیا تو ان کے سارے لشکر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ سوچتے ہوئے برماس اور تکائی دونوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان جلال الدین اور نئے آنے والے لشکر نے کچھ دُور تک اُن کا تعاقب کیا، اس کے بعد وہ واپس اس جگہ آئے جہاں منگول شکست اُٹھانے کے بعد اپنی خوراک کے علاوہ ضرورت کا دیگر سامان چھوڑ بھاگے تھے۔

سلطان جب مڑا تو جو لشکر بعد میں آ کے حملہ آور ہوا تھا، وہ بھی مڑا تھا۔ سلطان ایک جگہ رُک گیا اور اس لشکر کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس لشکر کا سالار، سلطان کی طرف بڑھا۔ وہ سالار عمر کافی تھا جو چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین سے جا ملنے کے لئے خوارزم کا رخ کئے ہوئے تھا۔ سلطان کے قریب آ کر عمر کافی جب اپنے گھوڑے سے اُترا تو اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان جلال الدین مسکرا دیا، خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ اپنے گھوڑے سے کودا، آگے بڑھا اور دونوں بازو پھیلا کر عمر کافی کو اس نے گلے لگا لیا تھا۔ پھر اُس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

”عمر کافی! تم بڑے وقت پر یہاں پہنچے۔ میں سمجھتا تھا، منگولوں کا کوئی اتنا بڑا لشکر گھات میں نہیں ہوگا۔ لیکن گھات میں منگولوں کا بہت بڑا لشکر تھا۔ بہر حال یہ خداوند قدوس کا ہم پر احسان اور اُس کی نصرت ہے کہ ہم نے منگولوں کو بدترین شکست دی ہے۔ منگولوں کو شکست دینے کے بعد اب مجھے پچھتاوا یہ ہو رہا ہے کہ کاش میرا باپ بھی شروع میں ہی اس طرح منگولوں کے خلاف حرکت میں آتا تو ہم منگولوں کو اپنا ایک شہر بھی فتح نہ کرنے دیتے۔ بلکہ انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ان کے علاقوں میں داخل ہوتے اور صحرائے گوبی سے لے کر ان کی جھیل بیکال اور ان کے مرکزی شہر قراقرم کے اندر ایک طوفان کھڑا کر کے رکھ دیتے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین رکا پھر کہنے لگا۔

”پھر بھی اس مالکِ دو جہاں کی مہربانی، اُس کا کرم کہ اُس نے یہاں ہمیں منگولوں کے مقابلے میں فوزمند اور کامیاب کیا۔ اگر ہم اسی طرح حرکت میں آتے رہتے تو اب تک جس طرح منگولوں کی فتوحات کا سلسلہ چلتا رہا ہے، اسی طرح اب ہماری فتوحات اور منگولوں کی شکستوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا، تب عمر کافی غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطانِ محترم! کیا نظام الدین اور عارض زوزنی کے ساتھ آپ کا کوئی رابطہ ہوا؟“

اس موقع پر سلطان سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

”نظام الدین کے ساتھ میرا ابھی تک رابطہ نہیں ہوا۔ دراصل میرے باپ نے نظام الدین اور عارض زوزنی کی جدوجہد اور اس کی قوتوں اور اس کی ہنرمندی کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ سلطان اس جیسے سالار کو اپنے ساتھ رکھتا اور منگولوں پر ضرب لگاتا، سلطان نے اُس کے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ وہ ہر شہر میں منگولوں کی راہ روکتے ہوئے ان کی پیش قدمی میں سستی پیدا کرے اور ساتھ ہی ساتھ سلطان کے لشکر کے لئے رسد کا سامان بھی فراہم کرتا رہے۔ عمر کافی میرے بھائی! کیا یہ کام نظام الدین کے کرنے کا تھا؟ میرے باپ کو چاہئے تھا، نظام الدین کو اپنے ساتھ رکھتا اور کام لیتا۔ وہ کام جو منگولوں کے لئے نقصان کا باعث ہو سکتا تھا۔ لیکن افسوس میرے باپ نے کچھ بھی نہ کیا، وقت ضائع کر دیا اور اِدھر اُدھر سرگرداں رہتے ہوئے اپنا آپ بھی گنوا دیا اور اپنی ساری سلطنت گنوانے کے ساتھ ساتھ سارے شہروں کو تباہ اور برباد کر کے رکھ دیا۔

اس وقت نظام الدین اور عارض زوزنی کہاں ہیں، مجھے کچھ خبر نہیں۔ ہاں مجھے یہ خبریں ضرور پہنچی ہیں کہ وہ گاہے بگاہے منگولوں سے ٹکراتا رہتا ہے اور اس ٹکراؤ کے دوران اس نے منگولوں کے تین بڑے سالاروں اربوش، الک خان اور چنگیز خان کے بڑے سالار اور اس کے داماد قنجار کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ یہ بھی خبریں مجھ تک پہنچی ہیں کہ چنگیز خان نے اپنے ہمسایہ قبیلہ تائجوت کے سردار برغہ خان پر قابو پا کر اسے اپنے لشکر میں شامل کیا تھا اور اس کے ساتھ اس کے قبیلے کے لوگ بھی تھے اور برغہ خان، چنگیز خان سے بغاوت کر کے نظام الدین سے مل چکا ہے۔ اب ہم نے یہ جاننے کی کوشش

کرنی ہے کہ نظام الدین اس وقت کہاں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا، پھر عمر کافی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"عمر کافی! میرے بھائی! میرے پاس سات ہزار کا لشکر تو ضرور ہے لیکن میرے پاس رسد کا کوئی سامان نہیں ہے۔ کھانے پینے کی جو اشیاء یہاں ہیں، یہ لشکری اپنے ساتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اب منگولوں کے اس لشکر کو جو ہم نے شکست دی ہے تو اس سے کچھ کھانے پینے کا سامان ملے گا۔ میرے خیال میں یہ سامان چند دن کے لئے کافی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں، کسی نہ کسی طریقہ سے نظام الدین کا پتہ کیا جائے کہ وہ کہاں ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لشکر میں شامل نہیں کرنا چاہتا، میں اُس سے ایک اور کام لینا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں خود اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر کے اپنے لشکر کی تعداد بڑھاؤں۔ نظام الدین ایک لشکر کے ساتھ علیحدہ رہے۔ جب کبھی بھی منگول اس سے ٹکرائیں، میں اچانک اس کی مدد کو پہنچوں۔ اور اگر منگول مجھ سے ٹکرائیں تو نظام الدین اور عارض زوزنی ہماری مدد کو پہنچیں۔"

عمر کافی نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر پہلے زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ جو سامان منگول چھوڑ کر بھاگے تھے، وہ سارا سامان سلطان نے سمیٹا اور پھر پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا، جو نسا شہر کی طرف جاتی تھی۔

جس وقت سلطان جلال الدین، خوارزم شہر سے نکلا تھا تو اس کے پیچھے پیچھے اس کے دونوں بھائی ازلاق اور آق بھی اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم شہر سے نکلے۔ انہوں نے بھی سلطان کے پیچھے پیچھے نسا شہر کا رخ کیا تھا۔ سلطان تو منگولوں کو بدترین شکست دینے کے بعد نسا شہر جانے والی شاہراہ پر آگے بڑھ گیا تھا، چنانچہ ازلاق اور آق دونوں بھائی بھی اسی شاہراہ پر سفر کر رہے تھے۔ نسا شہر کے حاکم کو خبر ہو چکی تھی کہ شاہراہ کے کنارے منگول گھات میں ہیں اور یہ کہ انہیں شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین تو آگے بڑھ گیا ہے اور منگولوں نے پھر گھات لگا لی ہے اور ان کو کمک بھی مل گئی ہے۔

چنانچہ جب ازلاق اور آق دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پہنچے جہاں سلطان جلال الدین پر منگول حملہ آور ہوئے تھے تو منگول پھر گھات سے نکلے۔ ازلاق اور آق دونوں کو چونکہ نسا شہر کے حاکم نے ان کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا، لہٰذا وہ منگولوں

کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

اپنی گھات سے نکل کر منگول تیرگی کے صحرا میں روحوں کو ویران کرتی اذیتوں کے فسوں، موسموں کی گرد میں بستیوں کو بکھرے غبار کی طرح اُڑا کر بے بصر کرتی طوفانی زقند، بے ثمر عقوبت کے بحر میں مقدر کی تشنہ لبی برپا کرتی موت کی زہریلی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

چونکہ ازلاق اور آق بھی دونوں منگولوں کے اس حملہ سے آگاہ تھے، لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی منگولوں پر چیختی چنگاریوں کو بھڑکتے شعلوں شراروں میں تبدیل کر دینے والے کھولتے آتشیں لاوے، ننگ و ذلت کے شبستان کھڑے کرتی نگر نگر بھٹکتی قضا اور تاریخ کے جلتے الاؤ میں روحوں کو بے چین، دلوں کو ناآسودہ کر دینے والے پُرحرارت عذابوں کے رقص کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ جاری رہی اور جس طرح سلطان جلال الدین نے منگولوں کو بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا، ازلاق اور آق کے مقابلہ میں بھی منگول کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے تھے۔ اور جوں جوں جنگ طول پکڑنے لگی، ان کی حالت زندان کے آزار، ضیاء آشام تیرگی، مایوسی اور شکست سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ منگولوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ شکست اٹھا کر بھاگ گئے۔

ازلاق اور آق نے یہ خیال کیا کہ چونکہ منگولوں کے لشکر کے کافی حصے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے اور اب منگول مڑ کر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے ایک حماقت اور بے وقوفی کی اور وہیں انہوں نے پڑاؤ قائم کر لیا تاکہ آرام کر سکیں۔ اسی دوران منگولوں کی مدد کے لئے ایک اور بڑا لشکر پہنچ گیا۔ چنانچہ منگولوں نے اس وقت ازلاق اور آق کے لشکر پر حملہ کیا، جس وقت وہ ہتھیار کھول کر آرام کر رہے تھے۔ منگولوں نے جب حملہ کیا تو ازلاق اور آق کے ساتھیوں نے سنبھل کر جوابی کارروائی کرنا چاہی لیکن منگول بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے ازلاق اور آق کے لشکر کا گھیراؤ کر لیا اور سب کو قتل کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اس خونی حادثے کو مؤرخین اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''چنگیز خان کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی موت کی خبر مل چکی تھی۔ اس بات کا بھی علم ہو چکا تھا کہ باپ کی وفات کے بعد جلال الدین، ازلاق اور آق، خوارزم شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چونکہ چنگیز خان کو سلطان جلال الدین سے خطرہ تھا، اس لئے اس کی خواہش تھی کہ سلطان کو جم کر بیٹھنے کا موقع نہ دے۔ چنانچہ فوراً اس نے ایک لشکر کو خوارزم پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ سلطان جلال الدین تو پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔ جب منگولوں کی لشکرکشی کی خبر خوارزم میں پہنچی تو ازلاق اور آق وہاں سے نکل کر سلطان کے پیچھے نسا شہر کو چل دیئے۔

منگولوں کا جو لشکر خوارزم کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ جلال الدین اپنی مختصر سی جمعیت کے ساتھ ادھر ہی کو آ رہا ہے تو وہ راستے میں جہاں سے سلطان نے گزرنا تھا، گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔

سب سے پہلے جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرا تو منگولوں نے گھات سے نکل کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ ہرچند منگولوں کا حملہ اچانک تھا لیکن سلطان سنبھل گیا اور ایسی بے جگری سے لڑا کہ منگولوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

تین دن کے بعد ازلاق اور آق بھی اپنا لاؤلشکر لئے ہوئے وہیں سے گزرے۔ چونکہ منگولوں کو ان کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی، اس لئے ان کے انتظار میں وہیں دبکے بیٹھے رہے۔

ادھر نسا شہر کے حاکم کو بھی منگولوں کی موجودگی کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے قاصد کے ذریعے ازلاق اور آق دونوں کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ فلاں وقت وہاں سے گزرتے وقت محتاط رہیں۔

ازلاق اور آق جب استوا کے مقام سے گزرے ہی تھے کہ منگولوں نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ چونکہ وہ دشمن کے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھے، اس لئے جی توڑ کر لڑے۔ منگولوں کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔

لیکن بدقسمتی سے اس کامیابی کے بعد ازلاق اور آق یہ سمجھ بیٹھے کہ چونکہ منگول بھاگ گئے ہیں، اس لئے اب کوئی خطرہ نہیں رہا۔ چونکہ منگول شکست اٹھا کر بھاگے تھے

اور ان کی تعداد کو بھی کم کیا گیا تھا لہٰذا اس امر کا کوئی خدشہ نہ تھا کہ وہ واپس آ کر پھر سے حملہ کرنے کی جرأت کر سکیں۔ اس لئے ستانے کے لئے وہیں رک گئے۔

اتفاقاً منگولوں کا ایک اور بھاری لشکر وہاں نکلا اور انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں۔ مرتا کیا نہ کرتا، خوب خوب ہاتھ مارے لیکن دشمن کی کثیر تعداد کے سامنے کیا کر سکتے تھے۔ کٹ کٹ کر گرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔“

❀❀❀

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

چنگیز خان نے نظام الدین سے نمٹنے کے لئے جو لشکر مقرر کیا تھا، اس کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ اس کے ذمہ یہ کام بھی لگایا گیا تھا کہ نظام الدین کا خاتمہ کرنے اور ٹھکانے لگانے کے بعد وہ لشکر سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے پیچھے لگ جائے۔

چنانچہ نسا کی طرف جانے والی شاہراہ پر تیزی سے سفر کرتے ہوئے سلطان جلال الدین، نیشاپور شہر پہنچ گیا۔ اس نے نیشاپور کے نواح میں قیام کے دوران نیشاپور کے لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ منگولوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں، منگول نا قابلِ شکست نہیں۔ اور انہیں یقین دلایا کہ اگر وہ لوگ سلطان کا ساتھ دیں تو سلطان منگولوں کو شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

لیکن دو وجوہات کی بِنا پر لوگوں نے سلطان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ نیشاپور کے لوگوں کو خبر پہنچ گئی تھی کہ چنگیز خان نے ایک بہت بڑا لشکر سلطان کے تعاقب میں لگا دیا ہے اور وہ سلطان پر حملہ آور ہو گا۔ اور اگر سلطان نیشاپور ہی میں قیام کئے رہا تو نیشاپور کی ایک بار پھر سے اینٹ سے اینٹ بجا کے رکھ دی جائے گی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے منگول، نیشاپور پر جب حملہ آور ہوئے تھے تو انہوں نے شہر کی بری حالت کی تھی۔ جو لوگ شہر سے بھاگ گئے تھے، وہ بچ گئے۔ باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ بھاگنے والے اب لوٹ آئے تھے۔ لہٰذا وہ پھر شہر کی پہلے والی حالت نہیں دیکھنا چاہتے تھے، اس بِنا پر انہوں نے سلطان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ صورتِ حال سلطان جلال الدین کے لئے بڑی مایوس کن تھی۔ لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ وہ ایسا غائب ہوا کہ چند ماہ کے لئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ سلطان کدھر گیا ہے۔

اس وقفہ کے دوران چنگیز خان کے ذمہ دو اور کام آن پڑے۔ پہلا یہ کہ اس نے اپنے سالار سوبدائی کو پہلے ہی ایک لشکر دے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ مر گیا تو چنگیز خان نے ایک اور لشکر اپنے بڑے بیٹے جوچی کی کمانداری میں تیار کیا اور اسے سوبدائی کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ جوچی کے ساتھ مل کر مغرب کی طرف یلغار کرتا چلا جائے اور دریائے وولگا کی سرزمینوں پر حملہ آور ہو کر انہیں بھی زیر اور مغلوب کرے۔

دوسرا کام اسی دوران چنگیز خان کے لئے جو اُٹھا، وہ ہرات میں بغاوت تھی۔ ہرات میں بہت بری طرح بغاوت ہوئی تھی اور ہرات کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی خان کو مقرر کیا۔ اسے اس نے اپنا سپہ سالار بھی مقرر کر دیا تھا اور اس سے پہلے بھی ہرات کو تولی خان نے ہی فتح کیا تھا۔ لہٰذا اس بار اُٹھنے والی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے بھی چنگیز خان نے ایک بہت بڑا لشکر دے کر تولی خان کو ہی روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ان دو مہموں کی وجہ سے چنگیز خان عارضی طور پر سلطان جلال الدین کو فی الحال بھول گیا تھا۔

✿✿✿

نظام الدین، عارض زوزنی، اولون اور برغہ خان ایک روز کوہستانی سلسلے کی چٹان میں بیٹھے سلطان جلال الدین کے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک برغہ خان نے گفتگو کا رخ بدلا اور نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''نظام الدین! میرے بھائی! اسلام قبول کرنے کے بعد جتنا احترام، جتنی عزت، جتنی محبت اور جتنی اپنائیت ہمیں ملی، وہ تو مجھے اپنے قبیلے میں اور اولون کو چنگیز خان کے ہاں بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں، اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نئی زندگی کی ابتدا کر چکے ہیں اور یہ زندگی ایسی ہے کہ اس کائنات کے مالک کے غلام رہ کر بسر کرنے میں اس کا لطف ہی کچھ اور ہے۔''

برغہ خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں نظام الدین بول اُٹھا اور کہنے لگا۔

''برغہ خان! اسلام وہ دین ہے جو خدا کی حاکمیت کی بنیاد پر ایک پورا ضابطۂ زندگی پیش کرتا ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے اور اس کی پیروی

کرے۔ خدا کے قانون کے آگے جھکنے اور اس کی اطاعت کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔ اور ہماری مقدس کتاب کے مطابق جو اسلام کے خلاف کوئی اور دین تلاش کرے گا، اس سے وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

برغہ خان! دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد تم نے خود محسوس کیا ہوگا کہ دین اسلام کی تعلیمات نہایت سادہ مگر جامع ہیں۔ اسلام عقائد سے لے کر عمل تک انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ہر طرح سے ہدایت دیتا ہے۔ اس دنیا میں سیاسی، معاشرتی، مدنی اور اقتصادی زندگی کو بھی اتنی ہی اہمیت حاصل ہے، جتنی اخلاقی نظام کو حاصل ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کے بنیادی اصول متعین کر دیئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے اور ہر حالت کے تحت قوانین بنائے جا سکتے ہیں۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ ساری کائنات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ ایک ایسی سلطنت ہے جسے اللہ نے بنایا ہے۔ وہ اس کا مالک ہے، وہی اس کا حاکم ہے۔ اس کے سوا یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا۔ تبھی تو دنیا اللہ کے ان لگے بندھے اصولوں کے تحت چل رہی ہے جسے سائنس نے دریافت کرنا شروع کیا ہے۔

مگر اخلاقی دنیا میں اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا، اسے علم اور ہدایت دی، تمام قوتیں اُس کے مطیع کیں۔ مگر شیطانی اور بدی کی قوت اس کے آگے نہ جھکی۔ اب نائب ہونے کی حیثیت سے انسان کا فرض ہے کہ وہ صرف اللہ کا ماتحت بن کر رہے۔ اللہ کی دی ہوئی اشیاء کو اس کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق استعمال میں لائے۔

اس کا عمل اللہ کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق ہو اور اس امر کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں رہنے کے دوران انسان نے جو غلطیاں کی ہوں، اللہ کی دی ہوئی اشیاء کو امانت نہ سمجھا ہو، ان میں جو خیانت کی ہو اور جو بدی کی قوت کے آگے جتنا سر جھکائے ہو، اسے اس کی سزا ملے اور فرض کی ادائیگی جتنے احسن طریقہ سے کی ہو، اس کا انعام ملے۔

برغہ خان! اگر ہم مذاہبِ عالم کا مطالعہ کریں تو ان میں کوئی بھی اپنی موجودہ شکل میں انسانی زندگی کو اس کے تمام پہلوؤں پر محیط نہیں کرتا۔ ان میں سے اکثر مابعد طبیعات پر زور دیتے ہیں یا پھر انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی سے الگ کرتے ہیں۔ یہ صرف دین اسلام کی برکت ہے کہ اس نے واضح طور پر ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کر دیا ہے۔

اس ضابطۂ حیات کی روشنی میں اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک مکمل الہامی دین ہے۔ جب کہ دیگر مذاہبِ عالم کی الہامی تعلیمات مسخ شدہ ہیں اور ان میں سے کوئی ایک اپنی صحیح صورت میں موجود نہیں۔ اسلام کی دوسری سب سے بڑی خصوصیت اس کا منظم ضابطہ حیات ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو اس کی ہدایت سے محروم نہیں رہا۔ کیونکہ اسلام ان معنوں میں نہیں کہ صرف عبادات پر زور دیا جائے اور یہ انسان کا ذاتی معاملہ ہو کر رہ جائے۔

تیسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایمان اپنی کامل صورت میں موجود ہے۔ یہ ایمان خدا پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور حیات بعد موت پر ہے۔ اس دین کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے دین اور دنیا کی مصنوعی علیحدگی کو ختم کر دیا اور ترکِ دنیا کر کے تلاشِ خداوند کو رد کر دیا۔ اسی لئے ہمارے محترم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اسلام میں ترکِ دنیا کا کوئی مقام نہیں۔ نیز دنیا سے اپنا حصہ لینا نظر انداز نہ کرو۔''

ایک اور خصوصیت جس سے اسلام کی امتیازی شان اُبھر کر سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ اس نے انفرادیت اور اجتماعیت کے درمیان بڑا توازن قائم کر رکھا ہے۔ یہ ہر انسان کو فرداً فرداً ذمہ دار ٹھہرا کر خدا کے سامنے جواب دہ بناتا ہے اور اسے دنیا میں گم ہونے سے روکتا ہے۔

اسلام فرد میں اجتماعی ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ایک قوم قرار دیتا ہے اور انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ معاشرے کی بھلائی کے لئے کام کریں۔ مالدار لوگ فقراء اور مساکین کو کھانا کھلائیں اور وقت پڑنے پر اسلامی ریاست کے تحفظ کے لئے جان کی قربانی پیش کر دیں۔ یہی وہ توازن ہے جسے ہمارے محترم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین اسلام کہا ہے۔ اسی بنا پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ عائلی زندگی بھی گزارتا ہوں۔ بس اللہ سے ڈرو۔ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ ہر حق اس کے حق دار کو ادا کرو۔ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو،

سویا بھی کرو۔"

اسلام نے اعمال کی اساس ایمان کو قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا ایمان ہی اسلام ہے یا یہ اسلام کا جزو ہے؟ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ عقیدہ بغیر ایمان و یقین کے، عمل کے لئے محرک نہیں بن سکتا۔

اسلام میں عقائد کو صریح الفاظ میں پانچ اصولوں پر مبنی رکھا گیا ہے۔ خدا پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، اللہ کے رسولوں پر ایمان، خدا کی کتابوں پر ایمان اور اعمال کی جزا اور سزا پر ایمان۔ ان حقائق کا اقرار زبان سے کرنا اور یقینِ دل سے کرنا ضروری ہے۔ انسان سے اسلام پہلا مطالبہ یہ کرتا ہے کہ وہ ایمان لائے، پھر ارکانِ اسلام پر عمل کرے جو تعداد میں پانچ ہیں۔ یعنی اللہ کی توحید، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور تصدیق کرے۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھے۔ اس کی عبادت نماز کی صورت میں ادا کرے۔ نفس کشی کے لئے رمضان کے روزے رکھے، مال کی محبت دُور کرے اور غریبوں اور مساکین کی مدد کرے، اُنہیں زکوٰۃ دے۔ اور من حیث القومِ واحد بیت اللہ کا حج بھی ادا کرے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے جب نظام الدین رکا، تب حسین اور خوبصورت اولون بڑی محبت اور بڑے فخریہ انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں تو سمجھتی تھی کہ آپ ایک عمدہ، بے مثل اور لاجواب سالار ہی ہیں، اب مجھے پتہ چلا کہ آپ ایک بے حد اچھے مبلّغ بھی ہیں۔"

اولون کے ان الفاظ پر نظام الدین ہی نہیں، عارض زوزنی اور برغہ خان بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔ پھر اولون کے ان الفاظ کے جواب میں نظام الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تین اشخاص ان کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ انہیں دیکھ کر نظام الدین چونکا کہ وہ وہی تھے جو مرنے والے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس کے لئے جاسوس اور ہرکاروں کے طور پر مقرر کئے تھے۔

جب قریب آ کر انہوں نے سلام کیا تو سب نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے نظام الدین نے انہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ

گئے، تب نظام الدین نے انہیں مخاطب کیا۔

''میرے عزیز بھائیو! کہاں سے اور کس سمت سے آئے ہو؟''

نظام الدین کے استفسار پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! ہم آپ کے لئے کچھ انتہائی اہم خبریں لے کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ چنگیز خان نے ایک لشکر سلطان کی راہ روکنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے کہ سلطان، خوارزم سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن سلطان نے منگولوں کے اس لشکر کو شکست دی اور نیشاپور کا رخ کیا۔ نیشاپور کے لوگوں کی بدقسمتی کہ سلطان کے ہمت دلانے کے باوجود انہوں نے سلطان کا ساتھ نہیں دیا۔ اب کسی کو ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ نیشاپور سے نکل کر سلطان نے کس سمت کا رخ کیا ہے...... دوسری خبر یہ ہے کہ چنگیز خان نے ایک اور خاصا بڑا لشکر آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے۔ وہ لشکر اب یہاں سے زیادہ سے زیادہ دس میل کے فاصلہ پر ہوگا...... تیسری خبر یہ ہے کہ ہرات شہر کے اندر بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی ہے اور چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی خان کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ہرات کی طرف وانہ کیا ہے۔ اور چوتھی خبر یہ ہے کہ چنگیز خان نے ایک اور بہت بڑا لشکر اپنے بیٹے جوچی اور سالار سوبدائی کی کمانداری میں دریائے وولگا کی طرف کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بھی بھیجا ہے۔''

یہ الفاظ سن کر نظام الدین فوراً اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے برغہ خان، اولون اور عارض زوزنی بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''سلطان کا ہم بعد میں پتہ کریں گے کہ وہ کہاں ہے، کس سمت، کون سے رخ گیا ہے۔ چنگیز خان کے بیٹے جوچی اور سوبدائی کی مہم سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ رہی بات تولی کی تو اللہ کرے، ہرات شہر میں پہلے جیسا قتل عام نہ ہو۔ فی الحال ہم نے چوتھی خبر کی طرف دھیان دینا ہے۔ چنگیز خان نے منگولوں کا جو لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا ہے، سب سے پہلے ہم نے اس کا بندوبست کرنا ہے۔''

تینوں مخبر بھی اپنی جگہ پر سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ نظام الدین انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''پہلے تم پڑاؤ کے اندر جاؤ۔ تمہارے کھانے کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ پہلے کھانا کھاؤ اور اس کے بعد ہم اپنی اس آماجگاہ سے باہر نکلیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد نظام الدین نے کچھ دیر خاموش رہ کر سوچا۔ شاید وہ کوئی منصوبہ بندی تیار کر رہا تھا۔ پھر باری باری اس نے عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''عارض زوزنی اور برغہ خان! میرے دونوں بھائیو! ہمارے مخبروں کے مطابق منگولوں کا لشکر یہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے ہم نے کسی طریقہ سے نمٹنا ہے۔ اس کی تعداد بھی ہم سے یقیناً زیادہ ہو گی۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ جس قدر ہمارے پاس رسد کا سامان ہے، وہ سارا یہاں پہلے سے ہم نے چٹانوں کے اندر چھپا کے رکھا ہوا ہے۔ لشکر کا ایک حصہ میرے پاس ہو گا اور دوسرا عارض زوزنی! تمہارے اور برغہ خان کے پاس ہو گا۔

میں اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے جنوب کی طرف تھوڑی دیر تک کوچ کروں گا اور ساتھ ہی ہمارے مخبر اور مسلح جوان یہ خبر پھیلا دیں گے کہ نظام الدین رسد کا کافی سامان اکٹھا کرنے کے بعد وہ سامان، سلطان جلال الدین کی طرف لے جا رہا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی منگول جنوب کی طرف بڑھنے کی اپنی رفتار کو تیز کر دیں گے اور مجھے پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ اتنی دیر تک عارض زوزنی اور برغہ خان! تم دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کوہستانی سلسلے کی پشت کی طرف جا چکے ہو گے۔ چنانچہ جب تمہارے پاس سے منگولوں کا لشکر گزر کر آگے جائے، تاکہ پشت کی جانب سے مجھ پر حملہ آور ہو تو تم اپنی گھات سے باہر نکل آنا۔

میں جنوب کی طرف بڑھنے کے لئے اپنی رفتار بڑی سست رکھوں گا۔ چنانچہ جب منگول میرے قریب آئیں گے تو ایک دم پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوں گا۔ اتنی دیر تک تم بھی ان کی پشت پر پہنچ جانا اور پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو جانا۔ پھر خداوند قدوس کو منظور ہوا تو منگولوں کے لشکر کی حالت ہم وہی کریں گے جو اس سے پہلے ہم کئی بار ان کے لشکروں کی کر چکے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب رُکا، تب شکوؤں بھری آواز میں اولون

اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ نے لشکر کے دو حصے کرنے کا کہا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرے حصے کی کمانداری میرے بھائی عارض زوزنی اور برغہ خان کو دی۔ میرا آپ نے کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔''

جواب میں نظام الدین کہنے لگا۔

''تم عارض زوزنی اور برغہ خان کے لشکر میں رہنا۔ ان کے ساتھ تم محفوظ رہو گی۔ اور جب یہ اپنی گھات سے نکل کر چنگیز خان کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے کے لئے باہر نکلیں تو تم اسی جگہ رہنا، جہاں رسد کی حفاظت کرنے والے دستے متعین کیے گئے ہوں گے۔''

نظام الدین کے الفاظ کے جواب میں گھورنے کے انداز میں پہلے اولون نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''آپ ایک حصے کی کمانداری عارض زوزنی اور برغہ خان دونوں کو دے رہے ہیں اور دوسرے حصہ میں آپ اکیلے رہ رہے ہیں۔ آپ کے اس حصے میں، میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ مجھے یہاں رسد کے سامان میں رکھنا چاہتے ہیں تا کہ میں محفوظ رہوں۔ اب حالات مجھے آپ سے منسوب کر چکے ہیں، یہ بات سارے لشکری بھی جانتے ہیں، لہٰذا میرا اور آپ کا جینا مرنا ایک ساتھ ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہوتا ہے تو میرے جینے کا کیا فائدہ؟ لہٰذا میں اس ٹکراؤ میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ اور آپ مجھے روکنے یا منع کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔''

جواب میں نظام الدین نے ایک لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگا۔

''ایک شرط پر میں تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ شرط یہ ہے، تم میرے حصہ کے لشکر کے وسطی حصے میں رہو گی، میرے ساتھ لشکر کے آگے نہیں رہو گی۔''

اولون نے اس بات کو مسکراتے ہوئے قبول کر لیا۔ پھر سب وہاں سے ہٹے اور لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دینے لگے تھے۔ کچھ دیر انہوں نے انتظار کیا تا کہ منگولوں کا لشکر قریب آ جائے۔ اس کے بعد عارض زوزنی اور برغہ خان، لشکر کے ایک حصے کو لے کر گھات میں چلے گئے تھے۔ جب کہ نظام الدین، لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر بڑی کم

رفتار سے جنوب کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

نظام الدین نے چونکہ چاروں طرف یہ بھی خبر پھیلا دی تھی کہ نظام الدین رسد کا بہت سا سامان لے کر سلطان جلال الدین کی طرف جا رہا ہے، چنانچہ منگولوں نے پہلے کی نسبت بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل نظام الدین کے لشکر کے قریب پہنچ گئے۔

نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ بڑا ہوشیار اور چوکس تھا۔ اس وقت وہ اپنے لشکر کے پشتی حصے میں تھا تاکہ منگولوں پر پلٹ کر حملہ آور ہونے میں اسے دیر نہ لگے۔

چنانچہ جب منگول اُس کے قریب آئے، تب نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ حوصلوں کے ثبات، ایک نئے انقلاب، ایک نئی روشنی اور گونگی راہوں پر عذابوں کا باعث بنتی تلخیوں کی طرح مڑا۔ اس کے بعد وہ جائسی کے لشکر پر زمین پر زین اور آسمان پر کمند ڈالتے خاک وخون کو ایک کر دینے والے طوفانوں، پتھر کی دیواروں، فولاد کی چٹانوں تک کو پاش پاش کر دینے والے بگولوں، تقدیر کو تدبیر میں ضم کرتے آتشیں انداز، چہروں پر خراشوں کی جلن، سلگتی آنکھوں میں وحشی آندھیاں سجائے تباہی کے کالے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نظام الدین تھوڑی دیر ہی منگولوں سے ٹکرایا ہو گا، اولون کو اس نے اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رکھا تھا۔ ایسے میں پشت کی جانب سے عارض زوزنی اور برغہ خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے اور وہ دونوں بھی زندگی کے حصار کو توڑ کر بدن کی دھجیاں اُڑاتے وحشتوں کے آشوب، ارادوں کی سنگیں دیواریں گراتی ناکامی اور نامرادی کی کھولن، حقیقتوں کا سراغ اور حقائق کی پرکھ رکھنے والے نصاب اور موت کے بھنور کی گرہیں تک کھولتے قضا کے رقص کرتے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

منگول عجیب سی سوچوں اور تفکرات میں پڑ گئے تھے۔ وہ امید بھی نہیں رکھتے تھے کہ اُن پر ان علاقوں میں دو طرفہ حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو اس اُمید پر نظام الدین کے تعاقب میں آئے تھے کہ وہ بیک وقت دو کام کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نظام الدین اور اس کے لشکر کا خاتمہ بھی کر دیں گے اور جو کچھ رسد کی صورت میں اور دوسرا سامان اس کے پاس ہے، اس پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن یہاں معاملہ اُلٹ ہو گیا تھا۔

سامنے کی طرف سے نظام الدین اور پشت کی جانب سے عارض زوزنی اور برغہ خان نے جب ان پر تیز حملوں میں جوش پیدا کیا، تب منگولوں کے لشکر میں سوچوں کے بدن لہولہو اور زیست کی ساعتیں بے ربط اور تن من گھائل ہونے لگے تھے۔ نس نس میں آگ بھرنے لگی تھی۔ شمشیریں اَن گنت لوگوں کو نڈھال و بدحال کرنے لگی تھیں۔ مرگ بدوش ساعتیں لمحوں کا سینہ چاک کرتی انسانی زندگی کے حصار توڑنے لگی تھیں۔ چاروں سمت زوالِ عمر کے افسانے رقم ہونے لگے تھے۔

منگولوں کا سالار اس سے پہلے کئی بار نظام الدین کے ہاتھوں شکست اٹھا چکا تھا۔ اس بار وہ بڑا لشکر لے کر آیا تھا اور اُمید رکھتا تھا کہ اس بار وہ نظام الدین پر غالب رہے گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کے اندر بددلی پھیلنا شروع ہو گئی ہے، اس لئے کہ اس کے لشکریوں کے سامنے مرنے والے منگولوں کی اَن گنت لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور جائسی اور اس کے دوسرے ساتھی سالاروں نے جب دیکھا کہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے، تب انہوں نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور پوری قوت سے حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے اُنہیں انگیخت کیا۔ اس کے نتیجے میں منگول وحشی نعرے بلند کرتے ہوئے ایک دم سلگتی خزاں میں سرگرداں بھبھوکا سی چنگاریوں اور مستی پر آئی لہروں اور سیال آتش کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے نظام الدین نے بھی زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں اور جب اُس نے تکبیریں بلند کیں تو اُس کے لشکر میں اس انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں کہ میدان اور کوہستانی سلسلے گونج اُٹھے تھے۔ اسی وقت یہی کام عارض زوزنی اور برغہ خان نے بھی کیا اور اُن کی تکبیروں کی بازگشت بھی چاروں سمت ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا کرنے لگی تھی۔

تکبیروں کی ان چھاؤں تلے نظام الدین کے لشکریوں نے بھی اپنے حملوں میں تیزی، جوش اور شدت پیدا کر لی تھی اور وہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ سختی اختیار کرتے ہوئے منگولوں پر زیست کو فسوں خیز کرتی خوفناک ضربوں، جذبوں کو منہدم کرتے آگ و خون کے سحابوں اور بے کل کرتی موت کی تحریک کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

آخر کار حسبِ سابق جائسی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ کسی نہ کسی طرح

اپنے لشکر کو بچا کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ جس قدر سامان اُس کے پاس تھا، اُس پر نظام الدین نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح جائسی اور منگول سردار جو نظام الدین کا خاتمہ کرنے اور اس کے سامانِ رسد پر قبضہ کرنے آئے تھے، اُلٹا شکست کے داغ اپنی پیشانیوں پر سجانے کے علاوہ جو کچھ سامان ان کے پاس تھا، وہ بھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

جس وقت جائسی شکست اُٹھا کر بھاگا، اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی اپنی جانیں بچانے کے لئے مشرق کی طرف بھاگ گئے، تب اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی اولون اس جگہ آئی، جہاں نظام الدین دُور تک دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد پلٹا تھا۔

اولون اُس کے سامنے آئی، کچھ دیر عجیب انداز میں اُس کی طرف دیکھتی رہی، پھر انتہائی محبت اور چاہت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ ٹھیک تو ہیں؟ آپ کو کہیں زخم تو نہیں آیا؟“

اولون نے یہ اس لئے پوچھا تھا کہ نظام الدین کے کپڑے بری طرح خون آلود ہو رہے تھے۔

جواب میں نظام الدین مسکرایا اور نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”مطمئن رہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

اتنی دیر میں ایک طرف سے عارض زوزنی اور برغہ خان بھی اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہاں آ گئے۔ سب سے پہلے زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کی گئی، اس کے بعد نظام الدین، عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عارض زوزنی! میرے بھائی! اپنے کچھ آدمی روانہ کرو۔ وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ سلطان جلال الدین اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہے تا کہ جس قدر رسد کا سامان ہمارے پاس جمع ہو چکا ہے، اس کو لے کر ہم سلطان سے جا ملیں۔“

عارض زوزنی اور برغہ خان نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے زخمی ہونے والے سارے ساتھیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد اپنے لشکر کو لے کر اسی کوہستانی سلسلے کی طرف چلے گئے جہاں انہوں نے قیام کر رکھا تھا۔

دراصل یہ دہستان کا ایک ایسا کوہستانی سلسلہ تھا، جہاں ایک درّہ تھا، جس میں سے کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر اُس کی چوٹی پر چڑھا جا سکتا تھا۔ اُس درّے کے علاوہ

اُس بلند و بالا کوہستانی سلسلے پر چڑھنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا، جہاں نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ اس کی پشت پر اس سے بھی بلند کوہستانی سلسلے تھے۔ لہٰذا پشت کی طرف سے بھی کوئی حملہ آور نہیں ہو سکتا تھا۔ جس نے بھی آنا تھا، سامنے کی طرف سے اس کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ آنا تھا۔ لہٰذا وہ مقام نظام الدین کے لئے بے حد محفوظ تھا۔ چنانچہ منگولوں کا سارا سامان وہیں منتقل کیا گیا۔ اس بار منگولوں کے سامان سے نظام الدین کے ہاتھ بہت سے خیمے بھی لگے تھے۔

نظام الدین کے پاس پہلے بھی کچھ خیمے تھے لیکن چونکہ وہ خیمے لشکر میں پورے نہیں ہو سکتے تھے، لہٰذا نہ لشکری خیمے نصب کرتے تھے اور نہ ہی نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان خیمے استعمال کرتے تھے تاکہ کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ سالار تو خیموں میں رہتے ہیں اور لشکریوں کو کھلے آسمان تلے رکھا جاتا ہے۔ لیکن اب جب ان کے پاس کافی خیمے ہو گئے، تب پانچ پانچ چھ چھ لشکریوں کو ایک ایک خیمہ مہیا کر دیا گیا۔ اس طرح سلطان کے محل وقوع کے مل جانے تک نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

۞۞۞

دوسری طرف چنگیز خان نے اپنے چھوٹے بیٹے تولی خان کو ہرات شہر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجنے کے ساتھ ساتھ ایک اور لشکر بھی مقرر کیا، جس کی تعداد کافی زیادہ تھی اور اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ سلطان جلال الدین اور نظام الدین کو کسی بھی صورت ایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جائے۔

جہاں تک تولی خان کا تعلق ہے تو وہ ایک جرار لشکر لے کر ہرات شہر کی طرف بڑھا تھا۔ تولی خان ظلم کرنے اور وعدہ خلافی کرنے میں اپنے باپ چنگیز خان سے بھی آگے نکلا ہوا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک خراسانی شہزادہ اپنے حالاتِ زندگی میں لکھتا ہے۔

”میں اس زمانے میں اپنے قلعے میں رہا کرتا تھا جو ایک اونچے سنگلاخ کوہستانی سلسلے پر واقع تھا۔ یہ خراسان کے بڑے قلعوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ قلعہ میرے آباء واجداد کے تصرف میں تھا جبکہ اس علاقے کے لوگ مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ چونکہ یہ قلعہ

صوبہ کے مستقر کے قریب تھا، اسی لئے یہ ان کے مفرور قیدیوں اور منگولوں کے ہاتھوں اسیری یا موت سے پناہ گزین باشندوں کے لئے پناہ گاہ کا کام دیتا تھا۔"

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد منگول اُس قلعے کے سامنے نمودار ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس قلعے کو سر کرنا مشکل ہے تو وہ اس شرط پر محاصرے سے دستبردار ہونے پر تیار ہوئے کہ اس کے عوض انہیں سوتی کپڑے کے دس ہزار لبادے اور بہت سی دیگر وافر اشیاء اور ساز و سامان دیا جائے۔ حالانکہ وہ اس وقت نیشاپور کی تسخیر کے بعد مالِ غنیمت سے لدے ہوئے تھے۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ اس پر راضی ہو گیا۔ جب یہ سوال پیدا ہوا کہ خراج کا سامان منگولوں تک کون لے کر جائے تو اس کے لئے کوئی تیار نہ ہوا۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ چنگیز خان کا معمول یہ تھا کہ جو کوئی منگولوں کے ہاتھ لگتا، تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔

آخر دو ضعیف العمر آدمی اس کام کے لئے تیار ہوئے۔ اپنے بال بچوں کو وہ قلعہ دار کے حوالے کر گئے کہ اگر وہ قتل کر دیئے جائیں تو اُن کے اہل و عیال کی کفالت کا ضامن قلعہ دار ہو گا۔

چنانچہ یہی ہوا۔ واپس جانے سے پہلے منگولوں نے ان دونوں بوڑھوں کو قتل کر دیا۔ اس لشکر کی کمانداری تولی خان کر رہا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بہت جلد یہ وحشی سارے خراسان میں پھیل گئے۔ جب یہ کسی ضلع میں پہنچتے تو آگے آگے اس علاقے کے دہقانوں کو ہنکاتے۔ اور جب کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو قیدیوں کو منجنیقوں اور محاصرے کے ساز و سامان کی تیاری کے لئے استعمال کرتے۔ ہر طرف خوف و ہراس اور ویرانی طاری تھی۔ جو قید ہو جاتا، وہ اس شخص کے مقابلے میں زیادہ مطمئن ہوتا جو اپنے گھر میں اس شش و پنج میں رہتا کہ معلوم نہیں، محاصرے کے بعد اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ منجنیقوں پر غلامی سے کام لینے کے لئے سردار اور امیر بھی اپنے سپاہیوں اور غلاموں کے ساتھ ہنکائے جاتے۔ جو منگولوں کے حکم کی تعمیل نہ کرتا، بلا استثنا موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ خراسان کے زرخیز علاقوں پر حملے کے لئے بھی چنگیز خان نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولی کو جو امیرِ جنگ بھی تھا اور اس کا سپہ سالار بھی، حکم دیا

تھا کہ وہ ہرات شہر کو فتح کرنے کے ساتھ ساتھ جلال الدین خوارزم شاہ کو بھی تلاش کرے۔ مورخین مزید لکھتے ہیں کہ جلال الدین تو تولی کے ہاتھ نہ آیا مگر تولی نے دوسرے علاقوں پر یونہی حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی کئی آبادیوں کو بیابان کر کے رکھ دیا۔

تولی کے مکر و فریب اور اس کی وعدہ خلافی اور وحشت سے متعلق مورخین ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، جس وقت منگولوں نے مرو شہر کا محاصرہ کیا تو اس محاصرے میں چنگیز خان کے اپنے محافظ دستے کے ایک ہزار چنے ہوئے منگول مارے گئے تھے اور اس واقعہ سے تولی کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تولی، مرو کی فصیلوں پر پیہم حملے کرتا رہا۔ اس نے خندق کے اطراف ریت کی دیواریں لگائی اور حملے سے پہلے تیروں کی بوچھاڑ کرتا رہا۔ اکیس دن تک یونہی سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب لڑائی ذرا مدھم ہوئی تو منگولوں کے پاس ایک امام کو بھیجا گیا، جس کی بڑی خاطر تواضع ہوئی اور اسے واپس حفاظت سے شہر میں پہنچا دیا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ امام، شہریوں کی طرف سے نہیں گیا تھا بلکہ اسے قلعہ دار نے بھیجا تھا، جس کا نام مجیر الملک تھا۔ مطمئن ہو کر قلعہ دار چاندی کے ظروف اور مرصع لبادوں کے بے شمار تحائف لے کر تولی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ تولی مکر و فریب میں طاق تھا۔ اس نے ایک اعزازی خلعت قلعہ دار مجیر الملک کے لئے بھیجی اور اپنی خیمہ گاہ میں آ کر کھانا کھانے کی دعوت دی اور وہاں اُس نے ایرانی قلعہ دار کو یقین دلایا کہ اس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ تولی نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اپنے دوستوں اور چنے ہوئے ساتھیوں کو بھی بلا لو۔ میں ان کو اعزاز و منصب بخشوں گا۔

مجیر الملک نے ایک خدمت گار کو بھیج کر قریبی دوستوں کو بلا بھیجا اور وہ بھی اس ضیافت میں قلعہ دار کے پاس آ بیٹھے۔ تولی نے اس وقت مرو کے چھ سو امیر ترین آدمیوں کی فہرست مانگی اور قلعہ دار اور اس کے دوستوں نے فرماں برداری کے ساتھ یہ فہرست اس کو لکھ کر دے دی۔ اس میں شہر کے متمول ترین زمینداروں اور تاجروں کے نام شامل تھے۔

پھر مجیر الملک نے وحشت کے عالم میں دیکھا کہ منگولوں نے اس کے تمام ساتھیوں کا

گلا گھونٹ دیا۔ پھر تولی کے سالاروں میں سے، چھ سو آدمیوں کی اُس فہرست کو لے کر مرو کے قلعہ کے دروازے پر گیا۔ فہرست قلعہ دار کے قلم سے لکھی ہوئی تھی اور اس نے قلعہ دار کے نام پر ان چھ سو آدمیوں کو طلب کیا۔

رفتہ رفتہ یہ چھ سو آدمی بھی آ گئے۔ اُنہیں حراست میں لے لیا گیا۔ اب منگولوں نے قلعہ کے دروازے پر قبضہ کر لیا اور اس کے سوار دستے مرو کی گلیوں میں گھس گئے۔ شہر کے سارے باشندوں کو اپنے اہل و عیال سمیت میدان میں نکلنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم دیا کہ جتنا سامان اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔ چار دن تک شہر خالی ہوتا رہا۔

ساتھ ہی مؤرخین لکھتے ہیں، اس موقع پر ایک سنہری تخت پر قیدیوں کے ہجوم میں بیٹھا تولی یہ سارا منظر دیکھتا رہا۔ اس کے سالار چن چن کر مسلمانوں کے سالاروں کو اس کے سامنے پیش کرتے اور تولی ان کے سر کاٹنے کا حکم دے دیتا۔

اس کے بعد مرد، عورتیں اور بچے تین گروہوں میں الگ الگ کیے گئے۔ مردوں کو زمین پر لیٹ جانے کا حکم ملا۔ اس طرح کہ ان کے ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ اس پورے مجمع کو منگولوں میں تقسیم کر دیا گیا جو اُن سب کے گلے گھونٹتے رہے یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے۔ صرف چار سو کاریگر زندہ باقی رہنے دیئے گئے جن کی منگول لشکر کو ضرورت تھی۔ کچھ بچے غلام بنا کر باقی رکھے گئے۔ چھ سو امیروں کا بھی یہی حشر ہوا۔ پہلے تو اُنہیں طرح طرح کے عذاب دیئے گئے، یہاں تک کہ اُنہیں بتا دیا کہ اُن کا مال و دولت کہاں کہاں دفن ہے۔

منگولوں نے خالی مکانوں کو خوب مسمار کیا۔ دیواریں زمین کے برابر کر دیں۔ پھر تولی نے باگ موڑی، سارے شہر میں پانچ ہزار مسلمان زندہ بچے جو تہہ خانوں کی نالیوں میں جا چھپے تھے۔ لیکن یہ بھی زیادہ دیر تک بچنے نہیں پائے۔ تولی خان کے کچھ لشکری شہر کو پھر واپس آئے۔ ان لوگوں کا کھوج لگا کر انہیں بھی قتل کر دیا گیا اور اس شہر میں ایک انسان بھی تولی نے باقی نہ رہنے دیا۔

تولی کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں، اس طرح یکے بعد دیگرے دھوکے اور فریب و مکر کے ساتھ اور مزید شہر فتح کر لئے گئے۔ ایک جگہ کچھ لوگوں نے اس طرح اپنی جان کو بچانا چاہا کہ لاشوں کے ہجوم میں خود بھی مُردہ بن کر لیٹ گئے۔ اس موقع پر منگولوں نے

یہ سن کر یہ حکم جاری کر دیا کہ آئندہ شہر کے باشندوں کا جب قتل عام ہو تو ہر ایک کا سر قلم کر دیا جائے۔ ایک اور شہر کے باسیوں میں کچھ ایرانی زندہ باقی رہ گئے تھے۔ منگولوں کا ایک دستہ اس حکم کے ساتھ واپس بھیجا گیا کہ ان باقی ماندہ افراد کو بھی کاٹ ڈالا جائے۔ خانہ بدوش منگول اُن کے پڑاؤ پر پہنچے اور ان بدنصیبوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ ان پر اتنا ترس بھی نہ کھایا، جتنا جانوروں کے شکار کے وقت ان پر آتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں ان منگولوں کی جنگ بھی بڑی حد تک جانوروں کے شکار کی طرح تھی۔ ہر بار انوکھی چالاکی استعمال کی جاتی کہ بنی نوع انسان کا بیخ و بنیاد سے استحصال کیا جائے۔ ایک اور تسخیر شدہ مسمار شہر کے ویرانہ میں منگولوں نے ایک قیدی مؤذن کو ایک مسجد کے مینار سے اذان دینے پر مجبور کیا۔ جو مسلمان جانیں بچا کر کہیں چھپے ہوئے تھے، یہ سمجھ کر باہر نکل آئے کہ خونخوار منگول چلے گئے ہیں۔ اس طرح جب وہ باہر نکلے تو منگولوں نے ان کا بھی قتل عام کر دیا۔

اس کے علاوہ منگول جب کسی شہر کو مسمار کر کے آگے بڑھتے، اس کے نواح میں اناج کی کتنی فصلیں ہوتیں، اُنہیں کچل یا جلا ڈالتے تا کہ اگر کچھ لوگ ان کی تلواروں سے بچ گئے ہوں تو فاقہ کر کے مر جائیں۔

اورگنج شہر جہاں منگولوں کو طویل محاصرہ کی صعوبت برداشت کرنا پڑی، انہوں نے یہاں تک زحمت اُٹھائی کہ شہر کے پیچھے دریا پر بند باندھ کر اس کا راستہ اس طرح بدلا کہ شہر کے مکانوں اور دیواروں کے ملبے تک سیلاب کی زد میں آ گئے۔ دریائے آمو کے اس طرح رخ بدلنے پر ماہر جغرافیہ دان بھی حیران رہے۔

بہر حال منگولوں کی یہ جنگ ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے متجاوز تھی۔ اسی طرح جیسے دوسری عالمگیر جنگ تھی۔ یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتل عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا۔

اس قتل عام نے عالمِ اسلام کے قلب کو ایک طرح کا چٹیل میدان بنا دیا تھا۔ جو لوگ اس قتل عام سے بچ جاتے، وہ اس قدر مضمحل اور پریشان ہوتے کہ کسی نہ کسی طرح کچھ کھا لیتے، پھر چھپنے کے علاوہ کسی اور کام کے نہ رہتے۔

خوف و ہراس اُن پر اتنا طاری رہتا کہ شہر کے ویرانوں کو، جن پر گھاس اُگا کرتی

تھی، کسی طرح نہ چھوڑتے۔ یہاں تک کہ جو بھیڑیے لاشوں کو کھانے کے لئے آتے تھے، اُنہیں وہاں سے بھگا دیتے یا اُنہیں بھی لاشوں کے ساتھ کھا جاتے۔ تولی خان جہاں کہیں بھی حملہ آور ہوتا، اس کا حکم تھا کہ مسمار شدہ شہروں میں پھر سے انسان آباد نہ ہونے پائیں۔ ان شہروں کے نشان زمین پر داغوں کی طرح باقی رہ جاتے۔ ایک مرتبہ سے زیادہ یہ ہوا کہ جہاں کوئی شہر آباد تھا، وہاں ہل چلا دیا گیا اور غلہ کاشت کیا گیا۔

بقول مؤرخین ان خانہ بدوشوں کے نزدیک انسانی زندگی کی قیمت اس زمین سے کم تھی جس پر غلہ اُگتا اور جس پر درندے چلتے پھرتے تھے۔

چنگیز خان، بغاوت کی تحریک کو شروع سے ہی مفلوج کر دینے کا حامی تھا۔ قبل اس کے کہ اُس کے خلاف کوئی مزاحمت کرے، وہ اُس کا سدِباب کر دیا کرتا تھا۔ وہ کسی طرح کے رحم کا قائل نہ تھا۔ اور یہی فطرت، یہی عادت اس کے بیٹے تولی خان کی بھی تھی۔

چنگیز خان کی طرح تولی خان نے بھی اپنے سالاروں سے کہا تھا، خبردار! دشمنوں پر رحم نہ کھانا بجز اس کے کہ جس کے لئے میں خاص طور پر حکم دوں۔ اس طبیعت کے آدمی محض ظلم اور تعدی سے اپنا فرض پہچانتے ہیں۔ جب کوئی دشمن شکست کھاتا ہے تو خود بخود مطیع نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ اپنے نئے مالک سے نفرت کرتا رہتا ہے۔

منگولوں کے ظلم کی وجہ سے اب راسخ العقیدہ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جب آپس میں سرگوشی کرتے تو چنگیز خان کو ملعون کہتے لیکن جوش کی یہ آگ بھی بجھ گئی۔

اہلِ اسلام کا ایک حقیقی سردار جلال الدین خوارزم شاہ اب جگہ جگہ سرگرداں تھا۔ اس لئے کہ عالمِ اسلام کا قلب خوارزم شہر مسمار ہو چکا تھا۔ جلال الدین خوارزم شاہ جو اکیلا یہ صلاحیت رکھتا تھا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو یکجا کر کے حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے میدان میں آئے، چنگیز خان نے اب اُس کے راستے مسدود کرنا شروع کر دیئے تھے۔

بہرحال چنگیز خان نے تولی خان کو ہرات کی طرف بھیجنے اور بڑے لشکر کے ذمے یہ کام لگانے کے بعد کہ جلال الدین اور نظام الدین آپس میں ملنے نہ پائیں، گرمیاں گزارنے کے لئے کوہِ ہندوکش کا رخ کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ کوہِ ہندوکش کی شجر پوش بلندیوں پر چلا گیا جس کے نیچے تپتی ہوئی وادیاں تھیں۔ یہاں اس نے اپنے

لشکر کو آرام کے لئے پڑاؤ ڈالنے دیا۔ قیدیوں کو اس نے گندم کی کاشت پر لگایا۔ ان قیدیوں میں امیر، قاضی اور غلام سبھی قسم کے لوگ شامل تھے۔

بہر حال جس جگہ چنگیز خان نے قیام کیا، وہاں اس کے لشکریوں نے پامال درباروں کے ریشمی شامیانوں میں کوئی مہینہ بھر آرام کیا۔ ترکوں اور ایرانی امراء کے بیٹے ان کی ساقی گری کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی مظلوم عورتیں منگولوں کے پڑاؤ میں بے نقاب ماری ماری پھرتی تھیں۔ گیہوں کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو وحشت زدہ آنکھوں سے دیکھتے ان کاشت کرنے والوں کے پاس ستر پوشی کے لئے چیتھڑے مشکل سے باقی رہ گئے تھے۔ اور جب منگول لشکری انہیں کھانا کھانے کا حکم دیتے تو وہ بیچارے کتوں کے ساتھ بچے کھچے کھانے کے لئے چھینا جھپٹی شروع کر دیتے تھے۔

اس جگہ قیام کے دوران چنگیز خان کو ایک مصیبت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں جگہ جگہ اِدھر اُدھر وحشی ترکمان پناہ لئے ہوئے تھے۔ وہ وحشی ترکمان جو قافلوں کی راہزنی کا کام کیا کرتے تھے، کوہستانوں کی چوٹیوں سے اُتر کے آتے اور منگولوں کے اندر مل جل جاتے اور بڑی حیرت سے سونے چاندی اور مرصع ملبوسات کو گھور کر دیکھتے جو انبار در انبار خیموں کے سائے میں پڑے ہوتے تھے کہ گوبی پہنچائے جائیں۔ یہاں مریضوں کے علاج کے لئے طبیب بھی تھے۔ ان وحشی خانہ بدوشوں کے لئے طبیب بڑی نادر جنس تھا۔ علماء بھی تھے جو خطا کے حکماء سے بحث مباحثہ کرتے اور صحرائے گوبی کے غارت گر مروّت اور بے تعصبی سے ان کے مناظرے سنتے جو آدھے ان کی سمجھ میں آتے اور آدھے نہ آتے۔ اور انہیں اس کی پروا بھی نہ تھی۔

اب چنگیز خان کے سامنے ایک وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا نظم و نسق تھا۔ روس کے میدانوں میں اس کے بھیجے ہوئے سالار سوبدائی کی طرف سے قاصد آئے اور ان قاصدوں نے چنگیز خان کو اس کے بیٹے جوچی اور سالار سوبدائی کی مغرب کی سرزمینوں کی طرف ان کی فتوحات سے آگاہ کیا تھا۔

اب چنگیز خان کے سامنے ایک اور اہم کام بھی آن پڑا تھا اور یہ کام اُس نے ہندوکش کے مقام پر قیام کے دوران پورا کر لیا تھا۔ یہ کام کچھ اس طرح کا تھا کہ دراصل مسلمانوں کے علاقوں میں منگولوں کو مالِ غنیمت اور خزائن کے ڈھیر ملے تھے، جنہیں کسی

نہ کسی طریقہ سے چنگیز خان اپنے مرکزی شہر قراقرم کو منتقل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن منگولوں نے جو شاہراہوں پر سفر کرنے کے لئے پرانا نظام قائم کر رکھا تھا، وہ زیادہ محفوظ نہ تھا۔ اس بنا پر چنگیز خان یہ محسوس کرنے لگا کہ شاہراہوں پر کوئی نیا نظام قائم کیا جائے تاکہ جو سامان وہ اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف بھیجے، راستہ میں کوئی لشکر یا ڈاکوؤں اور چوروں کا کوئی گروہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کی لوٹ مار کا باعث نہ بنے۔

منگولوں کا پرانا طریقہ یہ تھا کہ ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک ایک سوار خبریں پہنچایا کرتا۔ جب کوئی آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا آ کر جنگ کا بلاوا یا کوئی اور خبر سناتا تو لشکر میں سے کوئی نہ کوئی اپنے گھوڑے پر زین کستا اور یہ خبریں دُور دراز دستوں تک پہنچا آتا۔ ان قافلوں کو دن بھر میں پچاس ساٹھ میل کی مسافت طے کرنے کی عادت تھی۔

لیکن اب چونکہ چنگیز خان کی فتوحات کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تھا تو اس کی بھی ضرورت پیش آئی کہ پیغام رسانی کے کام کی اصلاح کی جائے۔ شروع شروع میں تو اس کی حکومت کی اور فوری ضروریات کی طرح پیغام رسانی اس کے لشکر کے لئے تھی۔ جس راستہ سے لشکر گزرتا، اس پر کچھ کچھ فاصلہ سے باقاعدہ پڑاؤ قائم کئے جاتے۔ اس میں تبدیلی کی گئی۔ ہر پڑاؤ میں گھوڑوں کی ایک خاص تعداد سائیسوں کی تحویل میں چھوڑی جاتی اور چوروں کے مقابلے کے لئے لشکری بھی وہیں چھوڑ دیئے جاتے۔ جب ایک دستہ راستے سے گزر جاتا تو زیادہ طاقت ور دستے کو پیچھے چھوڑنے کی ضرورت باقی نہ رہتی۔ یہ پڑاؤ چنگیز خان نے جو قائم کئے تھے، چند ضرورتوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ ان کے پاس گھوڑوں کے گھاس چرنے کے لئے کھلیان اور سرما کی غذا کے لئے جو کے تھیلوں پر مشتمل سامان ہوتا۔ غالباً چنگیز خان سو سو میل کے فاصلہ پر پڑاؤ قائم کیا کرتا تھا، یہی قافلوں کی شاہراہ تھی جہاں پڑاؤ قائم کئے تھے اور اسی راستے سے خزانہ دار چنگیز خان کے مرکزی شہر قراقرم کو ہیرے جواہرات، سونے کے زیور، مینا کاری سے مرصع ظروف اور بدخشاں کے بڑے بڑے لعل لے جایا کرتے تھے۔ اُنہی شاہراہوں سے لشکر کا لوٹا ہوا مالِ غنیمت گوبی بھیجا جاتا۔ ان قبائلی دیہاتوں کو دن بہ دن زیادہ حیرت ہوتی کہ ہر مہینے عجیب و غریب نوادرات غیر معلوم علاقوں سے بڑی تعداد میں قراقرم کو جاتے۔ خاص طور پر حیرت اس وقت ہوئی تھی جب گوبی کے لشکر جنہوں نے خراسان یا وسط ایشیا کی زمین سے گھرے

ہوئے سمندر کے کنارے لڑائیاں لڑی تھیں، واپس ہوئے تھے اور یورتوں میں آگ کے پاس بیٹھ کر انہوں نے لشکر کے کارنامے اور ناقابل یقین فتوحات کے احوال بیان کرنے شروع کیے تھے۔

جو لوگ سامان لے کر قراقرم جاتے، ان سے قراقرم میں قیام کرنے والے منگول نئی نئی کہانیاں سنتے۔ وہ قراقرم کے دروازوں پر ہر روز مال و دولت کا انبار اُترتے دیکھتے تھے۔ منگولوں کی عورتیں آرائش و زیبائش کا غیر معمولی سامان پا کر خوشی سے جھوم اُٹھتی تھیں۔ یہ وہ سامان تھا جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہوتا تھا۔ سامان لے جانے والے یہ منگول جب صحرائے گوبی کے چرواہوں یا یہاں وہاں قیام کرنے والے اپنے منگول بھائیوں کے سامنے اپنی زین کے تھیلوں سے کسی شہزادے کی کوئی قیمتی چیز نکال کر انہیں دکھاتے تو وہ دنگ رہ جاتے تھے۔

منگول اب چنگیز خان کو بوگدو یعنی ایک قابل عزت شخص خیال کرنے لگے تھے۔ یعنی وہ، جسے دیوتاؤں نے بھیجا ہے۔ وہ، جس نے قانون بنایا ہے۔ یہ اُس کی مرضی تھی کہ زمین کے جس حصے کو چاہے فتح کرے۔ اس کے علاوہ چنگیز خان خود بھی اپنی فتوحات کو ہرگز آسمانی تحفہ نہیں سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ سے زیادہ اس نے کہا تھا کہ آسمان پر ایک ہی سورج ہے۔ آسمان میں ایک ہی طاقت ہے۔ زمین پر ایک خاقان ہی رہ سکتا ہے۔

اُس کی ان فتوحات کی وجہ سے اس کی بدھ رعایا اس کی عظمت یا پرستش کرنے لگی تھی اور وہ اپنے آپ کو اسی قابل سمجھتا تھا۔ مسلمان اُسے قہرِ الٰہی سمجھتے تھے۔ یہ لقب بھی اس نے قبول کر لیا تھا۔ جب وہ یہ دیکھتا کہ قہرِ الٰہی بننے سے اس کا کام نکلے گا تو وہ مسلمانوں کے اس عقیدے کو اور پختہ کر دیتا تھا۔ وہ نجومیوں کی پیش گوئیاں سنتا مگر کرتا وہی جو اس کی اپنی تجویز ہوتی۔ وہ قطعاً تقدیر کا قائل نہ تھا۔ نہ اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ جب نصف دنیا پر حکومت کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو اس نے اسی صبر اور استقلال سے اس مقصد کی طرف توجہ کی جیسے وہ اپنی جوانی میں ایک بھٹکا ہوا گھوڑا ڈھونڈنے نکلا تھا۔

چنگیز خان مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے دیئے ہوئے خطابات کو محض کاروبار کے نقطۂ نظر سے جانچتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حکم دیا کہ سرحد کے ایک مسلمان شہزادے کو خط لکھا جائے۔ یہ خط ایک ایرانی منشی نے لکھا اور ایران کے ذوق کے لحاظ سے تمام مرصع

خطابات خوشامد کے لہجہ میں لکھے۔ جب یہ خط چنگیز خان کو سنایا گیا تو وہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا اور چلاّ کر حکم دیا کہ اس خط کو پُرزے پُرزے کر دیا جائے۔

خط کے پُرزے کرنے کے بعد اس نے خط لکھنے والے منشی سے کہا، تُو نے بڑی حماقت کا خط لکھا ہے۔ جس کو خط لکھا جا چکا ہے، وہ سمجھے گا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں۔

مسلمانوں کے وسیع علاقے فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اپنے لشکریوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے لئے پرانی شاہراہوں اور راستوں کو باہم مربوط کیا۔

جن لوگوں کے ذمہ ڈاک کا انتظام کیا گیا تھا، وہ ڈاک کی سراؤں میں ٹھہر کے اپنی مہریں دکھاتے جن پر شہباز کی تصویر کھودی ہوتی۔ پھر وہ انتظار کرتے کہ ان کے لئے گلّے سے پشم دار ٹٹو ڈھونڈ کے لائے جائیں اور چینی موٹے موٹے لحافوں جیسے رُوئی دار لبادوں میں لپٹے ہوئے دو پہیوں والی گاڑیوں میں اِدھر اُدھر سفر کرتے ہوئے ان صحراؤں میں آتے اور ان کی گاڑیوں پر پردے پڑے رہتے۔ ان کے نوکر بیش قیمت چھوٹی چھوٹی ٹکیاں توڑ کے آگ پر پکا کر ان کا شوربہ پیتے۔ (یہ پرانے دور کی چائے تھی)

اب جب کہ وسیع علاقے چنگیز خان نے فتح کر لئے تھے اور ان علاقوں کے اندر شاہراہیں تھیں، اب منگول ان شاہراہوں کے مالک تھے۔ بڑے قصبوں میں ایک داروغہ مامور کیا جاتا جو سڑک کا افسرِ اعلیٰ ہوتا جو اپنے علاقے کا مطلق العنان حاکم ہوتا۔ داروغہ کے پاس ایک منشی ہوتا جو لکھتا جاتا کہ کس سرائے میں کون کون سے لوگ آئے اور کون سا مال واسباب کس راستہ سے گزر کر منگولوں کے مرکزی شہر کی طرف گیا۔

ہر سرائے میں بہت تھوڑے محافظ ہوتے۔ وہ سرائے کے حاکم کے گرد و پیش خادموں کی طرح رہتے۔ ان کے فرائض بہت مختصر تھے۔ قریب کے علاقوں سے جس چیز کو فراہم کرنے کا موقع ملتا، وہ فوراً فراہم ہو جاتی۔ مقامی لوگ جب کسی منگول کو گھوڑے پر سوار کندھے پر ہلکا سا نیزہ رکھے، چمڑے کی زرّہ پہنے سمور یا ہرن کے چمڑے کا لبادہ پہنے دیکھتے تو سب اُس کا حکم سننے کے لئے متوجہ ہو جاتے۔ اُس کی ہر بات مانتے۔ یہ سرائیں گویا منگولوں کا مسکن بن گئی تھیں۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں، ان سراؤں میں قیدی مسلمان کاریگروں کے تھکے ماندے قافلے قراقرم جاتے ہوئے دم لینے کو ٹھہرتے۔ ان میں بڑھئی، گوّیے، اینٹیں بنانے

والے، لوہار، تلوار بنانے والے، قالین ساز سبھی طرح کے کاریگر ہوتے تھے۔ زمین سے گھرے ہوئے سمندر کے نواح کے ریگستانوں کو پار کرتے ہوئے یہ سردی اور تھکن سے کانپتے اور لڑکھڑاتے جاتے۔ پورا قافلہ لشکر کے ایک تنہا مغل سوار کی تحویل میں ہوتا جو اُن کا نگہبان ہوتا اور راہبر بھی۔ مگر بچ کے نکل جانے یا بھاگ جانے کی کوئی اُمید اور توقع نہ ہوتی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ منگولوں کی شاہراہوں پر قائم کی ہوئی ان سراؤں میں عجیب قافلے آ کر رُکتے۔ زرد پگڑی والے لامہ، پوجا چکر کو گھماتے ہوئے۔ ان کی آنکھیں دُور دراز برفانی چوٹیوں پر جمی ہوتی تھیں۔ تبت کی ویران ڈھلانوں سے آئے ہوئے سیاہ پگڑیوں والے لامہ، مسکراتے ہوئے ترچھی آنکھوں والے بدھ یاتری جن کی سیاحت کا مقصد یہ ہوتا کہ مہایانا کے راستہ پر چلیں جو بدھ کا راستہ تھا۔ ننگے پاؤں سفر کرنے والے جوگی، لمبے بالوں والے فقیر، اس دنیا سے غافل بھورے لبادے پہنے ہوئے نسطوری پادری۔ ان کو جادو ٹونے زیادہ آتے تھے لیکن عبادت اور انجیل کے چند ہی فقرے یاد تھے۔ سب ان شاہراہوں پر سفر کرتے اور سراؤں میں قیام کرتے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جوں جوں چنگیز خان کی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا، اس کے قاصد اور اس کے لشکر کے چھوٹے گروہ اس شاہراہ پر تیزی سے سفر کرنے لگے جو شاہراہ اس کے مرکزی شہر قراقرم کی طرف جاتی تھی تاکہ فتوحات کے مواقع پر ملنے والا سامان جلد منتقل کیا جا سکے۔ سراؤں کے علاوہ چنگیز خان نے ان شاہراہوں پر کچھ منزلیں بھی مقرر کر رکھی تھیں۔ ان منزلوں میں سے بعض میں چار سو گھوڑے ہوتے، بعض میں دو سو۔ جب قاصد کسی ایسے حصے سے گزرتے جن میں سڑکیں نہ ہوتیں اور ٹھہرنے کا اور کوئی مقام نہ ہوتا، تب بھی منزلوں کی سرائے وہاں بھی ضرور ہوتیں۔ اگرچہ اس سے زیادہ فاصلے پر ہوتیں اور ان میں خاقان کے قاصدوں کے لئے تمام ضروریاتِ زندگی فراہم ہوتا۔ وہ چاہے جس ملک، جس علاقے سے آئے ہوتے، اپنے لئے تمام ضروری اشیاء پاتے تھے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کی ان قائم کردہ سراؤں میں ایسے آدمی بھی رہتے تھے جو کسی شدید عجلت یا جلدی کے موقع پر دن بھر میں دو سو پچاس میل مسافت

طے کر سکتے اور رات کو بھی اتنی ہی مسافت طے کرتے تھے۔ ان میں سے ہر قاصد ایک چوڑی پٹی پہنتا تھا جس میں گھنٹیاں لگی ہوتی تھیں۔ ان گھنٹیوں کے بجنے کی آواز دُور سے آنے لگتی تھی۔ سرائے پہنچ کر وہ قاصد دوسرے قاصد کو بالکل تیار پاتا، اپنا پیغام اسے دے دیتا۔ ہر سرائے میں ایک منشی ہوتا تھا۔ یہ منشی قاصد کے پہنچنے اور روانہ ہونے کا اندراج کرتا تھا۔

وقت بچانے اور عجلت سے کام کرنے کی خاطر یہ قاصد سرائے میں تازہ دم گھوڑے بدلتے تھے جو زین اور ساز سے آراستہ اُنہیں ملتے تھے۔ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ پھر سرپٹ روانہ ہو جاتے تھے اور اگلی سرائے پر پھر گھنٹیوں کی آواز سن کر پہلے ہی سے گھوڑے تیار کر دیئے جاتے تھے۔ جس رفتار سے یہ لوگ سواری کرتے تھے، وہ حیرت ناک تھی۔ رات کو وہ بہرحال اتنی تیزی سے سفر نہیں کر سکتے تھے جیسے کہ دن کو۔ کیونکہ ان کے ساتھ ساتھ پیدل مشعل بردار بھی رات کے وقت چلتے تھے۔

ان قاصدوں اور سامان قراقرم لے جانے والوں کی بڑی توقیر ہوتی تھی۔ اگر وہ اپنا پیٹ، سینہ اور سر محفوظ پٹیوں سے باندھتے تو اس قدر تیزی سے ہرگز سفر نہ کر پاتے۔ ان کے پاس ایک لوح پر شہباز کی مہر ہوتی تھی کہ وہ کوئی خاص پیغام لے جا رہے ہیں۔ اس مہر کی رُو سے انہیں اس بات کا اختیار ہوتا تھا کہ اگر راستہ میں ان کا گھوڑا تھک کے ڈھیر ہو جائے تو سڑک پر انہیں جو کوئی مسافر ملے، اسے گھوڑے سے اُتار کے اس کے گھوڑے پر سوار جائیں۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ اپنا گھوڑا اُن کے حوالے کرنے سے انکار کرے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ڈاک کی یہ سڑکیں چنگیز خان کے نظامِ حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھیں۔ ہر قصبے کے منگول داروغہ کا یہ فرض تھا کہ گھوڑے کی نگہداشت کرے اور قرب و جوار سے ضروری سامانِ رسد فراہم کرے۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں جہاں لشکر جنگ میں مصروف نہ ہوتا، چنگیز خان کے لئے خراج وصول کیا جاتا۔ چنگیز خان کا قانون ”یاسا“ ساری مملکت کا قانون تھا اور اُس یاسا نے ایک طرح سے منگولوں کے لئے مقدس کتاب کا روپ دھار لیا تھا۔

اس کے علاوہ ہر مذہب کے پجاری اور مذہبی پیشوا چنگیز خان کی طرف سے مقرر کئے جانے والے محاصل سے مستثنیٰ تھے۔ اس کے علاوہ چنگیز خان نے مردم شماری کے کام کی

طرف بھی توجہ دی۔ مردم شماری کے کتابچوں کی خانہ پری کے لئے اور داروغوں کے بہی کھاتوں کی تکمیل کے لئے محنتی چینیوں اور الیغوری مسلمانوں کو رکھا جاتا تھا۔ منگول داروغہ کے علاوہ مفتوحہ علاقے کے کسی معزز آدمی کو بھی کسی ذمہ دار خدمت پر مامور کرنے کی اجازت دی جاتی۔ اس سے منگولوں کو ضروری اطلاعات اور معلومات ملتیں اور یہ ترجمان کا کام بھی انجام دیتے تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ ایک صوبہ میں چنگیز خان نے ایک شیخ کو شیر کی شبیہ والی لوح عطا کی۔ اس شیخ کو اختیار تھا کہ وہ داروغوں کے احکامات کو فسخ کر دے۔ جن لوگوں کو سزائے موت مل چکی تھی، ان کی جان بخشی کر دے۔ چنگیز خان نے مقامی لوگوں کو جب یہ اختیارات دیئے، خواہ برائے نام ہی سہی لیکن دشت کی حکومت میں تھوڑی سی کمی پیدا ہوئی۔ ابھی وقت نہیں آیا تھا مگر آنے والا تھا کہ منگولوں کی طرح مفتوحہ علاقوں کے لوگ بھی منگولوں سے انصاف طلب کرنے والے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ فتوحات کا سلسلہ وسیع ہونے کے بعد چنگیز خان کو تین قسم کی پریشانیاں اور تفکرات لاحق ہوئے۔ پہلی پریشانی اپنے لشکری، دوسری اپنی سڑکوں کی اور تیسری اس دولت کی جو مفتوحہ دنیا سے اس کے مرکزی شہر کی طرف کھنچی چلی آ رہی تھی۔ اس لئے کہ لشکر کے سالار اب نہایت نفیس قسم کی زنجیریں اور ترکی زرّہیں پہنتے اور ان کے قبضہ میں دمشق کی آب دار تلواریں تھیں۔ جہاں تک خود چنگیز خان کا تعلق تھا، وہ نئے ہتھیاروں کو مستقل طور پر بڑے تجسس کی نظروں سے دیکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے آسائش کے سامان سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ آخری عمر تک صحرائے گوبی کا لباس پہنتا رہا اور اس نے اپنی عادتیں نہ بدلیں۔

لکھنے والے یہ بھی لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی وہ درگزر بھی کرتا تھا لیکن اس وقت جب وہ اچھے موڈ میں ہو۔ اگر کوئی مہم پیش آتی تو اس بات پر تُل جاتا کہ مہم کی تکمیل کر لے۔ کبھی کبھی اسے طیش اور غضب کا سخت دورہ پڑتا۔

سمرقند کے ایک کریہہ منظر طبیب کو اس نے اپنا منظورِ نظر بنالیا تھا جو اُس کی آنکھوں کا علاج کر رہا تھا۔ چنگیز خان کی رواداری سے اس شخص میں اتنی جرأت بڑھ گئی کہ منگول افسروں کو اس سے تکلیف پہنچنے لگی۔ اس نے چنگیز خان سے ایک حسین مغنیہ کو مانگ لیا

جو اور گنج کی تسخیر کے وقت منگولوں کے ہاتھ لگی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ چنگیز خان اس شخص کے اصرار سے بہت محظوظ ہوتا اور اس نے حکم دیا، اس لڑکی کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن طبیب اس قدر بدشکل تھا کہ وہ حسینہ اس کی طرف مائل نہ ہوئی اور یہ سمرقندی پھر چنگیز خان کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوا کہ حسینہ کو حکم دیا جائے کہ وہ اس کی مرضی کی تکمیل کرے۔

اس پر بوڑھے منگول کو غصہ آ گیا۔ اس نے ایسے سب لوگوں کو صلواتیں سنانا شروع کیں جو اپنے حکم کی تکمیل نہیں کرا سکتے تھے اور جو آخر میں غلام بن جاتے تھے۔ پھر اس نے طبیب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

بہر حال کوہستانِ ہندوکش میں قیام کے دوران چنگیز خان نے شاہراہوں کو اُستوار کیا۔ جگہ جگہ اس نے سرائیں اور پڑاؤ قائم کیے جن کی وجہ سے منگولوں کے قافلے سامان سے بھرے ہوئے چھکڑوں کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری سے مسلمانوں کے علاقوں سے منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم کی طرف جانے لگے تھے۔

❀❀❀

نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ جس کوہستانی سلسلے کے اوپر قیام کر رکھا تھا، وہاں اب کوہستانی سلسلے سے ذرا نیچے اُس نے خیمے نصب کر دیئے تھے۔ خیمے اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ اگر کوئی لشکر گزرے تو خیمے دکھائی نہ دیں۔ چونکہ وہ کوہستانی سلسلہ کافی بلند اور سیدھا اوپر چلا گیا تھا لہٰذا اس میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا اور درّے میں داخل ہونے کے بعد اندر کوئی وادی نہیں تھی بلکہ چند قدم اندر جانے کے بعد کچھ حصہ تھا جہاں قیام کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد پھر بلند کوہستانی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، جہاں قیام نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اپنے اسی کوہستانی سلسلے میں ایک روز نظام الدین جب عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہوا تو سردی چونکہ عروج پر آ چکی تھی لہٰذا خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس نے دیکھا کہ خیمے کے وسط میں آگ جل رہی تھی اور خیمہ خوب گرم ہو چکا تھا۔

کچھ دیر تک آگ کی طرف دیکھتے ہوئے، اس پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے نظام الدین مسکراتا رہا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے خیمے میں اولون آگ روشن کر کے گئی ہے۔ ابھی وہ تھوڑی دیر ہی وہاں رُکا ہو گا کہ ایک لشکری آیا۔ خیمے کے دروازے پر کھڑا ہوا اور پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! لشکر میں ہمارے وہ مخبر داخل ہوئے ہیں جنہیں آپ نے سلطان جلال الدین کے محل وقوع سے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اس وقت امیر عارض زوزنی اور برغہ خان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں انہیں یہیں

بلالوں؟‘‘

جواب میں نظام الدین نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

’’نہیں، یہاں نہیں بلاؤ۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔‘‘

جونہی نظام الدین خیمے سے نکلا، ایک طرف سے تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اولون آئی۔ اولون شاید اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑی ہو کر نظام الدین کے خیمے میں داخل ہونے کا سارا منظر دیکھ چکی تھی، چنانچہ نظام الدین کے قریب آ کر بولی اور کہنے لگی۔

’’امیر! خیریت تو ہے؟ میرا اندازہ ہے کہ ہمارا یہ لشکری آپ کو بلانے کے لئے آیا ہے۔‘‘

نظام الدین نے اثبات میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

’’تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں نے اپنے آدمی جو سلطان کا محل وقوع جاننے کے لئے روانہ کئے تھے، وہ آ گئے ہیں۔ وہ اس وقت عارض زوزنی اور برغہ خان کے پاس کھڑے ہیں۔ یہ لشکری اس لئے آیا ہے کہ کیا قاصدوں کو میرے پاس لایا جائے؟ پر میں نے منع کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔‘‘

اس پر اولون نے ایک پیار بھری گہری نگاہ نظام الدین پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

’’امیر! اگر آپ کے اعتراض نہ ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟‘‘

نظام الدین نے جب اثبات میں گردن ہلائی، تب اولون بھی نظام الدین کے ساتھ ہو لی تھی۔

اُس لشکری کے ساتھ نظام الدین اور اولون اس جگہ پہنچے جہاں عارض زوزنی اور برغہ خان بیٹھے ہوئے تھے۔ آنے والے اُن ہرکاروں کو بھی انہوں نے اپنے پاس بٹھا رکھا تھا۔ آگے بڑھ کر ایک جگہ نظام الدین بیٹھ گیا اور نظام الدین کے پیچھے اولون بیٹھ گئی تھی۔ بیٹھنے کے بعد نظام الدین نے آنے والے اُن ہرکاروں کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

’’میرے عزیز بھائیو! اب بتاؤ تم کیا خبریں لے کر آئے ہو؟‘‘

جواب میں اُن میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

’’امیرِ محترم! سلطان جلال الدین پہلے نیشا پور پہنچے تھے۔ جب نیشا پور کے لوگوں نے سلطان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا، تب سلطان نے ہرات کا رخ کیا۔ ہرات کے

نواح میں بہت سے قلعوں نے سلطان کا استقبال کیا اور سلطان کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔ اور کچھ قلعوں میں سلطان نے اپنے حامی بھی متعین کئے۔ سلطان ہرات پہنچا۔ ہرات میں بھی اس نے قیام نہیں کیا۔ اس لئے کہ ہرات کے لوگ سلطان کی مدد کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ لہٰذا سلطان چاہتا تھا کہ دوسرے علاقوں کے لوگوں کو بھی ساتھ ملا کے منگولوں کے خلاف اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا جائے۔ لہٰذا وہاں سے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ کسی دوسری سمت نکل چکے ہیں۔ کس سمت گئے ہیں؟ ابھی تک کچھ پتہ نہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رُکا تب نظام الدین کچھ اُداس اور پریشان ہو گیا تھا، پھر کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہمیں کچھ عرصہ یہاں قیام کرنا پڑے گا تا کہ پتہ چلے کہ سلطان کہاں ہے؟"

نظام الدین جب خاموش ہوا تو وہ مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

"امیر! دو اور اہم خبریں ہیں۔ ایک خبر تو ہم آپ سے کہہ چکے ہیں، دوسری خبر یہ ہے کہ چنگیز خان نے ایک خاصا بڑا لشکر مقرر کیا ہے جس کے ذمے اس نے یہ کام لگایا ہے کہ سلطان جلال الدین اور آپ کو ملنے نہ دیا جائے اور اس وقت وہ لشکر جو شاہراہ ہرات یا غزنی کی طرف جاتی ہے، اس کے درمیان موجود ہے۔ اور اس وقت وہ یہاں سے کم از کم بیس میل کے فاصلے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ خاصا بڑا لشکر ہے اور اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ آپ کو سلطان جلال الدین سے نہیں ملنے دیا جائے گا۔

تیسری خبر یہ ہے کہ ہرات کے نواح میں کالیوین نام کا ایک قلعہ ہے جو بڑا مضبوط اور مستحکم ہے۔ وہاں ہم نے دو روز قیام کیا۔ وہاں کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ ہم سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے نامور سالار نظام الدین کے آدمی ہیں تو انہوں نے ہماری بڑی آؤ بھگت اور تواضع کی اور ساتھ ہی یہ بھی التماس کی کہ امیر نظام الدین سے کہا جائے کہ جس قدر لشکر اس وقت ان کے پاس ہے، اس کے ساتھ وہ کالیوین نام کے قلعے میں آ جائیں یہ قلعہ ان کے لئے محفوظ حصار ثابت ہو گا اور یہاں قیام کر کے وہ اپنی طاقت اور قوت میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رُکا، تب سوالیہ سے انداز میں نظام الدین نے پہلے عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھا۔ اُس کے اس طرح دیکھنے کو وہ دونوں سمجھ اور جان گئے تھے لہٰذا عارض زوزنی بولا اور کہنے لگا۔

''نظام الدین میرے بھائی! ہماری طرف اس طرح سے لاجواب انداز میں آپ کیوں دیکھتے ہیں؟ آپ کا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہے۔ جو بھی آپ فیصلہ کریں گے، ہم ویسا ہی کریں گے اور آپ کے ساتھ ہو لیں گے۔ آپ جانتے ہیں آج تک عارض زوزنی نے آپ کے کسی فیصلے پر اعتراض نہیں کیا نہ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔''

نظام الدین نے کچھ دیر سوچا، اس کی گردن جھک گئی تھی، گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس موقع پر حسین اور خوبصورت اولون عجیب سے پیار بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں سردی اپنے عروج پر آ گئی ہے لیکن یہاں بیکار پڑے رہنے سے بہتر ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ کریں۔ لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے کہ آج عشاء کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ آنے والے یہ مخبر ہماری راہنمائی کریں گے۔ ہمارے پاس باربرداری کے کافی جانور ہیں جو ہم نے منگولوں ہی سے چھینے ہیں۔ سارا سامان ان باربرداری کے جانوروں اور ان فالتو گھوڑوں پر لاد دیا جائے گا جنہیں ہم نے مرنے والے منگولوں سے حاصل کیا تھا۔ اس طرح یہاں سے کوچ ہو گا۔

جس وقت ہم اس لشکر سے پانچ میل کے فاصلے پر جائیں گے، جس لشکر کو چنگیز خان نے مقرر کیا ہے کہ مجھے اور سلطان جلال الدین کو ملنے نہ دیا جائے، تب میں اس لشکر پر حملہ آور ہوں گا۔ حملہ آور ہونے سے پہلے کچھ دستے مقرر کئے جائیں گے جو رسد کے سامان کی دیکھ بھال کریں گے۔ لہٰذا جس وقت میں دشمن سے ٹکراؤں گا، وہ دستے سارے سامان کے ساتھ آگے نکل جائیں گے۔ کیونکہ منگول میرے ساتھ جنگ میں مصروف ہوں گے اور میں انہیں کافی دیر تک اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا۔ رسد کا سامان لے جانے والے منگولوں کے لشکر سے دو تین میل ہٹ کے گزریں گے تاکہ وہ منگولوں کو دکھائی نہ دیں۔ جب میں دیکھوں گا کہ ہمارے رسد لے جانے والے دستے کافی دُور نکل گئے ہیں تب میرے سامنے دو کیفیتیں رہ جائیں گی۔ ایک تو میں منگولوں کے اس لشکر پر

غالب رہا تو پھر انہیں مار بھگاؤں گا اور ان کے پاس جو رسد کا سامان ہو گا، اس پر بھی گرفت کرلوں گا۔ اور اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوئے اور میرا ان کے خلاف بس نہ چلا تب میں پیچھے ہٹوں گا۔ اس انداز سے پیچھے ہٹوں گا کہ منگول میرا تعاقب اپنے لئے خطرناک خیال کریں اور میرے پیچھے نہ آئیں۔ اس طرح میں اپنے لشکر کو بچا کر اپنے اُن دستوں سے جا ملوں گا جو رسد کا سامان لے جا رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ہم کالیوین نام کے اس قلعہ میں جا کر محصور ہو جائیں گے۔ وہاں اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے رہیں گے اور جب ضرورت پڑے گی، سلطان جلال الدین کی مدد بھی وہیں سے نکل کر کریں گے۔''

اتنا کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا، تب عارض زوزنی اور برغہ خان نے نظام الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نظام الدین نے کچھ سوچا اور دوبارہ وہ آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ چنگیز خان کا بیٹا تولی خان اس وقت کہاں ہو گا؟ اس لئے کہ جو خبریں مجھ تک آئی ہیں، ان کے مطابق چنگیز خان نے تولی خان کو ایک بہت بڑا لشکر مہیا کیا ہے تا کہ وہ ہرات پر حملہ آور ہو۔''

نظام الدین کے اس سوال پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''امیر نظام الدین! چنگیز خان کا بیٹا تولی ابھی اپنے لشکر کے ساتھ بہت دور ہے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو اس کی آمد سے کافی پہلے ہم قلعہ کالیوین میں جا کر محصور ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کرلیں گے۔''

نظام الدین نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے لشکر کے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ عشاء کے بعد خیمہ گاہ اُکھاڑ کے تہہ کر لی جائے گی۔ خیمے ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے اور عشاء کے بعد سارا سامان سمیٹ کر بار برداری کے جانوروں پر لاد دیا جائے گا اور اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین وہاں سے اُٹھ کر خیمہ گاہ کی طرف ہولیا تھا۔ عارض

زوزنی، برغہ خان اور اولون بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے۔

نظام الدین نے آنے والے ان طلایہ گروں کو آرام کرنے کے لئے کہا کیونکہ انہوں نے بھی نظام الدین کے ساتھ کوچ کرنا تھا۔

اسی روز عشاء کی نماز کے بعد نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس طرح کہ چند دستے علیحدہ کر دیئے گئے جن کی نگرانی میں رسد کا سامان دیا گیا اور انہیں اپنے لشکر سے دائیں جانب رکھا گیا۔ خود بائیں جانب رہتے ہوئے نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان پیش قدمی کرنے لگے تھے۔

راستے میں اچانک نظام الدین کو کچھ خیال گزرا اور اولون جو اُس کے ساتھ ہی ساتھ گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے جا رہی تھی، اسے مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

''اولون! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ برا مت ماننا۔''

اولون نے گھورنے کے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھا۔ چاندنی رات میں اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے نظام الدین مسکرا اٹھا پھر بولا اور کہنے لگا۔

''اولون! میں چاہتا ہوں تم......''

اولون فوراً بول پڑی۔ اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں جانتی ہوں آپ کیا کہیں گے۔ آپ یہ کہیں گے کہ میں رسد کے سامان کی حفاظت کرنے والے دستوں سے جا ملوں۔ اس طرح آپ چاہتے ہیں کہ میں جنگ میں حصہ لینے سے محفوظ رہوں۔ امیر! آپ میری حفاظت اور تحفظ کا سامان تو خوب کرتے ہیں، کبھی آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ آپ محفوظ رہیں، آپ کو تحفظ ملے۔ میں پہلے آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میری ذات، میری زندگی آپ سے منسوب ہو چکی ہے۔ جینا ہے تو آپ کے ساتھ، مرنا ہے تو آپ کے ساتھ۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتی۔''

اولون کے یہ الفاظ سن کر نظام الدین خاموش ہو گیا۔ پھر پہلے کی طرح پیش قدمی جاری رہی تھی۔

❁❁❁

نظام الدین بڑی تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ جب اس کے مخبروں نے یہ اطلاع کی

کہ منگولوں کا لشکر صرف دو میل کے لگ بھگ آگے رہ گیا ہے، تب اپنے لشکر سے چند دستے بڑی رازداری سے عارض زوزنی اور برغہ خان سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد نظام الدین نے اپنے دائیں جانب ذرا فاصلہ کی طرف روانہ کر دیئے۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھا۔ منگولوں کو بھی اس کی آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ چنانچہ جاتے ہی نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں پر حلقہ در حلقہ رقص کرتی نفرتوں اور عداوتوں کی بوچھاڑ، خون آشام ظلمتوں میں حوصلوں کے عروج اور غازیوں کے ثبات، لالچ کی اندھی تاریکیوں میں بدبختیوں کی آہوں میں موت کے رقص کی طرح داخل ہو جانے والے آگ کے سیلِ شرر، آندھیوں کے زمزموں اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی نظام الدین کے لشکر پر کدورتوں کو دوام بخشتے قضا کی گھات لگاتے ابلیسوں، روحوں پر غم و الم کھڑے کرتی زوال کی لہروں، خون کے اوراق پر ٹوٹتی برق، آفاق کو سنسان کرتی آندھیوں، بے حسی کے شبستان کھڑے کرتی اعصاب شکنی اور شوریدہ مزاجی کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

یوں رزم گاہ کے اندر لرزہ بر اندام کرتی آندھیاں، خون آشام اذیت ناکیاں، اندھی شوریدہ مزاجیاں، زیست کے کمال اور حیات کی معراج پر چھاتی دکھ بھری شام کی پرچھائیاں، سکون کو نگلتی مرگ اور قضا کی مرہم مزاجیاں اپنا رنگ دکھانے لگی تھیں۔

ہر کوئی لہو رنگ ماحول میں تقدیر کے سفر کا مدوجزر طے کرنے لگا تھا۔ بحر سے اُٹھتی گہری گونجوں کی طرح ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے کے درپے ہو گیا تھا۔ جس وقت گھمسان کا رن پڑا اور منگول جو تعداد میں بہت زیادہ تھے، نظام الدین کے لشکر پر چھانے لگے، قریب تھا کہ نظام الدین کو بدترین شکست اٹھا کر پسپا ہونا پڑتا کہ ایسے میں ایک دم نظام الدین بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! مجاہدو! میں نظام الدین تم سے مخاطب ہوں۔ اپنی ماؤں کی عظمت، بہنوں کی حرمت، بیٹیوں کی عصمت، بچوں کی آبرو کی طیلسان کے محافظو! سرفروشوں کے وجدان کی طرح آگے بڑھو اور ان حملہ آور منگولوں کا خاتمہ کرتے چلے جاؤ۔''

اس کے بعد کئی بار نظام الدین نے تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ عارض زوزنی اور برغہ خان کے ساتھ نئے انداز میں حملہ آور ہونے لگا تھا۔ نظام الدین کے الفاظ اور

اُس کے اس جوش و جذبہ نے جیسے ایک انقلاب برپا کر دیا ہو اور اس کے لشکر کے اندر گویا لشکریوں نے حیات و ممات کا راز جان لیا ہو۔ پھر وہ بپھری آندھیوں، نہ رُکنے والے طوفانوں کی طرح آگے بڑھے اور جو منگول سامنے آتا، اس کا قتل عام کرنے لگے تھے۔

ایسے میں دو میل پیچھے نظام الدین نے جو اپنے لشکر کے کچھ حصے علیحدہ کئے تھے، وہ ایک دم تکبیریں بلند کرتے ہوئے نمودار ہوئے اور منگولوں کی طرف بڑھے۔

منگول پہلے ہی نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کے نئے حملوں کی وجہ سے کسی قدر گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار تھے، اب جو نئے لشکری تکبیریں بلند کرتے ہوئے آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کا کوئی اور لشکر ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے۔ ان کے اندر یہ بھی کھسر پھسر ہونی شروع ہو گئی کہ پہلے جو حملہ آور ہوا تھا، وہ نظام الدین تھا۔ اب جو لشکری آرہے ہیں وہ شاید سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے ہیں۔ چنانچہ نظام الدین کا نام سنتے ہی منگولوں کے اندر بد دلی پیدا ہوئی اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگے۔ نظام الدین اب رکا نہیں، بھاگتے منگولوں کا اس نے تعاقب کیا اور ان کی تعداد کو خوب کم کیا تھا۔ یہاں تک کہ منگولوں کو ان کے پڑاؤ سے کچھ میل دُور تک وہ بھگاتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد وہ پلٹا، بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی، زخمیوں کو ان چھکڑوں میں سوار کیا جو منگول اپنے پڑاؤ میں چھوڑ گئے تھے، اس کے بعد منگولوں کے پاس جو کچھ تھا، وہ انہی کے بار برداری کے جانوروں، چھکڑوں اور یورتوں میں لاد کر نظام الدین بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا اپنے لشکر کے اُس حصے سے جا ملا تھا جو پہلے ہی رسد کا سامان لے کر پیش قدمی کر رہا تھا۔ لہٰذا اپنے پورے لشکر اور سارے سامان کو لے کر نظام الدین اب بڑی تیزی کے ساتھ کالیوین نام کے قلعے کی طرف بڑھا تھا۔

کالیوین نام کے قلعے کے حاکم اور اُس کے رؤساء کو پہلے ہی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا نامور امیر اور سالار نظام الدین اپنے ساتھیوں اور لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ان کے قلعہ کا رخ کر رہا تھا۔ یہ خبر سن کر ان کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ وہ سب شہر سے باہر نکلے، شاندار انداز میں انہوں

نے نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان اور ان کے لشکریوں کا استقبال کیا۔ پھر بڑے جوش وخروش سے وہ پورے لشکر کو قلعہ کے اندر لے گئے۔ یہاں تک کہ ایک کھلے میدان کے اندر نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ رک گیا اور شہر کے رؤساء سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس میدان کے اندر اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے اور خیمے نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی خیمے نصب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ نظام الدین کے پاس اب خیمے بھی بہت تھے۔ اس لئے کہ جو لشکر اس کے اور سلطان جلال الدین کے درمیان حائل ہونے کے لئے آیا تھا، اس کو شکست دینے کے بعد اس کے ہاتھ کافی خوراک کے ذخیروں کے علاوہ خوراک کے لئے استعمال ہونے والے جانور اور سامان سے بھرے ہوئے چھکڑے لگے تھے اور وہ سب پڑاؤ کے اندر منتقل کر دیئے گئے تھے۔

ایک دن اور ایک رات نظام الدین نے اپنے لشکریوں کے ساتھ خیموں کے اُس پڑاؤ میں آرام کیا اور پھر اگلے روز قلعہ دار اور شہر کے لوگوں کا ایک وفد نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس سے التجا کرنے لگا کہ چنگیز خان کا بیٹا تولی خان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ کالیوین کے علاوہ اردگرد کے دوسرے قلعوں اور ہرات شہر کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اس کی آمد کی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک بد دلی سے پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کی آمد سے ایک حوصلہ ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں، کل شہر کے دوسری جانب جو کھلا میدان ہے، وہاں لوگوں کو جمع کیا جائے اور آپ ان سے خطاب کریں۔ جب آپ ان سے خطاب کریں گے تو ان کا حوصلہ بڑھے گا اور وہ تولی خان کے خلاف ہمارا ساتھ دینے کے لئے مکمل تیار اور متحد ہو جائیں گے۔''

نظام الدین نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا اگلے روز شہر کے دوسری سمت جو کھلا اور وسیع میدان تھا، وہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ ایک جم غفیر تھا جو اس میدان میں جمع ہوا تھا۔ میدان میں اب کسی کے کھڑے ہونے تک کی جگہ نہ رہی تھی۔ میدان کے سامنے جو حویلیاں تھیں، ان کی دیواروں کے ساتھ ایک خاصی بڑی بلند شہ نشین بنا دی گئی تھی۔ اس شہ نشین پر نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان، قلعہ کا حاکم، شہر اور قلعہ کے رؤساء آ کر بیٹھ گئے تھے۔

سب سے پہلے شہر اور قلعہ کا حاکم اپنی جگہ پر اُٹھا، سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ امیر نظام الدین اپنے لشکر اور ساتھیوں کے ساتھ ہمارے شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آج سے میں شہر کی حاکیت اور قلعہ داری سے دستبردار ہوتا ہوں۔ ابھی سے اس قلعے کے حاکم اور قلعہ دار ہمارے محترم امیر نظام الدین ہیں۔ شہر کا نظم ونسق یہی سنبھالیں گے۔ دفاع بھی یہی کریں گے اور ہر ایک پر ان کے احکامات ماننا انتہائی ضروری ہوگا۔ کوئی آدمی بھی ان فرائض سے کوتاہی نہ کرے جو فرائض امیر نظام الدین، لوگوں کے سپرد کریں گے۔''

جواب میں لوگ انتہائی خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے اور نظام الدین کے حق میں نعرے لگانے لگے تھے۔ پھر شہر کے سابق حاکم اور رؤساء کے کہنے پر لوگوں کو مخاطب کرنے کے لئے نظام الدین اٹھا اور پھر بلند آواز میں وہ کالیوین شہر اور قلعہ کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز بھائیو! سب سے پہلے یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا کے رکھنا کہ محکومیت اور غلامی کا ماحول چاہے جس انداز میں بھی کارفرما ہو، انسان کو حیوان سے بدتر مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ محکومیت انسانی وحشت اور بربریت کی کھلم کھلا دلیل ہے۔ غلامی خونخواری اور انتشار کی بھیانک تصویر ہے۔ وحشت و بربریت کے ظلم سہنے کے بعد انسانی قوئ مضمحل ہو جاتے ہیں اور عرصہ دراز تک اجتماعی ذہن پراگندہ اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! ہرات شہر اور تم لوگوں نے تاریخ کے بڑے اہم واقعات اور حادثات دیکھ رکھے ہیں۔ غزنوی اقتدار کے عروج زوال کی تم چلتی پھرتی داستان ہو۔ اس کے بعد تم لوگوں نے سلجوقی دور دیکھا۔ ان کے دور میں کسی غیر اسلامی قوت کی جرأت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں کی طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کے اندر انتشار اور نا اتفاقی کی لہر اُٹھ کھڑی ہوئی جس سے چنگیز خان نے فائدہ اٹھایا۔ یاد رکھنا چنگیز خان کی یورش قہرمانیت کا خنجر بن کر اس زمین پر نازل ہوئی ہے۔ چنگیز خان اور اس کے بیٹوں کی خون آشام تلواروں سے لاکھوں مسلمان لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ عالیشان عمارتیں، قلعے، باغات اور آبی گزرگاہیں تباہ کر دی گئی

ہیں۔ یاد رکھنا، یہ پہلی تباہی ہے جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں۔ اور جب چنگیز خان اپنی وحشت کی تکمیل کے بعد مرے گا یا یہاں سے واپس چلا جائے گا تو مسلمانوں کے علاقوں کو وہ اپنے بیٹوں میں تقسیم کرے گا۔

اگر ہم ایک قوت، ایک اجتماعی طاقت بن کر نہیں اُٹھیں گے تو یاد رکھنا ترکستان پر کوئی منگول، ہرات پر کوئی دوسرا منگول اور ہر علاقے پر کوئی نہ کوئی منگول حاکم مقرر کر دیا جائے گا جو ایک طرح سے بادشاہ بن کر ہم پر حکمرانی کریں گے اور ہمارے علاقوں کو یہ منگول اپنی جاگیر سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ مقامی لوگوں سے اپنے حصے کا زر و مال، مویشی اور اناج وصول کریں گے۔ اس طرح منگول حکمران، رعایا کا خون چوستے رہیں گے۔ ہمارے لوگوں کے لئے اس دور میں خوشی اور اُمید براری کا کوئی وقت نہیں آئے گا۔ وہ جانوروں کی طرح زندگی بسر کریں گے اور ہمیشہ لوٹ کھسوٹ کا شکار ہوتے رہیں گے۔ ان کے ہاں عزت و ناموس کا تصور تک نہیں رہے گا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی لیکن افسوس صد افسوس سلطان نہ جانے کن کم فہموں کا شکار ہو گیا اور لاکھوں کے لشکر کو خوار کر دیا اور خود موت کا شکار ہو گیا۔ اگر وہ ایک بار خم ٹھونک کر اپنے سالاروں کے ساتھ منگولوں کے سامنے آتا تو یقیناً ہم چنگیز خان کو وہ عبرت خیز شکست دیتے کہ چنگیز خان کو صحرائے گوبی تک اپنے لئے کوئی پناہ گاہ دکھائی نہ دیتی۔

ایک بات یاد رکھنا! جو قومیں، نا اتفاقی کا شکار ہو جاتی ہیں، زمین سے نابود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ میں تمہارے سامنے اسلامی مملکت کے نامور اور بڑے شہر مرو کی مثال پیش کرتا ہوں۔ منگول جب اس شہر پر حملہ آور ہوئے تو چنگیزی جھنڈوں کو شہر کے دروازے کے سامنے بلند کرا دیا۔ چنگیز خان کے لشکر نے اطراف کے درختوں کے تنوں سے خندق کو بھرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ پیادے اور سوار قلعہ کی دیوار تک پہنچنے لگے۔ مرو کے لشکری جان توڑ کر منگولوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے پر افسوس شہر کے اندر لوگوں کا آپس میں اتفاق نہ رہا۔ کچھ منگولوں کے حق میں ان سے صلح کرنے کے لئے اصرار کرنے لگے، کچھ ان کے خلاف جنگ کرنے کے درپے ہو گئے۔ اس طرح مرو شہر کی کوتاہیوں، خطاؤں اور نا اتفاقیوں سے شہر منگولوں کے ہاتھ چلا گیا۔ اس کے نتیجے میں مرو میں ان گنت تعداد میں

مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ بائیس روز تک یہ آتشیں جنگ جاری رہی جس میں قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔ لاتعداد لوگ زخمی ہوئے۔ تیسویں روز منگولوں سے صلح صفائی کے لئے بھیجے گئے وفد نے منگولوں سے جا کے گزارش کی کہ دو صد ہزار دینار، تیس ہزار من غلہ، ایک سو گھوڑے، ایک سو تیز رفتار خچر اور ایک سو ترک اور ہندوستانی غلام منگولوں کے لشکر کی خدمت میں دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیں جان کی امان دی جائے اور اس شہر کو برباد نہ کیا جائے۔ ہم پر اپنا خراج مقرر کر دیں جو ہر سال ہم آپ کو ادا کرتے رہیں۔ لیکن جب صلح ہو گئی تو منگولوں نے شہر کے حاکم کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔ اس کے ملازمین اور مصاحبوں کو قتل کروا دیا اور شہر کو تباہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ظلم کے پروردہ منگول لشکری، شہر میں داخل ہو گئے ہر خاص و عام کو باہر جنگل میں لایا گیا اور انہیں چار دن تک خواتین سے الگ رکھا گیا اور پھر قتل کرا دیا گیا۔ صرف چالیس صنعت کار، لوہار، ترکھان، زین سازوں اور کمان سازوں کو امان دے دی گئی اور اس قتل عام میں منگولوں کے لشکر میں ہر لشکری کو دو سو دس اہلِ مرو ہاتھ لگے جن کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسی طرح کی تباہی اور بربادی نیشاپور شہر پر نازل کی گئی۔ میں نے تمہارے سامنے مرگ کی مثال اس لئے پیش کی کہ تم آپس میں اتفاق رکھو۔ اگر تمہارے اندر اتفاق ہے تو میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں اور خداوند قدوس نے چاہا تو میں کالیوین شہر اور قلعہ کی حفاظت خوب کروں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین خاموش ہو گیا اور وہاں جمع ہونے والے لوگ جوش و خروش سے اس کے حق میں نعرے لگانے لگے اور اس کا ہر حال میں ساتھ دینے کا عہد کرنے لگے۔

کالیوین شہر اور قلعہ کے لوگوں کے اس عزم اور استقلال کو دیکھتے ہوئے نظام الدین اور اس کے ساتھیوں اور سالاروں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اس کے بعد نظام الدین اپنے ساتھیوں اور سالاروں کے ساتھ اُٹھ کر اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا۔ اب اُس نے دن رات ایک کر کے شاہراہ، قلعے اور شہر کی فصیل کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ برجوں پر متعین کئے جانے والے دستوں کو بھی مستعد کر دیا تھا۔ برجوں کے اندر تیروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے اور شہر کے اندر جو اسلحہ خانے تھے، ان کے اندر

بڑی تیزی کے ساتھ تیر، ڈھالیں اور تلواریں بننے لگی تھیں۔

اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے چنگیز خان کا چھوٹا بیٹا تولی خان، ہرات کی طرف جاتے ہوئے جب بادغیس کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے اطراف میں جو مخبر پھیلائے ہوئے تھے، انہوں نے اسے بتایا کہ یہاں کا ایک علاقہ جسے کوہ کورینان کہتے ہیں، اس کا ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں جمال الدین شورچہ کی قیادت میں سلطان جلال الدین کے تین ہزار سالار پیادہ موجود رہتے ہیں۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ تولی خان نے اس قلعہ کو فتح کرنا دُور اندیشی کے عین مطابق سمجھا۔ چنانچہ وہ تمام لشکر کے ساتھ اس قلعہ پر پہنچا۔ ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ قلعہ نہایت مستحکم تھا اور اس کے ستون بڑے مضبوط تھے۔

اس قلعہ کی تعریف کرتے ہوئے ایک راوی جس کا نام حماسی ہے، زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس قلعہ کے بروج آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ مٹی کی بھرائی سے پہلے پیدا ہونے والے تودے کوہ البرز کے مدمقابل تھے۔ تعمیرات کے اصول سے اس کی بنیادیں تحت الثریٰ میں اور برجوں کی بلندی، ثریا پر ہاتھ ڈالتی تھی۔

قلعہ کورینان پہنچ کر تولی خان نے اپنے بے شمار لشکر کو قلعہ کے گرد گھیرا ڈالنے کا حکم دیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قلعہ کے اندر ایک شیخِ شریعت بھی قیام رکھتے تھے۔ زاہد اور عابد تھے اور زیادہ تر لوگ انہیں خواجہ کورینان کہہ کر پکارتے تھے۔ جس وقت تولی خان کا لشکر اس قلعے کے پاس آیا تو خواجہ، منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے خود تیار ہو گئے اور قلعہ والوں کی حوصلہ افزائی کی اور جہاد کے بارے میں مسائل سنائے۔ مقامِ شہادت کو سب پر عیاں کیا۔ لہٰذا قلعہ کے سب لوگ پوری دلجمعی سے برسرِ پیکار ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

آخر تولی نے شہر پر حملے شروع کئے اور شہر کے لشکریوں اور لوگوں نے منگولوں پر تیر اور پتھر پھینکنے شروع کئے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ اس طرح یہ جنگ لگا تار آٹھ دن تک لڑی جاتی رہی اور آٹھ دن تک تولی خان اس چھوٹے سے قلعہ کو فتح نہ کر سکا۔

آخر کار دسویں روز تولی خان آگے بڑھا اور اپنے نس جھنڈے کو قلعہ کے سامنے

نصب کر دیا۔ لشکریوں نے جب تولی خان کا یہ دلیرانہ اقدام دیکھا تو بپھر گئے اور شہر پر حملے شروع کر دیئے۔ لہٰذا شہر اور قلعہ کے لوگ جو لگاتار آٹھ دن تک حملوں کو برداشت کرتے جواب دیتے رہے تھے، ان کے حواس جواب دے گئے اور وہ حوصلے ہار گئے۔ لہٰذا تولی خان نے قلعہ کو فتح کر لیا اور خواجہ کوریان کو مع قلعہ کے نوجوانوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیا گیا۔ قلعے کی دیواریں مسمار کر کے سطح زمین کے برابر کر دی گئیں۔

قلعہ کوریان کو فتح کرنے کے بعد تولی خان نے چند روز وہاں قیام کیا اور اس کے بعد پھر اس نے پیش قدمی شروع کی اور ہرات شہر کا رخ کیا۔ کوچ کرتے وقت اس نے کچھ لوگوں سے پوچھا کہ ہرات وہاں سے کتنے فاصلے پر ہے اور راستے میں کون سے مقامات آتے ہیں۔

تولی خان کو ہرات کے فاصلے کے متعلق بتایا گیا۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ راستے میں قلعہ توی، اس کے بعد قلعہ کوسویہ ہے اور پھر قلعہ کالیوین ہے۔

اس انکشاف پر تولی خان نے اپنے دو سالاروں کو ایک لشکر دے کر اپنے آگے روانہ کیا اور انہیں ہرات کے راستے میں پڑنے والے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا، اگر ان قلعوں کے لوگ مطیع ہو جاتے ہیں تو ان کو وہاں سے نکال کر ماوراالنہر کی طرف بھیج دیا جائے۔ اگر تسلیم نہیں کرتے تو فتح کرنے کے بعد سب کو قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ وہ دونوں منگول سالار اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے۔ پہلے قلعہ توی کا رخ کیا۔ قلعہ توی والوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ پانچ دن تک وہاں جنگ ہوئی۔ قریباً ایک ہزار منگول لشکری اس جنگ میں مارے گئے اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ چھٹے روز جا کر منگول قلعہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں، توی نام کے قلعہ میں آٹھ ہزار مسلمان مارے گئے۔

اگلے روز صبح کے وقت منگولوں کا لشکر کوسویہ نام کے قلعہ کی طرف بڑھا۔ وہاں کے لوگوں نے قلعہ توی کا حشر دیکھتے ہوئے اطاعت قبول کر لی۔ منگول سالاروں اور لشکریوں نے کوسویہ کے لوگوں سے کافی مال و متاع حاصل کیا اور ان سب کو ماوراالنہر کی طرف نکال دیا، قلعہ کی دیوار کو مسمار کر دیا۔ پندرہ روز کے بعد وہ بے اندازہ مالِ غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ تولی کے پاس پہنچ گئے۔

تولی نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ آگے جا کر اس نے پھر پوچھا کہ اس کے آگے کون سا قلعہ آئے گا تو اسے بتایا گیا کہ کالیوین نام کا قلعہ اب آگے آئے گا۔ تولی خان پر یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ قلعہ بڑا مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کے اندر ایک لشکر بھی ہے جو مدافعت کر سکتا ہے۔ تولی خان نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور جو دو سالار اس نے توی اور کوسویہ نام کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجے تھے، انہیں ہی مقرر کیا۔ اس بار ان کی کمانداری میں تیس ہزار کا ایک جرار لشکر دیا اور انہیں حکم دیا کہ وقت ضائع کئے بغیر کالیوین نام کے قلعہ کو فتح کریں۔ اور ساتھ ہی ان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ باقی ماندہ لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے قلعہ کالیوین تک آئے گا اور اس کے کالیوین پہنچنے تک قلعہ اور شہر فتح ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ دونوں سالار تیس ہزار کے لشکر کو لے کر کالیوین نام کے قلعہ کی طرف بڑھے جہاں پہلے ہی نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا اور اسے تولی خان اور اس کے لشکریوں کی پیش قدمی کے متعلق اس کے پھیلائے ہوئے مخبر برابر اطلاع دے رہے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جن دو سالاروں کو قلعہ فتح کرنے کے لئے تولی خان نے مقرر کیا تھا، ان میں سے ایک کا نام بلوج اور دوسرے کا نام تربی تھا۔

نظام الدین ایک روز کالیوین شہر کی فصیل کے اوپر عارض زوزنی، برغہ خان اور اپنے دیگر سالاروں کے علاوہ قلعہ کے سابق حکمران اور قلعہ کے اندر جو پہلے سے لشکر تھا اس لشکر کے سالاروں کے ساتھ فصیل اور برجوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُس نے برجوں کی مرمت کر کے خوب مستحکم کر دیا تھا۔ اُس کو یہ خبریں تو پہنچ چکی تھیں کہ چنگیز خان کا بیٹا تولی خان، ہرات کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور راستے میں آنے والے قلعوں کو فتح کرتا جا رہا ہے، چنانچہ جس وقت وہ برجوں کے اندر تیروں کے ڈھیروں کا جائزہ لے رہا تھا، ایک مخبر بھاگتا ہوا سیڑھیاں چڑھا۔ اسے آتا دیکھ کر نظام الدین ایک جگہ رک گیا۔ وہ مخبر قریب آیا۔ اسے مخاطب کر کے نظام الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مخبر پہلے ہی بول پڑا اور کہنے لگا۔

''امیر نظام الدین! میرے پاس آپ کے لئے ایک انتہائی اہم خبر ہے۔ خبر یہ ہے کہ منگولوں کا ایک لشکر اپنے دو سالاروں کی کمانداری میں بڑی تیزی سے ہمارے قلعہ اور

شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ وہ اب یہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ تعداد میں وہ لشکر تیس ہزار کے قریب ہے اور اسے تولی خان کا ہراول لشکر کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ تولی خان پیش قدمی کرتے ہوئے پیچھے آ رہا ہے۔ اور تیس ہزار کا لشکر جو آگے ہے اور جو سالار اس لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں، وہ پہلے قلعہ توی اور کوسویہ کو فتح کر چکے ہیں اور اب ہمارے قلعہ کا رخ کر رہے ہیں۔"

یہ تفصیل جان کر نظام الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ عجیب سے انداز میں اس موقع پر اُس نے عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھا۔ دونوں مسکرائے اور اثبات میں گردنیں ہلائیں۔ اب وہ تینوں ایک دوسرے کے اشارے سمجھنے لگے تھے۔ لہٰذا نظام الدین سب کے ساتھ نیچے اُترا۔ نیچے اُترنے کے بعد ایک جگہ نظام الدین رُکا، پھر برغہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"برغہ خان! میرے محترم! تم شہر کے اندر ہو گے۔ شہر کے اندر جو لشکر ہے، اس کے ساتھ شہر اور قلعہ کا دفاع کرو گے۔ میں جانتا ہوں، میری نسبت تم منگولوں کی جنگ کی حکمت عملی سے زیادہ واقف ہو۔ اکثر اوقات وہ بایاں ہاتھ دکھا کر دایاں مارتے ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے، کسی قلعہ اور شہر کی طرف وہ بڑھیں اور جب قلعہ اور شہر کے اندر جو لشکر ہو، وہ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرے تو ان کا دوسرا لشکر شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کر لے۔ میں اور عارض زوزنی ایک لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر منگولوں کے تیس ہزار کا جو لشکر ہمارے قلعہ کا رخ کر رہا ہے، اس کا مقابلہ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے نظام الدین رکا، پھر کہنے لگا۔

"برغہ خان! اگر تو میں اور عارض زوزنی دونوں منگولوں کے اُس لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو ایک طرح سے ہماری اُن پر دھاک بیٹھ جائے گی۔ تولی خان سوچ سمجھ کر اس قلعہ کا محاصرہ کرے گا، سوچ سمجھ کر جنگ کی طرح ڈالے گا۔ برغہ خان! اگر منگول یہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ہیں تو میرا خیال ہے، دوپہر اور عصر کے درمیان وہ ہمارے شہر کے قریب پہنچ جائیں گے اور وہیں میں اُن کے ساتھ ٹکراؤں گا۔ تم تھوڑی دیر تک فصیل کے اوپر اپنے سارے لشکریوں کو مقرر کر دینا۔ جس طرح اس سے پہلے دو تین بار میں لشکریوں کو جنگ کی مشق کرا چکا ہوں، اسی ترتیب کے مطابق برجوں کے اندر

تیراندازوں اور لشکریوں کو مقرر کرنا۔ خداوند قدوس نے چاہا تو مجھے امید ہے، ہمارے وہ تیرانداز اور لشکری تمہاری کمانداری میں منگولوں کو شہر کی فصیل کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف تیس ہزار کا لشکر آرہا ہو اور دوسرا کوئی لشکر ان علاقوں میں سرگرداں نہ ہو۔ ایسی صورت میں منگولوں کے اُس تیس ہزار لشکر کو خداوند قدوس نے چاہا تو میں کھنگال کر رکھ دوں گا۔"

عارض زوزنی، برغہ خان اور دوسرے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نظام الدین اپنے پڑاؤ کی طرف گیا۔ اپنے خیمے میں داخل ہونے کے بعد جس وقت وہ اپنا جنگی لباس پہن کر تیار ہو گیا، تب خیمہ کے دروازے پر حسین اولون نمودار ہوئی۔ کچھ دیر تک تفکرات بھرے انداز میں وہ جنگی لباس میں نظام الدین کو دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں اندر آجاؤں؟"

نظام الدین مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

"اولون! تمہیں میرے خیمے میں پوچھ کر آنے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ سارے لشکری اور سارے سالار جانتے ہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں۔"

اولون مسکراتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی۔ نظام الدین کے سامنے آئی، پھر فکرگیری آواز میں کہنے لگی۔

"آپ تیار ہو کر کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے مجھے کوئی اطلاع نہیں دی۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ جب بھی کسی مہم پر روانہ ہوتے ہیں، میں آپ کے ساتھ ہوتی ہوں۔"

نظام الدین نے تیز نگاہوں سے اولون کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"اولون! تمہارا کہنا درست ہے لیکن اس بار تم لشکر میں شامل نہیں ہو گی۔ دیکھو اولون! برا مت ماننا۔ تولی خان، ہرات کی طرف جاتے ہوئے پہلے ہمارے شہر اور قلعہ پر حملہ آور ہو گا۔ وہ پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ اپنے آگے اُس نے ہراول کے طور پر اپنا تیس ہزار کا ایک لشکر روانہ کیا ہے جو ہمارے قلعے اور شہر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں منگولوں کے اس تیس ہزار لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے شہر سے نکلنے لگا ہوں۔ لشکر لے کر صرف میں اور عارض زوزنی جائیں گے۔ برغہ خان یہیں رہے گا۔ فصیل کے اوپر جو میں

نے لشکریوں کی ترتیب اور اُن کی تنظیم مقرر کر رکھی ہے، اس کے مطابق تیرانداز اور دوسرے لشکری بیٹھ گئے ہیں اور برغہ خان ان کی کمانداری کرے گا۔ تم بھی یہاں شہر کے اندر ہو گی اور اس کام میں برغہ خان کی مدد کرسکتی ہو۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا، تب اولون بولی اور کہنے لگی۔ "آپ مجھے اپنے ساتھ لشکر میں کیوں نہیں رکھنا چاہتے؟"

نظام الدین پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"دیکھو اولون! اس وقت ہم جنگل یا ویرانوں میں نہیں ہیں، ایک شہر کے اندر ہیں۔ یہاں تم محفوظ ہو۔ مجھے تمہاری حفاظت اور تمہارے تحفظ کا بہت خیال ہے۔ یہ مت سوچنا کہ میں تمہاری خواہشات کا احترام نہیں کرتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم شہر کے اندر ہی رہو۔ ہوسکتا ہے منگولوں کے لشکر سے نمٹنے کے لئے ہمیں کئی جتن کرنے پڑیں۔ ایسی صورت میں، میں نہیں چاہوں گا کہ تم اس مہم میں شامل ہو۔ اُمید ہے تم برا نہیں مانو گی اور میری بات مان جاؤ گی۔"

اس موقع پر ہلکی سی مسکراہٹ اولون کے چہرے پر نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگی۔

"آپ کی بات نہ ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر آپ کی خواہش یہی ہے کہ میں شہر کے اندر رہوں تو میں کیسے انکار کرسکتی ہوں؟ لیکن کوچ سے پہلے میں ایک بات ضرور کہنا چاہوں گی۔"

نظام الدین نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔ "کیسی بات؟"

اولون سنجیدہ ہو گئی اور کہنے لگی۔

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جنگ کے دوران آپ اپنا خیال رکھئے گا۔ جس طرح آپ میری حفاظت، میرا تحفظ چاہتے ہیں، اسی طرح میں بھی آپ کی حفاظت اور آپ کا تحفظ چاہتی ہوں۔"

نظام الدین مسکرایا، دو تین بار بڑے پیارے انداز میں اس نے اولون کے شانے تھپتھپانے کے انداز میں ہاتھ مارا، پھر کہنے لگا۔

"اولون! مطمئن رہو۔ میں تمہارے جذبات سے آگاہ اور واقف ہوں۔ دیکھو، منگول مسلمانوں پر بڑے مظالم کر چکے ہیں۔ ان سارے مظلموں کی داستان میرے دل

پر لکھی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے، میرے پاس اتنی قوت ہو کہ میں ان سارے منگولوں کو کھنگال کے رکھ دوں۔ پر ہائے حیف میرے پاس ایسی طاقت اور قوت نہیں ہے کہ میں ان سب سے ٹکرا جاؤں۔ بہرحال مطمئن رہو۔ مجھے امید ہے کہ منگولوں کے لشکر کو میں اور عارض زوزنی بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب تم ایسا کرو اپنے خیمے میں جا کے بالکل مطمئن ہو کے بیٹھ جاؤ۔ جس وقت برغہ خان، فصیل کے اوپر انتظامات کو آخری شکل دینا چاہے، تم اُس کے ساتھ مل جانا۔"

اولون نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ اپنے خیمے کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد نظام الدین اور عارض زوزنی ایک لشکر لے کر کالیوین شہر سے نکل گئے تھے۔

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کالیوین شہر سے دو میل کے فاصلہ پر نظام الدین اور عارض زوزنی نے منگولوں کے لشکر کو جا لیا تھا اور ان کے سامنے جاتے ہی نظام الدین اور عارض زوزنی، منگولوں پر دکھ بھری شام کی پرچھائیوں اور اجنبیت کی دُھند میں لمحوں کو ویران کرتی گھنگھور گھٹاؤں کی برق، خوابوں کے جزیروں میں خود فریبی کی کہر کو بے نام و ناکام اُمیدوں میں تبدیل کرتے سلگتی ریت کے صحرا اور لہو میں چنگاریاں بھرتی کرب کی ویران کر دینے والی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی بپھر گئے تھے اور وہ بھی نظام الدین کے لشکر پر عصمتوں کے خائنوں، ناموس کے بدترین دشمنوں کی طرح حرکت میں آئے۔ پھر وہ بھی ظلمت بھری موجوں، حیات کے اُجالوں کا سرور تباہ کرتی برق کی ہولناک کڑک، زیست کے ساحلوں کو ویران کر دینے والے طوفانوں کے زور، اپنے عزائم کا غرور لئے انسانی لہو لہو پیتے بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ جاری رہی۔ نظام الدین نے جب دیکھا کہ جنگ طول پکڑ رہی ہے تو اس نے بلند آواز میں اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ان کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میں تمہارا سالار نظام الدین بول رہا ہوں۔ یاد رکھنا، اس کائنات میں کوئی مالک میرے اللہ جیسا نہیں ہے۔ وہی رب ہے جو بے انت کو انت، بے نشان کو نشان، بے نام کو نامور، بے ضمیر کو باضمیر، بے عزت کو باعزت، بے انقلاب کو

متحرک، بے اخلاق کو با اخلاق، بنجر کو زرخیز، حیات کو موت اور موت کو حیات میں تبدیل کرتا ہے۔ ان ننگی نوکیلی گھاٹیوں میں ان منگولوں کے سامنے چٹانیں بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ یاد رکھنا! حمد کی ساری سرشاریاں، کائنات کی ساری سرفرازیاں میرے اس خداوند قدوس کے لئے ہیں، جسے ہم اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اپنے رب کی تکبیر کے نعرے بلند کرو اور زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی انیوں کی طرح منگولوں کے قلب وشعور میں اُتر جاؤ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رُکا، پھر پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک آواز میں وہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے بھائیو! منگولوں کے اس غلاظت بھرے بغض اور اُن کی جبر کی تاریکیوں میں خزاں کی پیاس بن کر اُتر جانا۔ یاد رکھنا، ان کا طرزِ زندگی ہمارے ایمان کی ضد ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ہمارے اعمال جامد نہیں ہیں۔ ہم مسلمان ہیں، ہمارا ذوقِ شجاعت، ہمارا شوقِ سرفروشی زندہ ہے۔ اُداسی کی اونگھتی دُھند میں نئی رُتوں کے پیغامبر بن کر ان منگولوں کے لئے خاک و خون بھری کہانیاں لکھتے جانا۔ میرے فروزاں و درخشاں صداقتوں کے امینو! ان منگولوں پر جان لیوا حملے کرتے ہوئے ان پر ثابت کر دینا کہ ہمارا تعلق ان سرزمینوں سے ہے جہاں طوفان پلتے ہیں۔ جہاں درد کی بے انت راتیں جاگتی ہیں۔ جہاں آتشیں لمحوں میں ڈھلتی لہریں وقت کو ساکت کر دیتی ہیں۔ میرے بھائیو! اپنے رب کی تکبیر اور اس کے نعرے بلند کرو اور ان منگولوں کی بھوکی ننگی تہذیب کو اپنے پاؤں تلے کچلتے چلے جاؤ۔ یاد رکھو! وہ ستارے جنہوں نے ہمارے آباء کی جرأت مندی دیکھی، وہ ہماری بے بسی پر مسکرا رہے ہیں۔ وہ آسمان جس نے ہمارے آباء و اجداد کے نقطۂ عروج کو دیکھا، وہ ہمارے آج کے دور کے اُداس لمحوں کی کہانیوں پر خود بھی اُداس ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رُکا تھا، پھر بولا۔ اس بار اُس کی آواز میں غصے کے بجائے کرب تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے مجاہد ساتھیو! تم ہی راتوں کی آنکھوں کے تارے، اپنے بزرگوں کے نور کے روشن دھارے، اپنی ماؤں، بہنوں کے لئے اُمیدوں کی نئی روشنی ہو۔ اگر تم نے اپنے فرائض میں کوتاہی کی تو یہ سوچو کہ قیامت کے روز اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ آؤ

تھے بلکہ زخمیوں کی دیکھ بھال میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے تھے۔ اس طرح شہر کے اندر ایک نیا جذبہ اور جوش پیدا ہو گیا تھا اور جب ایک کان سے دوسرے کان تک یہ خبر پھیلی کہ نظام الدین نے منگولوں کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے، منگولوں کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، تب لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ لوگ جوق در جوق فتح حاصل کرنے والے لشکریوں کو آ کر مبارکباد دینے لگے تھے۔

اس موقع پر شہر کے رؤساء نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت برغہ خان شاندار فتح پر بڑی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ بار بار کبھی نظام الدین، کبھی عارض زوزنی کو مبارکباد دیتا تھا۔ شہر کے رؤساء کا وفد وہاں پہنچا۔ باری باری وہ لوگ پہلے نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان اور دیگر سالاروں سے گلے ملے اور شاندار الفاظ میں انہیں مبارکباد پیش کی۔ اس موقع پر شہر کے رؤساء میں سے ایک بولا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہم نے آپ کی غیر موجودگی میں ایک فیصلہ کیا ہے اور اُمید ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے شہر کے لوگ منگولوں سے بڑے خوفزدہ تھے۔ جب وہ دوسرے علاقوں سے آنے والی خبریں سنتے تو بڑے مایوس اور خوفزدہ ہوتے تھے۔ خاص کر شہر نیشاپور، خراسان، بلخ، بخارا اور سمرقند کے اندر جو خونی کھیل ان منگولوں نے کھیلا، اس کی خبریں جب ہمارے ہاں پہنچتی تھیں تو لوگ خوف زدہ اور سہم جاتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ یہ منگول ناقابل تسخیر ہیں اور مسلمانوں کے لئے خداوند قدوس کی طرف سے ایک عذاب بن کر آئے ہیں۔ لہٰذا لوگ ایک طرح سے مایوسی کا شکار تھے۔ گو بیچ بیچ میں یہ بھی خبریں آتی تھیں کہ فلاں جگہ منگولوں کو شکست ہوئی اور فلاں جگہ انہیں پسپا ہونا پڑا۔ لیکن ان خبروں کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا۔ امیر! آج جو آپ نے منگولوں کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے، اس کی مثال کم از کم ہمارے ذہن کے اوراق میں نہیں ملتی۔ تیس ہزار منگولوں کے لشکر کا مقابلہ کر کے ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا کارنامہ جو آپ نے سرانجام دیا ہے، اس کے لئے میں آپ اور آپ کے ساتھی عارض زوزنی، برغہ خان، سارے سالاروں اور لشکریوں کو اپنے شہر کے لوگوں کی طرف سے سلام پیش کرتا ہوں۔''

میرے ساتھ بپھرے تنگ دھاروں اور ڈس لینے والے حروف کی طرح اپنے رب کی تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے اپنے وطن کی ہتھیلی کو خون آلود، دھرتی کی اوک کو اندھیروں میں ڈبونے والوں پر جاگتی بپھرتی موجوں اور کہکشاؤں کے طلسم کی طرح ٹوٹ پڑو۔"

نظام الدین کے اس خطاب کا ایسا اثر ہوا کہ مسلمان لشکری بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے منگولوں پر برق خیز کھولتے ہوئے طوفانوں، در و بام کو شکستہ کرتے زلزلوں، قیامت آشنا عذابوں، انوکھے خونی عکس دکھاتے دھرتی کا سینہ رنگین کرتے خوفناک آتشیں لمحوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

مجاہدوں کے ان تیز، شدید اور جان لیوا حملوں کے سامنے اب منگولوں کی حالت بڑی تیزی سے تار تار دامنوں، داستانوں کے بکھرے اوراق، سمٹے سمٹے پنکھ پھیرو اور تلخ حقائق کے نگر سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ نظام الدین اور عارض زوزنی جان گئے کہ وہ شکست قبول کر کے بھاگ جائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے لشکر کو پھیلا کر سامنے کے علاوہ دائیں بائیں بھی اپنے لشکری متعین کر کے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ یہ صورتِ حال منگولوں کو مزید خراب کر گئی۔ چنانچہ انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ اور اسی بھاگ دوڑ میں ان کی اکثریت موت کے گھاٹ اُتار دی گئی۔ منگولوں کے دونوں سالار بھی جنگ میں مارے گئے اور چند مٹھی بھر منگولوں کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنا نصیب ہوا۔

منگولوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جو سامان وہ اپنے ساتھ اُٹھائے ہوئے تھے، اس سامان پر نظام الدین نے قبضہ کر لیا۔ نظام الدین نے وہاں قیام نہیں کیا بلکہ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے خیموں کی دیکھ بھال کالیوین شہر میں داخل ہونے کے بعد کی جائے گی۔ منگولوں کے سارے سامان کو سمیٹ کر نظام الدین نے اپنے لشکر کے وہ جوان جو زیادہ زخمی ہوئے تھے، ان کی پہلے دیکھ بھال کی، اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر پلٹا اور کالیوین شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد جب زخمیوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی تو شہر کے لوگ بھی اُمڈ پڑے۔ وہ نہ صرف اپنے لشکریوں کے لئے کھانے پینے کا سامان لے کے آئے

یہاں تک کہنے کے بعد شہر کا وہ رئیس رُکا، پھر کہنے لگا۔

''امیر! ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ یہ کہ آپ کے لشکر کی لگاتار تین دن تک مہمان نوازی کریں گے۔ آپ کے لشکر میں کھانا تیار نہیں کیا جائے گا۔ تین دن کی ضیافت ہمارے ذمہ ہے اور مجھے اُمید ہے، آپ ہماری اس پیشکش کو رد نہیں کریں گے، قبول کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص جب خاموش ہوا، تب مسکراتے ہوئے نظام الدین نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''میں آپ کو منع نہیں کر رہا۔ نہ ہی میں پیشکش کو رد کر رہا ہوں۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس قدر زحمت کیوں اُٹھانا چاہتے ہیں؟ ہمارے پاس اب وافر بلکہ ضرورت سے زیادہ سامان ہے۔ اور اس میں سے بہت کچھ میں سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے دو وجوہات رکاوٹ ہیں۔ پہلی یہ کہ ہمارے ساتھی ابھی سلطان کا محل وقوع صحیح طور پر نہیں جان سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حالات میں، میں کچھ دستوں کی حفاظت میں رسد کا سامان بھی روانہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ چنگیز خان کا بیٹا تولی خان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اِدھر کا رُخ کئے ہوئے ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ شخص بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے ہماری دعوت کو رد نہیں کیا۔ بہرحال یہ طے شدہ ہے کہ تین دن کی ضیافت ہمارے ذمے ہے۔''

مسکراتے ہوئے نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کے علاوہ دیگر سالاروں نے بھی ان سارے رؤساء کا شکریہ ادا کیا، پھر اُن سب کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''آپ لوگ جو میرے لشکر کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں، اُسی تعاون اور اُسی استقلال کی وجہ سے آج میرے لشکریوں نے منگولوں کو بدترین شکست دی ہے اور اُن کی اکثریت کو ہم نے موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے اور جب اتنے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں منگولوں کے قتل ہونے کی خبر پہلے تولی خان اور اس کے بعد چنگیز خان کے پاس پہنچے گی تو ایک بار ان کے پاؤں تلے سے نہ صرف زمین نکلے گی بلکہ اُن کے دل بیٹھنا شروع ہو

جائیں گے۔

اس شہر کے محترم مکینو! ان منگولوں نے مسلمانوں کا اس قدر قتل عام کیا ہے کہ ایک ایک داستان میرے دل پر لکھی ہوئی ہے اور خونی الفاظ میں لکھی ہوئی ہے۔ ان داستانوں کو، اس تباہی اور بربادی کے کھیل کو میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک فراموش نہیں کر سکوں گا۔ منگولوں سے ٹکراتے ہوئے اب میں فتح یا شکست کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ میرے، عارض زوزنی اور برغہ خان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ منگولوں کو موت کے گھاٹ اُتارو تاکہ اُنہیں یہ احساس ہو کہ اگر وہ مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں تو مسلمانوں کو بھی اتنا ہی دکھ ہوتا ہے جتنا اُنہیں اپنے لشکریوں کے مرنے کا ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمیں دکھ میں مبتلا کرتے ہیں تو ان کے ساتھیوں کا قتل عام کر کے ہم بھی چنگیز خان اور اس کے سالاروں کے دلوں پر چرکہ لگاتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رُکا، پھر وہ کالیوین شہر کے سابق حاکم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہارے ذمے ایک کام لگانا چاہتا ہوں۔“

اس موقع پر شہر کے سابق حاکم نے شکایت بھرے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ میں آپ کا ماتحت ہوں۔ آپ کا ہر کہا میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر میں اس حکم کی تعمیل نہ کروں تو مجھ پر سو بار لعنت۔ آپ کہیں تو سہی کیا کہنا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھئے میں اسے کیسے پورا کرتا ہوں۔“

اُس کی اس گفتگو سے نظام الدین بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا۔

”میں چاہتا ہوں شہر کے اندر جس قدر بھٹیاں اور جس قدر ہتھیار بنانے کے ماہر ہیں، ان کے ذمے یہ کام لگایا جائے کہ وہ جس قدر جلدی اور جتنے تیر بنا سکتے ہیں، بنائیں۔ ہمیں ان کی سخت ضرورت پڑے گی۔ یہ کام چنگیز خان کے بیٹے تولی خان کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں مکمل کرنا ہے خواہ وہ اس کے لئے دن اور رات کام کریں۔ اور اس کا انہیں معقول معاوضہ دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ جب تولی خان یہاں پہنچے گا تو فصیل کے اوپر ہر برج میں مٹی کی

انگیٹھیوں کے اندر آگ جلتی رہنی چاہئے۔ تیروں کی انیوں کو اس آگ کے اندر رکھ دیا جائے گا اور جس وقت منگول حملہ آور ہونے کے لئے شہر کی فصیل کے قریب آئیں گے تو آگ میں سرخ کی ہوئی تیروں کی انیاں جب ان پر برسات کی طرح برسیں گی تو منگول چیخ چلا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اگر چند دن تک ہم نے ان کے ساتھ یہی کھیل کھیلا تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں، چنگیز خان کا بیٹا تولی خان کتنا ہی بہادر، جرأت مند اور ظالم ہوا، کالیوین شہر سے ہٹ جائے گا۔ اسے فتح کرنے کا ارادہ بھی ترک کر دے گا۔"

شہر کے سابق حاکم اور سارے رؤساء نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر شہر کا سابق حاکم بڑی عقیدت اور ارادت مندی میں نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! شہر کے لوگوں کے مشورے سے ہم نے آج ایک اور کام کرنا ہے۔ پہلے آپ کے لشکر کے جہاں گھوڑے بندھتے تھے، سردی سے ان کے بچاؤ کے لئے شہر کے لوگ الاؤ گرم کر دیتے تھے جو ساری رات دہکتے رہتے تھے اور گھوڑے سردی سے بچے رہتے تھے، اب شہر کے لوگوں نے آج سے یہ اہتمام کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ آپ کے لشکر کے اندر بھی جگہ جگہ آگ کے الاؤ روشن کئے جائیں گے تا کہ آپ اور تھکے ہارے لشکری سردی سے بچتے ہوئے آرام کر سکیں۔"

جواب میں بڑی ممنونیت سے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے جب نظام الدین نے ان کا شکریہ ادا کیا، تب وہ نظام الدین سے اجازت لے کر وہاں سے چلے گئے تھے اور لشکر کی دعوت کے اہتمام میں لگ گئے تھے۔

نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان اور دوسرے چھوٹے سالار بھی وہاں سے ہٹے اور اپنے اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

برغہ خان اپنے خیمے کی طرف جانے کے بجائے سیدھا اولون کے خیمے کی طرف گیا۔ وہ اس وقت اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ برغہ خان کو دیکھتے ہی اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی، پھر برغہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! پہلے یہ بتائیں، کیا امیر نظام الدین اپنے خیمے میں آ گئے ہیں؟ اگر وہ آ گئے ہیں تو میں اُن کے پاس جاؤں گی۔ تولی کے لشکر کے خلاف اس شاندار فتح پر میں انہیں

مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔ ساتھ ہی مجھے ان سے ایک کام بھی ہے۔"

برغہ خان مسکرا دیا، کہنے لگا۔

"میری بیٹی! بیٹھو۔ میں بھی تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اولون بیٹھ گئی اور تشویش بھرے انداز میں برغہ خان کی طرف دیکھنے لگی۔ برغہ خان جب بیٹھ گیا، تب اولون بولی اور کہنے لگی۔

"بابا! کوئی خیر کی گفتگو کرنا۔ کیا مجھ سے آپ کے حق میں کوئی غلطی ہوگئی ہے جو آپ باز پرس والی گفتگو مجھ سے کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی....."

اولون اپنی بات مکمل نہ کرسکی۔ اس سے پہلے ہی برغہ خان بول اٹھا اور کہنے لگا۔

"بیٹی! میں تم سے تمہاری بہتری، تمہاری بھلائی اور تمہارے مستقبل سے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تم جہاں میری بیٹی ہو، وہاں بہن بھی۔ تم جانتی ہو کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ جس وقت چنگیز خان کے ساتھ میری جنگ ہوئی تھی اور میں نے اُسے گرفتار کیا تھا، اُس وقت گو قبیلے کا اصل سردار میرا باپ تھا لیکن اپنی سرداری کے سارے حقوق اس نے مجھے سونپ رکھے تھے۔ حالانکہ میں اُس وقت نابالغ تھا۔ میری بچی! میں نے بچپن سے ہی زمانے کے گرم سرد دیکھ رکھے ہیں۔ اَن گنت لڑائیوں میں حصہ لیا۔ مجھے یہ بھی فخر ہے کہ میں نے اس چنگیز خان کو کئی بار شکست دی۔ میری بیٹی! اب جو کام میرے سر پر آن پڑا ہے وہ تیری ذات کا ہے۔ میں چاہتا ہوں تُو اب وقت ضائع کئے بغیر نظام الدین سے شادی کرلے۔ اگر تُو حامی بھرے تو میں ابھی جا کے نظام الدین سے اس موضوع پر بات کرتا ہوں تاکہ کالیوین شہر کے اندر ہی قیام کے دوران تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔"

برغہ خان کی یہ گفتگو سن کر اولون پریشانی اور فکرمندی کا شکار ہوگئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برغہ خان دوبارہ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! کیا ہوا؟ میں دیکھتا ہوں تم پریشان سی ہوگئی ہو۔ دیکھو، یہ تو طے ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو اور یہ بھی طے ہے کہ تم دونوں نے شادی بھی ایک دوسرے سے کرنی ہے۔ جب کرنی ہے تو پھر کل کیوں؟ آج کیوں نہیں؟"

برغہ خان کی اس گفتگو پر ہلکا سا تبسم اولون کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگی۔

''بابا! شادی کے سلسلے میں اپنے پچھلے پڑاؤ کی کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر میری امیر کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی۔ میں خود چاہتی تھی کہ امیر سے میری شادی ہو جائے، میں اُن کے خیمے میں منتقل ہو جاؤں، اُن کے سارے کام کروں۔ لیکن اُس وقت امیر نے ایک بات کہی تھی جو میرے دل میں بیٹھ گئی تھی۔ امیر نے کہا تھا کہ اگر ہم دونوں شادی کر لیتے ہیں تو ہمارے بچے بھی ہوں گے۔ جبکہ ہمارا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں جہاں ہم قیام کر سکیں۔ امیر کا کہنا تھا کہ کیا میں گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر بچوں کو اپنی کمر پر باندھے سرگرداں پھرتی رہوں گی؟

دوسری بات یہ بھی ہے بابا! کہ میں امیر کو کسی حالت میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی۔ ابھی جو لشکر لے کر وہ تولی خان کے ہراول کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے تھے تو اس میں بھی میں نے شامل ہونے کے لئے کہا تھا لیکن انہوں نے مجھے بڑے پیار اور بڑی شفقت کے ساتھ ٹال دیا تھا۔ اور مجھے شہر کے اندر ہی رہنے کے لئے کہا۔ میں جانتی ہوں جب میری شادی ہو جائے گی تو وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھیں گے، میری حفاظت، میرے تحفظ کے لئے پہلے وہ اپنا کوئی ٹھکانہ بنائیں گے۔ اُس ٹھکانے میں مجھے منتقل کریں گے، اس کے بعد سکون کے ساتھ وہ جنگوں میں حصہ لیں گے۔ اور اگر شادی کے بعد ہمارے بچے ہوتے ہیں تو ان بچوں کو بھی ہم سفر اور جنگوں میں اپنے ساتھ گھسیٹتے ہیں تو بابا! ہمارے لئے بہت سی مشکلات اور تکالیف اُٹھ کھڑی ہوں گی۔''

اولون کی اس گفتگو سے برغہ خان گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔ پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''میری بچی! تیرا کہنا درست ہے۔ نظام الدین نے اگر یہ فیصلہ کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں، یہ فیصلہ درست ہے۔ لہٰذا تمہاری گفتگو سننے کے بعد اب میں نظام الدین سے اس موضوع پر گفتگو نہیں کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی برغہ خان اُٹھ کھڑا ہوا اور اولون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اولون! میں اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں۔ اپنا یہ جنگی لباس تبدیل کرتا ہوں۔ اتنی دیر تک تم نظام الدین کی طرف جاؤ۔ تھوڑی دیر تک میں بھی نظام الدین کے پاس آتا ہوں۔''

برغہ جب چلا گیا، تب اولون اپنے خیمے سے نکلی، نظام الدین کے خیمے کے دروازے پر گئی تو اس نے دیکھا، نظام الدین لباس تبدیل کرنے کے بعد بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ خیمے کی چھت کے بانس کو بڑی اُداسی، بڑی فکرمندی سے دیکھے جا رہا تھا۔ اولون جب کھنکارتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئی، تب نظام الدین اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اولون جب اُس کے سامنے جا کر بیٹھی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے انتہا درجہ کی فکرمند ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ اُس نے دیکھا، نظام الدین کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے آنسوؤں کے قطرے تیر رہے تھے جنہیں جلدی جلدی اس نے اپنے سر پر بندھے ہوئے عمامے کے پلّو سے پونچھ لیا۔ اُس کی اس حرکت پر اولون کٹ کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک اُس کی طرف دیکھتی رہی، پھر ہلکی ہلکی روتی آواز میں اُس نے نظام الدین کو مخاطب کیا۔

''آپ کی آنکھوں میں یہ آنسو کیوں؟ کیا آپ کو کسی کی طرف سے دکھ یا اذیت پہنچی ہے؟''

لگتا تھا، نظام الدین کا دل اولون کی اس گفتگو سے بھر آیا تھا اور جب اُس نے نفی میں گردن ہلائی تو اُس کی آنکھوں سے کئی آنسو اُس کے دامن پر گر گئے تھے اور یہ صورتِ حال یقیناً اولون کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ بڑی چاہت سے اپنے سر پر بندھے ہوئے رومال سے اُس نے نظام الدین کی آنکھیں خشک کیں، پھر سسکتی ہوئی آواز میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا ہوا؟ کس وجہ سے آپ کی یہ حالت ہوئی؟''

اس پر نظام الدین سسک پڑا۔ کہنے لگا۔

''بس، یہاں لیٹے لیٹے اچانک مجھے اپنی ماں، اپنی نانی کی یاد آ گئی تھی۔ ماموں اور ماموں زاد کی تصویریں میری نگاہوں کے سامنے پرچھائیوں کی طرح گھومنے لگی تھیں۔ بس ماں اور نانی کی یاد نے مجھے اُداس اور افسردہ کر دیا۔''

نظام الدین کی اس حالت پر اولون بھی سسک پڑی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی تسلی کی خاطر نظام الدین بول اُٹھا۔

''نیشاپور میں جہاں منگولوں کے ہاتھوں ان گنت لوگ زرد پتوں کی کہانیوں، مقدر کی تشنہ کامی، اذیتوں اور موت کے جھونکوں کی یلغار کا شکار ہو گئے، وہاں میری نانی، ماں،

ماموں اور اس کا بیٹا بھی نرغۂ باطل میں موت کی گردش کا شکار ہو گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رُکا، پھر لرزتی کانپتی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"ہاں، کبھی کبھی ماضی کے کھنڈرات میں مجھے اپنی ماں اور نانی کے سراپا التجا چہرے دکھائی دیتے ہیں۔ خاموش ویرانیوں میں اُن کی دبی دبی صدائیں محسوس ہوتی ہیں۔ ماں بڑا محترم، بڑا پُروقار رشتہ ہوتا ہے۔ ماں اپنی اولاد کے لئے احساس کو لفظوں میں سمو دیتی ہے، سمندر کو قطرے میں ڈبو کر رکھ سکتی ہے، اندھیری راتوں کے ستاروں سے ماں کی ممتا زیادہ روشن ہوتی ہے۔ میری ماں بھی میرے لئے نغموں کے برستے ساون جیسی محبت کرنے والی، سارے دکھ سمیٹ لینے والی تھی۔"

اولون جو سسک رہی تھی، اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی آنکھیں خشک کیں، پھر کہنے لگی۔ "یہ چنگیز خان خیر کے قحط میں جنوں خیزی کا نمائندہ اور شر کی ریت رواجوں کا منبع ہے۔"

اولون کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ نظام الدین پھر بول اُٹھا۔

"مجھے صرف اپنی ماں، نانی اور دوسرے عزیز و اقارب کے مرنے کا دکھ نہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے دکھ، بہت سے صدمے میرے دل کے قرطاس پر لکھے ہوئے ہیں۔ سمرقند، بخارا، بلخ، خوارزم اور دوسرے شہروں کی نوحہ کرتی مسجدیں، روتی درسگاہیں، خون آلود دریچے، لہو رنگ نہائے ارتقاء کے دائرے اور شہروں کے اندر لکھی جانے والی داستانیں میرے دل پر رقم ہیں۔ اور اکثر و بیشتر وہ مجھ سے بازپرس کرتی ہیں کہ مسلمان کہاں سوئے پڑے ہیں؟ کیا کوئی بھی ان کا محافظ، کوئی بھی ان کا رکھوالا نہیں ہے؟ کیا قوم کی حفاظت کرنے والے سب بے حمیتی کی گہری نیند سو چکے ہیں؟"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین کی آواز ڈوب گئی تھی۔ اولون بھی آنسو بہاتی ہوئی اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ نظام الدین پھر بول اُٹھا۔

"یہ سب کچھ ہمارے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی وجہ سے ہوا۔ اگر وہ تازہ خیالوں کا نمائندہ بن کر چنگیز خان کے سامنے خم ٹھونک کر آتا تو ہمارے پاس ایسے ایسے سالار، ایسے ہنر سے کام لینے والے نمائندے تھے کہ ہم چنگیز خان کو بدترین شکست دے کر صحرائے گوبی کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیتے۔ لیکن ہائے حیف، علاؤالدین

خوارزم شاہ پیڑوں کی شاخوں کی طرح کانپتا، بے اعتمادی کی دھول میں بھاگتا رہا۔ اگر وہ خضرِ راہ بن چنگیز خان کا مقابلہ کرتا تو یقیناً ہمارے لشکر، منگولوں کے نفس نفس میں زہر رواں کر دیتے۔ بدقسمت تھا علاؤالدین خوارزم شاہ کہ زندگی میں سب کے کام بناتا رہا لیکن اپنی منزل کو کھو بیٹھا۔ ماضی میں کالی راتوں میں بھولے ہوؤں کو راستہ دکھاتا رہا اور خود یہاں آ کر روشنی سے محروم جگنوؤں سا ہو کر رہ گیا۔ کاش وہ اپنے ماضی کا مطالعہ کرتا، کاش اپنے ماضی کو یاد کرتا تو چنگیز خان کے سامنے یوں سرگرداں نہ رہتا۔ علاؤالدین خوارزم شاہ وہ سلطان تھا کہ جب کبھی وہ لشکر لے کر نکلتا تھا تو چاروں طرف اُس کی جرأت مندی، اُس کی دلیری، اُس کی شجاعت کی دھاک بیٹھ جاتی تھی۔ بڑے بڑے سرکش باغی، بڑے بڑے جابر حکمران اُس کے سامنے سرنگوں ہو جایا کرتے تھے۔ پھر نہ جانے وہ کس بے اعتمادی اور نجومیوں کی وجہ سے کن برے شگونوں کا شکار ہوا کہ اس نے اپنے لئے دشمن کا مقابلہ کرنا حرام خیال کر لیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تک اولون مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھتی رہی تا کہ وہ سنبھل جائے۔ جب نظام الدین نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا، تب اولون بولی اور کہنے لگی۔

"میں آپ کے پاس دو کاموں کے سلسلے میں آئی ہوں۔"

نظام الدین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"کون سے دو کام؟"

اولون بولی اور کہنے لگی۔

"پہلا کام یہ کہ ہو سکتا ہے، چند دن تک تولی خان اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائے۔ اس کے تیس ہزار کے لشکر کو جو نقصان ہوا ہے، ساتھ ہی اس کے جو دو سالار مارے گئے ہیں، ان کا انتقام وہ کالیوین شہر والوں سے ضرور لے گا۔ میں چاہتی ہوں، جب آپ تولی خان کا مقابلہ کریں تو میں آپ کے پہلو بہ پہلو رہ کر جنگ میں حصہ لوں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے اپنے آپ سے علیحدہ اور جدا نہ کیجئے گا۔ اس لئے کہ ہم دونوں کی منزل ایک ہے۔ ہم دونوں ایک مسافت کے مسافر ہیں۔"

جواب میں مسکراتے ہوئے نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

”اولون! ہم تولی خان کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر نہیں کریں گے۔ تم جانتی ہو، وہ ایک ایسا لشکر لے کر آ رہا ہے، جس کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ بس ہم اپنے شہر اور قلعے کی حفاظت کریں گے اور مجھے اُمید ہے کہ ایسی حفاظت کریں گے کہ تولی کو یہاں سے ناکام اور نامراد جانا ہوگا۔ اس بنا پر تمہیں میرے ساتھ شہر سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔“

نظام الدین کے خاموش ہونے پر اولون پھر بولی اور کہنے لگی۔

”میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ آپ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کروں۔ میں چاہتی ہوں، جب آپ شہر کا دفاع کریں گے تو میں آپ کے پہلو بہ پہلو اس کام میں حصہ لوں۔“

اس موقع پر ایک گہری نگاہ نظام الدین نے اولون پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”اولون! وقت آنے دو۔ اس لئے کہ ہم فصیل کے اوپر برجوں کے اندر محفوظ رہتے ہوئے زیادہ تر تیراندازی سے کام لیں گے۔ اس سلسلے میں اگر حصہ لینا چاہو گی تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا، روکوں گا نہیں۔ تمہارا ایک مسئلہ حل ہوا۔ اب اپنا دوسرا کام کہو۔ اس لئے کہ ایک سلسلے میں، میں نے بھی تم سے گفتگو کرنی ہے۔“

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون چونکی تھی، پھر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”پہلے آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

جواب میں نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں، یوں نہیں۔ تم نے پہلے کہا تھا کہ تم دو کاموں کے سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ ایک بات تم نے کہہ دی۔ اب دوسری کہو۔“

جواب میں بڑے پیارے انداز میں اولون نے پہلے نفی میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگی۔

”پہلے آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، کہیں۔ اس کے بعد میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں کہوں گی۔ اور مجھے اُمید ہے کہ آپ میری بات مان جائیں گے۔“

نظام الدین مسکرا دیا۔ پھر اس نے اپنے خیمے کے کونے میں پڑی چمڑے کی بڑی خرجین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا اگر یہ بات ہے تو اس چمڑے کی خرجین کی طرف جاؤ۔ اس کے اندر ایک اور خرجین ہوگی۔ وہ نکال کر میرے پاس لاؤ۔''

اولون اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے کے کونے میں گئی۔ اُس نے بڑی چمڑے کی خرجین میں سے ایک اور چھوٹی چمڑے کی خرجین نکالی، پھر وہ لاکر اس نے نظام الدین کی گود میں رکھ دی تھی۔

نظام الدین نے گھورنے کے انداز میں لحہ بھر کے لئے اولون کی طرف دیکھا، پھر چمڑے کی وہ خرجین اُس نے اولون کی گود میں رکھی اور کہنے لگا۔

''اسے کھولو اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں، وہ باہر نکال کر رکھو۔''

اولون نے خرجین کا منہ کھولا، پھر اس میں سے اُس نے نقدی کی چار تھیلیاں نکال کر اپنے اور نظام الدین کے بیچ میں رکھ دیں۔ نظام الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

''یہ نقدی کی چار تھلیاں ہیں۔ دو تھیلیاں دوبارہ اس خرجین میں ڈالو۔ اس کے بعد میں تم سے گفتگو کرتا ہوں۔''

اولون نے دو تھیلیاں اُٹھا کر اُسی خرجین میں ڈال دیں۔

پھر نظام الدین مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

''اب اپنی جگہ پر کھڑی ہو جاؤ۔''

اولون کھڑی ہو گئی۔ نظام الدین کہنے لگا۔

''یہ خرجین اُٹھاؤ اور جس بڑی خرجین سے اسے نکال کے لائی ہو، وہیں رکھ کر آؤ۔ پھر میری بات سنو۔''

اولون خیمے کے کونے میں گئی، اس خرجین کو بڑی خرجین میں ڈال کر دوبارہ آ کر وہ نظام الدین کے سامنے جب بیٹھ گئی تب نظام الدین نے کہنا شروع کیا۔

''اولون! تمہارے ساتھ میرا ایک تعلق، ایک واسطہ اور رشتہ ہے۔ ہم خود ہی نہیں، حالات اور لشکر کے سالار بھی ہم دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کر چکے ہیں۔ لہٰذا تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ تمہاری حفاظت اور تمہارا تحفظ بھی میرے ذمے ہے۔ میرے پاس نقدی کی چار تھیلیاں ہیں۔ دو تھیلیاں جو اس خرجین میں ڈال کر واپس رکھ آئی ہو، وہ تھیلیاں اپنے ساتھ خیمے میں لے جاؤ۔ یہ نقدی جس قدر ان

تھیلیوں میں ہے، یہ تمہارے استعمال میں رہے گی۔ اب کوئی اعتراض مت کھڑا کرنا۔ میں نے جو بات کہنی تھی، کہہ چکا۔ اب تم دوسری بات کہو۔"

اولون کھل کر مسکرائی اور کہنے لگی۔

"اب میرے پاس دوسری بات کہنے کے لئے ہے ہی نہیں۔ اس لئے کہ آپ نے سارا مسئلہ ہی حل کر دیا۔ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں آپ سے کچھ نقدی ہی مانگنے آئی تھی لیکن یہ جو تھیلیاں آپ مجھے دے رہے ہیں، یہ نقدی بہت زیادہ ہے۔ میں کہاں سنبھالتی پھروں گی؟"

جواب میں نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"چار تھیلیوں میں دو تھیلیاں تمہارے پاس رہیں گی اور دو میرے پاس۔ ایک شخص کے پاس ساری نقدی نہیں رہنی چاہئے۔ لہٰذا یہ نقدی لے کر اب اپنے خیمے میں جاؤ۔ پر یہ تو کہو، تم جو نقدی مجھ سے مانگنے کے لئے آئی تھیں تو کیا اس کی کوئی انتہائی ضروری وجہ نکل آئی تھی؟"

اولون پھر مسکرائی اور کہنے لگی۔

"فی الحال آپ مجھ سے یہ مت پوچھئے گا کہ میں نقدی آپ سے کیوں مانگنے کے لئے آئی تھی۔ بس مجھے چند دن دیں۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ میں آپ کے پاس نقدی لینے کے لئے کیوں آئی تھی۔ اب میں جاتی ہوں۔ ساتھ ہی مجھے یہ بھی اجازت دیں کہ میں بازار ہو کر آؤں۔"

نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اگر تم بازار جانا چاہتی ہو تو جاؤ۔ کوئی تمہیں منع نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

اولون نے نقدی کی دونوں تھیلیاں اُٹھائیں، پھر تشکر آمیز انداز میں وہ نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے خیمے سے نکل گئی تھی۔

اولون نے دونوں تھیلیاں اپنے پاس رکھیں، اپنے خیمے کی طرف جانے کے بجائے وہ سیدھی بازار کی طرف چلی گئی۔ کالیوین شہر کے بازار سے اس نے کچھ اپنے لئے، کچھ نظام الدین کے لئے کپڑے خریدے۔ پھر وہ ان کپڑوں کی گٹھڑی اُٹھائے ایک خیاط کی

دکان پر پہنچی۔ دکان میں کئی خیاط بیٹھے کپڑے سی رہے تھے۔ ان میں سے جو ایک بزرگ تھا، وہ اُٹھا، اولون کے پاس آیا اور بڑی شفقت سے کہنے لگا۔

”بیٹی! تمہیں کیا کام ہے؟“

اولون نے اُسے کپڑوں کی گٹھڑی دکھائی اور کہنے لگی۔

”اس میں دو طرح کے کپڑے ہیں۔ زنانہ اور مردانہ۔ یہ میں نے سلوانے ہیں۔“

بوڑھا بولا اور کہنے لگا۔ ”بیٹی! اندر آؤ۔“

ایک نشست کی طرف اس نے اشارہ کیا۔ اولون کو وہاں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئی، تب بوڑھا بولا اور کہنے لگا۔

”بیٹی! جو کپڑے تم سلوانا چاہتی ہو، ان کے ناپ کے کپڑے لے کر آئی ہو؟“

اولون مسکراتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

”جو کپڑے میں سلوانا چاہتی ہوں، ان کے ناپ اسی گٹھڑی کے اندر موجود ہیں۔“

اس پر بوڑھا مسکرایا اور کہنے لگا۔ ”بیٹی! تم تھوڑی دیر یہیں بیٹھو۔“

پھر ایک خیاط کو اس نے اشارے سے بلایا اور دکان کے پیچھے جو چھوٹا سا کمرہ تھا، جس میں کپڑے رکھے تھے، اس میں لے گیا۔ گٹھڑی اُس نے کھولی، پہلے سارے کپڑوں کا جائزہ لیا، پھر جس خیاط کو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا، اسے مخاطب کر کے نہایت رازداری اور دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

”یہ جو لڑکی کپڑے لے کر آئی ہے، اسے میں نے امیر نظام الدین کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ لڑکی منگول ہے، مسلمان ہے۔ اسلام قبول کر چکی ہے۔ اس سے متعلق میں نے تفصیل بھی جان لی ہے۔ یہ امیر نظام الدین سے منسوب ہو چکی ہے۔ میرے بیٹے! یہ کپڑے چونکہ امیر نظام الدین اور اس لڑکی کے ہیں، لٰہذا یہ کپڑے کل تک تیار ہو جانے چاہئیں۔ کیونکہ امیر نظام الدین وہ شخصیت ہیں جو نہ صرف اس شہر کے حاکم ہیں بلکہ انہوں نے منگولوں کے ایک لشکر کو بدترین شکست دے کر اس شہر کی حفاظت کا بھی سامان کیا ہے۔“

اس کے بعد گٹھڑی میں سے نظام الدین کے کپڑوں کا ایک جوڑا اور ایک جوڑا اولون کے کپڑوں کا لے کر اُس بزرگ خیاط نے ناپ لے لیا تھا۔ پھر سارے کپڑے

اُس نے اندر ہی اندر دوسرے خیاط کے حوالے کئے اور جس کپڑے میں سارے کپڑے باندھ کر اولون لائی تھی، اُسی کپڑے میں اُس کا اور نظام الدین کا لباس باندھ کر وہ اولون کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! یہ جو ناپ والے کپڑے ہیں، میں نے ان کا ناپ لے لیا ہے۔ میری بچی! اب تُو جا۔ تجھے زحمت نہیں کرنا پڑے گی۔ میں تجھے پہچان گیا ہوں۔ تُو امیر نظام الدین کے لشکر میں شامل ہے۔ بیٹی! کل یہ کپڑے میں خود پڑاؤ میں آکر پہنچاؤں گا۔ تجھے نہ آنے کی ضرورت ہے نہ فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔''

اولون مطمئن ہوگئی تھی۔ پھر اس بوڑھے خیاط کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

دوسرے روز نظام الدین جس وقت عارض زوزنی، برغہ خان، شہر کے رؤساء اور دیگر سالاروں کے ساتھ شہر اور قلعے کی فصیل کے انتظامات مکمل کرنے میں مصروف تھا، تب وہ بوڑھا خیاط مختلف لوگوں سے پوچھتا ہوا اولون کے خیمے کے دروازے پر آیا۔ اولون اس وقت اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازے پر کھڑے ہی کھڑے وہ بوڑھا خیاط بولا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! یہ کپڑے سل گئے ہیں۔ لے لو میری بچی!''

اولون کہنے لگی۔ ''آپ اندر آکر بیٹھیں نا۔''

بوڑھا کہنے لگا۔ ''نہیں میری بیٹی! دکان میں بہت کام ہے۔ تم کپڑے لے لو۔ میں واپس جاتا ہوں۔''

اولون اپنی جگہ سے اُٹھی، کپڑے لے کر اُس نے نشست پر رکھے۔ جب واپس مڑ کے وہ خیمے کے دروازے پر آئی تو اس نے دیکھا، بوڑھا ذرا فاصلے پر واپس جا رہا تھا۔

اولون نے اسے آواز دے کر روکا۔ اولون کے رکنے پر وہ بوڑھا رک گیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اولون اس کے سامنے آئی اور احتجاج کرنے کے انداز میں وہ کہنے لگی۔

''آپ میرے باپ کی جگہ ہیں۔ آپ نے کپڑے تو دے دیئے ہیں، لیکن آپ کو یہ بھی سوچنا چاہئے تھا کہ آپ نے ان کپڑوں کے سینے کا معاوضہ بھی لینا ہے۔''

بوڑھا مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری بچی! میری بیٹی! میں ان کپڑوں کا معاوضہ نہیں لوں گا۔''

اس پر اولون بلند آواز میں کہنے لگی۔

''کیوں نہیں لیں گے آپ معاوضہ؟ معاوضہ آپ کو لینا پڑے گا۔''

جب اولون بلند آواز میں باتیں کرنے لگی، تب بہت سے لشکری وہاں آن جمع ہوئے تھے۔ لوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر شہر کے کچھ رؤساء نظام الدین، برغہ خان اور عارض زوزنی بھی نیچے اُتر آئے تھے۔

انہوں نے جب دیکھا کہ لشکریوں کے درمیان اولون کھڑی ہے اور اس کے سامنے ایک بوڑھا کھڑا ہے اور کسی بات پر تکرار ہو رہی ہے، تب نظام الدین، اس کے پیچھے برغہ خان، عارض زوزنی اور شہر کے کچھ رؤساء آگے بڑھے۔ نظام الدین کو دیکھ کر لشکری ایک طرف ہٹتے ہوئے اسے راستہ دینے لگے۔

نظام الدین، اولون کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا بات ہے؟''

اس پر اولون بولی اور کہنے لگی۔

''میں کل بازار گئی تھی۔ کچھ کپڑے میں نے اپنے اور آپ کے خریدے تھے، انہیں سینے کے لئے دے کر آئی تھی۔ ان کی مہربانی، یہ سارے کپڑے آج ہی سی کر لے آئے ہیں۔ مجھے دروازے پر کھڑے ہی کھڑے کپڑے دیئے۔ جونہی میں کپڑے خیمے کے اندر رکھ کر باہر آئی، یہ چل دیئے۔ کپڑوں کی سلائی کی رقم بھی انہوں نے نہیں لی۔ میں نے انہیں پیچھے سے پکارا تو یہ رک گئے۔ اب میرے اور ان کے درمیان تکرار ہو رہی ہے۔ یہ کپڑے سینے کا معاوضہ نہیں لینا چاہتے، میں کہہ رہی تھی کہ معاوضہ آپ کو لینا پڑے گا۔ بس یہی معاملہ ہے۔''

نظام الدین مسکرا دیا۔ دو ایک بار اس بوڑھے کے شانے دبائے، پھر بڑی محبت میں کہنے لگا۔

''آپ اپنے کپڑے سینے کا معاوضہ کیوں نہیں لیتے؟''

جواب میں اس بوڑھے کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ شکستہ سی آواز میں کہنے لگا۔

''امیر! آپ نے میرے شانے دبا کر مجھے وہ عزت، وہ سعادت دے دی ہے جسے

میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بچی جب کپڑے سینے کے لئے دینے آئی تھی، میں اسے پہچان گیا تھا۔ جس وقت آپ کا لشکر آیا تھا، میں نے اسے آپ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اور پھر میں نے اس سے متعلق تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ آپ کی منسوبہ ہے۔ جب یہ کپڑے لے کر میری دکان پر آئی تو میں سمجھ گیا کہ یہ کپڑے اس کے اور امیر نظام الدین کے ہیں۔ امیر! آپ برا نہ مانئے گا۔ میں آپ کے کپڑوں کی سلائی نہیں لوں گا۔“

اس پر نظام الدین نے غور سے اس بوڑھے کی طرف دیکھا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے محنت کی ہے، کپڑے سیئے ہیں۔ آپ کا حق بنتا ہے، آپ کیوں سلائی کی رقم نہیں لینا چاہتے؟“

اس پر بوڑھا کپکپاتی مگر ڈوبتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

”آپ کا اس شہر سے کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں۔ شہر والوں کے بلانے پر آپ یہاں تشریف لائے۔ اس شہر پر منگولوں نے حملہ کیا۔ آپ نے انہیں بدترین شکست دی۔ یہاں کے لوگوں، شہر اور قلعے کو بچایا۔ ہم پر اتنے احسانات کرنے کے بعد بھی آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں آپ کے کپڑوں کی سلائی کیوں نہیں لے رہا۔“

پہلے اس بوڑھے کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی، پھر رو دیا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

”حرام..... حرام..... حرام..... اگر میں امیر نظام الدین کے کپڑوں کی سلائی لوں تو مجھ پر حرام ہے۔ میں اگر اس سلائی کا معاوضہ لوں تو مجھ پر سینکڑوں بار لعنت۔“

اُس بوڑھے خیاط کے ان الفاظ پر نظام الدین اور وہاں کھڑے سب لوگ بے حد متاثر ہوئے۔ نظام الدین آگے بڑھا، اس بوڑھے کو اُس نے اپنے گلے لگا لیا، پھر علیحدہ کیا، پھر بڑی عقیدت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مسلم اُمہ میں آپ جیسے لوگ ہی زندگی کے لئے کاروانوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ آپ جیسے لوگ ہی جھلملاتے چراغ آندھیوں میں روشن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میرے بزرگ! آپ جیسے لوگ جو سینے میں ملت کا درد رکھتے ہیں، وہی صبح کی روشنیوں میں ہمارے لئے سعادت کا سرچشمہ، روح کا سرور، قلب کی پاکیزگی، امن کا ترنم، سچائی کی کرنوں کا نقاب ہیں۔ آپ جیسے مخلص لوگ ہی قضا کے آہنی دروازوں اور

موت کے نیزوں کی چمکتی انیوں میں ہمارے وجود کا رابطہ، ہمارے تن کا تعلق، ہماری محبتوں کا ثمر، ہماری چاہتوں کا اثر، ہماری جانوں کی راحت اور دُکھوں کے ہیجان میں ہمارے لئے زیست کی مانگ کے ستارے ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کی عظمت اور جو الفاظ آپ نے ادا کئے ہیں، میں انہیں صد بار سلام پیش کرتا ہوں۔"

اس بوڑھے خیاط نے تڑپ کر نظام الدین کا پیشانی کی طرف جاتا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔

"امیر! آپ کیسی گفتگو کر رہے ہیں؟ ہم تو آپ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ خداوند قدوس دو آنکھوں کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ ایک وہ آنکھ جو اُس کی یاد میں روتی ہے۔ دوسری وہ آنکھ جو رات کو جاگتے ہوئے اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے۔ امیر! آپ ملت کے امین ہیں۔ آپ اپنی قوم کے محافظ، نگہدار اور قوم کی ماں بیٹیوں اور بہنوں کو تحفظ دینے والے ہیں۔ ہم تو آپ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ میری دعا ہے کہ خداوندِ قدوس آپ لوگوں کو قدم قدم پر کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے۔ امیر! اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں جاؤں گا۔ اس لئے کہ دکان میں کام کرنے والے خیاط بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

اس موقع پر نظام الدین نے ایک بار پھر اس بوڑھے خیاط کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔

"جب تک میرا قیام یہاں ہے، آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور مجھ سے رابطہ قائم کیجئے گا۔"

اُس بوڑھے نے نظام الدین کا شکریہ ادا کیا، پھر وہاں سے چل دیا تھا۔

اولون تیز تیز قدم اُٹھاتی ہوئی پہلے اپنے خیمے کی طرف گئی۔ وہاں سے اُس نے بوڑھے خیاط کے لائے ہوئے سارے کپڑے لئے، اس کے بعد وہ نظام الدین کے خیمے میں داخل ہوئی۔ اس کے داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد نظام الدین بھی خیمے میں داخل ہوا۔ اتنی دیر تک اولون کپڑے اپنے سامنے رکھے خیمے کے وسط میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آگے بڑھ کر نظام الدین اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کے اس طرح دیکھنے سے اولون کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ پھر

سہمی سہمی سی آواز میں کہنے لگی۔

"آپ مجھے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ابھی اسی وقت اُٹھ کر مجھے مارنا شروع کر دیں گے۔"

اولون کے ان الفاظ پر نظام الدین ہنس دیا پھر کہنے لگا۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔ پر تم نے کب یہ کپڑے خریدے؟ اور اتنی جلدی سل کیسے گئے؟"

اولون نے نظام الدین کے کپڑے علیحدہ کئے، اپنے ایک طرف رکھے، پھر کہنے لگی۔

"جس روز آپ نے مجھے نقدی دی تھی، اُسی روز میں بازار گئی تھی۔ آپ کے لئے اور اپنے لئے کپڑے خریدے تھے۔ راستے میں اس بوڑھے خیاط کی دکان پر گئی۔ اس لئے کہ اس کی دکان پر کام کرنے والے اور بہت سے خیاط بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس بوڑھے کو کپڑے سینے کے لئے دے دیئے اور ناپ کے لئے میں اپنا اور آپ کا ایک لباس لے گئی تھی۔ اب پتہ نہیں اس بوڑھے نے کس موقع پر مجھے آپ کے ساتھ دیکھا ہوگا اور یہ جان گیا کہ میں آپ کی منسوبہ ہوں اور میرے کپڑوں کے ساتھ یقیناً آپ کے کپڑے ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر اس نے سلائی کی رقم لینے سے انکار کر دیا۔ میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ وہ ہر صورت اپنی سلائی کی رقم لے کر جائے۔ میں کپڑے لینے کے بعد جب کپڑے رکھنے کے لئے خیمے کے وسطی حصے کی طرف گئی تو بوڑھا خیاط واپس چل دیا۔ میں اُس کے پیچھے بھاگی، اُسے روکا۔ اس کے بعد اُس کے ساتھ تکرار شروع ہو گئی۔ میں پیسے دینا چاہتی تھی، وہ لے نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، آپ نے بھی دیکھا۔ کیونکہ آپ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔"

نظام الدین مسکرایا اور بولا۔

"اچھا یہ کپڑے سنبھالو۔ میں تمہارے اور بوڑھے خیاط کے درمیان تکرار کی وجہ سے فصیل سے نیچے اُتر آیا تھا۔ میں پھر فصیل پر جاتا ہوں۔ اس لئے کہ چنگیز خان کا بیٹا تولائی کسی بھی وقت اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا۔ اس کا استقبال کرنے کے لئے ہم نے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رکھی ہے لیکن پھر بھی انتظامات پر نگاہ رکھنا بہت ضروری ہے۔"

جواب میں اولون اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے کپڑے سنبھالے، پھر نظام الدین کو

مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میں اپنے کپڑے رکھنے اپنے خیمے تک جا رہی ہوں۔ میرے آنے تک آپ نے جو لباس پہن رکھا ہے، یہ اُتار دیں۔ میں دھولوں گی۔ اور جو کپڑے میں نئے سلوا کر لائی ہوں، ان میں سے کوئی بھی لباس پہن لیں۔ اس پر بحث یا تکرار نہ کیجئے گا۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی اولون خیمے سے نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ اُس کا کہا مانتے ہوئے نظام الدین نے پہلا لباس اُتار دیا تھا اور نیا لباس پہن لیا تھا۔ اس لباس میں نظام الدین کو دیکھتے ہوئے اولون بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس موقع پر نظام الدین نے اولون کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"اولون! تم میرے خیمے میں یا اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ میں ایک بار پھر فصیل کی طرف جاتا ہوں۔ گو ہم نے چنگیز خان کے بیٹے تولائی سے نمٹنے کے لئے انتظامات مکمل کر رکھے ہیں لیکن پھر بھی لشکر کو فصیل کے اوپر مستعد رکھنے کے لئے سالاروں کا ان کے اندر بیٹھنا اُٹھنا، ان کے پاس جانا انتہائی ضروری ہے۔"

اولون نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر وہ نظام الدین ہی کے خیمے میں بیٹھ گئی۔ جبکہ نظام الدین خیمے سے نکل کر فصیل کی طرف چلا گیا تھا۔

❀❀❀

چنگیز خان کا بیٹا تولائی، لاکھوں پر مشتمل اپنے لشکر کو لے کر کالیون شہر کے نواح میں پہنچا۔ شہر کے مشرق میں مشرقی دروازے کے بالکل قریب اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ جس دن وہ وہاں پہنچا، وہ دن اور اگلی رات تولائی نے اپنے لشکر کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس سے اگلے روز اس نے اپنے لشکر کو تیار کیا، شہر کے شمالی دروازے سے لے کر جنوبی دروازے تک اُس نے اپنے لشکر کو پھیلا دیا اور حکم دیا کہ وہ لشکر پر حملہ آور ہوں اور رسیوں کی سیڑھیاں کہیں نہ کہیں پھینک کر شہر پناہ پر چڑھنے کی کوشش کریں۔

اس وقت فصیل کے اوپر چاروں طرف نظام الدین نے اپنے لشکری اور بہترین تیرانداز بٹھا رکھے تھے۔ مغربی حصے کی طرف منگول نہیں گئے تھے۔ لیکن وہ منگولوں کے طریقۂ جنگ سے واقف تھا لہٰذا چاروں طرف گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس موقع پر عارض زوزنی، برغہ خان اور شہر کے دوسرے سالار بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس موقع پر سب کو مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

''ہم نے صرف جنوبی دروازے سے شمالی دروازے تک کی فصیل کی حفاظت نہیں کرنی۔ منگولوں کا یہ پرانا طریقہ کار ہے، دکھاؤ کچھ، کرو کچھ۔ یہ مغرب کی طرف سے بھی ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا میں نے مغرب کی سمت جو لشکر ہے، اس کو بھی بالکل تیار اور مستعد رکھا ہوا ہے۔ اب جونہی منگول قریب آتے ہیں، اُن پر ایسی تیز اور شدید تیراندازی کرنی ہے کہ منگول چیخ چلا اُٹھیں۔''

سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر جب شہر پناہ کے شمالی دروازے سے جنوبی دروازے تک پھیلے ہوئے منگول، شہر پناہ کی فصیلوں کی طرف بڑھے تو جو اگلی دو صفیں تھیں، انہوں نے اپنے سامنے اپنی ڈھالیں کر لی تھیں۔

جب وہ کچھ قریب ہوئے، تب تیرانداز جو ماہر نشانہ باز تھے، حرکت میں آئے۔ آگ میں رکھی ہوئی سرخ تپی ہوئی کھولتی انیوں والے تیر موسلادھار برسات کی طرح انہوں نے منگولوں پر برسانے شروع کئے تھے۔ جس کو بھی تیر لگتا، چیختا چلاتا اور زمین پر لیٹتا ہوا پیچھے ہٹنے لگتا تھا۔ آگ میں سرخ کئے ہوئے ان تیروں نے ایک طرح سے منگولوں کے اندر وحشت اور خوف وہراس پیدا کر کے رکھ دیا تھا۔ فصیل کے اوپر سے جب لگاتار اُن پر تیراندازی کی گئی تو تولائی کے لشکر کی اگلی آٹھ سے دس صفیں بالکل بے کار ہو کر رہ گئی تھیں۔

تولائی خان کو جب خبر دی گئی کہ لشکر کی لگ بھگ آٹھ صفیں بالکل چھد کر رہ گئی ہیں اور اکثر منگول مارے جا چکے ہیں، تب اُس کی فکرمندی اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور جب اس نے اپنے لشکریوں کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا تو شہر کے جنوبی دروازے سے شمالی دروازے تک فصیل کے باہر منگولوں کی لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ دُور رہتے ہوئے تولائی خان نے یہ نظارہ دیکھا۔ اُسے بڑا دُکھ اور تاسف ہوا کہ کافی دُور تک منگولوں کی لاشیں پھیلی ہوئی تھیں۔

اب تولائی خان انتقام پر اُتر آیا تھا۔ اُس نے عہد کر لیا تھا کہ ہر صورت میں وہ کالیوین شہر کو فتح کر کے رہے گا اور اسے فتح کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ شہر کی فصیل اور قلعے کو بالکل مٹا کر زمین کے برابر کر دے گا بلکہ جس قدر لوگ شہر کے اندر موجود ہیں، ان سب کو موت کے گھاٹ اُتار دے گا۔

ایک ہفتہ تک لگاتار یہی کھیل کھیلا جاتا رہا۔ تولائی کبھی دن کے وقت، کبھی رات کو اپنے لشکر کو فصیل پر چڑھنے کا حکم دیتا تھا اور ہر بار اپنے پیچھے ان گنت لاشیں چھوڑ کر وہ لشکری واپس آ جاتے تھے۔ ایک ہفتہ جب یہی کیفیت رہی تو تولائی خان بوکھلا گیا تھا۔

اُسی روز فصیل کے اوپر ایک برج کے اندر نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان نے شہر کے سالاروں کو اپنے پاس بلایا، پھر انہیں مخاطب کر کے نظام الدین کہنے لگا۔

"اپنے مخبروں کے ذریعے خصوصیت کے ساتھ منگولوں کے لشکر میں یہ خبر پھیلا دو کہ آج آدھی رات کے وقت کالیوین کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر ہے، وہ یہاں سے نکل کر ہرات شہر کا رخ کرے گا۔ یہاں وہ اب مزید مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہرات شہر کے لشکریوں کے ساتھ مل کر تولی خان پر ضرب لگائیں گے۔"

جس وقت نظام الدین یہ حکم جاری کر رکھا تھا، اس وقت عارض زوزنی اور برغہ خان نے گہری نگاہ ایک دوسرے پر ڈال کر آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو سمجھایا۔ پھر عارض زوزنی، نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نظام الدین! میرے بھائی! یہ جو آپ خبر پھیلانے لگے ہیں، کیا اس میں ہماری بہتری ہے؟"

جواب میں نظام الدین کہنے لگا۔

"شہر کے اندر کم از کم ایک سو گھوڑے تیار کئے جائیں۔ آج آدھی رات کے وقت چند گھوڑوں پر کپڑے کے بنائے ہوئے پتلے سوار کرا دیئے جائیں گے اور پھر انہیں شہر پناہ کے مغربی دروازے سے اُس شاہراہ کی طرف ہانک دیا جائے گا جو شاہراہ ہرات کی طرف جاتی ہے۔ اس سے پہلے منگولوں کے لشکر میں یہ خبر خوب پھیلا دی جائے گی کہ کالیوین شہر کا دفاع سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا سالار نظام الدین کر رہا ہے اور ساتھ یہ خبر بھی پھیلا دی جائے کہ پانچ دن تک اس نے شہر کا دفاع کیا، اب اس میں سکت نہیں کہ منگولوں کا مقابلہ کر سکے، چنانچہ آج جب رات آدھی سے گزر جائے گی تو وہ اپنے چیدہ چیدہ اور قابل بھروسہ سالاروں کو لے کر ہرات کی طرف بھاگے گا تاکہ تولی خان کے سامنے ہرات کا بہترین انداز میں دفاع کیا جا سکے۔ عارض زوزنی! میرے بھائی! جس وقت یہ کارروائی کی جائے گی، اس وقت ہمارے پاس شہر میں جو لشکر ہے، اس کا آدھا حصہ شہر سے نکلنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد رہے گا۔ اس کی کمانداری میں خود کروں گا۔ جبکہ عارض زوزنی اور برغہ خان! تم دونوں شہر پناہ کے اوپر رہو گے۔ بالکل تیار اور مستعد رہو گے تاکہ منگول ہمیں کوئی چکمہ دینے کی کوشش نہ کریں۔ میرے بھائی! جس وقت گھوڑوں کو ہرات کی طرف بھگایا جائے گا اور اگلے کچھ گھوڑوں پر کپڑے کے بنائے ہوئے پتلے باندھ دیئے جائیں گے، جن کی تیاری ابھی تھوڑی دیر تک شروع ہو

جائے گی تو تولی خان یقیناً اپنے لشکر کا بڑا حصہ اپنے پڑاؤ سے شہر پناہ کے مغربی دروازے کے دائیں بائیں ذرا پیچھے مقرر کر دے گا اور حکم جاری کر دے گا کہ جونہی نظام الدین اپنے لشکریوں کے ساتھ مغربی دروازے سے نکلے، اس کا تعاقب شروع کر دیا جائے اور راستے میں اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

تولی خان جب ایسا کرے گا تو یاد رکھنا، میں لشکر کا ایک حصہ لے کر نکلوں گا اور تولی خان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہوں گا۔ پڑاؤ میں جس قدر اُس کے محافظ ہوں گے، ان کا خاتمہ کر دوں گا اور پڑاؤ کے اندر جس قدر سامان میں سمیٹ سکا، وہ لے کر میں شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔"

عارض زوزنی اور برغہ خان دونوں نے نظام الدین کی اس تجویز کو سراہا تھا۔ چنانچہ اُسی روز شام کے وقت چاروں طرف یہ خبر پھیلا دی گئی کہ جتنے دن کالیوین شہر کا دفاع ہونا تھا، ہو چکا۔ شہر کا دفاع سلطان علاؤالدین کا سالار نظام الدین کرتا رہا ہے۔ اب اس میں سکت نہیں رہی۔ لوگ اس کے خلاف ہو گئے ہیں۔ لٰہذا وہ شہر چھوڑ کر ہرات کی طرف بھاگے گا تاکہ ہرات والوں کو مستعد اور تیار رکھے کہ تولی خان کا مقابلہ کیا جا سکے۔

یہ خبر جب چنگیز خان کے بیٹے تولی خان کو پہنچی تو وہ بے حد خوش ہوا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا، باقی لشکر کے دو حصے اُس نے کالیوین شہر کے مغربی دروازے کے دائیں بائیں ذرا ہٹ کر پھیلا دیئے تھے اور اپنے کچھ مخبروں کو مقرر کیا کہ تم لوگ مغربی دروازے سے ذرا دور ہٹ کر رہنا۔ جب تم گھوڑے دوڑتے دیکھو تو فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر بلند کرنا۔ اس تیر کے بلند ہوتے ہی تولی خان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے لشکر کے ان دونوں حصوں کے ساتھ جو شہر پناہ کے مغربی دروازے کے دائیں بائیں قیام کیے ہوں گے، نظام الدین کے پیچھے لگ جائے گا اور ہر حالت میں اسے گرفتار کر لے گا اور چنگیز خان کے سامنے پیش کرے گا۔

تولی خان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم نظام الدین کو زندہ گرفتار کر کے خانِ اعظم کے سامنے پیش کر دیں تو خانِ اعظم ہماری اس شکست کو قبول کر لے گا جس کے تحت نظام الدین نے ہمارے تیس ہزار لشکریوں کا خاتمہ کیا تھا۔

تولی خان کے سالاروں اور ساتھیوں نے اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ لٰہذا آدھی رات

سے بہت پہلے دو بڑے بڑے لشکر کالیوین شہر کے مغربی دروازے کے دائیں بائیں ذرا ہٹ کے مقرر کر دیئے گئے تھے۔

آدھی رات کے وقت شہر پناہ کے مغربی دروازے سے گھوڑے نکلے۔ اگلے گھوڑوں پر پُتلے باندھ رکھے تھے۔ وہ گھوڑے جنہیں سائیسوں نے چابک مار مار کر سرپٹ دوڑانے پر مجبور کر دیا تھا، شہر سے نکلتے ہی اُس شاہراہ کی طرف سرپٹ بھاگ کھڑے ہوئے جو شاہراہ کالیوین سے ہرات شہر کی طرف جاتی تھی۔

تولی خان نے چونکہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ شہر کے مغربی دروازے سے ذرا ہٹ کر کافی فاصلے پر دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا۔ اور جب اُس کے کارندوں نے فضاؤں کے اندر جلتے پروں کے تیر بلند کئے، تب تولی خان کے دونوں لشکر ہرات کی طرف جانے والی شاہراہ پر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں اپنے سامنے گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اندھیرا ہونے کے باوجود وہ یہ نہ جان سکے کہ کچھ گھوڑوں کی پیٹھیں خالی ہیں اور کچھ پر پُتلے باندھ رکھے ہیں۔ بہر حال وہ ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔

جونہی تولی خان اپنے لشکر کے دو حصوں کے ساتھ ہرات کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہولیا، تب لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نظام الدین نکلا، منگولوں کے لشکر کی طرف گیا۔ منگولوں نے جو اس وقت جاگ رہے تھے، دیکھ لیا کہ دشمن کا کوئی لشکر ان کی طرف آ رہا ہے لہٰذا وہ مستعد ہو گئے تھے۔ جونہی نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا، منگول اپنے پڑاؤ سے نکل کر تشدد کے بدترین موسموں، فنا کے نقیب بنتے بربریت کے پیکروں، دہکتے سورج تلے زمین کے سینے پر رینگتے ستم کشوں کے عذاب اور اُجاڑ موسموں میں رینگتے مخنی راستوں پر ہو نکتے بیابانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے نظام الدین نے بھی دیر نہیں لگائی۔ منگولوں کی طرح وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اضطراری حالت میں بہتی ساگر کی بلند موجوں، فتنۂ بے مہابہ کھڑے کرتی تابکاری اور شعلوں کے لرزاں رنگوں کی سی بے خوفی کی طرح آگے بڑھا۔ پھر وہ منگولوں پر خاردار حیات میں سانسوں میں زہر بن کر اُترتے تند سفاک لمحوں، فضاؤں کے حصار کو توڑتے موت کے کاروانوں، ہر شے کے رگ و پے میں پیوست ہو

جانے والے درد کے سرمئی دھندلکوں اور بے کراں وسعتوں کو محدودیت کے لمحوں میں سمیٹتے بے اماں دکھ کے موسموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح منگولوں کے پڑاؤ کے اندر مقدر کی بے نامی میں اعصابی ہیجان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ قسمت کی رسوائیوں میں مضطرب تشنگی کے نوحے ناچ اُٹھے تھے۔

منگولوں کے پڑاؤ میں فشارِ آتش کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ تن من گھائل کرتی موت جسموں کا آشوب، وہموں کی سیاہی پھیلانے لگی تھی اور بے نام ونشان کرتے اُڑتے تند لمحے چارسُو رقص کرنے لگے تھے۔

نظام الدین چونکہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا، منگولوں کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، جس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا، لہٰذا وہ چنگیز خان کے بیٹے تولی کے پلٹنے سے پہلے پہلے پڑاؤ کے اندر جو منگولوں کا لشکر تھا، اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ اس بنا پر اس نے اپنے لشکریوں کو للکارا، تیز حملے کرنے کی اُنہیں ترغیب دی۔ جس کے جواب میں اس کے لشکری بپھر گئے اور ان پر ایسے حملے شروع کیے کہ پہلے وہ اپنے پڑاؤ سے باہر جنگ کر رہے تھے، اب پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے پڑاؤ کے اندر چلے گئے تھے۔ نظام الدین کے لشکر نے ان کے گرد ایک حصار سا بنا لیا تھا اور پھر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ زیادہ تر منگول مارے گئے، کچھ اِدھر اُدھر اپنی جانیں بچاتے ہوئے چھپ گئے۔ کیونکہ پڑاؤ کے اندر بھی جنگ ہوئی تھی۔ لہٰذا پڑاؤ کے اندر جو ان گنت گھوڑے بندھے تھے، وہ بھی اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ نظام الدین کے کہنے پر اُن سارے گھوڑوں کو پکڑا گیا۔ اس کے علاوہ بار برداری کے جانوروں اور خوراک میں استعمال ہونے والے جانوروں کو بھی اٹھایا گیا۔ تولی خان کی جو رسد تھی، اس کا کافی سامان گھوڑوں اور بار برداری کے جانوروں پر لادا گیا، پھر ساری چیزوں کو سمیٹتا ہوا نظام الدین حفاظت کے ساتھ دوبارہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

✿✿✿

تولی خان اپنے لشکر کے جن دو حصوں کے ساتھ ہرات کی شاہراہ کی طرف گیا تھا، ان دو حصوں میں سے ایک حصے کی وہ کمانداری خود کر رہا تھا اور دوسرے حصے کی کمانداری چنگیز خان کا بہترین سالار اسکتو کر رہا تھا۔ کچھ دور تک انہوں نے تعاقب کیا۔ یہاں تک

کہ اپنے آگے بھاگنے والے گھوڑوں کو انہوں نے جا لیا۔ اور جب انہوں نے ان گھوڑوں کا گھیراؤ کر کے انہیں روکا تو ان کی پریشانی، فکر مندی کی کوئی حد نہ تھی۔ گھوڑوں پر کچھ نہیں تھا۔ کچھ گھوڑوں پر جو آگے آگے بھاگے تھے، پتلے بندھے ہوئے تھے۔ جب سارے گھوڑوں پر قابو پا لیا گیا اور دونوں لشکر یکجا ہو کر رک گئے، تب تولی خان نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے قریب کھڑے اپنے ساتھی سالار اسکتو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''اسکتو! کیا ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے؟ ان گھوڑوں پر تو پتلے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اس طرح ہماری نظروں میں غبار بھرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسا کر کے کالیوین شہر کے اندر جو مسلمانوں کا سالار ہے، وہ اپنے لئے کیا فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ جہاں تک ہمارے پڑاؤ کا تعلق ہے، وہاں ایک اچھا خاصا بڑا لشکر ہے اور کالیوین شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر ہے، وہ پڑاؤ میں موجود ہمارے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ ہمارے پڑاؤ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ان خالی گھوڑوں کو ہانک کر ہرات کی طرف جانے والی شاہراہ پر کیوں ڈال دیا گیا ہے؟''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ جب اس مسئلے کا تولائی کوئی حل نہ نکال سکا، تب اسکتو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اسکتو! ان سارے گھوڑوں کو اپنے سامنے ہانکتے ہوئے واپس اپنے پڑاؤ کی طرف چلتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی تولی خان اپنے لشکر کے ساتھ واپس ہو لیا تھا۔

تولی خان اور اس کا نائب سالار اسکتو جب اپنے لشکر کو لے کر اپنے پڑاؤ کے قریب پہنچے تو دنگ رہ گئے۔ پڑاؤ تیرگی کے صحرا میں بانجھ تحریروں کی طرح اُداس اور رات کے آنچل میں اُجڑے راستوں سا ویران دکھائی دے رہا تھا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے تولی خان اور اسکتو دونوں کی حالت منزل سے بھٹکے کاروانوں کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ اور ان کے سارے لشکری اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے اور اپنے پڑاؤ کا جائزہ لینے لگے۔ ہر سُو دل گرفتہ سیلِ محشر، منحوس ساعتوں، اُجاڑ موسموں کی اُجڑی بستیوں، دکھ کے اندھے کنوؤں کا سا سماں برپا تھا۔

سارے پڑاؤ کا جائزہ لینے کے بعد تولی خان اور اسکتو ایک جگہ رُکے۔ ان کے لشکری خود بڑے پریشان اور فکرمند تھے اور کسی قدر خوف زدہ بھی ہو رہے تھے کہ اس موقع پر اپنے پہلو میں کھڑے اسکتو کو مخاطب کر کے تولی خان کہنے لگا۔

''اسکتو! یہ ایک حیرت انگیز معاملہ ہے۔ حملہ آور جو بھی تھا، وہ ہمارے لئے فضاؤں کو خون رنگ اور قدم قدم پر قیامت کھڑی کر کے چلا گیا ہے۔ ہم نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ میرے پاس رہا، دوسرا تمہارے پاس اور تیسرے کو ہم نے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چھوڑا تھا۔ ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہمارے پڑاؤ میں اس قدر لشکر ہے کہ شہر کے اندر سے مسلمانوں کا کوئی بھی لشکر باہر نکل کر پڑاؤ میں موجود ہمارے لشکر سے ٹکرائے گا نہیں۔ اب ہمیں ایک طرح سے بے وقوف اور احمق بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہمارے ہاتھ مسلمانوں کے کچھ گھوڑے لگے ہیں لیکن ہمارے پڑاؤ میں جو سینکڑوں گھوڑے تھے، وہ تو غائب ہیں۔ سینکڑوں ہی بار برداری کے جانور تھے، وہ بھی نہیں ہیں۔ اور خوراک کے لئے جو جانور ہم نے رکھے ہوئے تھے، وہ بھی غائب ہیں۔ اس کے علاوہ رسد کا سامان جس قدر ہمارے پاس تھا، اس کا آدھا بھی ہمارے پاس نہیں رہ گیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد تولی خان رکا، دم لیا، پھر کہنے لگا۔

''اُس نے ہمیں تین نقصان پہنچائے ہیں۔ کالیوین شہر کے اندر میں نہیں جانتا، مسلمانوں کا سالار کون ہے۔ لیکن وہ ہے بڑا عقلمند اور صاحبِ فراست۔ اس نے ہمارے خلاف جنگی چال استعمال کر کے ہمیں تین طرح کا نقصان پہنچایا ہے۔ اگر تو یہ نظام الدین ہے تو جیسا اس کے بارے میں سنا گیا ہے، وہ ہار نہیں مانے گا۔

تین طرح کا نقصان تو ہم اٹھا ہی چکے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس نے ہمیں بے وقوف بناتے ہوئے خالی گھوڑوں کے پیچھے لگا دیا اور ہم ان گھوڑوں کا پیچھا کرتے ہوئے ہرات کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہو لئے۔ دوسرا بڑا نقصان اُس نے ہمیں یہ پہنچایا کہ ہمارا رسد کا سامان آدھے سے زیادہ لے گیا۔ پڑاؤ میں جس قدر گھوڑے تھے، وہ بھی لے گیا اور پڑاؤ کے اندر بار برداری اور خوراک کے لئے استعمال ہونے والے جو جانور تھے، ان پر بھی ہاتھ صاف کر گیا۔ ایک طرح سے وہ شہر والوں کے لئے کئی ہفتوں کی خوراک ہمارے پڑاؤ سے اٹھا کر لے گیا ہے۔ اب ہمیں گھوڑوں کی کمی بھی محسوس ہو گی۔

مسلمانوں کے جو گھوڑے ہمارے ہاتھ لگے ہیں، وہ بہت تھوڑے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کا سالار جو کالیوین شہر میں کام کر رہا ہے، وہ تو ہمارے ہزاروں گھوڑوں کو یہاں سے لے گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ ہمارے ان گنت لشکری مار گیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایک بار پھر تولی خان رُکا اور پہلے کی نسبت زیادہ غضب ناکی اور غصے میں کہہ رہا تھا۔

"اسکتو! اب حالات کچھ بھی ہو جائیں، اب ہم شہر والوں سے اس کا انتقام لئے بغیر نہیں جائیں گے۔ ہر صورت میں اس شہر کو فتح کریں گے۔ نہ صرف شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر شہر کو زمین کے برابر کر دیں گے بلکہ شہر کے اندر جس قدر رہائش رکھنے والے ہیں، ان سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تولی خان رکا۔ اس لئے کہ ان کے وہ جاسوس آ گئے تھے جنہیں تولی خان نے مسلمانوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جنہوں نے رات کے وقت جلتے پروں کے تیر بلند کئے تھے۔

جب وہ تولی خان کے قریب آئے، تب تولی خان انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم لوگوں نے اپنے فرض کی ادائیگی تو بڑے احسن طریقے سے انجام دی۔ لیکن ذرا اپنے پڑاؤ کی حالت دیکھو۔ شہر کے اندر کام کرنے والے مسلمانوں کا سالار انتہائی دانشمند اور تجربہ کار ہے۔ اس نے ہمارے لشکر کے دو حصوں کو ہرات کی طرف جانے والی شاہراہ پر بھگا دیا اور ہماری غیر موجودگی میں ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا۔ پڑاؤ کے اندر ہمارے جس قدر لشکری تھے، سب کو اس نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ پڑاؤ کے اندر سے خوراک کے ذخائر، گھوڑے، بار برداری کے علاوہ خوراک میں استعمال ہونے والے جانور سب ہانکتا ہوا شہر کے اندر لے گیا۔ یہ کسی عام سالار کا کام نہیں۔ نہ کوئی عام سالار اتنا بڑا معرکہ سر کر سکتا ہے نہ ایسی جرأت اور بے خوفی کا مظاہرہ کر سکتا ہے کہ پڑاؤ میں ہمارے خاصے بڑے لشکر پر حملہ آور ہو۔ یہ کام کسی تجربہ کار سالار کا ہے کہ اس نے پڑاؤ کے اندر ہمارے اتنے بڑے لشکر کا خاتمہ کر دیا اور پھر ہر چیز سمیٹتا ہوا چلتا بنا۔"

تولی خان جب یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا، تب ایک مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"مالک! آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ کسی عام اور خام کار سالار کا کام نہیں۔ بلکہ

یہ مرنے والے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ایک انتہائی تربیت یافتہ، انتہائی دلیر اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے سالار کا کام ہے اور اس سالار کا نام ہم جان چکے ہیں۔ اس کا نام نظام الدین ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر کچھ دیر کو رُکا۔ پھر دوبارہ تولی خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم ایک اچھی خبر بھی لے کر آئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نظام الدین اور کوشان خان ایک ہی ہستی کا نام ہے۔ کوشان خان جو کچھ عرصہ پہلے ہمارے مرکزی شہر میں گیا تھا اور جس کا تیغ زنی کا مقابلہ قراچہ سے ہوا تھا اور قراچہ کو اس نے بڑی آسانی کے ساتھ اپنے سامنے زیر کر لیا تھا، وہی کوشان خان دراصل مرنے والے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا بہترین سالار نظام الدین ہے۔ یہ وہی نظام الدین ہے جس نے ہمارے کئی سالاروں کا خاتمہ کیا اور کئی مواقع پر ہمارے لشکریوں کو شکست دی اور ان سے رسد کا سامان چھین کر چلتا بنا۔"

وہ مخبر جب خاموش ہوا، تب کچھ سوچتے ہوئے تولی خان کہنے لگا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ کام واقعی نظام الدین ہی کر سکتا ہے۔ کوئی اور سالار ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور یہ انکشاف بھی ہمارے لئے نیا اور انوکھا ہے کہ کوشان خان ہی دراصل نظام الدین ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر مرنے والے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا یہ سالار جس کا اصل نام نظام الدین ہے اور جو کوشان خان کے نام سے ہمارے شہر میں گیا تھا، وہ کچھ خاص خبریں یا معلومات حاصل کرنے کے لئے وہاں گیا تھا۔"

ایک بار پھر دم لینے کے لئے تولی خان رُکا اور اس بار وہ پہلے کی نسبت زیادہ غصے اور غضب ناکی میں اسکتو اور وہاں جمع ہونے والے چھوٹے سالاروں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"اب یہ ہمارے ذمے ہے کہ شہر کو فتح کر کے اس نظام الدین کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کیا جائے۔ شہر کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا جائے اور شہر کی ساری آبادی کو تہہ تیغ کر دیا جائے۔ نظام الدین اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر خانِ اعظم کے سامنے

پیش کیا جائے تاکہ ہمارے سالاروں اور ہمارے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے جرم میں اُسے بد سے بدترین سزا دی جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد تولی خان خاموش ہو گیا۔ جبکہ اس کے تحت کام کرنے والے سارے سالاروں نے خاص طور پر اسکتو نے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا اس روز تو منگول خاموش ہو گئے، اگلے روز سے انہوں نے کالیوین شہر پر تابڑتوڑ حملے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان نے انہیں اپنا یہ کمال دکھایا کہ تولی خان کے پورے لشکر کو انہوں نے شہر کی فصیل تک نہیں آنے دیا اور جو بھی منگول لشکری شہر کے قریب آتا، موت سے بغل گیر ہو جاتا تھا۔ اس طرح کالیوین شہر کو فتح کرنے کے لئے تولی خان نے لگاتار آٹھ دن تک کوشش کی لیکن وہ بری طرح ناکام رہا۔ آخر اپنی اس ناکامی کو تسلیم کرتے ہوئے اس نے کالیوین شہر کا محاصرہ اُٹھا لیا اور ناکام و نامراد ہرات شہر کی طرف بڑھا تاکہ اُس پر حملہ آور ہو کر اپنی ناکامیوں کو اپنی کامیابیوں میں تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔

تاریخ کے اوراق میں ہرات شہر کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے۔ اس شاندار اور عظیم شہر کی تعمیر سے متعلق چار مشہور و معروف روایتیں مشہور ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ ہرات شہر کی تعمیر سے پہلے اس کے قریب قندز شہر کو 507 قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے تعمیر کیا تھا۔ یہاں کا ایک بادشاہ تھا، جس کا نام طہمورث بن ہوشنگ تھا۔ کہتے ہیں اس طہمورث نے زندگی ناز و نعم سے گزاری تھی اور بڑی زندگی پائی تھی۔ اس کے ایامِ سلطنت نہایت عظمت میں گزرنے لگے تو کہتے ہیں وہ شیطان کے دامِ فریب اور گمراہی میں پڑ گیا اور اُس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ ظلم و ستم کرنے لگا۔ جس کے نتیجے میں تمام علاقوں کے باشندے اُس سے متنفر ہونے لگے، اس کے ناپسندیدہ کام سے رُوگردانی کرنے لگے۔ اس طرح رفاہِ عامہ کے کام تباہ کاریوں میں بدلنے لگے اور لوگ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

اکثر درباری اور خدمت گار بھی اُسے چھوڑ کر دوسرے علاقوں کی جانب مراجعت کر گئے۔ قندز کے تقریباً پانچ ہزار صحرا نشین کابل منتقل ہوئے۔ وہاں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد جب عشرت کے بجائے عسرت کی زندگی بسر کرنا پڑی اور وہاں کی آب و ہوا بھی راس

نہ آئی تو غور کی طرف چلے گئے۔ غور میں بھی جب خوشحالی نہ پائی تو آگے چل کر اوبہ نامی مقام پر کافی عرصہ کے لئے بود و باش اختیار کر لی۔ وہاں انہوں نے عالیشان عمارتیں تعمیر کیں۔ وہاں انہیں نعمتیں بھی میسر ہوئیں۔ وہاں قیام کے دوران وہ متمول بھی ہو گئے۔

اس کے بعد ان میں تنازعات اور اختلافات پیدا ہو گئے۔ ان کے اشراف میں سے ایک نے صحرا میں قبیلے کی ایک دوشیزہ پر دست اندازی کی۔ جب قوم کے مشائخ اور اہم شخصیات کو اس معاملے کا پتہ چلا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کا نکاح اسی نوجوان سے کر دیا جائے تاکہ بدنامی، فتنہ اور انتشار سے بچا جا سکے۔

مگر اس نوجوان کے قبیلے والوں نے کہا کہ ہم اصل نسب اشراف ہیں اور اس لڑکی کا کوئی حسب و نسب نہیں ہے۔ اس لئے وہ شادی پر رضامند نہ ہوئے۔

بالآخر دونوں قبیلوں میں مخالفت بڑھ گئی اور معاملہ جنگ و جدل تک پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ ایک فریق غالب آ گیا اور شکست خوردہ فریق کے لوگ وہاں سے نکل کر وادی شط میں چلے گئے جہاں کئی سال قیام کیا۔ مگر وہاں بھی غالب فریق ان سے مویشیوں کی صورت میں ہر سال خراج لیتا رہا۔ وہ اس مقام پر نہایت ذلت و خواری کی زندگی گزارتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کا قبیلہ بڑھ گیا اور مشہور بھی ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک انتہائی حسین اور خوبصورت عورت نے جنم لیا۔

اس عورت اور اس حسینہ کا نام شمیرہ بنت آفریدون تھا۔ اور یہ ایران کے قدیم حکمران کیومرث کی اولاد میں سے تھی اور اپنے قبیلہ کی سردار تھی جو ہمیشہ اپنی قوم کے ساتھ مہربانی اور مروت سے پیش آتی تھی۔

ایک دن اس حسینہ نے اپنی قوم کو بلایا اور کہا کہ ہم کب تک ذلت اور رسوائی کے ساتھ اپنے مخالف قبیلے کے باج گزار بنے رہیں گے؟ میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ اگر تم لوگ بدستور میرے ساتھ اتفاق کرو تو بہت جلد ہم اس ذلت کی زندگی سے چھٹکارا پا لیں گے۔

چنانچہ اُس حسینہ کی اس پیشکش پر پوری قوم نے تعاون کا اقرار کیا۔ بڑے بڑے سرکردہ امراء اور رؤساء نے کہا کہ ہم اپنی ملکہ کی ہر بات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا فرض خیال کرتے ہیں۔ ہم اب قوی اور دولت مند قوم ہیں۔ آپ ہماری عزت کی بحالی کے

لئے جو مصلحت بھی بہتر سمجھیں، اس پر عمل کریں۔

شمیرہ اپنی قوم کے جواب سے مطمئن ہو گئی اور کہا۔

"اے قوم! مصلحت یہ ہے کہ ہم یہاں پر آہستہ آہستہ ایک مضبوط قلعہ بنا لیں تا کہ حملہ آوروں کی مدافعت کر سکیں۔ ہمیں چاہئے وہ ظالم قبیلہ جو ہم سے خراج وصول کرتا ہے، ان سے کہیں کہ ہم چار سال کا اکٹھا خراج دینے کے لئے تیار ہیں تا کہ وہ اس عرصہ میں اِدھر نہ آئیں اور ہم اپنے تعمیری کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا لیں۔"

اُن دنوں دوسرے ظالم اور زبردست قبیلے کا والی ہیاطلہ نام کا ایک شخص تھا۔ چنانچہ شمیرہ نے خط لکھا کہ آپ کے ہر سال خراج وصول کرنے والے کارندے آتے ہیں اور زحمت اُٹھاتے ہیں مگر ہم اُن کو شایانِ شان تحفے نہیں دے پاتے۔ اس لئے اب ہم نے سوچا ہے کہ چار سال کا اکٹھا خراج آپ کے حوالے کر دیں تا کہ آپ کی طرف سے ہمیں پریشانی نہ رہے اور آپ بھی مطمئن رہیں۔"

ہیاطلہ نے بہتر اور غنیمت سمجھتے ہوئے چار سال کا خراج وصول کرنے کے لئے اپنے ایک نوجوان کی سرکردگی میں وفد بھیجا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس کی کمانداری میں وفد بھیجا گیا، اس کا نام فرحون بن کونان تھا جو ایران کے بادشاہ ہوشنگ کی اولاد سے تھا۔

چنانچہ شمیرہ اور اُس کی قوم نے ان چار سالوں کے دوران موجودہ شہر ہرات کے شمال میں ایک شمیران نام کا قلعہ تعمیر کرنے کے لئے خندقیں کھود ڈالیں جس کی دیواریں نہایت بلند اور پُر شکوہ بنائی گئیں۔ اس طرح ہر تین فرسنگ کی حدود میں ایک آہنی دروازہ بنایا گیا۔ ہر دروازے پر ایک دربان کے ساتھ دس دس نگہبان مقرر کر دیئے گئے۔

چار سالوں کے بعد جب مخالف قبیلے کے حاکم ہیاطلہ نے خراج وصول کرنے کے لئے اپنا وفد بھیجا اور اُنہوں نے اس شاندار قلعے کو دیکھا تو واپس لوٹ گئے، اپنی قوم کو حال سنایا۔ اپنے بادشاہ کو خبر کی کہ وہاں تو یہ کچھ ہو رہا ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے پھر وہ لوگ کبھی خراج وصول کرنے کے لئے نہ آئے۔

چنانچہ وہ قوم کئی سال تک شمیران نام کے قلعے میں قیام پذیر رہی۔ شمیران کا قلعہ بھی انہوں نے اپنی ملکہ شمیرہ کے نام پر تعمیر کیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ منوچہر کے زمانے میں یہ قوم اپنی کثرتِ تعداد میں بے حساب ہو گئی۔ اس وقت تک شمیرہ فوت ہو چکی تھی۔ اب

ان کا بادشاہ خرنوش تھا۔ چنانچہ اس خرنوش نے ایران کے بادشاہ کے نام ایک تحریر لکھی کہ وہ اجازت دے کہ ہم ایک نیا شہر بسائیں۔ کیونکہ تنگ مکانوں میں ہم تنگ آ گئے ہیں۔

خرنوش کا یہ خط جب ایران کے بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ کی طرف سے اجازت نامہ آ گیا۔ خرنوش اس قوم کا حکمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھا۔

خرنوش نے شہر کی بنیاد ڈالنے کا عزم کیا اور خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ ماہر مستریوں اور کاریگروں کو بہت سا مال و متاع دیا اور اس نے چاہا کہ پہلے شہر قندز کی تعمیر کرے اور شہر کی مناسب وقت پر بنیاد قائم کرے۔

انہوں نے اس شہر کے گرد عظیم دیوار تعمیر کر لی اور چاروں طرف عالیشان محل تعمیر کیے۔ شمال اور جنوب میں دو دربار قائم کیے گئے۔ یہ تعمیر اس طرح کی گئی کہ قلعہ شمیران، قندز کے اندر آ گیا اور قندز کا ایک اہم حصہ بن گیا۔ دیوار کا عرض تیس گز رکھا گیا تھا اور بلندی پچاس گز بنائی گئی۔ اس پر برج نصب کر دیئے گئے جس کے گرد عظیم خندق بنائی گئی جس میں پانی بھی بھر دیا گیا۔ اس میں اندرونی اور بیرونی دو بنیادیں رکھی گئیں۔ قلعہ کی تعمیر اور تمام بنیاد کو مضبوط اور مستحکم بنایا گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس قوم نے قندز میں بہت عرصہ گزارا۔ یہاں تک کہ ان کا نیا بادشاہ ارغاغوش اُن پر حکومت کرنے لگا۔ اس ارغاغوش کے زمانے میں قندز میں بھی لوگ تنگ آ گئے۔ انہوں نے اپنے بادشاہ ارغاغوش سے کہا کہ وہ ایران کے بادشاہ سے قندز سے بھی بڑا شہر تعمیر کرنے کی اجازت لے۔ کیونکہ موجودہ جگہ اور مکانات ان کے لئے ناکافی ہیں۔

چنانچہ ان کے حکمران ارغاغوش نے ایران کے بادشاہ سے اجازت طلب کی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس وقت ایران کا بادشاہ بہمن تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ نئی عمارت کے لئے خزانہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ البتہ لوگ اگر خود تعمیر کرنا چاہیں تو اجازت دی جاتی ہے۔

چنانچہ اہلیانِ قندز نے کہا کہ ہم از خود یہ کام کریں گے۔ چنانچہ ان کے بادشاہ ارغاغوش نے کاریگروں کو یکجا کیا تاکہ وہ اندازہ لگائیں کہ ہر روز کتنے آدمی کام کر سکتے ہیں۔

چنانچہ بقول مؤرخین ہر روز سولہ ہزار افراد کام پر آنے لگے۔ ہر ایک سمت پر چار

ہزار مزدور اور چار سو کاریگر مقرر ہو گئے تھے۔ شہر کی بنیاد رکھتے وقت کامل نجومیوں اور ستارہ شناسوں کو بلایا گیا تا کہ اس وقت جب آسمان کے وسط میں اسد اور زحل کا ملاپ ہو رہا ہو، تعمیر کی ابتدا کی جائے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سولہ ہزار مزدوروں نے اینٹیں اُٹھا رکھیں تا کہ جیسے ہی نجومی وقتِ سعد کا اشارہ کریں، فوراً تمام کے تمام مزدور اپنی اپنی اینٹیں بنیاد میں ڈال کر افتتاح کرلیں۔

اتفاقاً قریب ہی ایک ناقص العقل عورت، روٹیاں پکا رہی تھی جس کے سامنے سے ایک بچے نے روٹیاں اُٹھائیں تو وہ عورت چلائی کہ رکھ دو۔

اس کی آواز پر سولہ ہزار مزدوروں نے ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی تمام اینٹیں بنیاد میں رکھ دیں وہ طلوعِ ثور کا وقت تھا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کے بادشاہ ارغاغوش نے اس شگون کو ناپسند کیا، پریشان ہوا اور نجومیوں سے اس کے اثرات پوچھے۔

نجومیوں نے بتایا۔

''اے بادشاہ! چونکہ ثور پر زہرہ کے اثرات مرتب ہیں اس لئے اس شہر کے لوگ ہمیشہ عیش پسند ہوں گے اور خوش الحان ہوں گے۔ اور چونکہ مریخ ان کے طالع پر نظر رکھتا ہے، اس لئے دلیر اور جنگجو بھی ہوں گے۔ یہ لوگ جنگ و جدل کو پسند کریں گے۔ ان کی اولاد کم عمری سے ہی بہادر ہو گی۔ یہ لوگ اسی شہر میں کئی بادشاہوں اور حملہ آوروں کو قتل کریں گے۔ البتہ ان لوگوں کے ہاتھ میں دولت نہ ٹھہرے گی۔ اکثر درویش حال ہوں گے۔ سخاوت اور کھانا کھلانا اُن کا شعار ہو گا۔ غرباء اور اہلِ صنعت کے لئے یہ شہر سازگار ہو گا۔ اس میں علماء، زاہد اور عابد قیام کریں گے۔ یہاں کی خوشگوار آب و ہوا کے باعث جو کوئی بھی دس روز کے لئے یہاں آئے گا، کئی ماہ بلکہ کئی سال رہ جائے گا۔ جو شخص اس شہر اور یہاں کے لوگوں کی بربادی کا سوچے گا، خود مٹ جائے گا۔''

چنانچہ اس قوم کے بادشاہ ارغاغوش کو یہ سن کر اطمینان ہوا اور مزدوروں کو تعمیرات شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ سولہ ہزار آدمی آٹھ سال تک اس کام پر لگے رہے اور عمارتیں جب بلندی کو پہنچ گئیں تو چار سال تک کام روک دیا گیا تا کہ دیواریں جہاں تک بیٹھنی ہیں، بیٹھ جائیں۔

اس کے بعد پھر سے آٹھ سال ان پر کام ہوا اور عمارتیں مکمل کی گئیں۔ شہر میں ہزار گلیاں رکھی گئیں۔ دیوار اور اس کے قلعے دو سو گیارہ کرہ پر رکھے گئے۔ وہ دیوار جو شہر پر محیط تھی، بارہ ہزار ایک سو تیرہ کرہ تھی۔ نیز بالائی دیوار پینتالیس گز تھی۔ اس کی چوڑائی ایک سو دس گز تھی۔ اس پر چار سو برج تعمیر کئے گئے اور ہر برج پر اندر اور باہر سے دو دیواریں بنائی گئی تھیں۔ ہر دیوار کا عرض بیس گز تھا اور دونوں دیواروں کے درمیان فاصلہ دس گز کا تھا۔ اس کے گرد مٹی ڈالی گئی اور ایک بہت بڑی خندق بنائی گئی جو بہت گہری تھی۔ چنانچہ اس طرح ہرات شہر کی تعمیر ہوئی۔

اس شہر کی تعمیر سے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ شہر ہرات اور قندز دونوں دراصل پانی کی گزرگاہ تھیں۔ اس شہر کی طرف آنے جانے کے راستے اور اطراف و نواح نشیبی تھے۔ وہاں بھیڑیوں اور گورخروں کی بھی چراگاہیں بن چکی تھیں اور تجارتی کاروان جو وہاں سے گزرتے تھے، انہیں جنگل ہی میں قیام کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جس وقت حسین اور خوب صورت شمیرہ اس علاقے کی حکمران تھی تو ان تجارتی کاروانوں کے لوگوں نے اس سے اجازت طلب کی کہ انہیں یہاں ایک شہر آباد کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ تجارتی کاروان وہاں آ کر قیام کریں۔ چنانچہ جب اجازت ملی تو انہوں نے وہاں ہرات شہر آباد کیا۔

شہر سے متعلق تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت نوح کے سیلاب کے بعد خراسان میں سب سے پہلے قلعہ شمیران کی تعمیر کی گئی۔ اس کے بعد ایران کے بادشاہ ضحاک کی بیٹی حرکت میں آئی، اس کا نام ہرات تھا۔ اسی نے ہرات شہر کی بنیاد ڈالی۔ اسی کے نام سے یہ شہر مشہور ہوا۔

اس شہر کی تعمیر سے متعلق چوتھی روایت یہ ہے کہ سکندرِ اعظم جب ان علاقوں میں آیا تو اس نے اپنی والدہ سے مشورہ لیا کہ وہ ایک شہر قندز کے قریب آباد کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس علاقے میں قندز کے علاوہ اور کوئی آبادی نہیں ہے کیونکہ حملہ آور ہو کر سکندر نے قندز کو نقصان پہنچایا تھا اور وہاں کے لوگوں کی ہلاکت کا باعث بنا تھا۔ چنانچہ اس نے وہاں شہر آباد کرنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ سکندر نے جب ہرات شہر تعمیر کرنا چاہا تو لوگ راضی نہ ہوئے اور وہ اس کام میں بادشاہ کی معاونت نہیں کرتے تھے۔ اس پر سکندر مایوس ہو گیا

اور دو سال تک وہاں رہا۔ اس موقع پر سکندر کی والدہ کے خطوط آئے اور اسے واپسی کے لئے کہا۔ سکندر کو جب اپنی ماں کا خط ملا تو اسے پریشانی ہوئی۔ اس نے والدہ کو لکھا کہ اس کے آنے کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندے اس کے احکام نہیں مانتے۔ وہ ہرات نام کا شہر تعمیر کرنا چاہتا ہے پر لوگ راضی نہیں ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ یہ کام لوگوں سے سختی سے کرایا جائے۔ کیونکہ اگر ایسا کروں گا تو میرا نیک نام ظلم اور جور میں بدل جائے گا اور ہماری فانی زندگی ہمیشہ کی موت میں بدل جائے گی۔"

سکندر کے ان الفاظ کے جواب میں اس کی ماں نے اسے لکھا۔

"جہاں تم شہر بسانا چاہتے ہو، اس زمین کے ہر کونے کی مٹھی بھر مٹی میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس مسئلے کی اصلاح کے لئے کوئی تدبیر سوچوں۔"

چنانچہ سکندرِ اعظم نے وہاں کی مٹی اپنی ماں کی خدمت میں بھیج دی۔ چنانچہ اس کی ماں نے وہ مٹی فرش پر بکھیر دی، اس پر قالین اور چادر بچھوا دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی سلطنت کے اشراف، امراء اور سالاروں کو اس پر بٹھایا اور دریافت کیا کہ ان کے خیال میں سکندر کو ہرات کا شہر تعمیر کرنا چاہئے یا نہیں۔

سب نے کہا کہ اے ملکہ! اس شہر کی تعمیر قرین مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سرحدی علاقہ ہے اور بادغیس کی وجہ سے جو اس کے قریب ہے، اکثر وہاں فتنے کھڑے ہوتے اور حملے ہوتے ہیں۔ اس سبب سے لوگ وہاں کی ملکیت کو پسند نہیں کرتے۔

چنانچہ سکندر کی ماں نے دوسرے روز فرش سے وہ مٹی اُٹھوا کر علیحدہ کر دی، قالین بچھوا دیا اور دوسری بار پھر ان لوگوں کو طلب کیا۔

چنانچہ سکندر کی ماں نے پھر ان سے وہی سوال کیا تو سب نے بالاتفاق کہا۔

"سکندر نہایت عمدہ مقصد میں مصروف ہے۔ اسے وہ کام کرنا ہی چاہئے۔"

اس جواب پر ملکہ نے سکندر کو لکھا کہ بیٹے! جو مٹی تُو نے میری طرف بھیجی، اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ہرات کے لوگ متذبذب اور پریشان ہیں۔ تُو نہ اُن سے مدد مانگ، نہ امداد لے۔ تُو خود ہی اپنے طور پر شہر کی تعمیر کو مکمل کر لے۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سکندر نے شہر کی تعمیر شروع کر دی۔ اس طرح ہرات شہر تعمیر ہوا۔ اس شہر کو تعمیر کرنے میں پانچویں روایت یہ ہے کہ شہر ہرات کو نمرود بن کنعان کے

وقت میں بنایا گیا تھا اور ہرات خراسان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا نام تھا۔

بہر حال چنگیز خان کا بیٹا تولی خان، ہرات پر ضرب لگانے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس کی طرف بڑھا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کا بیٹا تولی خان اپنی بے پناہ سپاہ کے ساتھ جب ہرات شہر کے نواح میں بشوران کے مرغزاروں میں پہنچا تو اپنے لشکر کو اس نے روک دیا۔ پھر زمبور نام کے اپنے ایک ایلچی کے ذریعے ہرات شہر میں یہ اطلاع بھیجی اور وہاں کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''شہر کے حکمران، امیر، قاضی، خطیب، مشہور و معروف لوگ میرے استقبال کو باہر نکل آئیں اور اس طرح اپنی جان کی امان بھی پائیں۔''

یہ پیغام جب ہرات پہنچا تو ہرات کے حاکم نے اسے سخت ناپسند کیا۔ ہرات شہر کے حاکم کا نام شمس الدین محمد تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ سلطان خوارزم شاہ کی طرف سے ہرات میں ایک رعایا پرور، عادل اور سخی حاکم تھا۔ اس سے متعلق ایک شاعر کا کہنا ہے۔

''وہ مردِ میدان لڑائی میں شیر کی طرح ہے۔ وہ دشمنوں کو اپنی تلوار سے شیر کی طرح چیرتا پھاڑتا ہے۔ یہ وہ بادشاہ ہے جو ہر حال میں ہمسائے کی عزت کرتا ہے اور مہمان کی توقیر کرتا ہے۔''

بہر حال جب ہرات کے حاکم شمس الدین کو تولی خان اور اس کے لشکر کی آمد کا علم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ شہر کے ہر طرف اسلامی جھنڈے لہرائے گئے تھے۔ ہر دروازے پر ایک اعلان کرنے والا مقرر کیا گیا اور ہر راستے پر سردار متعین کئے گئے۔ ہر مسکن پر کڑے جوانوں کا پہرہ لگایا۔ کہتے ہیں ہرات میں اس وقت ایک لاکھ نوے ہزار لشکری موجود تھے۔

تولی خان کے ایلچی جب ہرات میں آئے اور تولی خان کا پیغام پہنچایا تو ہرات کے حاکم شمس الدین نے فوراً ان ایلچیوں کو قتل کرا دیا اور کہا۔

''خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم کفار سے شکست کھائیں۔''

دوسرے روز تولی خان کو جب اپنے ایلچیوں کے قتل کی اطلاع ملی تو حکم دیا کہ فوراً ہرات کے ایک سرے سے حملہ کر دیا جائے۔ ہرات کا جو شخص بھی ہاتھ آئے اسے بے دریغ

تہہ تیغ کر دیا جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا لشکر سیاہ بادلوں کی طرح شہر کے گرد منڈلانے لگا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ہرات شہر کے باشندے بھی مدافعت اور حفاظت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب لوگ اُس بے دین تولی خان کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ چنانچہ ہرات کے حاکم شمس الدین محمد جوزجانی نے تولی خان کے خلاف جنگ کی طرح ڈال دی۔ جنگ شروع ہو گئی۔ کفار لحہ بہ لحہ باہر سے حملے کرتے تھے اور ہرات کا حاکم چٹان کی مانند ایک ایک ٹولی یا گروہ میں ہو کر آگے بڑھتا۔ جنگ کی شدت سے قیامت کا سماں برپا ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آسمان گرنے کو ہے۔

طرفین کے تیس ہزار آدمی جنگ میں کام آئے۔ تولی خان کے سترہ سونا مور اور بہادر ساتھی قتل ہو گئے۔ سات دن تک جنگ اسی صورت میں ہوتی رہی۔

آٹھویں روز مؤرخین لکھتے ہیں کہ تولی خان کا لشکر دروازوں کے قریب پہنچ گیا۔ اور منگول، شہریوں پر حملہ آور ہونے لگے۔ چنانچہ ہرات کے لشکری سو سو، دو دو سو کی تعداد میں باہر آنے لگے اور تولی خان کے لشکر سے اُلجھتے رہے۔ آخر یہ لوگ بے روح ہوتے گئے اور کافی تعداد میں زخمی ہو گئے اور قتل ہوئے۔ شہر کا حاکم شمس الدین اس وقت بڑی تیزی سے منگولوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ وہ بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ وہ جس طرف بھی حملہ کرتا، کفار بھیڑ بکریوں کے مشابہہ اُس شیر سے بھاگنے لگتے۔ اس کی زبان پر تکبیروں کا ایک سلسلہ تھا۔

پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ شہر کے حاکم شمس الدین کو جنگ کے دوران ایک کاری زخم لگا اور اُس نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ ہرات کے اکابرین میں سے بعض تو تولی خان کی اطاعت کے خواہش مند ہو گئے مگر بعض اکابرین مقابلے پر ڈٹے رہنے پر مصر رہے۔

ان کے یہ اختلافات شدت پکڑتے گئے جس کے باعث اہلیانِ ہرات کی تقدیر ایک طرح سے لٹک کر رہ گئی۔ اس نفاق سے تولی خان نے فائدہ اٹھایا اور صلح کی بنیاد پر شہر ہرات کو فتح کر لیا اور حکم دیا کہ تمام شہر کے لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے بعد ہر حصہ کو باری باری شہر سے باہر نکالا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ ہر قدم پر نیک

ناموں کو تہہ تیغ کیا گیا۔

تاریخ سراج منہاج کے مطابق شہر میں چھ لاکھ آدمی قتل ہوئے۔ تقریباً ایک لاکھ عورتیں قیدی بنائی گئیں۔ اس دن عشاء کی نماز تک قتل عام جاری رہا۔ اس کے بعد تولی خان نے حکم دیا کہ کسی اور شخص کو نہ مارا جائے۔ ہرات کے باشندوں میں سے دو لاکھ ابھی زندہ سلامت تھے۔

مگر صحیح روایت یہ ہے کہ جیسا کہ ہرات کے بزرگوں نے بھی بیان کیا کہ جب تولی خان نے بے حد، بے اندازہ ہراتیوں کو قتل کرا دیا تو وہ دو سو سواروں کے ساتھ خود خندقوں پر آیا اور گھوڑے پر بیٹھے ہوئے اس نے کہا۔

''اے ہراتیو! میں ہوں دُرِ شرف صدف دریائے گوہر بخشی چنگیز خانی۔ اور میں ہی تولی خان ابن چنگیز خان ہوں۔ میں وہ بادشاہ ہوں جس کی تلواریں ہر حالت میں شہروں کو فتح کرتی ہیں۔''

پھر ہرات شہر کے لوگوں کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر تم چاہتے ہو کہ تم لوگوں کو امان دی جائے اور تمہاری عمارتیں اور علاقے نہ جلائے جائیں تو جنگ سے ہاتھ اٹھا لو اور ہماری فوقیت اور سیادت کو تسلیم کر لو۔ اور جو کچھ تم لوگ ہر سال سلطان جلال الدین کے عمال کو پہنچاتے ہو، اس کا دُگنا میرے نائبین کے حوالے کر دو۔''

تولی خان نے اس موقع پر سخت قسمیں اُٹھائیں۔ اہلیانِ شہر نے جب تولی خان کی یہ باتیں سنیں تو وفاکشی کی جانب مائل ہو گئے۔ سب سے پہلے امیر عزیز الدین جسے سلطان جلال الدین نے ہرات پر اپنا نائب مقرر کیا ہوا تھا، ایک سو اشخاص کو ہمراہ لئے قیمتی پارچہ جات کے ساتھ تولی خان کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے بعد شہر ہرات کے تمام سردار اور اہم شخصیات شہر سے باہر آئیں۔

تولی خان نے سب سے پہلے سلطان کے بارہ ہزار ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ باقی کسی شخص پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ اس کے بعد اُس نے ایک شخص ابوبکر مرغنی کو ہرات میں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے دربار کے مقربوں میں سے منگولی منگتائی نامی کو ناظم تعینات کیا۔ اس کے آٹھ روز بعد تولی خان بڑی کامیابی اور بے بہا مالِ غنیمت کے ساتھ چنگیز خان کی

طرف چلا گیا تھا۔

کالیوین شہر میں نظام الدین اپنے سالاروں اور لشکر کے ساتھ ابھی تک مستعد تھا۔ وہ جانتا تھا کہ منگول دھوکا دے کر حملہ آور ہونے میں بڑے ماہر ہیں۔ گو تولی خان، ہرات کی طرف چلا گیا تھا اور اب خبریں یہ بھی آ رہی تھیں کہ وہ ہرات سے نکل کر واپس چنگیز خان کی طرف چلا گیا ہے۔ اس کے باوجود اطراف کے علاقوں میں نظام الدین نے اپنے مخبر پھیلا رکھے تھے جو دشمن سے متعلق اسے پوری خبریں فراہم کر رہے تھے۔

❀❀❀

ایک روز نظام الدین عارض زوزنی، برغہ خان اور شہر کے سابق حاکم اور رؤساء کے ساتھ فصیل کے اوپر کھڑا تھا کہ اس کے چھوٹے سالاروں میں سے ایک نے آ کر نظام الدین کو اطلاع دی کہ اپنے کچھ مخبر کچھ اطلاعات لے کر آئے ہیں۔

نظام الدین نے آنے والے مخبروں کو فصیل کے اوپر ہی طلب کر لیا۔ جب وہ نظام الدین کے سامنے گئے تو نظام الدین نے ان سے پوچھا کہ وہ کس سمت سے آئے ہیں اور کیا خبریں لے کر آئے ہیں؟

اس پر آنے والوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! ہم آپ کی طرف سے سلطان جلال الدین کے محل وقوع کو جاننے پر مقرر تھے۔ سلطان جلال الدین انہی علاقوں سے گزرتے ہوئے اب غزنی شہر کا رخ کیے ہوئے ہیں اور ابھی راستے میں پڑنے والے شہر زوزن میں نہیں پہنچے۔''

یہ خبر سن کر نظام الدین اور عارض زوزنی نے خوشی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ وہی مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

''ہم چنگیز خان کے بیٹے تولی خان سے متعلق بھی خبریں لے کر آئے ہیں۔ وہ ہرات سے اپنے باپ چنگیز خان کی طرف جا چکا ہے۔ لہٰذا یہاں سے نکل کر سلطان جلال الدین کی طرف جانے میں اب کوئی خطرہ اور خدشہ باقی نہیں ہے۔''

ان الفاظ پر بھی نظام الدین نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کالیوین شہر کے سابق حاکم کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز! سب سے پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرے شہر میں

داخل ہونے کے بعد تم اپنی خوشی سے شہر کی امارت سے دستبردار ہو گئے اور شہر کی حفاظت میرے ذمے کر دی۔ جو فرض تم سب لوگوں نے مل کر میرے ذمے لگایا تھا، میں سمجھتا ہوں میں اسے پورا کر چکا ہوں۔ اب میں آج ہی یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر سلطان کا رخ کروں گا اور یہاں سے روانگی سے پہلے میں تم لوگوں سے کہوں گا کہ چوکنے رہنا۔ منگول دھوکا دے کر حملہ آور ہونے کے بڑے ماہر ہیں۔ وہ کوشش کریں گے کہ تم لوگوں کو اُکسا کر شہر سے باہر نکالیں۔ میری غیر موجودگی کا جب اُنہیں علم ہو گا تو شاید وہ کالیوین شہر کو دوبارہ اپنا ہدف بنائیں اور کالیوین شہر کے نواح میں جو انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے، اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں۔ اگر تم لوگ محسوس کرو کہ منگولوں کا کوئی بڑا لشکر یہاں آ موجود ہوا ہے اور شہر کو فتح کیے بغیر نہیں جائے گا تو چپکے سے میری طرف پیغام بھجوا دینا۔ خداوند قدوس کو منظور ہوا تو میں تم لوگوں کی مدد کو پہنچوں گا۔ کالیوین شہر کو میں منگولوں سے بچاؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں اگر منگول اچانک حملہ آور ہو جائیں تو شہر کے اندر رہ کر شہر کا دفاع کرنا۔ شہر کے اسلحہ خانے میں تیروں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ برجوں کو اپنے لشکریوں سے بھر دینا اور جو بھی منگول لشکری فصیل کے قریب آنے کی کوشش کرے، اسے تیروں سے چھید کر رکھ دینا۔ اگر تم لوگ ایسا کرنے میں کامیاب رہے تو میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں، منگول لاکھ مرتبہ بھی کالیوین شہر کی فصیل سے ٹکراتے رہیں، شہر کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میں ایک بار پھر تم سب لوگوں کا شکریہ ادا کروں گا کہ تم لوگوں نے یہاں نہ صرف میرا بہترین استقبال کیا بلکہ میری اور میرے لشکریوں کی خوب تواضع اور مہمان نوازی بھی کی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کالیوین شہر کا سابق حاکم، نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کیسی گفتگو کر رہے ہیں؟ آپ کی یہاں آمد سے پہلے ہمارے شہر پر نفرت کے بادل، خون کی قوسِ قزح، عذابوں کے گرم لمحوں کا دور دورہ تھا۔ وقت کے فاصلوں میں یہاں کے لوگ اپنی منزل کا تعین نہیں کر پا رہے تھے۔ ان کے پاس ہر روز منگولوں کے ہاتھوں ان گنت شہروں اور بستیوں کو خون آلود کرنے کی داستانیں، دلوں کے چراغ بجھانے کے قصے اور ہر شے کو بدنصیبی کے بھیانک کھنڈرات میں بدلنے کی

کہانیاں پہنچ رہی تھیں۔ آپ کی آمد سے پہلے کسی بھی وقت منگولوں کے حملہ آور ہو جانے کے خوف کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کے سرور و کیف کی تاثیر، ان کے ذہنوں کے اُجالے، ان کی زیست کی مانگ کے ستارے، ان کی دعاؤں کی تاثیر اور ذہن وفکر کے سارے اوطاق چھن چکے تھے۔

امیر نظام الدین! آپ کی آمد سے پہلے یہاں کے لوگوں کی حالت شام غریباں میں پانی کے بلبلوں جیسی تھی جو کسی وقت بھی پھٹ کر ختم ہو سکتے تھے۔ لیکن انہی تفکرات کے لمحوں میں آپ فطرت کے اُجالوں، سکون کے لطیف اور سبک ماحول کی آسودگی اور راحت کی ساعتوں کی طرح اس شہر میں داخل ہوئے۔ آپ کی آمد سے یہاں کے لوگوں میں ایک انوکھا جذبہ، ایک استقامت پیدا ہوئی اور پھر جب آپ نے منگولوں کے تیس ہزار کے لشکر پر برق کی خوفناک برہمی، قیامت خیز بیزاریوں، در و بام کو شکستہ کر دینے والے زلزلوں اور سرکش آگ کی بے روک لپٹوں کی طرح حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا تو یہاں کے لوگوں کے سر فخر سے بلند ہو گئے تھے اور وہ اس قدر حوصلہ پا گئے تھے کہ منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے اپنی چھاتیاں تان لی تھیں۔ اب ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ منگولوں کو شکست دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ہمارے سالار متحد ہو کر منگولوں سے ٹکرا جائیں تو منگولوں کو بدترین شکست دے کر انہیں اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

نظام الدین نے بڑے پیار سے کالیوین شہر کے سابق حاکم کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! جو کچھ میں نے کیا، یہ میرا فرض تھا۔ یہ اس شہر کے لوگوں پر کوئی احسان نہیں تھا۔ لہٰذا تم لوگوں میں سے کسی کو بھی میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ میں نے کیا، وہ مجھے کرنا چاہئے تھا۔“

اس موقع پر شہر کے رؤساء میں سے ایک بولا اور نظام الدین کو مخاطب کیا۔

”امیر نظام الدین! اگر آپ آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہماری ایک التجا اور استدعا ہے۔“

جواب میں نظام الدین کہنے لگا۔

"آپ میرے ساتھ اس قدر عاجزی و انکساری سے گفتگو نہ کریں۔ کہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اس پر اُس رئیس کو حوصلہ ہوا اور کہنے لگا۔

"ہماری خواہش ہے کہ آپ کا اور آپ کے پورے لشکر کا آج رات کا کھانا ہم شہریوں کی طرف سے ہو۔ یوں جانیں کہ ہم آپ کی اور آپ کے لشکر کی الوداعی ضیافت کرنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ انکار نہیں کریں گے۔"

نظام الدین مان گیا۔ اس کے بعد سب فصیل سے نیچے اُترے۔ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان اپنی خیمہ گاہ کی طرف گئے جبکہ شہر کا سابق حاکم اور رؤساء، لشکر کی ضیافت کا سامان کرنے کے لئے دوسری سمت ہو لئے تھے۔

نظام الدین اپنے خیمے میں داخل ہو کر تھوڑی دیر ہی بیٹھا ہو گا کہ خیمے کے دروازے پر اولون نمودار ہوئی۔ نظام الدین نے جب اسے اندر آنے کے لئے کہا تب اولون آگے بڑھی، نظام الدین کے سامنے بستر پر بیٹھ گئی، پھر کہنے لگی۔

"میں نے سنا ہے کہ آنے والی شب کو ہمارا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔"

نظام الدین نے اپنے سر پر بندھا ہوا عمامہ اپنے دونوں ہاتھوں سے درست کیا اور کہنے لگا۔

"تم نے ٹھیک ہی سنا ہے اولون! تھوڑی دیر پہلے کچھ مخبر آئے تھے جنہوں نے ہمیں سلطان کے محل وقوع سے آگاہ کیا ہے۔ لہٰذا آنے والی شب کو ہم یہاں سے کوچ کر کے سلطان کا رخ کریں گے۔"

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون کچھ فکرمند سی ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی۔ اس موقع پر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین نے پوچھ لیا۔

"اب تم کہاں کھو گئی ہو؟"

اولون پھر سوچوں میں ڈوبی رہی۔ یہاں تک کہ نظام الدین پھر بول پڑا۔

"لگتا ہے تم یہاں سے جانا نہیں چاہتی ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں یہاں تمہاری مستقل رہائش کا اہتمام کر سکتا ہوں۔"

ان الفاظ پر اولون چونک پڑی اور کہنے لگی۔

’’آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ میں تو ایک لمحہ بھی کہیں آپ کے بغیر قیام نہیں کروں گی۔ اور نہ ہی کر سکتی ہوں۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر کے سلطان سے جا کر ملیں گے تو سلطان کو میرے متعلق کیا بتائیں گے؟‘‘

نظام الدین ہنس دیا اور کہنے لگا۔

’’اولون! تم بھی عجیب سی معصوم لڑکی ہو۔ دیکھو جب میں سارا سامان جو ہم نے اکٹھا کر رکھا ہے، لے کر سلطان کی طرف جاؤں گا تو سلطان سے تمہارا تعارف کرواؤں گا کہ یہ چنگیز خان کے قریبی رشتہ داروں کی لڑکی اولون ہے، اسلام قبول کر چکی ہے۔ برغہ تائیجوت قبیلے کا سردار تھا۔ یہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام قبول کر چکا ہے۔ اور یہ لڑکی جواب مسلمان ہے اور جس کا نام اولون ہے، میری منسوبہ ہے۔ میرے یہ الفاظ جو میں سلطان سے کہوں گا، اگر ان الفاظ میں کوئی تبدیلی چاہتی ہو تو بتا دو۔ میں وہ الفاظ بھی سلطان سے کہہ دوں گا۔‘‘

اولون نے نفی میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگی۔

’’جو کچھ آپ نے کہا ہے، میرے خیال میں یہی کافی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ سلطان بھی میرے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں گے۔‘‘

جواب میں خوش کن انداز میں اولون کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

’’اولون! تم فکر مند کیوں ہوتی ہو؟ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سلطان جلال الدین بڑے رحم دل اور بڑے نرم مزاج کے آدمی ہیں۔ میری بات یاد رکھنا وہ تمہیں دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کریں گے۔‘‘

نظام الدین کے ان الفاظ پر اولون خوش ہو گئی تھی۔ پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

’’کوچ کرنے کے لئے خیمہ گاہ کس وقت اُکھاڑی جائے گی؟‘‘

جواب میں نظام الدین کہنے لگا۔

’’اولون! آج رات کا کھانا شہر والوں کی طرف سے ہمارے لئے ہماری الوداعی ضیافت ہے۔ یہاں سے کوچ عشاء کی نماز کے بعد ہو گا۔ مغرب کی نماز کے بعد خیمے

اُکھاڑ کر تہہ کر لئے جائیں گے اور اپنے کوچ کی تیاری کو آخری شکل دے دی جائے گی۔ عشاء کے فوراً بعد ہم شہر سے کوچ کر جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا تب اولون کسی قدر فکر بھری آواز میں کہنے لگی۔

”جو مخبر آئے تھے، کیا آپ نے ان سے پوچھا کہ ان علاقوں میں منگولوں کا کوئی لشکر تو نہیں ہے؟ ایسا میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ منگول چھپ کر دھوکہ دہی سے کام لے کر حملہ آور ہونے میں بڑے ماہر ہیں۔ آپ کے ہاتھوں نہ صرف ان کے تیس ہزار لشکر کو نقصان پہنچا بلکہ وہ کالیوین شہر کو بھی فتح نہ کر سکے۔ یہ بھی ان کے لئے ایک بہت بڑا حرج کا اور قلق ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ یہاں سے ہرات کی طرف گئے اور ہرات پر غلبہ پانے کے بعد وہ کہیں گھات میں بیٹھ گئے ہوں۔ اور جب ہم کالیوین شہر سے نکل کر سلطان سے جا ملنے کا رخ کریں تو وہ اچانک ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچائیں۔“

نظام الدین کہنے لگا۔

”اولون! فکر مند نہ ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جو مخبر آئے ہیں، انہوں نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ تولی خان ہرات سے چنگیز خان کی طرف جا چکا ہے۔ اب ان علاقوں میں منگولوں کا کوئی لشکر موجود نہیں ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے نظام الدین کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ شہر میں مغرب کی اذانیں سنائی دی تھیں۔ نظام الدین اُٹھ کھڑا ہوا اور اولون کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اولون بھی کھڑی ہو گئی اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ نماز کے لئے مسجد جائیں۔ میں بھی اپنے خیمے میں نماز ادا کرتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی اولون اپنے خیمے کی طرف چلی گئی اور نظام الدین مسجد کا رخ کر گیا تھا۔

اُسی روز مغرب کی نماز کے بعد شہر والوں کی طرف سے ضیافت کا بہترین اہتمام کیا گیا اور پھر عشاء کی نماز کے بعد نظام الدین اپنے لشکر کو لے کر کالیوین شہر سے نکل کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو زوزن سے ہوتی ہوئی غزنی کی طرف جاتی تھی۔

✿✿✿

سلطان جلال الدین نے منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مختلف مقامات کا رخ کرتے ہوئے اپنے لشکر میں اضافہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسی بنا پر وہ نیشاپور سے غزنی کی طرف روانہ ہوا تھا تاکہ وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے ایک ایسا لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے جس کے ساتھ وہ خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آئے اور چھاتی تان کر اُس کا مقابلہ کرے۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ غزنی شہر کی طرف جاتے ہوئے سلطان جب زوزن شہر کے پاس پہنچا تو اس نے چاہا کہ کچھ آرام کرے تاکہ تازہ دم ہو کر وہاں سے منزلِ مقصود کی راہ لے۔ لیکن جب قلعے اور فصیلِ شہر کا معائنہ کیا تو اُس کی حالت اطمینان بخش نہ پا کر وہاں قیام کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے علاوہ زوزن شہر کے لوگوں نے منگولوں کے ڈر سے سلطان کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت بھی نہ دی۔ اس بنا پر سلطان مایوس ہو کر زوزن شہر سے بھی روانہ ہوا۔

اب سلطان نے بست شہر کا رخ کیا۔ بست شہر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں سلطان کے مخبروں نے سلطان کو خبر دی کہ چنگیز خان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ طالقان کے قریب پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان جلال الدین نے دو چار دن بست شہر میں قیام کر کے اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔

ابھی وہ وہاں ایک دن ہی قیام کر پایا تھا کہ اس کے کچھ مخبر وہاں پہنچے۔ اس وقت سلطان فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد فارغ ہوا تھا۔ جب مخبر اس کے سامنے آئے، تب سلطان کسی قدر پریشان ہوا۔ سلطان یہ سمجھا کہ شاید منگولوں کا کوئی لشکر اس کا تعاقب کرتے ہوئے بست کی طرف بھی آ رہا ہے۔ اس نے چاہا کہ وہ آگے بڑھ کر آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے پوچھے کہ ایک مخبر، سلطان کو سلام کرنے کے بعد خود ہی بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! ہم ایک اہم خبر امیر نظام الدین سے متعلق لے کر آئے ہیں۔ تولی خان جس وقت ہرات شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا تو راستے میں اس نے کئی قلعوں کو فتح کیا۔ کالیوین نام کے شہر اور قلعے میں اس وقت نظام الدین نے اپنے

لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ چنگیز خان کی رشتہ دار وہ لڑکی بھی تھی جس کا نام اولون ہے جس کے متعلق ہم آپ کو پہلے ہی آگاہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ تائچوت قبیلے کا سردار برغہ خان بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نظام الدین کے ساتھ تھا۔ برغہ سے متعلق بھی ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

مختلف قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد تولی خان نے اپنے جرار لشکر کے ساتھ کالیوین شہر کا رخ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک ہی دن میں شہر اور قلعے کو فتح کرنے کے بعد ہرات کا رخ کرے۔ لیکن اس کا مقابلہ کرتے ہوئے نظام الدین نے تولی خان کو لوہے کے چنے چبوا کر رکھ دیئے۔ بڑے گھمنڈ اور فخر میں تولی خان نے ہرات پہنچنے سے پہلے تیس ہزار منگولوں پر مشتمل ایک لشکر اپنے ہراول کے طور پر کالیوین کی طرف بھجوایا تھا تاکہ اس کے کالیوین پہنچنے تک وہ شہر اور قلعے کو فتح کر لے تاکہ تولی خان وہاں آرام کرے۔ لیکن شاید ان کے مقدر میں ایسا نہیں لکھا ہوا تھا۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ کالیوین شہر کے اندر امیر نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان قیام کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ نظام الدین کو جب خبر ہوئی کہ منگولوں کا ایک تیس ہزار کا لشکر کالیوین کی طرف بڑھ رہا ہے تو نظام الدین لشکر کو لے کر باہر نکلا، تیس ہزار منگولوں سے ٹکرایا اور ان کو تہہ تیغ کر کے رکھ دیا اور دوبارہ کالیوین کے قلعے میں محصور ہو گیا۔

تولی خان کو جب اپنے ہراول کے اس نقصان کا علم ہوا تو بپھر گیا۔ کالیوین کا اس نے محاصرہ کیا لیکن تھک ہار گیا۔ جونہی اس کے لشکری شہر کی فصیل کی طرف جاتے، سامنے کی طرف سے تیروں کی ایسی بوچھاڑ موسلادھار بارش کی طرح برستی کہ تولی خان اور اس کے لشکری پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس طرح کئی روز تک تولی خان نے کالیوین شہر کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر تنگ آ کر وہ ہرات کی طرف گیا اور ہرات سے نمٹنے کے بعد وہ مالِ غنیمت لے کر اپنے باپ چنگیز خان کی طرف چلا گیا۔ اس طرح کالیوین پر قبضہ کرنے کی اس کی خواہش کو امیر نظام الدین نے ناکام بنا دیا تھا۔

اب امیر نظام الدین کافی ساز و سامان کے ساتھ آپ کا رخ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف منگولوں کو بھی خبر ہو چکی ہے کہ نظام الدین جس نے ان کے کئی سالاروں کو موت کے گھاٹ اُتارا، جس نے ان کے کئی لشکروں کو بھی شکست دی، وہ کالیوین سے نکل کر

بست شہر کا رخ کر رہا ہے تو وہ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطانِ محترم! امیر نظام الدین اس وقت یہاں سے پندرہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہوں گے۔ ان کے آگے بڑھنے کی رفتار اتنی تیز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے پاس کافی سامان ہے۔ جبکہ منگولوں کا وہ لشکر جسے ان کے تعاقب میں لگایا گیا ہے، وہ بھی اتنے ہی فاصلے پر ہوگا۔ اس کے آگے بڑھنے کی رفتار تیز ہے۔''

یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین فکر مند ہو گیا اور آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا نظام الدین کو خبر ہے کہ منگول اس کے تعاقب میں لگ گئے ہیں؟''

اس پر مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! یقیناً نظام الدین کو خبر ہے کہ منگول اس کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں۔ اس بنا پر وہ بڑا محتاط اور مستعد بھی ہے۔''

اس سے آگے سلطان نے کچھ نہیں کہا۔ فوراً آواز دے کر اس نے عمر کافی کو بلایا۔ عمر کافی جب آیا تو سلطان نے پُرجوش آواز میں عمر کافی کو مخاطب کیا۔

''عمر کافی! ابھی اسی وقت فوراً لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ نظام الدین، عارض زوذنی اور برغہ خان کافی سامان لے کر ہماری طرف آ رہے ہیں۔ منگولوں کا ایک لشکر ان کے تعاقب میں ہے۔ یہ منگولوں سے ٹکرانے کا ایک عمدہ موقع ہے اور منگولوں کو شکست دے کر میں چاہتا ہوں، اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کروں۔''

عمر کافی نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سلطان اور عمر کافی اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ہرات کی طرف سے آنے والی اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو بست شہر کی طرف آتی تھی۔

دوسری طرف نظام الدین بھی بالکل تیار اور مستعد تھا۔ اس کے مخبر اسے اطلاع دے چکے تھے کہ منگول اس کے تعاقب میں ہیں اور منگولوں کا لشکر بہت بڑا ہے۔ چنانچہ نظام الدین گھبرایا نہیں۔ جس وقت منگول پانچ میل کے فاصلے پر تھے اور ان کے اس قدر قریب آنے کی خبر مخبر نظام الدین کو دے چکے، تب نظام الدین نے اپنے لشکر کو روک

دیا۔ تولی خان کے جس لشکر کو نظام الدین نے کالیوین شہر کے نواح میں شکست دی تھی، اس لشکر سے نظام الدین کو نہ صرف خیمے بلکہ بہت سے یورت ہاتھ لگے تھے جنہیں کئی کئی بیل کھینچتے تھے۔ چنانچہ جو جانور سامان اٹھائے ہوئے تھے اور جو فالتو گھوڑے اس کے پاس تھے، انہیں ایک جگہ جمع کر کے ان کے آگے لمبے لمبے یورت کھڑے کر دیئے تھے۔ جبکہ لشکر کے ساتھ نظام الدین بالکل تیار اور مستعد ہو گیا تھا۔ لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرا عارض زوزنی اور برغہ خان کی کمانداری میں دیا۔ اس موقع پر لمحہ بھر کے لئے نظام الدین کی نگاہیں اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اولون پر پڑیں پھر چاہت بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اولون! کیا آج تم میری ایک بات مانو گی؟''

اولون نے شکایت آمیز سے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''امیر! آپ یہ نہ کہئے گا کہ میں جنگ کے دوران آپ سے علیحدہ رہوں۔ باقی جو بھی بات آپ کہیں گے، اولون آپ کے سامنے اپنا سر خم کر دے گی۔ خدا کے لئے جنگ کے دوران آپ مجھے اپنے آپ سے علیحدہ نہ کیجئے گا۔ میں آپ کے ساتھ منگولوں کے خلاف جنگ کروں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میرے جذبے اور مستحکم اور منگولوں کے خلاف میری نفرت مزید گہری ہو چکی ہے۔''

اس موقع پر نظام الدین کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ خاموش رہا تھا۔ اولون نے اپنے گھوڑے کو اس کے قریب کیا پھر چاہت بھری آواز میں کہنے لگی۔

''آپ بولتے کیوں نہیں؟ آپ خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟ آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے تھے؟''

جواب میں ہلکی سی مسکراہٹ نظام الدین کے چہرے پر نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

''اولون! جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، اس کا جواب تم نے پہلے ہی دے دیا ہے۔ اگر تم واقعی جنگ میں حصہ لینا چاہتی ہو تو میں چاہوں گا کہ تم ذرا پیچھے رہو۔ مجھے امید ہے کہ تم میری بات مان جاؤ گی۔''

اس پر غور سے نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اولون کہنے لگی۔

''میں جنگ میں حصہ ضرور لوں گی۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ میں پچھلی صفوں

میں رہوں تو ٹھیک ہے، میں آپ کا کہا مانتی ہوں۔"

اولون کے ان الفاظ سے نظام الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر منگولوں سے ٹکرانے کے لئے اس نے اپنے لشکر کو بالکل تیار اور مستعد کر دیا تھا۔

منگول آتے ہی نظام الدین کے لشکر پر تن کی جلتی تپتی زمین پر بارود بھرے شراروں، روحوں کو جسموں سے گریزاں کرتے خاک اُڑاتے نفرت کے بگولوں اور خونی اساس کی شدتوں میں اضافہ کرتی تحقیر بھری سلگتی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان نے اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے برسوں پرانی آگ کی بارش میں وحشی سمندر بری طرح دھاڑا ہو۔ اس کے بعد وہ بھی منگولوں پر ہر شے کو جلا کر صحرائی ذرّوں کی طرح بکھیر دینے والی بھڑکتی آگ، قرنوں کو سمیٹتی زہریلی ہواؤں کے تھپیڑوں، کسمساتے ماحول میں اندھیروں کے فرغل اُتار دینے والے قضا کے ان گنت جھکڑوں اور اذیت بھری بیداریوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ نظام الدین عارض زوزنی اور برغہ خان نے بڑی ہنرمندی سے اپنا دفاع کیا تھا۔ منگولوں کے لشکر کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی، اس بنا پر وہ کبھی دفاع پر اُترتے، کبھی جارحیت اختیار کر لیتے تھے۔ ایسے میں اچانک فضاؤں کے اندر اَن لکھے الفاظ، اَن دیکھے خوابوں، بند صحیفوں تک کے راز کھول دینے والی کرنوں کے الہام کی طرح تکبیریں بلند ہوئیں۔ اس لئے کہ اسی وقت سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ پھر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اعصاب کو شل، اوسان کو خطا کر دینے والے طغیانیوں پر آئے طوفانوں کی بے روک خوئے بت شکنی، سانسوں کو ویرانوں اور سینوں کو سلگا دینے والے اندوہ کی فراوانیوں اور آلام کے گہواروں کی خلش، بھوکی کلی آندھیوں میں سرگرداں نفرت کی کھولتی جوالا کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے اس طرح حملہ آور ہونے پر نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان بھی سمجھ گئے تھے کہ ان کی مدد کے لئے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ دفاع انہوں نے ترک کر دیا تھا اور سخت اور شدید جارحیت پر اُتر آئے تھے۔

اب میدانِ جنگ کے اندر طغیانیوں کے مرحلے، برستے لپکتے شعلے اپنا رنگ دکھانے لگے تھے۔ خون میں مرگ کی تلخیاں، شریانوں میں نشتر اُترنے لگے تھے۔ جسموں کی ساری شادابیاں دہکتے انگاروں اور کھولتی سیاہ آتش میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

اس موقع پر منگولوں نے زور دار حملے کرتے ہوئے فتح مندی اور کامیابی کو سمیٹنا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ اس لئے کہ ایک طرف سے سلطان جلال الدین ویران دلدلوں کی سرخ آندھیوں اور درد کے حروف کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے نظام الدین عقل کی گہری کج روی کو درست کرتے تقدیر کے ان گنت دھاروں کی طرح ان پر ضربیں لگا رہا تھا۔ اور پھر ان کے لشکریوں کی حالت یہ تھی کہ لگتا تھا، وہ زندہ دل مجاہد تپتے صحراؤں کے ذرّے ذرّے، کھولتے بحر کے قطرے قطرے پر اپنی فتح مندی کی مہر لگانے کا عزم کر چکے ہوں۔ اسی بنا پر وہ منگولوں پر سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے فنا کر دینے والے آتشی فشار کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ ان تیز حملوں کے باعث منگولوں کی حالت بڑی تیزی سے آزار بھری سوچوں اور بدبختیاں اوڑھے دھوپ کی سی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد منگولوں کا ایک طرح سے قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ لہٰذا منگول شکست اُٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان اور نظام الدین نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔

پھر جب یہ تعاقب ختم ہوا، تب سلطان اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس سمت آیا جہاں نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان نے اپنے گھوڑوں کو روکا تھا اور نظام الدین کے قریب ہی اپنے گھوڑے کو دوڑاتی ہوئی اولون بھی آ کر رک گئی تھی۔ سلطان قریب آیا۔ اس کے ساتھ عمر کانی بھی تھا۔ دونوں گھوڑوں سے اُترے۔ اُنہیں دیکھتے ہوئے نظام الدین اور عارض زوزنی جب اپنے گھوڑوں سے اُترے تو برغہ خان اور اولون بھی سمجھ گئے کہ سلطان کی آمد پر وہ اپنے گھوڑوں سے اُترے ہیں لہٰذا وہ بھی گھوڑوں سے کود گئے تھے۔

نظام الدین اور عارض زوزنی جب اپنے گھوڑوں سے اُترے تب سلطان جلال الدین نے ایک جگہ رک کر اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ سلطان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نظام الدین اور عارض زوزنی بھاگے اور سلطان سے بغل گیر ہو گئے تھے۔ پھر اسی انداز

میں وہ عمر کافی سے بھی ملے تھے۔

برغہ خان اور اولون بھی قریب آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر سلطان نے برغہ خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ برغہ خان ہے۔''

اور پھر سلطان آگے بڑھ کر برغہ خان سے ملا۔ اس کے بعد سلطان نے ایک گہری نگاہ اولون پر ڈالی، آگے بڑھا، اس کے سر پر ہاتھ رکھا، پھر نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں، میرے اندازے درست ہیں تو یہ ہماری بہن اولون ہے۔''

نظام الدین مسکرا دیا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ اولون ہے۔''

جلال الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''نظام الدین! میرے بھائی! یہ صرف اولون نہیں ہے۔ یہ تمہاری منسوبہ اور ہماری بہن بھی ہے۔''

اس موقع پر اولون کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''میری بہن! تُو اجنبی نہیں۔ تُو اپنوں کے اندر ہے۔''

سلطان کے ان الفاظ پر اولون سسک پڑی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھی اُتر آئے تھے۔ سلطان نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

''میری بہن! کیا یہاں تیری کسی نے دل شکنی کی ہے؟''

اولون نے نفی میں گردن ہلائی۔ ساتھ ہی اس کے کئی آنسو زمین پر گر گئے تھے۔ پھر وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگی۔

''سلطانِ محترم! یہ دکھ کے نہیں، خوشی کے آنسو ہیں۔ آپ نے یہ جو کہا کہ میں اپنوں کے اندر ہوں تو پھر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میرے اردگرد میرے اتنے اپنے لوگ ہیں جو میری خوب حفاظت کر سکتے ہیں۔ اس بنا پر خوشی کے باعث میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔ سلطانِ محترم! میں آپ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے بہن کہہ کر پکارا۔''

اس کے بعد سلطان نے نظام الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''نظام الدین! آؤ پہلے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کریں۔ ساتھ ہی منگول جو سامان چھوڑ بھاگے ہیں، اس کا بھی جائزہ لیں۔''

اس پر سب حرکت میں آئے۔ پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ منگول جو سامان چھوڑ کر بھاگے تھے، اسے سمیٹا گیا۔ پھر جو سامان نظام الدین اپنے ساتھ لے کر آیا تھا، سلطان نے جب اس کا جائزہ لیا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''نظام الدین! میرے بھائی! تم نے تو رسد کا کافی سامان جمع کر رکھا ہے۔ یہ ایک عرصہ تک ہمارے کام آئے گا۔ بہرحال، آج شام کا کھانا لشکر یہیں کھائے گا اور عشاء کی نماز کے بعد یہاں سے بست شہر کی طرف کوچ کیا جائے گا۔''

نظام الدین اور باقی سالاروں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ شام تک لشکر کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کر کے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اور نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ بست شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

بست شہر ہی میں قیام کے دوران سلطان کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ ہرات شہر کا سپہ سالار امین الملک دس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ سیستان سے واپس ہرات کی طرف جا رہا ہے۔ سلطان نے اس کی طرف تیز رفتار قاصد بھجوائے اور اسے فوراً طلب کر لیا اور اپنی رفاقت کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس طرح سلطان جلال الدین اور نظام الدین کے لشکر میں کچھ اضافہ ہوا تھا اور قوت بڑھی تھی۔ بہرحال اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سلطان جلال الدین نے بست شہر کے نواح میں قیام کر لیا تھا۔ منگولوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے اپنے مخبر انہوں نے چاروں طرف پھیلا دیئے تھے۔

بست میں سلطان نے چند ہی دن قیام کیا ہوگا کہ ایک روز دو مخبر اس وقت سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے جس وقت سلطان اپنے خیمے سے باہر دھوپ میں نظام الدین، عارض زوزنی، عمر کافی، برغہ خان اور امین الملک اکٹھے بیٹھے منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی منصوبہ بندی پر گفتگو کر رہے تھے۔ جب وہ دو مخبر قریب آ کر گھوڑوں سے اُترے

تب سلطان ان کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں مخبر قریب آئے، بلند آواز میں انہوں نے سب سے سلام کہا۔ پھر سلطان کے اشارے پر وہ سلطان کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر بڑی نرمی اور محبت میں سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز بھائیو! اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تم کسی سمت کی کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو۔ کہو کیا معاملہ ہے؟''

اس پر آنے والے ان دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک بولا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! جو خبر ہم لے کر آئے ہیں، وہ اچھی نہیں ہے۔ ہم اسے بری خبر کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ منگولوں کے ایک بہت بڑے لشکر نے قندز شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اور شہر کے لوگ آپ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ شہر کے لوگوں کو یہ بھی خبر ہو چکی ہے کہ امیر نظام الدین نے کالیوین شہر اور قلعے کا منگولوں کے خلاف خوب دفاع کیا تھا۔ لہٰذا لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ سلطان، امیر نظام الدین کو حکم دیں کہ وہ بست سے نکل کر قندز پہنچیں اور وہاں کے مسلمانوں کی مدد کریں۔ اس لئے کہ قندز کے لوگوں کو ابھی تک خبر نہیں کہ کالیوین شہر سے نکل کر امیر نظام الدین آپ کے ساتھ مل چکے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہوا تب سلطان نے کچھ سوچا، اس کے بعد آنے والے دونوں مخبروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے یہ کہو کہ کتنے دن سے منگولوں نے قندز شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہاں کے مسلمان کتنے دن تک یہ محاصرہ برداشت کر سکتے ہیں؟''

جواب میں وہی مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! منگولوں نے گزشتہ چار دن سے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اور شہر کے لوگ بڑی جرأت مندی، دلیری اور شجاعت کے ساتھ ان کے حملوں کو روک رہے ہیں اور اپنے شہر کا دفاع کر رہے ہیں۔ شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے، وہ کمال جرأت مندی سے کام لیتے ہوئے ابھی تک منگولوں کو شہر پناہ پر چڑھنے کا موقع نہیں دے رہا۔''

مخبر جب خاموش ہوا تب سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''کیا تم بتا سکتے ہو کہ منگولوں کے جس لشکر نے قندز کا محاصرہ کر رکھا ہے، تعداد کے

لحاظ سے وہ کتنے ہوں گے؟"

جواب میں مخبر کہنے لگا۔

"جس قدر لشکر آپ کے پاس ہے، کم از کم وہ اس سے دُگنے ہوں گے۔"

سلطان نے ہونٹوں پر زبان پھیری، نفی میں گردن ہلائی، اس کے بعد اس نے نظام الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"نظام الدین! کیا کہتے ہو؟"

نظام الدین کی چھاتی تن گئی تھی۔ پھر وہ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! دیر کا ہے کی؟ ...... سلطانِ محترم! میں نے بہت سے شہر منگولوں کے ہاتھوں تباہ ہوتے دیکھے ہیں۔ ان گنت مسلمانوں کی لاشیں منگولوں کے پاؤں تلے روندی ہوئی دیکھی ہیں۔ اب جہاں کہیں بھی مجھے خبر ملتی ہے کہ منگول، مسلمانوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں تو میں اس سمت بڑھتا ہوں۔ میں اپنے ذہن میں اس بات کو نہیں لاتا کہ شکست کس کی ہوگی، فتح کس کی ہوگی۔ اب میں نے اپنی زندگی کا مقصد یہ بنا لیا ہے کہ جس قدر منگول قتل کئے جا سکتے ہیں، انہیں قتل کرنا چاہئے۔ سلطانِ محترم! میری زندگی کا اب مقصد یہی ہے اور میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں ایک لمحہ بھی یہاں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ فوراً اُٹھ کر اپنے لشکر کے ساتھ قندز کی طرف کوچ کر جانا چاہئے۔"

نظام الدین کی اس تجویز سے سلطان نے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا سلطان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سارے سالار بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بست شہر سے بڑی تیزی کے ساتھ قندز شہر کا رخ کیا تھا۔

دوسری طرف منگول بھی چاروں طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین ایک لشکر لے کر قندز والوں کی مدد کے لئے آ رہا ہے تو وہ مستعد ہو گئے۔ محاصرہ انہوں نے ترک کر دیا۔ اپنے لشکر کو انہوں نے ایک جگہ جمع کیا۔ ان کے ذہن میں ابھی تک یہی بات تھی کہ سلطان کے پاس کوئی اتنا بڑا لشکر نہیں ہوگا۔ اور پھر سلطان اکیلا اپنے لشکر کی کمانداری کر رہا ہوگا۔ لہٰذا اسے شکست دینا آسان ہوگا۔ وہ اس بات پر بھی خوش تھے کہ اگر سلطان ان سے ٹکراتا ہے تو وہ سلطان کو شکست دے کر اسے

زندہ گرفتار کر کے یا اس کی گردن کاٹ کر چنگیز خان کے سامنے پیش کر دیں گے۔ یہی اپنے سارے لشکریوں کے لئے چنگیز خان کا حکم بھی تھا۔

منگولوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں تھی کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان مل چکے ہیں اور یہ کہ سیستان سے اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ ہرات کی طرف جانے والا امین الملک بھی سلطان کا ساتھ دیتے ہوئے اس کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔

سلطان اور نظام الدین لشکر کو لے کر قندز شہر کے مسلمانوں کی مدد کے لئے آندھی اور طوفان کی طرح قندز کا رخ کئے ہوئے تھے۔

❀❀❀

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب قندز کے نواح میں منگولوں کے سامنے پہنچا تو منگول کسی قدر پریشان ہوئے۔ اس لئے کہ وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ سات ہزار کا وہ لشکر ہوگا جسے لے کر وہ نیشاپور شہر سے بست شہر کی طرف روانہ ہوا تھا۔ لیکن اب سلطان کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے کہ نظام الدین کے علاوہ امین الملک سلطان سے آن ملے تھے۔ لہٰذا سلطان کے لشکر کی تعداد خاصی ہوگئی تھی۔ پھر بھی منگول اپنی جگہ مطمئن اور خوش تھے کہ ان کے لشکر کی تعداد سلطان کے کُل لشکر سے کم از کم دوگنا تھی۔

سلطان نے منگولوں کے سامنے آکر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے خیمے نصب ہو گئے۔ جبکہ نظام الدین کی سرکردگی میں لشکر کا حصہ بالکل تیار اور مستعد تھا تاکہ منگول اگر اچانک حملہ کر دیں تو دفاع کیا جا سکے۔

بہرحال منگولوں کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ سلطان اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ نظام الدین، برغہ خان، عارض زوزنی، عمر کافی اور ہرات کا امین الملک بھی شامل ہیں۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے منگولوں کو حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک پورا دن اور رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ سلطان بھی چاہتا تھا کہ اس کے لشکری دم لے لیں۔ تیسرے روز سلطان نے اپنے لشکر کے اندر جنگ کے طبل پیٹنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی لشکر کی صفیں درست ہونا شروع ہو گئیں۔ دوسری طرف منگول بھی مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

سلطان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا جبکہ

ہرات کے امین الملک کو اپنے ساتھ رکھا۔ دائیں پہلو کی کمانداری نظام الدین کے ہاتھ میں تھی۔ برغہ خان اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ بایاں پہلو عارض زوزنی کی کمانداری میں تھا جبکہ عمر کافی اس کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔

منگول اس گھمنڈ میں تھے کہ انہیں عددی فوقیت حاصل ہے لہٰذا انہوں نے سلطان اور نظام الدین پر پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ منگولوں نے اپنے لشکر کو عمر رواں کے زینوں کو توڑ دینے والی وقت کی بے کل لہروں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ مسلمانوں کے لشکر پر خون کی برکھا میں احساسات کے ہر موڑ، جسم و جان کے ہر جذبے کو دلوں کی جراحتوں سا کرتی ہولناکیوں، آسمان پر بادلوں کی کشتیوں کی طرح زمین پر پھیلتی مرگ کی پرچھائیوں اور نفرت کی ساعتیں کھڑی کرتی بھڑکتی کھولتی آگ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سب سے پہلے سلطان جلال الدین نے اپنے حصے کے ساتھ کارروائی کی ابتدا کی۔ پہلے سلطان نے جذب و فکر کے شعور میں گردشِ دوراں کا کرب بھر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر کے وسطی حصے پر اسرارِ حیات میں سوزشِ اضطراب بھر دینے والی تباہی پر اُتری انتقام کی صرصر، سمندر کی گہرائی، فلک کی بلندی، زمین کی پستیوں تک کو کھنگال دینے والے دکھ کے بھید لئے پُرکشش بیداری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ نظام الدین نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ اس نے بھی پہلے برق کی تب و تاب کی طرح خدائے لم یزل اور مالکِ کون و مکان کی تکبیریں بلند کیں پھر وہ بھی منگولوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر حرف در حرف موت کے باب، صف بہ صف قہر کے ساگر کھڑے کرتے عذابوں، قیامت کی گھڑیاں اٹھائے آشوبِ وحشت کے جلال، مقدر کے خالی دامن میں مجبوریوں کے قصے اور آسودگی اور آشتی کو دکھ کی زنجیروں میں جکڑ دینے والی بربادی کے ہولناک سایوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

نظام الدین اور برغہ کے بعد عارض زوزنی اور عمر کافی نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ انہوں نے بھی پہلے ذہنوں کو بنجر، زیست کو سنسان کر دینے والے سمندر کے شور کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ بھی منگولوں پر دشتِ نا اُمیدی میں خواہشوں اور

اُمنگوں کو بانجھ کرتے وقت کے بدترین وحشی رقص، پیاسی روحوں کی سی حالت کرتی کھولتی آوازوں کے سیلِ بے پناہ اور بدنوں کو زخم زخم کرتے برق و باد کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح قندز شہر کے نواح میں رزم گاہ کے اندر آہوں بھری ریت، نفسِ مجہول سی دل فگاری، آگ و آتش کے سحاب، موت و مرگ کی حدتیں، خون آشام عتاب اور دربدری کے عذاب اپنا رنگ دکھانے لگے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ جاری رہی۔ عصر کے وقت منگولوں نے اندازہ لگا لیا کہ سلطان کے لشکر کے سامنے ان کی حالت بڑی تیزی سے آہوں بھری رات، تاریکیاں چنتی ساعتوں، سلگتی تنہائیوں، دھواں دھواں خواہشوں اور دشتِ کرب و ابتلا کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ لہٰذا انہوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قندز شہر میں سلطان کے لشکر سے شکست اُٹھا کر منگول بری طرح بھاگے۔ سلطان نے کچھ دور تک ہولناک انداز میں ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا۔ منگولوں نے جو پڑاؤ قائم کیا تھا، اس سے خوراک کی صورت میں سلطان کے ہاتھ بہت کچھ لگا۔

جب منگولوں کا سارا سامان سمیٹا جا چکا، تب زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد سارے سالار، سلطان کے گرد جمع ہو گئے۔ اس موقع پر سلطان بے حد خوشی کا اظہار کر رہا تھا اور اسی اظہارِ مسرت میں وہ سب کو مخاطب کر کے خوش کن آواز میں کہنے لگا۔

"آج کی جنگ نے مجھے ایک دلی سکون دیا ہے۔ کاش جو کام آج ہم نے مختصر سے لشکر کے ساتھ کیا ہے، یہ کام ہم اس وقت ہی شروع کر چکے ہوتے جس وقت چنگیز خان ہماری سرزمینوں کی طرف بڑھا تھا اور ہمارے پاس چار لاکھ کا آزمودہ کار اور تربیت یافتہ لشکر تھا۔ قسم اللہ پاک کی! اگر وہ چار لاکھ کا لشکر لے کر ہم مقابلے پر اُترتے تو چنگیز خان کے سامنے ہم آہنی چٹان کھڑی کر دیتے اور کسی بھی صورت اسے اپنی سرزمینوں میں داخل نہ ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا اُس کے مرکزی شہر کا رخ کرنے کی کوشش کرتے۔

تباہی کا ایک دور تھا، جو ہم پر گزر گیا۔ چار لاکھ کا لشکر بد دل ہو کر اِدھر اُدھر بکھر گیا۔ کچھ لشکری مختلف جنگوں میں حصہ لیتے ہوئے کٹ مرے، کچھ غلام بنا لئے گئے۔ اب

ہمارے پاس جو لشکر ہے، چنگیز خان کے مقابلے میں اس کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا ہمیں اس لشکر میں اضافہ کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہی کہیں ہم چھاتی تان کر اور خم ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آسکتے ہیں۔ میرے عزیز بھائیو! چند دن یہاں قیام کرتے ہیں، لشکری بھی ستالیں گے، اس کے بعد ہم غزنی کا رخ کریں گے۔"

سارے سالاروں نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لشکر نے چند روز وہاں قیام کیا، اس کے بعد سلطان غزنی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

✿✿✿

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان طالقان ہی میں قیام کئے ہوئے تھا کہ اُس کے مخبر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنگیز خان پہلے ہی بڑا برہم اور افسردہ تھا کہ کالیوین شہر کے نواح میں نظام الدین کے ہاتھوں اس کے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ مارا جا چکا تھا۔

جو مخبر اس کے پاس آئے، انہوں نے جھک کر چنگیز خان کو تعظیم دی۔ اس موقع پر چنگیز خان کے تین بیٹے اور سارے سالار بھی اس کے پاس موجود تھے۔ اس کے بعد چنگیز خان کے استفسار پر ایک مخبر بولا اور چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"خانِ اعظم! ہم مختلف محاذوں اور مختلف سمتوں کی خبر لے کر آئے ہیں۔ آپ نے جو لشکر نظام الدین کو روکنے کے لئے روانہ کیا تھا تا کہ وہ جلال الدین سے نہ ملے، اس پر نظام الدین غالب آ گیا اور تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا جلال الدین کی طرف بڑھا۔ اسی دوران ایک اور لشکر اس کے پیچھے لگایا گیا تا کہ جو رسد کا سامان وہ لے کر جا رہا تھا، وہ اس سے چھین لیا جائے اور نظام الدین کو شکست دے کر، اسے گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ اس سے گزشتہ ناکامیوں کا انتقام لیا جائے۔ لیکن وہ لشکر بھی ناکام رہا۔ ہمارے لشکر کا وہ حصہ بھی اکثریت میں کٹ مرا۔ اس طرح نظام الدین، جلال الدین سے جا ملا۔ ابھی دونوں کو ملے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ ہمارا ایک لشکر قندز شہر پر حملہ آور ہوا تھا۔ چنانچہ مسلمان مخبروں نے اس کی اطلاع جلال الدین کو کر دی۔ چنانچہ جلال الدین اور نظام الدین اپنا لشکر لے کر قندز کی طرف بڑھے۔ قندز کے نواح میں ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ہمارے لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے ان گنت لشکری میدانِ جنگ میں کام آئے اور لشکر نے شکست قبول کرتے ہوئے

بھاگ کر اپنی جان بچائی۔''

ساری تفصیل جاننے کے بعد چنگیز خان بیزاری محسوس کرنے لگا تھا۔ منہ سے کچھ نہ بولا تھا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے ان مخبروں کو جانے کے لئے کہا۔ اس پر وہ مخبر پیچھے ہٹ کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک گہری کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد چنگیز خان نے سرخ آنکھوں والی ایک گہری نگاہ اپنے بیٹوں اور سالاروں پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''جب سے مخبروں نے مجھ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ نظام الدین اصل میں کوشان خان ہی ہے، تب سے میرے دل میں پیچ و تاب اُٹھ رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے، مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا اتنا بڑا سالار جسے اس کے لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ کہا جا سکتا ہے، اس وقت ہمارے مرکزی شہر میں داخل ہوا، جس وقت بغداد کے سفیر اور طبرستان کا بدرالدین ہمارے پاس آئے تھے اور ہمیں ترغیب دی تھی کہ ہم علاؤالدین خوارزم شاہ پر ضرب لگائیں۔ میں سمجھتا ہوں، وہ ہماری ہی نہیں، بغداد اور طبرستان والوں کی جاسوسی کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس کام میں وہ کامیاب رہا۔ اس لئے کہ بعد میں پتہ چلا کہ کوشان خان نے خلیفۂ بغداد کے قاصدوں اور طبرستان کے بدرالدین کو راستے میں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

دوسری بات جو میرے لئے حیرت اور دکھ کا باعث ہے، وہ یہ کہ جس محاذ پر بھی ہم نے نظام الدین سے ٹکرانے کی کوشش کی، اس محاذ پر اسے کامیابی اور ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ہم اس کے سامنے نادم ہو کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ میرا بیٹا تولی خان بھی اس کے مقابلے میں ناکام رہا۔ یہ اس کی بہادری، اس کی شجاعت، اس کا معرکہ ہے کہ برغہ خان اور اولون بھی اس سے جا ملے۔ اس نے ہمارے تین عمدہ قسم کے سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جن میں میرا عمدہ سالار اور داماد تغجار بھی شامل ہے۔ اس کے بعد اُس نے مختلف مواقع پر ہمارے کئی لشکریوں کو شکست دی اور اپنے لئے رسد کا کافی سامان اکٹھا کر لیا۔ اور پھر کمال کی بات یہ کہ وہ ایک ایسے کوہستانی سلسلے پر جما رہا، جس پر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ وہاں سے بھی وہ اُٹھا۔ ہم نے اُس کی راہ روکنے کی کوشش کی تاکہ وہ

جلال الدین سے نہ ملے۔ لیکن وہ ہمارے لشکر کو کاٹ کر جلال الدین سے ملا اور اب دونوں نے مل کر قندز شہر میں ہمارے لشکر کو بدترین شکست دی ہے اور ہمارے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

یہ میرے لئے نیا چرکا اور نئے زخم ہیں۔ اس لئے کہ کالیوین شہر کے نواح میں اس نظام الدین نے ہمارے لشکر کو بدترین شکست دے کر لشکر کا تقریباً مکمل صفایا کر دیا تھا۔ ابھی میرے وہ زخم مندمل ہی نہیں ہوئے تھے کہ قندز شہر والی خبر مجھے دے دی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جلال الدین کے ساتھ اب نظام الدین مل چکا ہے۔ اس لئے کہ نظام الدین اکیلا نہیں تھا، اس کے ساتھ برغہ خان ہے، عارض زوزنی ہے اور اب ان کا تیسرا بڑا سالار عمر کافی بھی ان کے ساتھ ہے۔ ان حالات میں ہمیں کسی طریقے، کسی جتن کے ساتھ اس نظام الدین پر ضرب لگا کر اسے زندہ گرفتار کرنا ہوگا۔ سب سالاروں سے کہو، کل یہاں سے کوچ ہوگا۔“

اس کے ساتھ ہی برہمی کی سی حالت میں چنگیز خان اُٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا اور اگلے روز چنگیز خان لاکھوں کا ایک لشکر لے کر طالقان سے سلطان جلال الدین سے نمٹنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔

❀❀❀

مؤرخین کے مطابق قندز شہر میں منگولوں کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤالدین نے جس وقت اپنی سلطنت تقسیم کی تھی تو غزنی کا علاقہ جلال الدین کے حصے میں آیا تھا۔ اسی بنا پر سلطان جلال الدین نے غزنی کا رخ کیا تھا۔ علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرنے کے بعد سلطان جلال الدین جس شہر میں بھی گیا، لوگوں نے منگولوں کے ڈر کے مارے سلطان کی حمایت نہیں کی اور نہ ہی اسے اپنے شہر میں ٹھہرنے دیا۔ لیکن غزنی شہر کا ردِعمل مختلف تھا۔ غزنی افغانوں کا شہر ہے اور افغانی پیدائشی جنگجو تھے اور ہیں۔

کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ افغانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب اسرائیل کے منتشر قبائل سے جا ملتا ہے۔ حال ہی میں افغان قبائل کے اصل ماخذ کے بارے میں دنیا

کی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ افغان اپنا تعلق اسرائیلیوں کے آباء و اجداد سے وابستہ کرتے ہیں جو کہ غور کے علاقے میں آباد ہو گئے تھے اور یہ کہ ان کے مختلف قبیلے خود کو ایک شخص قیس کے شجرۂ نسب سے وابستہ کرتے ہیں۔ قیس ایک یہودی سردار تھا اور اسرائیل کے بادشاہ مینول کی پینتیسویں پشت سے اس کا سلسلۂ نسب ملتا ہے۔

مؤرخین کا یہ کہنا ہے کہ یہودی باشندوں کے بارے میں جو اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر افغانستان آ کر آباد ہو گئے تھے اور جو واپس اپنے آبائی وطن نہیں گئے، ان کے وطن واپس نہ جانے کے اسباب معلوم کرنے کے لئے ایک یہودی راہب "منجمن" نے افغانستان کا سفر اختیار کیا۔ منجمن نے یہ دریافت کیا کہ نیشاپور کے پہاڑوں میں چار ہزار کے قریب یہودی آباد ہیں۔ ان کا تعلق دان، آشر، زبولون، نوبت اور یہودیوں کے دوسرے قبائل سے تھا۔ پہاڑی علاقے میں رہتے ہوئے ان قبائل نے اپنی خودمختاری اور آزاد زندگی کی بود و باش اور خصائل کو برقرار رکھا۔ ان قبائل کا سرداران دنوں ایک یہودی شہزادہ تھا۔ اس نے 1153ء میں سلجوقیوں کے سلطان کو اپنا آقا اور حکمران تسلیم کیا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عرب میں جو یہودی پہلے سے آباد تھے، ان سے باہمی روابط کے باعث اپنے علاقے سے نقل مکانی کرنے والے یہودی عرب ہی میں آباد ہو گئے۔ اس دور کی بعض روایات کے مطابق قیس سردار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام کی اعلیٰ آفاقی تعلیم سے متاثر ہو کر قیس نے اسلام قبول کر لیا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیس کا نام عبدالرشید رکھا تھا اور پٹھان کا لقب عطا کیا۔ یہ ایک پراسرار نام ہے۔ اس کے اصل ماخذ کا دورِ حاضر اور قدیم زبانوں میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ مگر یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ پٹھان کا مطلب پتوار یا بادبان ہے۔ یہ ان افراد کا مؤقف ہے، جنہوں نے پٹھانوں کے شجرۂ نسب کو مرتب کیا ہے۔ مگر تاریخِ اسلام میں کسی ایسے واقعہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔

تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ بارھویں صدی میں ادریسی نے جغرافیہ اور تاریخ سے متعلق ایک دستاویز مرتب کی تھی جس میں قندھار میں رہائش پذیر عمر رسیدہ یہودیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ادریسی نے یہودیوں کو کافر قرار دیا جبکہ وہ خود دینِ محمدؐ کا پیروکار تھا۔ تاہم اس

علاقے میں کسی یہودی آبادی کی تصدیق گیارہویں صدی کے ایک ادیب ہار کھائی نے بھی نہیں کی۔ تیرھویں صدی میں ''تخت ناصری'' کے مصنف نے بھی اس کی تصدیق نہیں کی۔ یہ دونوں ادیب خراسان کے باشندے تھے اور یہ ان علاقوں کی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ تاہم دو شہر ایسے تھے جن کا نام قندھار تھا۔ ایک جنوبی افغانستان میں واقع تھا اور دوسرا ہندوستان میں۔ بارھویں صدی میں ہندوستان میں قندھار نام کا کوئی شہر نہیں تھا۔ ممکن ہے ادریسی نے قندھار شہر کے نام کو ہندوستان میں کسی شہر کے نام سے منسوب کیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ممکن ہے وہاں یہودیوں کی آبادی موجود ہو۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ پندرھویں صدی میں جب افغانوں نے ہندوستان میں اقتدار حاصل کیا اور جب اُس وقت ان کا شجرہ نسب مرتب کیا گیا تو اس تصور کو برقرار رکھا گیا۔ فی الوقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس افسانوی تصور کی حقیقت محفوظ نہیں ہے۔ تاہم تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ افغانستان کے علاقے غور میں یہودی برادری موجود ہو اور وہاں یہودی پائے جانے کے آثار ملے ہوں۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر ویلف کی ایک روایت کے مطابق جو اس نے بخارا کی یہودی آبادیوں کے بارے میں لکھی ہے، جب یہودیوں کے آباء و اجداد کو 738 قبل مسیح میں رومنوں کے ایک سردار نے فلسطین سے مار بھگایا تو وہ منتشر ہو کر بلخ، سمرقند اور بخارا کے علاوہ دریائے آمو کے دونوں کناروں پر آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت بلخ کا نام ہالہ، سمرقند کا نام ہابر اور بخارا کا نام ہارن ہوا کرتا تھا۔

یہودیوں نے ان علاقوں میں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ ایک مستند روایت تسلیم کی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ فیروز کوہ جسے فروغا یا غور بھی کہا جاتا ہے، میں یہودیوں کی آبادی موجود ہو۔ تاریخ میں یہ روایت ہے کہ چنگیز خان اور اس کے خطرناک لڑاکا دستوں نے یہودیوں کی خوب گوشمالی کی اور انہیں مار بھگایا۔ جس سے یہ منتشر ہو گئے اور سبزوار، نیشاپور اور خراسان میں جا بسے۔

یہاں وہ کچھ صدیوں تک قیام پذیر رہے۔ اس وقت یہودیوں کی بڑی تعداد دریائے آمو کے دونوں کناروں پر آباد تھی۔ جب تیمور لنگ نے علاقے میں اقتدار حاصل کیا تو اس نے یہودی رعایا سے نسبتاً بہتر اور اچھا سلوک روا رکھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ فروری 1896ء میں افغانستان کے جنوبی حصے میں ایک بڑے مٹی کے تودے کی نشاندہی ہوئی تھی۔ یہ تودہ اُن یہودیوں کے آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھتا ہے، جن کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور جو مغرب کی طرف سے افغانستان میں آئے تھے۔

اس کے علاوہ دریائے کابل کے پغمان ضلع میں یہودیوں کی مشہور خانقاہ واقع ہے۔ یہ سینٹ پٹریم کے نام سے موسوم ہے۔ یہودی اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سینٹ پٹریم نام کا ان کا ایک مذہبی راہب یہاں مدفون ہے جس کے نام سے یہ خانقاہ موسوم ہے۔ اس کے علاوہ فارس میں ایک ساسانی حکمران نے یہودیوں کا قتل عام کیا۔ جس کے بعد یہودی فرار ہو کر ایشیا بھر میں منتشر ہو گئے۔

یورپی سیاح اور ادیب بارھویں صدی میں مشرقی فارس، افغانستان اور ہندوستان میں یہودیوں کی موجودگی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس علاقے میں یہودی باشندوں کی موجودگی کے بارے میں بعض مؤرخ تو خاموش ہیں اور اُن کی اس خاموشی سے اس مفروضے کو تقویت ملتی ہے۔ جن مؤرخین نے یہودیوں کا ذکر اپنی کتب اور تاریخ میں نہیں کیا، وہ اعلیٰ سیاسی امور، بڑی بڑی جنگی فتوحات اور حکمرانوں کے کارناموں کی تاریخ مرتب کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس بات کا کوئی سراغ نہیں ملا کہ یہودیوں نے اسلام یا کوئی اور مذہب قبول کر لیا ہو۔ غور کے علاقے میں زیادہ تر حصہ ایسا ہے جہاں مذہب کے قدم نہیں پہنچے تھے۔

اس کے علاوہ غوری سلاطین نے افغانستان میں اسلام کے ذریعے اپنا اثر و رسوخ قائم کیا اور یورپی مؤرخین کے مطابق تمام ہمسایہ ممالک کے باشندوں نے اسلام کا اثر قبول کیا۔ گیارھویں صدی میں سلطان محمود غزنوی نے غور کے شہزادے ابنِ سوری کو ایک سخت اور خونریز معرکے کے بعد شکست دے دی اور اسے قیدی بنا لیا۔ جن مؤرخین نے ان واقعات کو قلمبند کیا ہے، ان کا یہ خیال ہے کہ ابنِ سوری ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابنِ سوری بہرحال مسلمان نہیں تھا۔

تاریخ دان مزید لکھتے ہیں کہ اگرچہ افغان اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ یہودی نسل سے ہیں لیکن بعض ایسے آثار بھی ملے ہیں جو ان کے اس دعوے کی نفی کرتے

ہیں۔ افغانستان میں ہندوستان کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں تھا۔ تاہم اس سلسلے میں کچھ دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہیں۔ اس علاقے سے مختلف اقوام نے نقل مکانی کی اور پنجاب سمیت ہندوستان کی وادیوں میں آباد ہو گئے۔ کچھ تارکینِ وطن جو کہ ڈاکو اور راہزن تھے، ہندوکش کے پہاڑی سلسلوں میں واقع میدانوں میں جا کر آباد ہو گئے۔ مگر اس عظیم نقل مکانی کے لئے ان افراد نے سلسلہ کوہِ ہندوکش کے نسبتاً کم بلند اور مغربی حصوں کے درّوں کو استعمال کیا۔ یہ افراد اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ مال مویشی بھی لائے۔

ہلمند اور اس کے معاون دریاؤں نے اس عظیم پیش قدمی کے لئے آسان ذرائع مہیا کئے اور مشرق کی طرف کرم، ٹوچی اور گومل درّوں سے یہ تارکینِ وطن اپنی منزلِ مقصود تک جا پہنچے۔ یہ بات تصور کی جا سکتی ہے کہ بعض افراد نے نقل مکانی نہ کی ہو۔ تاریخ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ غور کا حکمران ایک یہودی شہزادہ تھا جو علاقے میں رہائش پذیر افغانوں کا سربراہ تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، یہودی افغانوں کے ساتھ رشتے ناطے جوڑنے لگے۔ مختلف قبائل جن کے مشترکہ مفادات تھے، ایک دوسرے کے قریب آتے گئے۔ تاریخ میں ان قبائل کو چراہوں، ابلک اور دورانی کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ علاقے میں جب اسلام کو فروغ حاصل ہوا تو تقریباً چھ صدیوں تک دریائے آمو کے دونوں طرف بعض قبائل نے نقل مکانی نہیں کی۔

اس کے علاوہ افغان کا نام گیارہویں اور بارھویں صدی میں لکھے جانے والے جرائد میں ملتا ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے، جب غزنی پر سامانی حکمرانوں کی حکومت تھی۔ اس سلطنت کی بنیاد سبکتگین نے رکھی تھی۔ اس وقت افغان قبائل ملک کے جنوب اور مشرقی حصوں میں دریائے سندھ کے دونوں کناروں اور اس کی تنگ وادیوں اور گھاٹیوں میں بود و باش رکھتے تھے۔ اسی علاقے میں آفریدی اور وزیری جیسے جنگجو قبائل ہیں۔

پہاڑی سلسلوں پر مشتمل علاقہ دریائے سندھ کے زیریں حصے تک جا ملتا ہے۔ اسے سفید کوہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے جو دریائے کابل کے جنوب سے خلیج اومان کی آبنائے منر تک چلا گیا ہے۔ دریائے کابل کے شمال میں اور دریائے جہلم کے درمیان واقع علاقوں کو روکے، کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اور جب افغانوں کی اہمیت میں اضافہ ہوا تو مغرب سے لے کر دریائے ہلمند تک کے علاقے کو کوہِ سفید کہا جانے لگا۔

گیارہویں صدی میں افغان قبائل اپنے تخریبی رجحانات، خصائل اور طور طریقوں کی وجہ سے بدنام تھے۔ یہ وہی وجوہات تھیں کہ سبکتگین کا فرزند محمود غزنوی ان کے خلاف اقدامات پر مجبور ہوا۔ افغان باشندے ملک کے دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں رہائش رکھتے تھے۔ تیرھویں صدی سے پہلے پغمان سے لے کر روکے، کے مغرب تک کا علاقہ انہی باشندوں کی رہائش گاہ تھا۔

افغانستان میں منگولوں کی آمد سے افغان قبائل میں مذہبی اختلافات میں اضافہ ہوا اور بعض قبائل میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان قبائل کے درمیان پہلے جو اتحاد قائم تھا، سیاسی محاذ آرائی کی وجہ سے وہ اتحاد رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ چنگیز خان کے دستوں کی یلغار کے سامنے اسلامی قوتیں جو پہلے ہی منتشر تھیں، بے بس دکھائی دینے لگیں۔ طویل عرصے تک منگولوں کی یلغار نے معاشرے اور تہذیب کے تانے بانے کو منتشر کر کے رکھ دیا۔ خراسان کا علاقہ جو اپنی خوبصورتی اور زرخیزی کی وجہ سے مشہور تھا، تباہ و برباد ہو گیا۔ یہاں کی آبادی کی اکثریت یا تو نقل مکانی کر گئی یا پھر حملہ آور دستوں کا شکار ہو گئی۔ تین سو برس یا اس سے زائد عرصہ تک منگولوں، ترکوں اور بعد میں ازبکوں کے منظم دستوں نے افغانی باشندوں پر عرصۂ حیات تنگ کر کے رکھ دیا۔ ان حملوں سے متاثر ہو کر افغان ملک کے دیگر حصوں میں منتشر ہو گئے یا پھر انہیں ہندوستان کے علاقے میں دھکیل دیا گیا

افغانوں نے سولہویں صدی کے اوائل میں ازبکوں کو کوہِ ہندوکش کے پیچھے علاقوں میں دھکیل دیا اور ازبکوں کے خالی کردہ علاقوں پر قابض ہو گئے۔ اس صورتِ حال سے آبادی کے بڑے حصے پر اثرات مرتب ہوئے۔ افغانستان میں تین قومیں آباد تھیں تاہم ان میں کسی بات پر مطابقت نہیں تھی۔ نفسیات، کردار اور بود و باش کے طور طریقوں میں ان قوموں میں تضاد تھا اور ہے۔ ان میں ہزارہ، تاجک اور افغان شامل ہیں۔ ہزارہ نسل سے متعلق باشندوں کا تعلق منگولوں سے ہے یہ چنگیز خان کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ دریائے آمو کے کنارے آباد ہیں۔ تاجک افراد کی آمد سے ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

تاجکوں یا افغانوں سے وہ سیاسی اور سماجی طور پر میل ملاپ رکھنا پسند نہیں کرتے۔ یہ باشندے قندھار سے کابل جانے والی سڑک کے مغربی کنارے میں آباد ہیں اور یہ وہ

علاقہ ہے جہاں منگول چھٹی صدی ہجری میں آباد ہوئے تھے جہاں انہوں نے اپنی حکومت قائم کی۔

ہزارہ باشندے سخت جان، قوی اور جفاکش ہیں اور ملک کے مختلف شعبوں کے لئے ملازموں اور محنت کشوں کی اکثریت انہی افراد سے لی جاتی ہے۔ یہ افغانستان کے تقریباً سارے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

تاجک قبائل بھی تقریباً انہی اوصاف کے مالک ہیں۔ یہ دریائے آمو کے دونوں کناروں پر آباد ہیں۔ یہ باشندے کھیتی باڑی کرتے ہیں اور چینی انہیں ''تاہا کی'' کہتے ہیں۔ یہ افراد اجتماعی طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ قبائل تعلیم کے فوائد اور مہذب دنیا کی سہولتوں سے بھی آشنا ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں۔ ان کے گھروں میں عہدِ حاضر کی جدید سہولتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ انہیں بنیادی طور پر فرزندِ زمین کہا جاتا ہے اور یہ اس قدیم نسل کے باشندے ہیں جو اس اراضی کے مالک تھے۔ غیر ملکی حملہ آوروں کی یلغار سے یہ باشندے متاثر نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنی کھیتی باڑی کا آبائی پیشہ برقرار رکھا۔ جہاں کہیں بھی قابلِ کاشت زمین اور پانی موجود ہو، یہ وہاں پائے جاتے ہیں۔ انہیں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً دکھان یا دھوار۔

تاجک فارسی زبان بولتے ہیں۔ فاسی زبان ان کی مادری زبان ہے۔ یہ اجتماعی طور پر رہتے ہیں۔ ان کا تعلق ایرانی آریا نسل سے ہے۔ یہ اسلام کی روشنی سے بہرہ ور ہوئے، اسلام قبول کیا۔ یہ منگول اور ہزارہ قبائل سے الگ تھلگ رہتے ہیں تاہم مشترکہ مفادات کی خاطر افغان اور تاجک قبائل ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں تاجک خود کو پہلے افغان، بعد میں تاجک کہتے ہیں۔

جہاں تک افغانوں کا تعلق ہے تو افغان اپنے خانہ بدوشی کے خصائل پر فخر کرتے ہیں۔ وہ خود کو جنگجو کہتے ہیں۔ جبکہ دیگر قبائل ان کے اوصاف کو بربریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاجک پُرامن شہری باشندے ہیں۔ اسلام میں مذہبی اختلافات کی وجہ سے افغانوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ تاجک عام طور پر شیعہ عقائد پر کاربند ہیں۔ ہزارہ بھی اسی عقیدے کے کاربند ہیں۔ افغان سُنّی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں ہیں اور اپنے عقیدے پر سختی سے قائم رہنے والے ہیں۔

جس وقت سلطان جلال الدین غزنی پہنچا تو اس وقت یہی جنگجو افغان ہی غزنی میں آباد تھے۔ تاجک اور ہزارہ نہیں تھے۔

مؤرخین اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ چونکہ منگول، سلطان کے تعاقب میں چلے آ رہے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ سلطان پر بے خبری میں حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو تتر بتر کر دیں اور ہو سکے تو اسے زندہ گرفتار کر لیں یا مار ڈالیں اور لاش چنگیز خان کے پاس لے جائیں تاکہ سلطان کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اسی لئے سلطان نے جلد از جلد غزنی پہنچنے کا اہتمام کیا اور وہ 618ھ بمطابق 1222ء کے آغاز میں وہاں پہنچ گیا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اہلِ شہر منگولوں کے حملوں کے باعث پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے، خوف زدہ اور پریشان تھے۔ اس لئے وہ سلطان کی آمد سے بے حد خوش ہوئے۔ چونکہ موسمِ سرما شروع ہو گیا اس لئے منگولوں کے حملے کا خطرہ نسبتاً کم ہو گیا تھا۔ اسی دوران سلطان جلال الدین کو ایک تقویت بھی حاصل ہوئی اور وہ یہ کہ ایک افغان سالار، جس کا نام سیف الدین اغراق خلجی تھا، وہ ایک لشکر کے ساتھ سلطان سے آن ملا۔ اس کے علاوہ کچھ چھوٹے چھوٹے لشکر لے کر بلخ کا حاکم مظفر، اغانیہ کا حاکم حسن کزلک بھی سلطان کے پاس پہنچ گئے۔ اس طرح سلطان کو تقویت حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی افغانوں نے جو جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے تھے اور خم ٹھونک کر دشمن کے سامنے آنے کی ہمت اور جرأت رکھتے تھے، انہوں نے مکمل طور پر سلطان کا ساتھ دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

غزنی میں قیام کے دوران ہی سلطان جلال الدین کو خبر ہوئی کہ منگولوں کے تین لشکر متحرک ہوئے ہیں۔ ایک بروان شہر پر حملہ آور ہو کر اسے تباہی اور بربادی سے دوچار کرے گا۔ دوسرا لشکر آگے بڑھ کر بامیان شہر کا محاصرہ کرے گا اور تیسرا لشکر ان دونوں لشکروں میں جہاں کہیں بھی کمزوری کے آثار پیدا ہوں گے، وہاں پہنچ کر کامیابی کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے گا۔

سلطان کو اپنے مخبروں سے یہ خبریں ملیں تو اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ اسی وقت اس نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ سلطان کی طلبی پر نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان، عمر کافی اور دوسرے سالار، سلطان کے پاس پہنچ گئے تھے۔

سلطان نے پہلے سب کا جائزہ لیا، پھر مخبر جو خبریں لے کر آئے تھے، ان کی تفصیل بتاتے ہوئے سلطان اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمارے مخبروں کے مطابق اس وقت منگولوں کے تین لشکر متحرک ہیں اور چوتھا لشکر جو بہت بڑا ہے، جس کی گنتی کا بھی کوئی شمار نہیں ہے، وہ ابھی بہت شمال میں ہے اور اس لشکر کی کمانداری خود چنگیز خان کر رہا ہے اور طالقان سے انہی علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہے۔ جو تین لشکر ہمارے قرب و جوار میں متحرک ہونے والے ہیں، ان میں سے ایک بروان شہر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ دوسرا بامیان شہر کا رخ کرے گا اور تیسرا لشکر درمیانی حصے میں رہے گا۔ پہلے دو لشکروں میں جہاں کہیں بھی پسپائی اور کمزوری کے آثار نمودار ہوں گے، تیسرا لشکر ان کی مدد کو پہنچے گا تا کہ منگول اپنی کامیابی اور فتح مندی کو یقینی بنا سکیں۔ اب تم سب لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرو اور اتفاق رائے سے مجھے بتاؤ کہ ہمیں کب اور کس سمت روانہ ہونا چاہئے تا کہ ہم بہتر انداز میں منگولوں سے نمٹتے ہوئے اپنے شہروں کی حفاظت کر سکیں۔ میں جانتا ہوں، ابھی تک ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا لشکر نہیں ہے کہ ہم خم ٹھونک کر منگولوں کے سارے لشکر کے سامنے صف آراء ہو جائیں۔ لہٰذا ہمیں کہیں شب خون، کہیں اچانک حملہ آور ہو کر منگولوں کو نقصان پہنچانا ہو گا۔ اس وقت نظام الدین کی بات اور اس کا فیصلہ میرے شعور میں موجزن ہے کہ ہم نے فتح اور شکست کو بھول کر منگولوں کا قتل عام کرنا ہے۔ تا کہ انہیں بتائیں کہ جس طرح انہیں اپنے لشکریوں کے مرنے کا صدمہ ہوتا ہے، ایسا ہی صدمہ ہمیں بھی پہنچ چکا ہے۔ اب آپس میں صلاح مشورہ کرو اور جو بھی فیصلہ کرو، وہ نظام الدین کو بتاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ نظام الدین ہمارا وہ سالار ہے جس کی منصوبہ بندی اکثر کامیاب رہی ہے اور کئی مواقع پر اس نے منگولوں کو شکستیں بھی دیں۔ لہٰذا تم صلاح مشورہ کر کے نظام الدین کو بتاؤ، پھر میں نظام الدین سے بات کرتا ہوں۔''

سلطان کے ان احکامات کا اتباع کرتے ہوئے سارے سالار آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے۔ نظام الدین بھی ان میں شامل تھا۔ یہاں تک کہ خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر نظام الدین، سلطان کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میں نہیں جانتا اس وقت آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟ لیکن ہم سب

نے مل کر جو منصوبہ بندی کی ہے، میرے خیال میں اگر ہم اس پر عمل پیرا ہوں تو خداوند قدوس نے چاہا تو کامیابی ہمارے قدمے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین دم لینے کے لئے رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"سلطانِ محترم! ہم چاہتے ہیں کہ آج ہی وقت ضائع کئے بغیر ہم اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں اور بروان شہر کا رخ کریں۔ بروان کی طرف جو منگولوں کا لشکر بڑھ رہا ہے، پہلے اس سے نمٹیں۔ اس کے بعد بامیان کا رخ کریں۔ مجھ اُمید ہے کہ بروان شہر کے نواح میں ہم منگولوں کے لشکر کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس دوران ہوسکتا ہے تیسرا لشکر جسے دونوں لشکروں کی مدد کے لئے مقرر کیا گیا ہے، وہ بھی پہنچے۔ اگر وہ ہماری راہ میں حائل ہوتا ہے تو ہم اُسے بھی انشاء اللہ کچلیں گے اور اسے کچل کر، روند کر بامیان کی طرف بڑھیں گے۔ اور اگر ہم نے بامیان کے نواح میں بھی منگولوں کے لشکر کو شکست دے دی تو اس کے دو فائدے ہوں گے اور دونوں بہت بڑے ہوں گے۔ پہلا فائدہ یہ کہ ہمارے لشکریوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ منگول ناقابل تسخیر نہیں ہیں۔ جس طرح انہوں نے ہمارے لشکریوں اور شہریوں کا قتل عام کیا ہے، اسی طرح ان کا بھی قتل عام کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے اکثر شہروں اور قصبوں میں جو منگولوں کا خوف اور ڈر طاری ہے، کسی حد تک کم ہو جائے گا۔ ابھی لوگ منگولوں کے ڈر سے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے لیکن یکے بعد دیگرے منگولوں کو ہم دو تین شکستیں دیں گے تو اللہ نے چاہا تو ہمارے اپنے لوگ ہم سے تعاون کرنے لگیں گے اور وہ یہ خیال کریں گے کہ ہم منگولوں کو شکست دے کر انہیں مار بھگانے کی ہمت اور جرأت رکھتے ہیں۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا تب سلطان جلال الدین نے خوشی کا اظہار کیا اور اسی خوشی میں وہ اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو فیصلہ تم نے کیا ہے، وہ یقیناً میرے دل کی پکار، میرے شعور کے فیصلے کے عین مطابق ہے۔ میں خود بھی چاہتا تھا کہ پہلے بروان کا رُخ کروں، اس کے بعد دوسری منزل اور کسی دوسری مہم کا آغاز کریں گے۔ جو فیصلہ تم نے کیا ہے، میں اس کے لئے تمہارا

شکر گزار ہوں۔ اب ایک ذاتی فیصلہ کرنا ہے اور وہ ذاتی فیصلہ نظام الدین سے متعلق ہے۔
نظام الدین! سارے سالار اور سارے لشکری جانتے ہیں کہ اولون تمہیں اور تم اسے پسند کرتے ہو اور دونوں اپنے آپ کو ایک دوسرے سے وابستہ بھی کر چکے ہو اور بقول عارض زوزنی اور برغہ خان تم دونوں کو برغہ خان اور عارض زوزنی نے ایک دوسرے سے منسوب بھی کر دیا ہے، نظام الدین میرے عزیز بھائی! میں چاہتا ہوں آج تمہاری اور اولون کی شادی کا اہتمام کیا جائے، اس کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے۔ جب تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو تو پھر تم علیحدہ خیموں مین کیوں رہتے ہو؟ اولون تمہاری بیوی کی حیثیت سے رہے گی۔ اس سلسلے میں، میں نے علیحدگی میں عارض زوزنی اور برغہ خان سے بات کی تھی اور ان دونوں کا کہنا ہے کہ تم دونوں شادی اس لئے نہیں کرتے ہو کہ جب بچے ہوں گے تو ان کو کون سنبھالے گا؟ اس لئے کہ بقول تم دونوں کے تمہارا ابھی تک کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ نظام الدین! اللہ بڑا مہربان ہے۔ میں جانتا ہوں، نیشاپور میں تمہارا بہت نقصان ہوا ہے۔ تمہاری ماں، نانی، ماموں اور ماموں زاد مارے گئے ہیں۔"
یہاں تک کہتے کہتے سلطان جلال الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں نظام الدین بول اُٹھا اور کہنے لگا۔
"سلطانِ محترم! صرف میری ماں، نانی، ماموں اور ماموں زاد ہی نہیں مارے گئے بلکہ ان گنت لوگوں کے رشتہ دار منگولوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ میں ہی نہیں، ان علاقوں کے سارے لوگ دکھی ہیں۔ کسی کا باپ، کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کا بھائی مرا۔ اس لئے میں اپنے دکھ کو منفرد خیال نہیں کرتا۔ جس طرح دوسرے مسلمانوں کو اذیت پہنچی ہے، مجھے بھی پہنچی ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے سارے غموں کو برداشت کر رہے ہیں، سلطانِ محترم! مجھے بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔
جہاں تک ٹھکانے کا تعلق ہے، سلطانِ محترم! ٹھکانہ میرا رب دینے والا ہے اور بہتر ٹھکانہ مہیا کرنے والا ہے۔ آج اگر ہم خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں تو کل کو وہ ہمیں آسودگی کے لئے کوئی ٹھکانہ بھی مہیا کر سکتا ہے۔ رہی بات اولون سے شای کرنے کی تو سلطانِ محترم! دراصل بات یہ ہے کہ میں نے شروع میں چاہا تھا کہ اسے کسی محفوظ

ٹھکانے میں رکھوں تاکہ وہ وہاں محفوظ رہے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ چنگیز خان نے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو میری، برغہ خان اور اولون کی تلاش میں ہوں گے اور ہم تینوں کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے اس لئے قتل کیا جائے گا کہ میں نے منگولوں کے تین سالاروں کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے اور کئی مواقع پر ان کے لشکریوں کا قتل عام کیا۔

برغہ خان کو اس لئے قتل کیا جائے گا کہ برغہ خان پہلے سے چنگیز خان کے لشکر میں شامل تھا، اسے چھوڑ کر میرے ساتھ مل گیا۔ جہاں تک اولون کا تعلق ہے تو اس کا تعلق چونکہ منگولوں سے ہے اور منگولوں کے قانون کے مطابق جو بھی منگول اپنی قوم سے بغاوت اور روگردانی کرتا ہے یا انہیں چھوڑ کر دوسروں سے ملتا ہے، ان کی رسومات کے مطابق اسے موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ اس بنا پر چنگیز خان کے آدمی بڑی تیزی سے ہماری تلاش میں سرگرداں ہیں اور وہ کوئی موقع تلاش کریں گے کہ ہمیں گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے پیش کریں۔ اس بنا پر نہ اولون علیحدہ رہنا چاہتی ہے اور نہ میں خود اسے اپنے سے علیحدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر ایسا کیا گیا تو منگول اُسے ڈھونڈ نکالیں گے اور اس کا انجام بڑا عبرت ناک بنائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین جب خاموش ہوا تو سلطان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

"نظام الدین! میں جانتا ہوں، اولون بڑی بہادر، بڑی صابر اور استقلال رکھنے والی لڑکی ہے اور پھر سب سے بڑی بات کہ وہ بے پناہ انداز میں تمہیں پسند بھی کرتی ہے۔ لہٰذا آج تم دونوں کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ وہ لشکر ہی میں رہے گی، اسے کہیں علیحدہ نہیں رکھا جائے گا۔ وہ جنگ کا بھی بہترین تجربہ رکھتی ہے اور اس کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ وہ جنگ اور امن دونوں صورتوں میں تمہارے پہلو بہ پہلو رہے۔ اس بنا پر اس کی خواہش کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ رہی بات شادی کے بعد بچوں کو سنبھالنے کی تو نظام الدین! میرا اللہ بڑا مہربان ہے۔ وہ اس کا بھی کوئی سبب بنا دے گا۔ اس سلسلے میں تمہیں اور اولون کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین رکا، پھر سارے سالاروں کو مخاطب کر

کے کہنے لگا۔

''میں نے نظام الدین اور اولون کی شادی کا جو ذکر کیا ہے، اس سے متعلق تم سب کا کیا خیال ہے؟''

سب سے پہلے عارض زوزنی بولا اور مسکراتے ہوئے پہلے اس نے ایک نگاہ نظام الدین پر ڈالی، پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اولون ہماری بہن ہے۔ وہ بے پناہ حد تک نظام الدین کو پسند کرتی ہے۔ لہٰذا آج اگر اس کی شادی نظام الدین سے کر دی جاتی ہے تو یہ مرحلہ ہم سب کے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث ہو گا اور ہم چاہتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہئے۔''

سلطان مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''اچھا سب جائیں۔ شادی کا اہتمام کریں۔ نظام الدین! تم یہیں بیٹھو۔ عارض زوزنی! تم جا کر اولون کو میرے پاس بھیجو۔''

اس کے ساتھ ہی سارے سالار وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اولون، سلطان کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور وہاں کھڑے ہی کھڑے کہنے لگی۔

''سلطانِ محترم! کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟''

سلطان اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر سلطان بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

''اندر آؤ میری بہن! تم سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔''

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی تفکرات بھرے انداز میں اولون آگے بڑھ کر نظام الدین کے قریب بیٹھ گئی تھی۔ پھر سلطان نے اولون کو مخاطب کیا۔

''اولون میری بہن! تھوڑی دیر پہلے سارے سالار یہاں جمع تھے۔ پہلے میں تمہیں تفصیل بتا دوں کہ ہم کیوں جمع تھے۔ منگولوں کے تین لشکر اطراف اور اکناف میں سرگرداں ہیں۔ ایک بروان شہر پر حملہ آور ہو گا، دوسرا بامیان پر اور تیسرا لشکر اُن دونوں لشکروں کے درمیان میں رہے گا اور یہ لشکر باقی دونوں لشکروں میں سے جس میں کمزوری کے آثار ہوں گے، اس کی مدد کرے گا۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا لشکر آج ہی یہاں سے بروان شہر کی طرف روانہ ہو گا اور حملہ آور منگولوں سے نمٹے گا۔ روانگی سے پہلے ہم

سب نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری اور نظام الدین کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ دیکھو میری بہن! عارض زوزنی مجھے تفصیل کے ساتھ سب کچھ بتا چکا ہے۔ میں جانتا ہوں تم دونوں ایک دوسرے کو اپنے آپ سے وابستہ کر چکے ہو۔ تمہیں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ آج اگر تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے تو کیا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟''

دھیمے سے لہجے میں اولون مسکرائی پھر چند ثانیوں تک بڑے غور سے اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے نظام الدین کی طرف دیکھا۔ نظام الدین کی نگاہیں اس وقت جھکی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ اولون بولی اور کہنے لگی۔

''سلطانِ محترم! جو فیصلہ نظام الدین کریں گے، وہی میرے لئے آخری ہے۔''

سلطان بھی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! اگر یہ بات ہے تو آخری فیصلہ یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک تم دونوں کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ تم نظام الدین کے خیمے میں منتقل ہو گی اور آج عشاء کی نماز کے بعد لشکر یہاں سے بروان شہر کی طرف کوچ کرے گا۔''

سلطان کے اس فیصلے کو اولون نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ اُسی روز نظام الدین اور اولون کے نکاح کا اہتمام کر دیا گیا تھا اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر نے بروان شہر کی طرف کوچ کیا تھا۔

دوسری طرف منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر بروان شہر کا محاصرہ کر چکا تھا۔ انہیں خبر ہو چکی تھی کہ سلطان جلال الدین ایک لشکر کے ساتھ ان سے نمٹنے کے لئے بروان کا رخ کر رہا ہے۔ اور جب ان کے مخبروں نے انہیں خبر دی کہ سلطان کا لشکر قریب آ گیا ہے تو انہوں نے بروان شہر کا محاصرہ ترک کر کے ایک کھلے میدان میں اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا تا کہ جونہی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے تو اس کی اور اس کے لشکر کی تھکاوٹ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جنگ کی ابتدا کر دی جائے اور سلطان کو شکست دے کر بروان کے نواح سے مار بھگایا جائے۔

دوسری طرف سلطان بھی بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سفر کرتا ہوا بروان پہنچا اور منگولوں کے لشکر کے سامنے اُس نے پڑاؤ قائم کرنا شروع کر دیا تھا۔ لشکر کے ایک حصے کو مستعد کر دیا گیا تھا جس کی کمانداری نظام الدین کر رہا تھا تا کہ منگول اگر اچانک

حملہ آور ہو کر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں تو انہیں ناکام بنا دیا جائے۔

دونوں لشکر جب اپنی صفیں درست کرنے لگے، تب منگولوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ اس موقع پر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا نظام الدین، سلطان کے پاس آیا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! منگول اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ سلطانِ محترم! ایک حصہ آپ اپنی کمانداری میں رکھیں اور عمر کافی آپ کے نائب کی حیثیت سے کام کرے۔ دوسرا حصہ عارض زوزنی کی کمانداری میں دیا جائے اور برغہ خان اس کے ساتھ کام کرے گا۔ تیسرا لشکر میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں قیام کروں گا یعنی اپنے لشکر کے پیچھے رہوں گا۔ منگول یہی خیال کریں گے کہ جس طرح انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، اسی طرح ہم نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا ہے۔

سلطانِ محترم! میں دیکھ چکا ہوں، آپ بھی اندازہ لگا چکے ہیں کہ منگولوں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور ہمیں ان سے کسی طریقے اور ڈھنگ سے نمٹنا ہوگا۔ منگول خوش ہوں گے کہ سلطان جو ان سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر لے کر آئے ہیں، اس کی تعداد بہت [illegible] ہے۔ لہٰذا وہ ہم پر غلبہ پالیں گے۔ چنانچہ جب آپ اور عارض زوزنی دشمن سے ٹکرائیں گے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہی پیچھے حرکت میں آؤں گا اور ایک دم سے منگولوں کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوں گا۔ میرے ایسا کرنے سے منگول دو طرح کا ردِعمل کریں گے۔ پہلا یہ کہ وہ یہ خیال کریں گے کہ سلطان کو کمک پہنچ گئی ہے۔ میرے حملہ آور ہونے سے دوسرا ردِعمل ان کا یہ ہوگا کہ جب میں منگولوں کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوں گا تو ان کے پہلو کو یقیناً میں نقصان پہنچاؤں گا، کئی صفوں کو اُلٹوں گا۔ اس طرح ان میں ایک خلل اور افراتفری پیدا ہوگی اور اس حصے کی کمی پوری کرنے کے لئے منگول یقیناً اپنے وسطی حصے سے کچھ لشکریوں کو پہلو کی طرف منتقل کر دیں گے۔ اس تبدیلی سے منگولوں کے اندر بدنظمی سی اُبھرے گی۔ اسی سے ہم نے فائدہ اُٹھانا ہے اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے پوری قوت سے حملہ آور ہونا ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں

کامیاب ہو جاتے ہیں تو سلطانِ محترم! یقیناً فتح ہماری اور شکست منگولوں کی ہو گی۔"

سلطان نے نظام الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دو حصوں کو سامنے رکھا گیا، تیسرا حصہ جو نظام الدین کی کمانداری میں تھا، وہ پڑاؤ اور لشکر کے بیچ کے حصے میں رکھا گیا تھا۔ اس موقع پر اولون جواب نظام الدین کی بیوی تھی، وہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ لشکر کے پیچھے جانے کے بعد نظام الدین نے اولون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اولون! اگر تم......"

کچھ کہتے کہتے نظام الدین کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسکراتے ہوئے اولون کہنے لگی۔

"یقیناً آپ یہ کہیں گے کہ اولون! اگر تم برا نہ مانو تو پڑاؤ میں قیام کرو۔ دیکھیں، آپ میرے شوہر ہیں۔ آپ کی ہر بات ماننا میرا فرض ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں جنگ اور امن دونوں صورتوں میں آپ کے ساتھ اور آپ کے پہلو بہ پہلو رہنے کا عزم کئے ہوئے تھی اور آپ نے میرے عزم کو تسلیم کیا تھا۔ لہٰذا اس جنگ میں بھی میں آپ کے ساتھ منگولوں کے خلاف حصہ لوں گی۔ ہاں اگر آپ میرے تحفظ کی خاطر فکر مند ہیں تو میں نہیں چاہتی کہ آپ فکرمندی کی حالت میں دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں۔ اس طرح آپ کی کارگزاری میں فرق آئے گا۔ لہٰذا میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں لشکر کے وسطی حصے میں رہ کر اپنا کام کروں گی۔"

اولون کے ان الفاظ سے نظام الدین مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد نظام الدین چونکا تھا۔ اس لئے کہ منگولوں کے لشکر میں حملہ آور ہونے کے لئے شور و غوغا اُٹھا تھا۔

منگولوں نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ سلطان جلال الدین کے لشکر پر بپھری صداؤں کے اندر نفرت اور عقوبت کی کشمکش، خزاں کے آنچلوں میں رقص کرتی اذیت ناکیوں، حلقہ در حلقہ خواہشوں کا خون چاٹتے قضا کے بےعکس مناظر اور سرابوں کے جزیروں میں پھیلتے موت کے دھوئیں کے بادلوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان اور عارض زوزنی بھی اپنے لشکر کے ساتھ حصارِ ذات کی وسعتوں میں سناٹوں کو زخم زخم کر دینے والے پُرہول ہجر لمحوں، صبر و ایثار کے

مرحلوں میں عظمتوں اور رفعتوں کے فسوں، غبار اور خون بھرے اُفق میں اپنی مہارت، اپنی برتری قائم رکھنے والی حکمت اور دانش کے عروج اور موسموں کی کڑواہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس طرح منگولوں اور سلطان کے درمیان ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔ منگولوں کے سامنے چونکہ سلطان اور عارض زوزنی کے لشکر کی تعداد کم تھی، لہٰذا وحشیانہ انداز میں شور وغوغا کرتے ہوئے منگول ایک طرح سے سلطان کے لشکر پر جلد قابو پانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

عین اسی وقت منگولوں کے خلاف ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ پشت کی جانب سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نظام الدین نمودار ہوا، پھر وہ منگولوں کے لشکر کے ایک پہلو پر راکھ یادوں، خاک چاہتوں کی سی حالت کرتی موسموں کی آتشیں سختیوں، بادلوں کی چادر اُدھیڑتی برہم برق کی لپک، روحوں کے حادثوں کو جنم دیتے کروٹیں لیتے طوفانوں، بھڑکتے آتش فشانوں کی حدت اور وقت کے خونخوار المیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

نظام الدین کا حملہ بڑا خوفناک، تیز اور شدید تھا۔ اس کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین اور عارض زوزنی نے بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نظام الدین ہی کے انداز میں حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

چونکہ منگولوں کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی نظام الدین نے ان کے لشکر کی کئی صفوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور ان کے لشکر کے اس پہلو میں چونکہ کمزوری کے آثار بڑی تیزی سے نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے، لہٰذا منگول سالاروں نے وسطی حصے سے کچھ لشکریوں کو اس پہلو کی طرف منتقل کرنا شروع کیا تھا جس کی وجہ سے منگولوں کے لشکر میں ایک ہلچل، ایک بدنظمی اُٹھی تھی۔ اسی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سلطان جلال الدین، عارض زوزنی اور نظام الدین نے اپنے حملوں میں مزید شدت پیدا کر دی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ بروان شہر کے نواح میں رزم گاہ کے اندر زوال وفنا طاری کرتے آگ اور آتش کے سحاب، زیست کی سنسنانیاں، جان کے کرب کے التہاب، سلگتی بدبختیاں، سراپا اضطراب موت، رگ رگ میں پل پل میں تبدیلیاں پیدا کرتی برہم برق

کی لپک رقص کرنے لگی تھی۔
کچھ دیر کے مزید ٹکراؤ کے بعد منگولوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔
اتنی دیر تک منگولوں کا تیسرا لشکر جس نے بروان اور بامیان دونوں لشکروں کی بوقت ضرورت مدد کرنا تھی، وہ بڑی تیزی سے بروان کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن اب تاخیر ہو چکی تھی۔ ان کی آمد سے پہلے ہی سلطان جلال الدین اور نظام الدین نے منگولوں کو شکست دے دی تھی۔ لہٰذا منگول شکست اُٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔
تیسرے لشکر کو بروان شہر سے دُور ہی جس وقت وہ دریا پار کر رہا تھا، اپنے بروان والے لشکر کی خبر مل گئی تھی۔ لہٰذا وہ دریا کے کنارے ہی رک گئے۔ اتنی دیر تک بروان کے نواح میں سلطان جلال الدین اور نظام الدین نے منگولوں کے جس لشکر کو شکست دی تھی، اس کے شکست خوردہ لشکری بھی منگولوں کے اس لشکر سے آن ملے تھے جو دریا کے کنارے آن رُکا تھا۔
شکست خوردہ لشکریوں نے اس لشکر پر انکشاف کیا کہ ان کا ٹکراؤ سلطان جلال الدین اور نظام الدین سے ہوا تھا جس کی بنا پر اُنہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ خبر سن کر منگولوں کا وہ تیسرا لشکر بھی بامیان کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جہاں پہلے سے منگولوں کے ایک لشکر نے بامیان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ سلطان جلال الدین بڑی برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھا اور بامیان کا رخ کیا۔
منگولوں کے جس لشکر نے بامیان کا محاصرہ کر رکھا تھا، اسے بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ سلطان جلال الدین اُن پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ ان تک یہ خبر بھی پہنچ چکی تھی کہ ان کے دوسرے لشکر کو سلطان نے بروان شہر کے نواح میں بدترین شکست دی ہے اور اب ایک فاتح کی حیثیت سے سلطان جلال الدین بڑی تیزی سے بامیان شہر کا رخ کئے ہوئے ہے۔
یہ خبر جب منگول لشکر کو پہنچی تو ان پر ایسا خوف اور ڈر طاری ہوا کہ انہوں نے بامیان کا محاصرہ ترک کر دیا اور بامیان کے نواح میں جو دریا تھا جسے دریائے آب بارانی کہتے تھے، اس کے پار چلے گئے اور دوسرے کنارے پر جانے کے بعد انہوں نے دریا کے پل

کو بھی تباہ کر دیا اور مورچے سنبھال لئے۔

ایسا انہوں نے اس لئے کیا تھا کہ کہیں سلطان جلال الدین دریا کو پار کر کے ان پر حملہ آور نہ ہو جائے اور مورچے اس لئے سنبھال لئے تھے کہ کہیں چنگیز خان کو یہ خبر نہ پہنچ جائے کہ منگولوں نے سلطان جلال الدین کا سامنا کرنے میں پس وپیش کی ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کو جب اپنے اس لشکر کی کمزوری اور بزدلی اور پسپائی کا علم ہوا تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اُس نے اسے اپنی بے عزتی اور رُسوائی سمجھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان نے اپنی اس رُسوائی کا انتقام لینے کے لئے نامور منگول سالار نام جس کا شیکی قتقو تھا، اسے ایک بہت بڑا اور جرار لشکر دے کر سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو کر اُسے مار بھگانے پر مقرر کیا۔

بامیان کے نواح سے منگولوں کے بھاگ جانے کے بعد سلطان نے پھر بروان کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ لہٰذا منگولوں کا نیا لشکر جو اپنے سالار شیکی قتقو کی کمانداری میں کام کر رہا تھا، وہ بھی بڑی تیزی اور غصے کی حالت میں بروان کی طرف بڑھا تھا۔

جلال الدین کی قوت اور طاقت کی حالت بھی اب پہلے کی نسبت کافی بہتر تھی۔ پہلے اُس کے پاس صرف سات ہزار کا ایک لشکر تھا اور اب اُس کے لشکر کی تعداد بھی زیادہ ہو چکی تھی لہٰذا اُس نے ہر صورت میں منگولوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

چنگیز خان کا سالار شیکی قتقو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس جگہ پہنچا جہاں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ منگولوں نے ایک دن اور ایک رات پڑاؤ کر کے قیام کیا۔ شاید وہ ستانا چاہتے تھے۔ سلطان جلال الدین نے بھی جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ جبکہ دوسری طرف منگولوں کا سالار شیکی قتقو ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت کام کر رہا تھا۔ اس لئے کہ چنگیز خان بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ طالقان سے بامیان کا رخ کئے ہوئے تھا اور منگولوں کا سالار شیکی چاہتا تھا کہ چنگیز خان بھی اس سے آن ملے تا کہ سلطان جلال الدین کے خلاف ان کی کامیابی اور فتح مندی یقینی ہو جائے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چنگیز خان بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے سالار شیکی قتقو سے آن ملا تھا۔

جس روز چنگیز خان پہنچا، اس سے اگلے روز منگولوں نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ چنگیز خان کو اپنے اندر دیکھ کر منگولوں میں ایک نیا جذبہ، جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان کی حالت بھی پہلے سے بہتر تھی۔ اس سے پہلے جہاں اس کے ساتھ صرف عمر کافی تھا، وہاں اب اُس کے ساتھ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے دو عمدہ سالار امین الملک اور سیف الدین اغراق خلجی بھی موجود تھے۔

چنانچہ جس وقت لشکری صفیں درست کر رہے تھے، سارے سالار سلطان کے پاس آن جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ صلاح مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ وسطی حصہ سلطان اپنے پاس رکھے اور اس بار عارض زوزنی کو سلطان کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔ لشکر کے دائیں پہلو کی کمانداری امین الملک کے حوالے کی گئی تھی۔ عمر کافی اس کے نائب کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔ لشکر کے بائیں پہلو کی کمانداری سیف الدین اغراق کے سپرد کی گئی تھی جبکہ برغہ خان اُس کی نیابت کر رہا تھا۔ لشکر کا چوتھا حصہ جو پہلے تین حصوں کے ہی برابر تھا، سلطان نے علیحدہ کر کے نظام الدین کی کمانداری میں دیا تھا۔ دراصل سلطان جلال الدین چاہتا تھا کہ جس طرح گزشتہ جنگ میں نظام الدین نے اچانک اپنے لشکر کی پشت کی طرف سے نکل کر دشمن کے پہلو پر ضرب لگا کر اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی بنایا تھا، اسی طرح نظام الدین اس جنگ میں بھی وہی کردار ادا کرے۔

چنانچہ لشکریوں کی ساری تقسیم کے بعد لشکر نے صفیں درست کرنا شروع کر دیں۔ جبکہ لشکر کے چوتھے حصے کے ساتھ نظام الدین لشکر کے پچھلے حصے میں چلا گیا تھا۔ اولون جواب اُس کی بیوی تھی، اُس کے ساتھ تھی۔

دوسری طرف چنگیز خان نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی تھی۔ اس نے بھی لشکر کو تین ہی حصوں میں رکھا تھا۔ وسطی حصے میں وہ خود رہا تا کہ اپنے سالاروں اور لشکریوں کو ہدایات جاری کرتا رہے۔ اس موقع پر اپنے سالاروں کو داؤ پیچ بتانے کے لئے اس نے اُنہیں اکٹھا کیا۔ اور جب وہ سالار اُس کے گرد جمع ہو گئے، تب چنگیز خان نے

انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میں نہیں جانتا کہ اس وقت جلال الدین کے لشکر کی ترتیب کیا ہے۔ تاہم مجھے خبریں پہنچ چکی ہیں کہ امین الملک اور سیف الدین اغراق بھی اس سے مل گئے ہیں۔ جہاں تک امین الملک کا تعلق ہے، وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور اپنی کامیابی کا راستہ تلاش کرنے کا ہنر بھی جانتا ہے۔ جہاں تک سیف الدین اغراق کا تعلق ہے تو اس سے متعلق میں زیادہ نہیں جانتا کہ یہ کیسا سالار ہے۔ تاہم جلال الدین کے پاس سب سے بڑے جو دو ہتھیار ہیں، وہ نظام الدین اور عارض زوزنی ہیں اور یہ دونوں بلا کے ہنرمند اور جنگ کا تجربہ رکھنے والے سالار ہیں اور اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ اگر جلال الدین اپنے لشکر کو ہماری طرح تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور ایک حصے کی کمانداری نظام الدین کو سونپتا ہے تو پھر جس لشکر کی کمانداری نظام الدین کر رہا ہوگا، اس پر زیادہ دباؤ ڈالنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ زوردار اور بھرپور حملے کرتے ہوئے نظام الدین کو جلال الدین سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا جائے۔ اس طرح انہیں تقسیم کر کے پہلے کڑی ضرب جلال الدین پر لگائی جائے، اس کے بعد علیحدہ ہو جانے والے نظام الدین پر ضرب لگائی جائے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو فتح اور کامیابی ہمارے ہی قدم چومے گی۔''

سارے سالاروں نے چنگیز خان کی اس تجویز کو پسند کیا تھا۔

❁❁❁

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے، تب چنگیز خان اور اس کے سالاروں کو پتہ چلا کہ سلطان جلال الدین کے لشکر کے تینوں حصوں میں سے کسی کی بھی کمانداری نظام الدین نہیں کر رہا۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ وسطی حصے میں سلطان خود ہے، دائیں جانب کی کمانداری امین الملک اور بائیں طرف کی کمانداری سیف الدین اغراق کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا چنگیز خان اور اس کے سالار اس شش و پنج میں پڑ گئے تھے کہ اگر یہ معاملہ ہے تو پھر نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان اور عمر کافی کدھر گئے؟ عمر کافی، عارض زوزنی اور برغہ خان چونکہ سلطان کی نیابت کر رہے تھے، لہٰذا اُن کی منگولوں کو خبر نہ ہوئی تھی۔ جبکہ نظام الدین کا بھی انہیں پتہ نہ چلا کیونکہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے بڑے لشکر کے تینوں حصوں کے پیچھے گھات لگانے کے انداز میں رُکا ہوا تھا تاکہ بروقت وہاں سے نکل کر چنگیز خان پر ضرب لگا سکے۔

منگولوں کے اندر چنگیز خان خود موجود تھا اور اس کی موجودگی کی وجہ سے منگولوں کے حوصلے بڑے بلند تھے۔ چنانچہ جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے وہ زوردار انداز میں اور چیختے ہوئے اپنی زبان میں نعرے بلند کر رہے تھے۔ اس کے بعد ان کے لشکر میں بڑے بڑے طبل بجنا شروع ہوئے۔ ساتھ ہی حملہ آور ہونے کے لئے چنگیز خان نے اپنے لشکر کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا تھا۔

چنگیز خان کا حکم ملتے ہی منگولوں کا لشکر کالی راتوں کے طول میں قہرمانیت کے نزول، صدیوں کی خاموشی میں ظلمتوں کے سیل، فرعون کی سطوت، نمرود کے جلال کی طرح آگے بڑھا۔ پھر وہ سلطان جلال الدین کے لشکر پر آندھیاں اوڑھے سنگ دل

وقت کی نفرت، بھاگتی وحشت زدہ ساعتوں میں اندھیرے میں دہکتے آگ کے انگاروں، سرکش ہواؤں کی لہروں میں چمکتی خوفناک آنکھوں والے درندہ صفت بھیڑیوں اور رینگتے لاوے کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان جلال الدین، امین الملک، سیف الدین اغراق، عارض زوزنی، برغہ خان اور عمر کافی بھی اپنے لشکروں کو حرکت میں لائے۔ پہلے سلطان کے کہنے پر سب نے ذہن و دل کے دریچوں اور شعر و نغمات کی سرحدوں پر زعفرانی ماحول طاری کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے تینوں حصوں کے ساتھ چنگیز خان کے لشکر پر منزلوں کے نشانات کی جستجو کرتے کاتبِ وقت، راستوں کو دُھندلا دینے والے قہر کے سیمابی بگولوں، فضاؤں، خلاؤں، سماوات کی پنہائیوں اور یادوں سے بھرے زمین کے دریچوں تک کی ساعتیں بنجر کر دینے والے گرم رو قافلوں کی تحریکِ بغاوت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

بامیان کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے بڑے بڑے لشکری خزاں کے پتوں کی طرح گرنے لگے تھے۔ روحوں پر قدغن لگنے لگی تھی۔ سچائیوں کی رسم لہو کے قطروں میں ڈوبنے لگی تھی۔ بڑے بڑے سورما، شیشے کی بکھری کرچیوں کی طرح بے منزل ہونے لگے تھے۔ آرزوؤں کی دھجیاں اُڑنے لگی تھیں۔ ذرّہ ذرّہ خاک و خون ہونا شروع ہو گیا تھا۔

جس وقت لڑائی اپنے زوروں پر تھی، ایک انقلاب اور تبدیلی رونما ہوئی۔ نظام الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُمیدوں کے صحرا میں پتھریلے لمحات اور سانسوں کے خودکار عمل میں صبحوں کے اُجالوں کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ چنگیز خان کے لشکر کے ایک پہلو پر عہدِ فراموش کی سفاک وسعتوں میں، ذہن و دل کی محرابوں میں اندھے خوف بھر دینے والی لاوا بن کر کھولتی جراٗتوں، بھنور بناتے حالات میں خیمۂ دل پر زیست کے زہریلے عنوان رقم کرتے گردشِ دوراں کے ہزاروں وسوسات اور اپنے اتھاہ سے اُٹھتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

نظام الدین کا یہ حملہ انتہائی خوفناک، جان لیوا اور شدید تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے منگولوں کی کئی صفوں کو اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا اور جس پہلو پر وہ حملہ آور ہوا تھا، اس

پہلو کے اندر منگولوں نے چیخ و پکار اور واویلا کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس موقع پر چنگیز خان اور اس کے سالار شیکی قتقو نے اپنے لشکر کو سنبھالنا شروع کیا۔ نظام الدین کا پہلو پر حملہ آور ہونا ان کے لئے ایک مصیبت بن گیا تھا۔

اس جنگ کا نقشہ مؤرخین کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''منگولوں کا لشکر، بروان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ سلطان بھی ان کی پیشوائی کے لئے شہر سے باہر کھلے میدان میں صفیں آراستہ کر کے انتظار کرنے لگا۔ سلطان خود قلب لشکر میں تھا۔ امین الملک دائیں بازو پر اور سیف الدین اغراق بائیں بازو پر متعین تھے۔ منگولوں کے ساتھ پوری شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ سلطان جلال الدین کی ساری سپاہ گھوڑوں سے اُتر کر پا پیادہ لڑنے لگی تھی۔ کیونکہ سلطان کے لشکر میں دایاں بازو بہت مضبوط تھا۔ اس لئے اس حصے کو باقی لشکر سے کاٹ دینے کے لئے منگولوں نے سخت یلغار کر دی تھی۔ چنانچہ حملے کی تاب نہ لا کر یہ لوگ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ جب سلطان نے یہ حالت دیکھی تو منگولوں کی چال کو سمجھ گیا اور ان کی امداد کو پہنچا اور لڑ جھگڑ کر انہیں اپنی اصلی جگہ پر واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔ تمام دن لڑائی پوری شدت سے جاری رہی اور پھر شام کو دونوں لشکر علیحدہ ہوئے تو لڑائی کے پلڑے برابر تھے۔

اپنی پہلے سے طے شدہ تجویز کے مطابق چنگیز خان نے سلطان کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے ناکامی ہوئی تھی۔ ایک تو سلطان نے خود اپنے لشکر کو سنبھالا دیا تھا، دوسرے جب نظام الدین چنگیز خان کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو گیا، تب چنگیز خان اپنی ساری تدبیروں، اپنی ساری منصوبہ بندیوں کو بھول گیا تھا اور اپنے آپ اس پہلو کے دفاع پر لگ گیا تھا جس پر نظام الدین ضربیں لگا رہا تھا۔''

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ دوسری صبح کو دونوں لشکر پھر آمنے سامنے ہوئے۔ چنگیز خان کو بڑا غصہ اور بڑا غضب تھا کہ کل کی لڑائی سلطان جلال الدین کے ساتھ برابر کیوں رہی۔ اس لئے کہ چنگیز خان تو فتح اور کامیابی حاصل کرنے کا عادی ہو چکا تھا اور یہاں سلطان جلال الدین نے اس کے لشکر کو روک کر ایک طرح چنگیز خان کے منہ پر طمانچہ دے مارا تھا۔ چنگیز خان، سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤالدین کا طرزِ عمل دیکھنے کا عادی تھا، لیکن یہاں جلال الدین کی صورت میں معاملہ اُلٹ تھا۔ جلال الدین

دشمن کے خلاف ضرب لگانے کے لئے اپنی جان کی بازی تک لگا دینے سے بھی دریغ نہیں کرنے والا تھا۔

دوسرے روز سلطان کے لشکر نے منگولوں کے لشکر سے تھوڑی دُور ایک اور لشکر کو گھوڑوں پر سوار دیکھا۔ یہ دراصل چنگیز خان کی ایک چال تھی۔ سلطان جلال الدین کے خلاف فتح مندی اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے چنگیز خان نے سلطان کے لشکریوں کو مرعوب کرنے کے لئے منگول لشکریوں کے ان سواروں کے گھوڑوں پر جو پہلے دن قتل ہو گئے تھے، ان کی زینوں پر راتوں رات لکڑیوں اور کپڑوں سے بت بنا کر جما دیئے تھے۔ دُور سے یوں لگتا تھا، گویا وہ بھی منگول لشکری ہیں جو گزشتہ رات کے دوران میں کمک کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

سلطان کے لشکریوں نے جب دیکھا تو یہ سمجھے کہ منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر چنگیز خان کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا مسلمان لشکری بددل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور اس موقع پر کچھ نے فیصلہ کیا کہ منگولوں کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ ٹکرانا اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے۔ لہٰذا میدان سے ہٹ جانا چاہئے۔

اس موقع پر کچھ سالاروں نے بھی سلطان کو یہی مشورہ دیا۔ لیکن سلطان اُن کی رائے سے متفق نہ ہوا۔ سلطان نے چنگیز خان کی اس چال کو کوئی اہمیت نہ دی۔ چنانچہ اپنے لشکریوں کو بد دلی سے بچانے کے لئے سلطان نے ایک دم منگولوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس بار سلطان نے اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس، دوسرا نظام الدین، تیسرا عارض زوزنی، چوتھا سیف الدین اغراق اور پانچواں امین الملک کی سرکردگی میں دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان نے چنگیز خان پر حملہ آور ہونے میں پہل کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اسی وقت چنگیز خان اپنے لشکر کو حرکت میں لایا۔ پھر وہ سلطان جلال الدین کے لشکر پر پیمانۂ روز و شب میں قلزموں کے مدوجزر، وقت کی بکھری ساعتوں کی اوٹ سے نکلتے جاں طلب لمحات، آزادی پر شب خون مارتے ہولناک شیطانی گروہ، کڑی راتوں اور پریشان دنوں میں بے نام وحشت بن کر نمودار ہوتے شام کے ہولناک خونی عمل کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کو موت کو زیر

کر لینے والی درد کی آگ، تباہی کو روک دینے والے عروج اور عظمتِ آدم کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ پھر سلطان، چنگیز خان کے لشکر پر نظر کو شل کرتی بھڑکتی انتقامی آگ، سچائیوں کی خوشبو لئے درد کی فکر انگیزی، پاؤں میں خونی گردشیں باندھ دینے والے سرگرداں بے سمت بھٹکتے سرابوں، عذابوں کے سلسلوں، زمین کی کوکھ میں ہیجان برپا کرتے وقت کے ناسپاس لمحوں اور آفاق تک موجزن ہو جانے والے سیلِ بے اماں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ بامیان شہر کے نواح میں نفرتوں کے بیج بوتی کالی روحیں رگ و پے میں تلخیاں بھرنے لگی تھیں۔ وقت کے بدترین سانحے نظر نظر خونی نظارے، قدم قدم قیامت خیزیاں کھڑی کرنے لگے تھے۔ افسردگی کی چھاؤں اور آفتوں کے سیل، سانسوں کے خیمے اُکھڑنے لگے تھے۔ آگ و خون کے تماشے رقص کرنا شروع ہو گئے تھے۔

گو چنگیز خان نے بامیان شہر کے نواح میں سلطان جلال الدین کے خلاف گھوڑوں پر پتلے باندھ کر سلطان کے خلاف ایک نئی چال چلنے کی کوشش کی تھی لیکن سلطان علاؤالدین اسے بھانپ گیا تھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ چنگیز خان چاہتا تھا کہ سلطان کو پسپا کرے، اسے شکست دے۔ لیکن پیچھے ہٹنے کے بجائے سلطان نے پیش قدمی کرنا شروع کر دی تھی۔ اُس کے سالار، اُس کے لشکری اپنی پوری طاقت اور ہنرمندی سے منگولوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اُن کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

چنگیز خان نے جب اندازہ لگایا کہ اس کے لشکر کی حالت بری ہوتی جا رہی ہے، تب اُس نے شکست قبول کر لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

سلطان کو اس جنگ میں بہت کچھ ہاتھ لگا۔ چنگیز خان اور اس کے سالاروں نے جو وہاں پڑاؤ قائم کیا تھا، ان کے پڑاؤ میں کھانے پینے کے علاوہ ضروریات کا دیگر سامان ڈھیروں کی صورت میں موجود تھا۔ چنانچہ جب چنگیز خان شکست اُٹھا کر بھاگا، تب سلطان نے اس سارے سامان پر قبضہ کر لیا تھا۔

چنگیز خان شکست اُٹھانے کے بعد کافی پیچھے ہٹ گیا تھا اور ایک محفوظ جگہ اس نے قیام کر لیا تھا۔ اسے دراصل اب دوسرے لشکریوں کی آمد کا انتظار تھا، اس لئے اس نے تیز رفتار قاصد مختلف سمتوں کی طرف روانہ کر کے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے بہت

سے لشکریوں کو طلب کر لیا تھا۔

اسی دوران چنگیز خان کو خبر ملی کہ ہرات شہر کے لوگوں نے منگولوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی ہے اور منگولوں نے ہرات شہر میں کچھ منگول دستوں کے ساتھ جو اپنا ناظم مقرر کیا تھا، ہرات والوں نے ناظم کے علاوہ جس قدر منگول ہرات میں تھے، انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

چنگیز خان کا چھوٹا بیٹا تولی خان اس وقت جبکہ چنگیز خان بامیان شہر کے نواح میں تھا، سلطان جلال الدین سے ٹکرایا تھا، وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ شمال میں ایک مہم میں مصروف تھا۔ چنانچہ چنگیز خان کو جب خبر ملی کہ ہرات والوں نے بغاوت کر دی ہے اور شہر کے اندر جس قدر منگول تھے اور جو انہوں نے ناظم مقرر کیا تھا، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے، تب چنگیز خان نے اپنے ایک سالار ایل جی گدائی کو حکم دیا کہ وہ ہرات شہر میں بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ ایل جی گدائی ایک بڑا لشکر لے کر ہرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے علاوہ اس نے قاصد بھیج کر اپنے بیٹے تولی خان کو پیغام دیا کہ وہ دوبارہ کالیوین پر حملہ آور ہو اور ہر صورت میں اسے فتح کر لے۔

دوسری طرف مخبروں نے سلطان جلال الدین کو بھی خبر کر دی تھی کہ چنگیز خان کے بیٹے تولی نے ہرات شہر کے اندر جو اپنا ناظم مقرر کیا تھا اور جو اپنے دستے رکھے تھے، ہرات شہر والوں نے انہیں قتل کر دیا ہے اور منگولوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی ہے اور یہ کہ چنگیز خان نے اپنے لشکر کو ہرات کی طرف بڑھنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ اس موقع پر مخبروں نے سلطان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی خان کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ کالیوین نام کے شہر اور قلعے کو فتح نہیں کر سکا تھا۔ لہٰذا اب دوبارہ وہ کالیوین کا رخ کرے اور ہر صورت میں کالیوین کے قلعے کو فتح کر کے اپنی پچھلی ناکامی کا داغ دھو دے۔

چونکہ چنگیز خان کے مقابلے میں سلطان کو شاندار فتح نصیب ہوئی تھی، لہٰذا سلطان کا تجربہ اور اس کا اندازہ تھا کہ اب چنگیز خان جلد سلطان سے نہیں ٹکرائے گا بلکہ کچھ عرصہ خاموش رہ کر اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد اپنی شکست کا انتقام لینے کی کوشش

کرے گا۔

اب سلطان بھی چنگیز خان کے سامنے خم ٹھونک کر آ سکتا تھا۔ اس لئے کہ اُس کی طاقت میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے ایک روز جلال الدین نے نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان تینوں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا تھا۔

جب وہ خیمے میں داخل ہوئے، تب سلطان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کا استقبال کیا، اپنے قریب بٹھایا، اس کے بعد گفتگو کا آغاز سلطان نے کیا اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر آئے ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ منگولوں کے خلاف ہرات شہر میں بغاوت ہو گئی ہے۔ منگولوں نے جو وہاں ناظم مقرر کیا تھا، ہرات والوں نے اسے بھی قتل کر دیا ہے اور اس ناظم کے تحت جو منگول دستے تھے، ان کا بھی کام تمام کر دیا ہے۔ اب چنگیز خان نے ہرات والوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی ہے۔ اس کا سالار ایل جی گدائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف سرگرداں ہے۔ ہمارے مخبروں کا کہنا ہے کہ چنگیز خان نے اپنے اس سالار کو حکم دیا ہے کہ وہ ہرات کی بغاوت کو فوراً جا کے فرو کرے اور باغیوں کا مکمل طور پر قلع قمع کر دے۔ اس کے ساتھ ہی چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی خان کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ پچھلی بار جب وہ ہرات گیا تھا تو ہرات کے نواح میں اس نے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا تھا لیکن کالیوین نام کا شہر فتح نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اس بار ہر صورت میں کالیوین شہر کو فتح کر کے وہاں جتنی آبادی ہے، اسے تہہ تیغ کر دیا جائے۔

نظام الدین! ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اپنے اُسی لشکر کو لے کر جس کے ساتھ تم نے پہلے کالیوین شہر کا دفاع کیا تھا، آج ہی کالیوین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ عارض زوزنی اور برغہ خان پہلے کی طرح تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اس سلسلے میں تم نے جو کچھ کہنا ہو تو کہو۔ مجھے امید ہے کہ پہلے کی طرح تم کالیوین شہر کا دفاع خوب کرو گے۔''

جواب میں نظام الدین کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! مجھے کچھ نہیں کہنا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آج ہی روانہ ہو

جائیں تو پھر ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم اپنی تیاری کریں اور پھر کالیوین شہر کا رخ کریں۔ تا کہ چنگیز خان کے سالار سے پہلے ہم وہاں پہنچ کر اپنے دفاع کو آخری شکل دے لیں۔''

سلطان نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس پر نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان، سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

نظام الدین اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے میں جو بستر لگے ہوئے تھے، ان میں سے ایک بستر پر اولون بیٹھی ہوئی تھی۔ نظام الدین جب خیمے میں داخل ہوا تو جستجو بھرے انداز میں اولون اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی پھر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ کو سلطان نے طلب کیا تھا۔ خیریت تو ہے؟''

اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''اولون! جو لشکر ہمارے پاس پہلے تھا، اس کے ساتھ ہم تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کریں گے۔ عارض زوزنی اور برغہ خان پہلے کی طرح ہمارے ساتھ ہوں گے۔ دراصل ہرات شہر والوں نے چنگیز خان اور منگولوں کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور وہاں جس قدر منگول تھے، انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ چنگیز خان کا ایک سالار ایل جی گدائی اس وقت بہت بڑے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف سرگرداں ہے۔ اسے چنگیز خان نے حکم دیا ہے کہ وہ فوراً ہرات کا رُخ کرے اور باغیوں کا قلع قمع کر دے۔ ساتھ ہی چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولی خان کو حکم دیا ہے وہ جو پچھلی بار کالیوین کو فتح نہیں کر سکا تھا، لہٰذا اس بار ہر صورت میں کالیوین کو فتح کیا جائے اور چونکہ پچھلی بار کالیوین کے لوگوں نے مزاحمت کی تھی، لہٰذا کالیوین کو فتح کر کے وہاں کے لوگوں کا قتل عام کر دیا جائے۔ اس بنا پر سلطان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں، عارض زوزنی اور برغہ خان اپنے لشکر کو لے کر تولی خان سے پہلے کالیوین شہر پہنچ جائیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رُکا۔ اولون کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ نظام الدین پھر بول اُٹھا۔

''اولون! اپنا سارا سامان سمیٹو۔ تھوڑی دیر تک خیمہ اُکھاڑ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ لشکر خیمے اپنے ساتھ لے کر جائے گا۔ کسی بھی وقت ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

جواب میں اولون کچھ نہ بولی۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہ اپنا اور نظام الدین کا سامان سمیٹنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد خیمے اُکھاڑ دیئے گئے۔ اس کے بعد نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان لشکر کو لے کر کالیوین شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❁❁❁

نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کے جانے کے بعد بھی سلطان کے پاس اتنی عسکری طاقت اور قوت تھی کہ وہ چنگیز خان کا مقابلہ کر کے اسے مار بھگا سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے پاس اب بھی تین بہترین سالار تھے۔ امین الملک تھا، سیف الدین اغراق تھا اور عمر کافی تھا۔ اس بنا پر بڑے مطمئن انداز میں سلطان نے بروان شہر میں قیام کئے رکھا۔

اس قیام کے دوران ایک ایسا خونی حادثہ پیش آیا جس نے نہ صرف جلال الدین کی طاقت اور قوت کو کمزور کر کے رکھ دیا بلکہ اس حادثے نے اسلام کی تاریخ کا تقریباً رُخ ہی موڑ دیا۔

ہوا یوں کہ چنگیز خان کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین کے ہاتھ ایک بہت خوبصورت اور اچھی نسل کا گھوڑا ہاتھ آیا تھا۔ اس گھوڑے کو حاصل کرنے کے لئے امین الملک اور سیف الدین اغراق میں تُو تُو میں میں ہو گئی جس کی بنا پر سیف الدین اپنے پورے لشکر کے ساتھ سلطان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جس کی وجہ سے سلطان کے لشکر کے اندر ضعف اور کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

اس واقعہ کو مؤرخین کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"اس نازک موقع پر سیف الدین اغراق اور امین الملک کے درمیان ایک گھوڑے کے بارے میں تُو تُو میں میں شروع ہو گئی اور امین الملک نے غصے میں گھوڑے کا چابک اُٹھا کر سیف الدین کے سر پر دے مارا۔

سیف الدین نے سلطان سے شکایت کی لیکن چونکہ سلطان کو امین الملک کی وفاداری پر اعتماد تھا اور تیس ہزار کا لشکر اُس کی کمان میں تھا، اس لئے سن کر خاموش ہو رہا۔ اس سے سیف الدین کو بڑا رنج ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا بوریا

بستر لپیٹ کر روانہ ہو جائیں۔

جب سلطان جلال الدین کو معلوم ہوا کہ سیف الدین اغراق جا رہا ہے تو اس نے سیف الدین کو سمجھانے کی پوری کوشش کی اور حالات کی نزاکت کا احساس دلایا۔ سیف الدین اغراق، سلطان کے اصرار کے پیشِ نظر اس وقت تک خاموش ہو رہا۔ لیکن جب رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کو چھوڑ کر چلا گیا۔"

اب صورتِ حال یہ تھی کہ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان پہلے ہی لشکر کا ایک حصہ لے کر جا چکے تھے، اب سیف الدین اغراق بھی چلا گیا تھا۔ لہٰذا سلطان جلال الدین کے لشکر میں اچھا خاصا ضعف اور کمزوری آ گئی تھی۔ چنانچہ مختلف سمتوں سے سلطان نے نئے لشکری بھرتی کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

ہرات شہر کی بغاوت کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہرات شہر پر منگولوں کے قبضہ کے بعد کالیوین شہر کے لوگوں نے منصوبہ بنایا تھا کہ ہرات شہر میں بغاوت کروائی جائے اور شہر کے حاکم ابوبکر اور منگول ناظم منگتائی اور منگولوں کے جو لشکری وہاں متعین تھے، ان کو قتل کر دیا جائے تا کہ منگولوں کے قبضے سے نجات حاصل کی جا سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس فیصلے کے تحت کالیوین شہر سے 80 تجربہ کار اور بہادر نوجوان اس کام کے لئے منتخب کئے گئے۔ ایک مشہور و معروف اور قابل شخص کو ان کا قائد مقرر کیا گیا۔

ان 80 لوگوں اور ان کے قائد نے پہلے کالیوین شہر کے لوگوں کی طرف سے ہرات کے والی ابوبکر اور منگولوں کے ناظم منگتائی کے نام ایک خط لکھا جس میں درخواست کی گئی کہ ہم اب منگولوں کی اطاعت میں آنا چاہتے ہیں۔ قلعہ کالیوین آپ کے حوالے کرنے کو آمادہ ہیں اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔

کہتے ہیں یہ پُرفریب خط جب ابوبکر والیٔ ہرات اور منگولوں کے ناظم منگتائی کو ملا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور اقرار کیا کہ چند دنوں میں اس بارے میں تولی خان کو اطلاع کر کے اس کا عہد نامہ ان کے لئے حاصل کر لیا جائے گا۔ اب آپ لوگوں کو جنگ بند کر دینی چاہئے۔ جنگ و جدل سے امن بہتر ہے، اس سے استفادہ کیا جائے۔

ابوبکر اور منگتائی نے لوگوں کو یہ بھی مشورہ دیا کہ انہیں اپنا معاملہ مل کر طے کرنا

چاہئے۔ اور یہ بھی طے پایا کہ آپس میں ربط بڑھانے کے لئے ہرات شہر سے تاجر کالیوین شہر جائیں اور کالیوین سے تاجر اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ہرات کا رخ کریں۔

اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے مؤرخین اس معاملے کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

''دوسری صبح جب سورج نیلگوں آسمان پر پہاڑوں کی اوٹ سے طلوع ہوا تو دنیا روشنی کے حُسن سے بہرہ ور ہوئی۔ تاریک رات تیز رفتار تیر کی مانند تمام ہوئی اور دن کا روشن بادشاہ چمک دار تلوار لئے برآمد ہوا۔ گہری رات ختم ہوئی اور آفتاب نکل آیا۔

چنانچہ کالیوین شہر سے وہی اسّی نوجوان اپنے آپ کو تاجر ظاہر کر کے ہرات شہر کو روانہ ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنا اسلحہ بوریوں میں چھپا رکھا تھا اور پانچ پانچ دس دس کی ٹولیوں میں شہر کے دروازے سے داخل ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا غلہ اور اسبابِ تجارت تیزی کے ساتھ فروخت کر دیا اور نو دنوں کے بعد موقع پا کر پہلے منگولوں کے ناظم منگتائی کو قلعہ کے نیچے اور اس کے بعد ابوبکر کو بھرے بازار میں قتل کر دیا۔ شہر میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور ہرات کے لوگ ایک بار پھر منگولوں کے خلاف نعرے لگانے لگے تھے۔

ابوبکر اور منگول ناظم منگتائی کا مرنا تھا کہ ہرات کے لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور جو بھی منگول سامنے نظر آتا، ہرات کے لوگوں نے اُسے قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح تولی خان نے اپنے جانے سے پہلے جس قدر منگولوں کے دستے ہرات میں منگتائی کے تحت مقرر کیے تھے، ہرات کے لوگوں نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک شخص مبارز الدین سبزواری کو ہرات کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ مبارز الدین ہرات کا رہنے والا نہیں تھا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس کا تعلق قلعہ فیروز کوہ سے تھا۔ وہ وہیں سے ہرات آیا تھا۔ تاہم یہ ایک مخلص شخص تھا۔ اسی بنا پر اُسے ہرات کا حاکم مقرر کر دیا گیا اور ایک شخص نام جس کا فخر الدین عبدالرحمٰن تھا اور تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ وہ جنگ اور لڑائیوں کا بہترین تجربہ رکھتا تھا، اسے لشکروں کا امیر مقرر کر دیا گیا۔

اس طرح ایک بار پھر تمام لوگوں کے دلوں میں منگولوں کے خلاف جنگ اور مقابلہ کرنے کا عزم پیدا ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جب چنگیز خان کو خبر ہوئی کہ ہرات کا وہ والی جسے تولی خان نے مقرر کیا تھا اور جس کا نام ابوبکر تھا اور منگولوں کے ناظم منگتائی کو قتل کر دیا گیا ہے تو چنگیز خان کے غیض وغضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ چنگیز خان نے اپنے ایک انتہائی خونخوار سالار ایل جی گدائی کو اسّی ہزار جنگجو لشکریوں کے ساتھ غزنی سے تین فرسنگ کے فاصلے سے اس مہم کے لئے نامزد کر دیا اور حکم دیا کہ ہرات کے مقتول پھر سے زندہ ہو گئے ہیں۔ اس بار ان لوگوں کے سر ان کے جسموں سے کاٹ کر الگ کر دیئے جائیں۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ ہرات کے لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ سلامت نہ رہ جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ منگول سردار ایل جی گدائی، چنگیز خان کے حکم سے 618ھ کو شوال کے مہینے میں ہرات کی حدود میں داخل ہوا اور حکم دیا کہ لشکر ایک ماہ میں جنگ کے لئے ضروری تیاری اور تربیت پا لے۔ نیز جو علاقے چنگیز خان کے زیر اثر تھے، ان سے جنگی تیاری کے لئے امداد طلب کر لی۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں خراسان اور ترکستان کے پہاڑوں اور افغانستان میں جو منگول جنگجو پھیلے ہوئے تھے، ان میں سے پچاس ہزار سوار اور پیادہ ہرات پر حملہ آور ہونے کے لئے ایل جی گدائی کے پاس پہنچ گئے۔

دوسری طرف ہرات شہر میں ہرات کا حاکم مبارز الدین اور لشکریوں کا سردار فخر الدین اور دیگر اکابر جنگ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

منگول سالار ایل جی گدائی کے پاس اب ایک لاکھ سے بھی زیادہ لشکر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہرات شہر کے دروازے اپنے لشکر کے امراء میں تقسیم کر دیئے۔ شہر کی ہر جانب تیس تیس ہزار جوان مقرر کئے۔ حملہ آور ہونے سے پہلے ایل جی گدائی نے حکم دیا کہ جو شخص بھی خواہ وہ سالار ہو یا لشکری، جنگ میں سستی یا غلطی دکھائے گا اس کی سزا موت ہو گی۔ جو کوئی جنگ میں بہادری دکھائے گا تو ایسے بہادروں کو خاص مراتب عطا کئے جائیں گے۔

دوسرے روز ایل جی گدائی نے اپنے نہایت تند اور تیز سپاہ کے ساتھ شہر کے چاروں طرف سے جنگ کا آغاز کیا۔ ہرات شہر کے لشکریوں نے بھی ثابت قدمی دکھائی۔ وہ سعادت اور درجات کے حصول کے لئے منگولوں سے لڑنے کے لئے نیزوں اور تلواروں کے ساتھ شہر کے دروازہ سے باہر نکلنے لگے۔ مؤرخین کے مطابق انہوں نے اپنے پہلے ہی

حملے میں کئی ہزار منگولوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں انسانی سر اس طرح کٹنے لگے جیسے باجرے کی روٹی ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی ہے۔

ایک مؤرخ لفاظی سے کام لیتے ہوئے اس جنگ سے متعلق کچھ اس طرح رقم طراز ہوتا ہے۔

''اس جنگ کے دوران منہ میں زبان ایسے پیاسی ہو گئی تھی جیسے آگ میں نعل رکھا ہو۔ لوہے کے خود کے نیچے دماغ ایسے تھے جیسے سرمہ کوٹنے والے ہاون میں ہوں۔ پہاڑ جیسے گرز کی چوٹ سے لرز رہے ہوں اور فریاد میں ہوں۔ جنگل اور صحرا تمام کے تمام مرے ہوؤں سے پُر تھے۔ بڑے بڑے رستم جنگ میں مصروف تھے۔ کوئی بہادروں کو قتل کرنے میں، کوئی میدان فتح کرنے میں مصروف تھا۔ کوئی شور و غوغا میں، کوئی فریاد و نالاں میں مگن تھا۔ بہر حال دنیا ایک خوفناک مہلک گرداب میں تھی اور زمانہ حیرت میں محو تھا۔ قضا خون ریزی میں اور تقدیر جان لینے میں لگی ہوئی تھی۔''

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ ہرات کا حاکم مبارز الدین اور سالار فخر الدین بڑی جانفشانی سے منگولوں کا مقابلہ کئے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی سپاہ اور سالاروں کا حوصلہ بھی بڑھاتے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو انعام و اکرام اور جواہرات کے عطیئے بھی دے رہے تھے۔ اس طرح ان کے نامور بہادر جوان منگولوں کے گلے میں زہر کے جام اُنڈیل رہے تھے۔

قلعے کے برجوں کے خلا تیروں کی بوچھاڑ سے بھر گئے تھے۔ شہر کے دائیں بائیں اطراف میں روغن نفت کی وجہ سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ رات گئے تک یہی سماں رہا۔ اس طرح ہرات شہر کا یہ محاصرہ طول پکڑنے لگا۔ کوئی فریق دوسرے پر حاوی یا فتح مند نظر نہ آتا تھا۔ دونوں کا پلڑا برابر تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ 619 ہجری میں ایل جی گدائی نے زبردست حملہ کیا۔ اس میں بھی اس کے تقریباً پانچ ہزار لشکری قتل ہوئے۔ آخر اس نے فصیل کے ایک حصے کے قریب انگارے بھر دیئے اور قلعے کی دیوار میں سوراخ کر دیئے۔ حتیٰ کہ قلعہ کی دیوار پچاس گز تک ٹوٹ گئی۔ وہاں منگولوں کے چار سو جنگجو دیوار کے نیچے آ گئے۔ ان میں سے

ایک بھی نہ بچا۔

پھر ہرات شہر کی بدقسمتی کہ کچھ عرصہ بعد لوگ پہلے کی طرح دو گروہوں میں بٹ گئے۔ غلہ کی کمی کے باعث وہ منگول سالار ایل جی گدائی سے صلح کرنے پر مائل ہو رہے تھے۔ جبکہ ایل جی گدائی کے پاس اب تک رسد کا بڑا سامان تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر قضائے الٰہی سے جمادی الاوّل بروز جمعہ ایل جی گدائی ملعون نے شہر ہرات پر قبضہ کر لیا اور اہلیانِ ہرات کے مرد و زن کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

بقول مؤرخین خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ کسی بڑے یا چھوٹے کا لحاظ نہ کیا گیا۔ شہر کی ہر قسم کی عمارتوں کو گرا دیا گیا۔ سات روز تک سوائے کشت و خون، لوٹ مار، جلانے اور تباہ کرنے کے اور کچھ نہ ہوا۔ بہرحال اس طرح ہرات شہر ویران اور برباد کر دیا گیا۔

دس لاکھ چھ ہزار افراد اس موقع پر ہرات میں شہید کر دیئے گئے۔ اس طرح ہرات پر وہ مظالم ہوئے جو اس سے پہلے شاید کسی شہر پر نہ ہوئے ہوں گے۔

❁❁❁

دوسری طرف نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ برغہ خان اور عارض زوزنی کے ساتھ کالیوین شہر پہنچ چکا تھا۔

چند ہی روز بعد تولی خان اپنے لشکر کے ساتھ کالیوین شہر پہنچ گیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تولی خان نے کالیوین شہر کا بڑی سختی سے محاصرہ شروع کیا۔ جس سختی سے اس نے محاصرہ شروع کیا تھا، اس سے کہیں زیادہ سختی کے ساتھ نظام الدین، عارض زوزنی، برغہ خان اور شہر کے اندر جو جنگجو تھے، انہوں نے جوابی کارروائی کی۔ کئی روز تک تولی خان، کالیوین کو فتح کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ ان گنت منگولوں نے جان کی بازی لگا دی۔ لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ تولی خان نے دو بار کالیوین کا محاصرہ کیا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ تولی خان نے اپنا زور، اپنی پوری قوت لگا دی لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ تولی خان چاہتا تھا کہ گزشتہ معرکے میں جو اُس کے ہزاروں لشکری مارے گئے تھے اور ساتھ ہی اس کے ماتھے پر کالیوین شہر کے نواح میں شکست کے داغ لگے تھے، انہیں

دھو دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان کے لشکری جب اس قلعے کو فتح نہ کر سکے تو واپس چلے گئے۔

۞۞۞

تولی خان کی واپسی کے بعد ایک روز نظام الدین اور اولون دونوں میاں بیوی گفتگو کر رہے تھے۔ اور یہ گفتگو سلطان جلال الدین کے متعلق تھی۔ نظام الدین، اولون کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''اولون! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ دوسری بار ہرات شہر فتح ہوا۔ اور یہ ناکامی ہرات شہر کے لوگوں کی نااتفاقی کے باعث ہوئی۔ میرے پاس کوئی اتنا بڑا لشکر نہیں تھا کہ میں شہر سے باہر نکل کر منگولوں کا مقابلہ کرتا۔ اگر میرے پاس جس قدر لشکر ہے، ایسے ہی دو عساکر میرے پاس اور ہوتے تو میں یقیناً کھلے میدانوں میں منگولوں کے سالار ایل جی گدائی سے بھی ٹکرا جاتا اور پھر دیکھتا کہ وہ دوبارہ ہرات شہر میں کیسے قتل عام کرتا ہے۔ لیکن اب مجھے سلطان جلال الدین کی فکر ہے۔ کالیوین کو تو تولی خان فتح نہ کر سکا، ہرات میں منگولوں نے جو کچھ کرنا تھا، کر چکے۔ میں چاہتا ہوں، ہم بھی اب اپنے لشکر کے ساتھ کالیوین شہر سے نکلیں اور سلطان کا رخ کریں۔ اس لئے کہ ہمارے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ ہم کالیوین کا دفاع کریں اور وہ ہم نے احسن طریقے سے کر دیا ہے۔''

اولون نے نظام الدین کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

۞۞۞

چنگیز خان چند ہفتوں تک طالقان میں سوگ مناتا رہا۔ یہ سوگ ان دو عظیم حادثوں کی وجہ سے تھا جو اسے بامیان شہر کے نواح میں پیش آئے تھے۔ پہلا غم اُسے یہ تھا کہ بامیان کے نواح میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے اُسے بدترین شکست دی تھی اور چنگیز خان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو اُس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

دوسرا غم چنگیز خان کو یہ ملا تھا کہ بامیان ہی کے اس ٹکراؤ کے دوران چنگیز خان کا پوتا جو اس کے بیٹے اوغدائی خان کا فرزند تھا، وہ بھی اس جنگ میں حصہ لے رہا تھا اور اس جنگ کے دوران مسلمانوں نے ایسی ضرب لگائی کہ چنگیز خان کے اس پوتے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس طرح ان دو حادثوں کا چند ہفتوں تک چنگیز خان طالقان میں بیٹھ کر سوگ مناتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے خبر ملی کہ نظام الدین لشکر کے ایک حصے کے ساتھ کالیوین شہر کی طرف جا چکا ہے اور سلطان جلال الدین کا دوسرا بڑا سالار سیف الدین اغراق ایک گھوڑے کی وجہ سے تکرار ہونے پر سلطان جلال الدین کو چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

چنگیز خان نے سلطان جلال الدین پر ضرب لگانے کے لئے اسے بہترین اور مناسب موقع خیال کیا اور سلطان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے درپے ہو گیا تھا۔

اب سلطان کے ساتھ بڑے سالاروں میں عمر کافی اور امین الملک رہ گئے تھے۔ نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کالیوین میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع سے چنگیز خان نے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کیا۔

چنانچہ ان حالات میں چنگیز خان نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ سلطان جلال الدین

اس وقت بروان شہر کے نواح میں قیام کیئے ہوئے تھا۔ چنانچہ چنگیز خان نے بھی بروان پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ وہ چاہتا تھا کہ بروان شہر کے نواح میں سلطان پر ایسی ضرب لگائے کہ اگر وہ زندہ گرفتار نہ ہو سکے تو میدانِ جنگ سے بچ کر بھی نہ نکل سکے۔

سلطان جلال الدین کو بھی موقع کی نزاکت کا صحیح اندازہ تھا۔ اُس کے پاس لشکر کی بھی کمی تھی۔ نظام الدین لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس کے پاس نہیں تھا۔ سیف الدین اغراق لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ اُسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ لہٰذا ایک مختصر سے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین اس حالت میں نہیں تھا کہ وہ چنگیز خان کے ایسے لشکر کا مقابلہ کرتا جس کا شمار ہی نہیں تھا۔

ان حالات میں سلطان نے اپنے بچاؤ کی صورت اختیار کی۔ چنانچہ جس وقت چنگیز خان نے بروان شہر پر چڑھائی کا ارادہ کیا، سلطان جلال الدین اپنے بچے کھچے اور مختصر سے لشکر کے ساتھ غزنی کو روانہ ہوا تاکہ موقع پا کر دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان چلا جائے اور وہاں قسمت آزمائی کرے۔

لہٰذا چنگیز خان کے بروان پہنچنے سے پہلے سلطان، غزنی سے آگے نکل گیا تھا۔ چنگیز خان بھانپ گیا کہ سلطان کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اُس نے عہد کر لیا کہ جس طرح بھی ہو سکا، وہ سلطان کو دریائے سندھ عبور نہیں کرنے دے گا۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ چنگیز خان بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔

بروان شہر کی طرف بڑھتے ہوئے چنگیز خان کے راستے میں بامیان شہر آتا تھا۔ یہ وہ شہر تھا جس کے نواح میں اُسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور یہیں اس کے پوتے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تھا۔ لہٰذا بامیان والوں سے چنگیز خان نے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اس وقت بامیان کا تحفظ کرنے کے لئے سلطان جلال الدین موجود نہیں تھا۔

چنانچہ چنگیز خان نے نئے سرے سے بڑے غیض و غضب کے ساتھ بامیان کے شہر پر حملہ کیا جو اُس کے راستے میں حائل تھا۔ محصورین نے سارے علاقے کو پہلے سے ہی ویران کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے پتھر تک دُور ہٹا دیئے تھے تاکہ منگول انہیں اپنی منجنیقوں میں استعمال نہ کر پائیں۔

وہ ساز و سامان جس کے ساتھ منگول اب تک عام طور پر لڑتے آئے تھے، ان کے

ساتھ نہ تھا اور فصیل کے مقابلے میں انہوں نے لکڑی کے جو برج کھڑے کیے تھے، ان پر قلعہ سے روغنِ نفت میں ڈوبے ہوئے آتش گیر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ منگولوں نے مویشیوں کو کاٹ کر ان کی بھیگی ہوئی کھالوں کو ان لکڑی کے برجوں کو آگ سے بچانے کے لئے لپیٹ دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان نے ''آخری ہے'' کا حکم دیا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ جب تک بامیان سر نہ ہو جائے حملہ جاری رہے گا۔

اس ٹکراؤ کے دوران فصیل میں ایک جگہ شگاف پڑ گیا۔ یہاں منگولوں کے قدم جم گئے اور بہت جلد بامیان پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔ فصیل کے اندر ہر جاندار کو تہہ تیغ کر دیا۔ مسجدوں اور محلات کو مسمار کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ منگول بامیان کو موبلیغ یعنی غم کا شہر کہنے لگے۔

بامیان کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان فوراً اپنے جرار لشکر کو سمیٹتا ہوا سلطان جلال الدین کے پیچھے لگا اور اس کا لشکر پہاڑوں سے ہوتا ہوا آگے بڑھا۔ سلطان جلال الدین اس وقت غزنی کے مشرق کی طرف پیچھے ہٹا تھا جبکہ چنگیز خان ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کی گنتی نہیں کی جا سکتی تھی، سلطان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

اس موقع پر چونکہ سلطان کے پاس مختصر سا لشکر تھا، لہٰذا اپنی کمک کے لئے قاصد بھیجے لیکن ان کے راستے میں منگول حائل تھے جو تمام بڑے بڑے درّوں پر پہرہ دینے لگے تھے اور ان کی نگرانی کر رہے تھے۔

آخر سلطان جلال الدین بڑی برق رفتاری سے فاصلوں کو سمیٹتا ہوا پہاڑوں سے نیچے اُتر کے دریائے سندھ کی وادی میں پہنچا۔

سلطان کو اُمید تھی کہ اگر دریائے سندھ کو عبور کر لے تو پھر اسے دہلی کے سلطان کی مدد حاصل ہو جائے گی۔ لیکن منگول اب اُس کے سر پر آن چڑھے تھے۔ اس موقع پر منگولوں نے سلطان کی راہ روکی لیکن سلطان جان پر کھیل کے دریا کا رُخ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

دریا کے کنارے پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر تھا جہاں دریا کا بہاؤ اتنا تیز اور پانی اتنا گہرا تھا کہ دریا کو پار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آخر وہ مقابلے کے لئے پلٹا۔

مسلمان جنگجو جو اپنی آبائی سرزمین سے نکالے گئے تھے۔ بے رحم منگولوں سے طاقت آزمائی کے لئے تیار ہو گئے۔ جلال الدین خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے پر جتنی کشتیاں ہیں، جلا دی جائیں تا کہ اس کے سپاہیوں کے دل میں بچ کر بھاگ نکلنے کا خیال بھی نہ آئے۔

چنانچہ میدانِ جنگ میں ایک جگہ تلاش کر کے اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہیں سے اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے منگولوں سے ٹکرائے۔ یا تو اُنہیں پسپا کر دے یا خود نیست و نابود ہو جائے۔

سلطان کے پاس مختصر سا لشکر تھا۔ اگلے روز صبح سویرے منگول سارے محاذ پر آگے بڑھے۔ اندھیرا کم ہونے پر جب منگول نظر آئے تب سلطان بھی صف آراء ہوا۔ اس موقع پر سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اس کا میمنہ جو اس کے لشکر کا سب سے طاقتور عنصر تھا اور جس کی کمانداری امین الملک کی سرکردگی میں تھی، منگولوں کے میسرہ سے دوچار ہوا اور اس شجاعت، بہادری اور دلیری سے حملہ کیا کہ منگولوں کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے پیچھے ہٹاتا چلا گیا تھا۔

اس تیز اور جان لیوا حملے کے باعث منگول پسپا ہوئے اور مختلف سمتوں میں بٹ کر منتشر ہو گئے۔ یہاں تک کہ چنگیز خان نے اُنہیں للکارا اور اُنہیں اپنے بیٹے کے جھنڈے تلے پھر جمع ہونے کا حکم دیا۔

اب جنگ بڑھتے بڑھتے سیدھے ہاتھ کی طرف اُونچے سنگلاخ پہاڑوں کی وجہ سے دشوار ہو گئی تھی۔ وہاں منگول رُک گئے۔ چنانچہ سلطان جلال الدین نے اس مقام سے کچھ دستے ہٹا کے امین الملک کے بڑھتے ہوئے میمنہ کی کمک کو بھیج دیئے تا کہ اس نے جو پہلے منگول پر ضرب لگا کر انہیں پسپا کر دیا ہے تو اس کی طاقت میں مزید اضافہ کیا جائے تا کہ وہ منگولوں پر حملہ آور ہو کر انہیں پسپائی اور شکست سے آسانی کے ساتھ دوچار کر سکے۔ چونکہ لشکر کی تعداد سلطان کے پاس بہت کم تھی، لہٰذا کچھ دیر بعد اس نے پہاڑوں کی حفاظت کرنے والے حصے سے کچھ اور دستے ہٹا لئے تا کہ اپنے لشکر کے قلب کو اور مضبوط بنائے۔

چنانچہ سلطان جلال الدین ایسے مقام پر آ گیا تھا جہاں فتح یا موت دونوں میں سے

ایک کا انتخاب کرنے کے لمحات آ گئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ایسے مقام پر تھا جہاں تقدیر کے ایک داؤ میں یا فتح حاصل کرنے یا سب کچھ کھونے کا فیصلہ کر کے اپنے لشکر کے منتخب دستوں کے ساتھ کچھ کر کے دکھانا تھا۔ چنانچہ سلطان نے ایسا ہی کیا۔ اس کے لشکر کا وہ حصہ جو قلب کہلاتا تھا، اس کے ساتھ سلطان حرکت میں آیا۔ حالانکہ اس کے لشکر کی تعداد بالکل تھوڑی تھی لیکن اس مختصر سے لشکر کے ساتھ بھی وہ ان گنت منگولوں پر ایسے دلیرانہ انداز میں حملہ آور ہوا کہ وہ منگولوں کو کاٹتا ہوا، ان کی صفوں کے اندر ایک طرح سے ان کے لشکر کے وسطی حصے میں گھس کر وہاں جا پہنچا جہاں چنگیز خان کا نشان بلند رکھا جاتا تھا تاکہ لشکریوں میں جوش اور جذبہ رہے۔ سلطان دلیرانہ انداز میں وہاں پہنچ گیا اور پھر اس جگہ چنگیز خان کو ڈھونڈتا رہا تاکہ اس سے مقابلہ کرے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان، منگولوں کے لشکر کے درمیان میں گھس کر چنگیز خان کو ڈھونڈتا ہوا اُن کے قلب میں گھس گیا۔ لیکن چنگیز خان اس سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں چنگیز خان کا گھوڑا مارا جا چکا تھا اور وہ کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر بالکل پیچھے ہٹ گیا تھا تاکہ سلطان جلال الدین کی ضرب سے محفوظ رہ سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ منگولوں کا قلب، سلطان کے اس جاندار اور زبردست حملے سے ہل گیا تھا۔ جبکہ سلطان جم کر لڑتا رہا۔ دوسری طرف چنگیز خان نے دیکھ لیا تھا کہ سلطان کے میسرہ کے تقریباً سارے کے سارے لشکری دوسرے حصوں میں بھیج دیئے گئے ہیں تاکہ سلطان کا قلب اور وہ لشکر جو امین الملک کے تحت کام کر رہا تھا، وہ محفوظ رہیں اور منگولوں پر ضرب لگا کر انہیں پیچھے دھکیلتے رہیں۔

چنگیز خان نے دیکھا کہ اس طرح جلال الدین کے خلاف کوئی کامیابی نہیں ہو گی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک سالار کی سرکردگی میں لشکر کے ایک حصے کو حکم دیا کہ وہ پہاڑ کے اس پار پہنچ جائیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ منگولوں کی پرانی چال تھی۔ جس سے وہ اپنے دشمن پر چھا جاتے تھے۔

چنانچہ سلطان جلال الدین کا صرف میمنہ اور قلب ہی رہ گیا تھا۔ میسرہ میں جس قدر لشکری تھے انہیں قلب اور میمنہ کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔ اس طرح وہ مقام جو میسرہ کی زیر کمان رہنا چاہیئے تھا، خالی ہو گیا تھا۔ اس سے منگولوں نے فائدہ اٹھایا اور وہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہوتے ہوئے سنگلاخ اور ناقابل عبور چٹانوں پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور سہ پہر کے قریب وہ اس جگہ پہنچے جہاں حفاظت کے لئے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے تھوڑے سے لشکری چھوڑے تھے۔ ان لشکریوں پر منگولوں نے ہلہ بول دیا۔ پہاڑوں کی اس فصیل کی طرف سے لشکر کا بازو محصور ہو گیا اور اس طرح سلطان جلال الدین کے وہ لشکری جو اس کوہستانی سلسلے کی حفاظت پر مامور تھے، ایک طرح سے گھرنے لگے تھے۔

اس موقع پر چنگیز خان اپنے دس ہزار سواروں کو لے کر قلب لشکر کی جانب نہیں گیا جہاں جلال الدین کے حملے کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ بلکہ اپنے شکست خوردہ میسرہ کی مدد کو جا پہنچا۔ چنگیز خان براہِ راست سلطان جلال الدین کا سامنا نہیں کر رہا تھا۔ وہ سلطان جلال الدین کی دلیری، جرأت مندی اور اس کے خوفناک انداز میں حملہ آور ہونے کے انداز کو دیکھ چکا تھا، لہٰذا اُسے خدشہ اور خطرہ تھا کہ اگر اس نے آگے بڑھ کر براہِ راست جلال الدین سے ٹکرانا چاہا تو جلال الدین نہ صرف اسے شکست دے گا بلکہ اُسے کاٹ کر رکھ دے گا۔ اس بنا پر سلطان کی طرف سے ہٹ کر وہ دوسری سمت جا نکلا۔

اب سلطان کا میسرہ تو تھا ہی نہیں، صرف قلب اور میمنہ تھے۔ میمنہ پر امین الملک تھا، قلب پر خود سلطان تھا۔ جب چنگیز خان، سلطان جلال الدین کا سامنا نہیں کر پایا تو اس نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ سلطان کے میمنہ پر ہلہ بول دیا۔ اس حملے سے میمنہ کے سپہ سالار امین الملک کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ چنگیز خان نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس نے امین الملک کا تعاقب نہیں کیا بلکہ وقت ضائع کئے بغیر پورے لشکر کے ساتھ پلٹا اور سلطان جلال الدین پر حملہ کیا جو اس وقت چنگیز خان کے ایک لشکر کے ساتھ برسرِ پیکار تھا اور اسے پسپا کر رہا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شیر دل مسلمان لشکری تھکے ماندے ہونے کے باوجود منگولوں پر چھا رہے تھے۔ لیکن اس موقع پر جب امین الملک پیچھے ہٹ گیا، پسپا ہوا تب منگولوں کے

سامنے صرف جلال الدین چند دستوں کے ساتھ رہ گیا۔ اب چنگیز خان، سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جلال الدین نے یاس کے عالم میں ایک آخری کوشش کر کے چنگیز خان کے محافظ دستوں پر حملہ کیا اور کوشش کی کہ اپنے لشکر کو دریا کے کنارے ہٹا لے جائے۔

منگولوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے دستے منتشر کر دیئے گئے۔ چنانچہ جلال الدین مار دھاڑ کرتا ہوا، اپنا راستہ بناتا ہوا دریا کے اونچے کنارے پر پہنچا تو اس کے ساتھ صرف سات سو ساتھی رہ گئے تھے۔

یہ جان کر کہ خاتمے کا وقت آ گیا ہے، سلطان جلال الدین خوارزم شاہ ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہوا، اپنی زرّہ اُتار پھینکی، اپنی تلوار سنبھالی، کمان پکڑی، ترکش میں تیر بھر کر اونچی چٹان سے دریا کے تیز دھارے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کود پڑا اور دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

چنگیز خان نے حکم دیا کہ جلال الدین کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ لیکن اس وقت تک سلطان جلال الدین تیس فٹ اونچی چٹان سے دریائے سندھ میں کود چکا تھا۔

تھوڑی دیر تک چنگیز خان خاموشی سے جلال الدین خوارزم شاہ کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر وہ انگشت بدنداں ہو کے رہ گیا تھا۔ آخر کار اس نے دریا کی موجوں کو کاٹتے ہوئے دوسرے کنارے پر جاتے سلطان جلال الدین کی طرف اشارہ کر کے بے ساختہ تحسین و آفرین کے انداز میں کہا۔

''وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا اتنا بہادر ہو۔''

اس موقع پر چنگیز خان نے سلطان جلال الدین کی جرأت اور شجاعت کی تعریف سے دریغ نہیں کیا۔ کچھ منگولوں نے خواہش ظاہر کی کہ تعاقب میں دریا کو تیر کر پار کریں۔ لیکن چنگیز خان نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ چنگیز خان نے جلال الدین خوارزم شاہ کو دریا کے طغیانی پر ہونے کے باوجود دوسرے کنارے پر پہنچتا دیکھا۔

پھر اُسی روز چنگیز خان نے ایک بہت بڑا لشکر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کے دریائے سندھ کے کنارے کنارے نیچے جائیں اور جہاں پل ہو، وہاں سے دریائے سندھ کو عبور

کر کے سلطان جلال الدین کا تعاقب کریں اور ہر صورت میں اسے زندہ گرفتار کریں یا اس کا سر کاٹ کر رکھ دیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ دریائے سندھ والی لڑائی آخری جنگ تھی جس میں خوارزمیوں کی عسکری طاقت نے منگولوں کا جم کر مقابلہ کیا۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو چنگیز خان کو اپنے وطن کی یاد ستانے لگی۔ چنانچہ اُس نے واپسی کا سفر شروع کیا۔

واپسی سے پہلے اُس نے پشاور کو تاراج کیا پھر تیزی سے کوچ کرتا ہوا سمرقند واپس پہنچا۔ 1220ء کے موسم بہار میں اُس نے سمرقند کی دیواروں اور اس کے باغات کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور اب 1221ء کے خونی لمحوں میں وہ دنیا کی چھت کے سائے سے جو کام کرنے نکلا تھا، پورا ہو چکا تھا۔

جب چنگیز خان اپنے لشکریوں کے ساتھ جنوب کے ویرانوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا واپس روانہ ہوا تو اس نے حسبِ معمول حکم نافذ کیا کہ تمام اسیرانِ جنگ کو قتل کر دیا جائے۔ اس طرح وہ بدنصیب لوگ جو ان کے خلاف مختلف جنگوں میں حصہ لیتے رہے تھے، ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ مسلمان حکمرانوں، حرم سراؤں کی خواتین اور بیگمات جن کو پکڑ کے منگول سرائے گوبی کی طرف لے جا رہے تھے، انہیں اجازت دی گئی کہ سڑک کے کنارے اپنے اپنے علاقوں کو آخری بار دیکھ کر رو لیں۔

❀❀❀

دریائے سندھ کے کنارے لڑی جانے والی اس جنگ میں مؤرخین کچھ اہم باتیں تحریر کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ایک موقع پر جبکہ چنگیز خان اپنے لشکر کے اندر اپنے لشکریوں کو سلطان جلال الدین کے خلاف زوردار جنگ کرنے اور شدید حملے کرنے کے لئے اُکسا رہا تھا، اس وقت سلطان جلال الدین اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ منگولوں کے مقابلے میں ایک چٹان ثابت ہو رہا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کی صفیں چیرتا ہوا منگولوں کے لشکر کے وسط میں اُس جگہ جا پہنچا جہاں چنگیز خان موجود تھا۔ اس موقع پر سلطان جلال الدین چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر چنگیز خان پر حملہ آور ہو، اس کی گردن کاٹ دے۔ چنگیز خان نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین اُس کے لشکر کی صفوں کو چیرتا ہوا آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھ رہا ہے تو وہ بھانپ گیا کہ سلطان اس پر حملہ آور ہو کر اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا بقول مؤرخین چنگیز خان اور اس کے لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور چنگیز خان بھاگ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر اگر سلطان کا سالار امین الملک غداری اور غیر ذمہ داری سے کام نہ لیتا تو یقیناً دریائے سندھ کے کنارے سلطان جلال الدین، چنگیز خان کو بدترین شکست دیتا۔

دوسری بات جو دریائے سندھ کے کنارے سلطان کی شکست کا باعث بنی، وہ امین الملک ہی کی ذات تھی۔ امین الملک بقول مؤرخین اپنے بچے کھچے لشکریوں کی طرف متوجہ ہوا، اُنہیں جمع کیا اور سلطان کو تقدیر کے حوالے کر کے خود پشاور کو چل دیا۔

لیکن امین الملک کی بدقسمتی کہ منگولوں نے چونکہ بچاؤ کے سارے راستے روک رکھے تھے اور امین الملک کو اس کا خیال تک نہ تھا اس لئے جب بے خبری میں وہاں سے گزرا تو منگولوں نے گھیرے میں لے لیا اور امین الملک اور اس کے سارے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

تیسری اہم بات جو دریائے سندھ کی اس جنگ کے دوران ہوئی وہ یہ کہ اس جنگ کے دوران سلطان جلال الدین کا ایک بیٹا بھی شہید ہو گیا تھا۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں، سلطان طلوعِ صبح سے زوالِ آفتاب تک بڑی پامردی سے لڑتا چلا جا رہا تھا اور اُس کی حالت لحہ بہ لحہ نازک تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس لئے کہ اب وہ اکیلا تھا۔ امین الملک اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ چنانچہ اب اس کی کمان میں بمشکل سات سو لشکری رہ گئے تھے اور دشمن کے لشکر کا حلقہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ چنگیز خان نے اپنے لشکر کو تاکید کر رکھی تھی کہ ہر صورت میں سلطان کو گرفتار کیا جائے۔ لیکن منگول لشکریوں اور سالاروں کو جرأت اور جسارت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ سلطان جلال الدین کے نزدیک جائیں۔

بہر حال دریائے سندھ کے کنارے مؤرخین لکھتے ہیں کہ لڑائی شدت سے ہو رہی تھی اور سلطان اپنے بچاؤ کے خیالات کو قطعاً بھلا بیٹھا تھا، عین اس موقع پر سلطان کے ماموں اجاش ملک نے خطرے کو بھانپ لیا اور سلطان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے دشمنوں کے نرغے سے باہر کھینچ کر لے گیا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دشمن کا سیلاب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چنانچہ سلطان جلال الدین اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر دریا کے کنارے پر آ کھڑا ہوا۔ مؤرخین کہتے ہیں، دریائے سندھ اس مقام سے تیس فٹ نیچے بہہ رہا تھا۔ سلطان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دھم سے دریا میں جا پڑا اور طوفانی موجوں کے ساتھ لڑتا بھڑتا دوسرے کنارے پر صحیح سلامت پہنچ گیا۔

جب سلطان نے دریا میں چھلانگ لگائی، چنگیز خان، اس کے بیٹے اور سالار اُس کے اس حیرت ناک کارنامے کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے اور چنگیز خان نے اس موقع پر بقول مؤرخین اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا ایسا بہادر ہو۔''

سلطان جلال الدین کے بعد جو کچھ اس کے خاندان اور جانثاروں پر وحشی منگولوں کے ہاتھوں بیتا، اس کے تصور سے دل کانپ اُٹھتا ہے۔ سلطان کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک کو منگول پکڑ کر لاتے اور چنگیز خان کے سامنے اُن کے جسموں کے پرخچے اُڑا دیتے تھے۔

✿✿✿

جس وقت سلطان جلال الدین اور چنگیز خان کا لشکر دریائے سندھ کے کنارے آپس میں ٹکرائے تھے، اس سے چند روز پہلے ہی نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان کالیوین شہر سے دریائے سندھ کے کنارے سلطان سے جا ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ وہ سلطان کی شکست اور چنگیز خان کے واپس جانے کے تیسرے دن ان میدانوں میں پہنچے جہاں سلطان اور چنگیز خان کے درمیان خونی معرکہ برپا ہوا تھا۔

انہوں نے دیکھا چاروں طرف لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں۔ ان میں مسلمانوں کی لاشیں بھی تھیں، منگولوں کی لاشیں بھی تھیں۔ جنگلی جانور، لاشوں کو بھنبھوڑ رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ایک چٹان کے قریب کھڑے ہو کر نظام الدین عجیب سے انداز میں ان وادیوں کو دیکھ رہا تھا، جن میں لاشیں پڑی تھیں۔ وہ اُداس اور افسردہ تھا۔ اُس کے پہلو میں اُس کی بیوی اولون کھڑی تھی۔ وہ کبھی نظام الدین کے چہرے کی طرف دیکھتی، کبھی اس کی نگاہیں سامنے پڑی لاشوں پر جم جاتی تھیں اور پھر اُداس اور افسردہ ہو جاتی۔ جب اُس نے دیکھا، نظام الدین کی آنکھوں میں نمی قطروں کی صورت اختیار کر رہی ہے، تب غور سے نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ عارض زوزنی اور برغہ خان بھی نظام الدین کے پہلو میں کھڑے تھے۔ ان کی حالت بھی نظام الدین سے مختلف نہ تھی اور ان کے پیچھے ان کا پورا لشکر تھا۔

اس موقع پر سلطان کے لشکر میں شامل وہ نوجوان جو جنگ کے دوران اِدھر اُدھر ہو کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، وہ بھی وہاں آن جمع ہوئے تھے۔ ان کے آنے کی خبر جب نظام الدین کو ہوئی تو نظام الدین نے اپنی قمیض کی آستین سے اپنے آنسو خشک کئے۔ اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا۔ جنگ سے بچنے والے اُس کے سامنے آئے۔ نظام الدین

کچھ دیر تک بڑی ہمدردی، بڑی محبت سے اُن کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُنہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ سلطان کا انجام کیا ہوا؟"

اس پر ان میں سے ایک لشکری بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان یقیناً دریائے سندھ کے کنارے لڑی جانے والی اس جنگ میں کامیاب اور کامران رہتے۔ ایک بار سلطان نے چنگیز خان کے پاؤں اُکھاڑ دیئے تھے اور چنگیز خان کا لشکر بھاگ جانے کے قریب تھا کہ امین الملک نے سلطان سے غداری اور بددیانتی کی۔ عین وقت پر امین الملک اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہو گیا اور پشاور کی طرف گیا۔ لیکن راستے میں اپنے پورے لشکر کے ساتھ وہ بھی منگولوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ سلطان نے جم کر مقابلہ کیا لیکن اس کے پاس لشکر ہی نہیں رہا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے گھوڑے کو ایک بلند چٹان کے اوپر لے گیا اور دریا میں کود گیا اور دوسرے کنارے پر جا کر ہندوستان کی سرزمینوں کی طرف چلا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ لشکری جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک غم اور دُکھ سے نظام الدین کی گردن جھکی رہی۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں سے کچھ آنسو گرے اور زمین میں جذب ہو گئے تھے۔ اس کے پیچھے کھڑی اولون اب رونے لگی تھی۔ عارض زوزنی اور برغہ خان بھی عجیب سی حالت میں کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر نظام الدین نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جنگ سے بچ جانے والے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تم لوگوں کو عمر کافی کے بارے میں کچھ پتہ چلا کہ وہ جنگ میں شہید ہوا یا کہیں بچ کر نکل گیا ہے؟"

اس موقع پر ایک لشکری بولا اور کہنے لگا۔

"امیر! آخری بار میں نے اپنی آنکھوں سے عمر کافی کو سلطان کے پہلو بہ پہلو منگولوں کے خلاف جنگ کرتے دیکھا تھا۔ جس وقت سلطان، منگولوں کے لشکر کے اندر یلغار کرتا ہوا چنگیز خان کے قریب پہنچ گیا تھا، اس وقت بھی عمر کافی، سلطان کے ساتھ تھا۔ لیکن جب سلطان منگولوں کے چنگل سے بچ نکلا، اس وقت بھی عمر کافی زندہ تھا۔ لیکن اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔"

وہ لشکری جب خاموش ہوا تب ایک دوسرا لشکری بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! چنگیز خان نے ایک خاصا بڑا لشکر دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان کی سرزمینوں کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ ہندوستان کی سرزمینوں میں سلطان جلال الدین کو تلاش کر کے اسے قتل کریں۔ اس لئے کہ جلال الدین سے اب بھی چنگیز خان خطرہ محسوس کرتا ہے۔ اسے یہ ڈر ہے کہ اگر ہندوستان کی سرزمینوں میں سلطان جلال الدین کوئی لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ منگولوں کا اپنی سرزمینوں میں رہنا دشوار کر دے گا۔''

یہ الفاظ سن کر نظام الدین چونکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی تھی۔ پھر اُس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! کیا تُو نے اُس لشکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جو ہندوستان کی سرزمینوں میں سلطان کے تعاقب میں گیا تھا؟''

اس پر اُس لشکری نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔ ''امیر! میں نے خود چٹانوں میں چھپ کر اس لشکر کو دیکھا تھا۔''

''وہ تعداد کے لحاظ سے کس قدر تھا؟'' نظام الدین نے پھر اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں اُس لشکری نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''امیر! جو لشکر اس وقت آپ کے ساتھ ہے ہمارے اندازے میں وہ لشکر اس سے تین گنا بڑا ہو گا۔''

یہ سننے کے بعد نظام الدین ایک بار پھر گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ پھر باری باری غائر نگاہوں سے اُس نے عارض زوزنی اور برغہ خان کا جائزہ لیا، اس کے بعد ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے دونوں عزیز بھائیو! اگر تم میرا ساتھ دو تو میں ایک کام کر گزرنا چاہتا ہوں۔''

اس موقع پر عارض زوزنی اور برغہ خان نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر عارض زوزنی، نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! خدا کے لئے ہم سے اس انداز میں گفتگو نہ کریں۔ ہمارے دل پہلے ہی کٹے ہوئے ہیں۔ یہ سامنے ہمارے بھائیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ ہمارے دلوں کو پاش

پاش، ہمارے جگر کو لخت لخت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ آپ حکم کریں ہمیں کیا کرنا ہے؟ میں اور عارض زوزنی بلکہ سارے لشکری آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ کبھی نہ کٹنے والی رات کے کسیلے اور کڑوے پن میں بھی ہم ساری راحتوں اور حلاوتوں کو لات مار کر زخموں کی جلن اور روحوں کی گھٹن تک میں غم کے پیرہن اور موت کے کفن پہن کر قیامت کی ہر گھڑی اور زیست کے ہر منظر میں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جس کے خلاف بھی حرکت میں آنا چاہتے ہیں، ہم آپ کے پہلو بہ پہلو اس کے خلاف قیامت کی گھڑی اور زیست کا خونی منظر ثابت ہوں گے۔ اور خداوند قدوس نے چاہا تو آپ کے ایک اشارے پر لہو کے تازہ چمکتے ہوئے اُجالوں اور شعلوں کے لرزاں رنگوں کی طرح دشمن کا شکار کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں گے۔

امیر! آپ فکرمند نہ ہوں۔ ہم آپ کی تنہائیوں کے ساتھی ہیں۔ وقت کے افلاک سے نمودار ہوتی عقوبت گاہوں اور زمانے بھر کی وحشتوں میں بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ امیر! آپ کہیں بھی حرکت میں آئیں، کسی بھی دشمن کے خلاف کارروائی کریں، ہم سب آنسوؤں کی داستانوں اور موت کے کاروانوں میں بھی آپ کے پہلو بہ پہلو دشمن کے لئے وحشت بھرا خوف ثابت ہوں گے۔ روشنی کی نئی آبشاروں کی طرح وقت کے ذرّے ذرّے کے سینے میں کھب جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عارض زوزنی جب خاموش ہوا، تب دکھ بھرے انداز میں نظام الدین کہنے لگا۔

"یہ منگول تیرگی کے امین بن کر ہماری قوم پر وارد ہوئے ہیں۔ سلگتے سموں کا دھواں بن کر انھوں نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کے چراغ گل کئے۔ ان گنت شہروں میں ویرانیاں پھیلائیں۔ میں چاہتا ہوں، منگولوں کا جو لشکر ہندوستان میں گیا، وہ لشکر جب لوٹتا ہے تو ہم اس پر تشدد کے خونی صحرا اور شب کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوں اور ان سب کو کاٹ کر رکھ دیں۔ اس طرح مکمل نہ سہی، کچھ حد تک ہم اپنے ضمیر کی طمانیت کا سامان کر سکتے ہیں۔"

عارض زوزنی برغہ خان دونوں نے مکمل طور پر نظام الدین کا ساتھ دینے کا عزم کیا تھا۔ اس موقع پر روتی ہوئی آواز میں اولون بولی اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''امیر! آپ کس قسم کی باتیں، کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ اگر آپ منگولوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں، آپ کا ساتھ ان حالات میں نہ دینا نہ صرف یہ کہ ایک احمقانہ فیصلہ ہوگا بلکہ ایک نا قابلِ معافی گناہ ہوگا۔''

عارض زوزنی اور اولون کے ان الفاظ سے نظام الدین کسی قدر مطمئن ہوا تھا۔ پھر جو لشکری، سلطان کے لشکر میں شامل تھے اور منگولوں کے قتل عام سے بچ گئے تھے، ان کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''کیا تم اُس راستے کو جانتے ہو جس راستے سے گزر کر چنگیز خان کا لشکر ہندوستان کی طرف گیا تھا؟''

اس پر ایک لشکری بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! ہم اس راستے کو خوب جانتے ہیں۔ بلکہ ہم آپ سے یہ کہیں کہ اس راستے کے دائیں جانب ایک ایسا کوہستانی سلسلہ بھی ہے جو بڑا محفوظ ہے۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف جانے والے منگولوں کے لشکر کو اپنا ہدف بنانا چاہتے ہیں تو ان وادیوں کے اندر قیام کر کے ہم بالکل محفوظ رہ کر ان کا انتظار کر سکتے ہیں۔ ہاں، وہاں کھانے پینے اور رسد کا کوئی سامان نہیں ہوگا۔''

اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''کھانے پینے اور ضروریات کا سامان ہمارے پاس بہت ہے۔ آؤ پہلے سب مل کر گزشتہ جنگ میں شہید ہونے والے اپنے بھائیوں کی لاشوں کی تدفین کا سامان کریں۔ اس کے بعد اُس کوہستانی سلسلے کی طرف جاتے ہیں جو محفوظ ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین کا پورا لشکر حرکت میں آیا۔ جنگ کے دوران سلطان کے جو ساتھی شہید ہوئے تھے، اُن کی تدفین کا کام سرانجام دیا گیا، پھر جو لشکری سلطان کے لشکر کے بچ گئے تھے، ان کی رہنمائی میں نظام الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک محفوظ کوہستانی سلسلے کے اندر خیمے نصب کرنے اور پھر وہاں پڑاؤ قائم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت خیمے نصب ہو رہے تھے، نظام الدین نے اپنی بیوی اولون کی طرف دیکھا اور بڑی نرمی میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اولون! خیمے نصب ہو رہے ہیں۔ تم اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ اپنا سامان درست کرو۔ میں عارض زوزنی، برغہ خان، دوسرے سالاروں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ذرا ان راستوں کا جائزہ لیتا ہوں جو اس کوہستانی سلسلے اور دریائے سندھ کے درمیان پڑتا ہے جہاں سے گزر کر منگولوں کا لشکر ہندوستان کی سرزمینوں میں گیا تھا اور جہاں سے گزرتے ہوئے وہ پھر واپسی پر شمال کا رخ کرے گا۔''

اولون نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ خیموں کی طرف چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد نظام الدین آگے بڑھا۔ عارض زوزنی، برغہ خان اور کچھ چھوٹے سالار اس کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ جہاں دریائے سندھ اور کوہستانی سلسلے کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، وہاں نظام الدین رک گیا۔ کچھ دیر تک سارے علاقے کا جائزہ لیتا رہا۔ جس جگہ کوہستانی سلسلے اور دریا کے درمیان فاصلہ کم ہوا تھا، اس سے پیچھے کوہستانی سلسلے اور دریا کے درمیان وسیع میدان تھا۔ اس میدان کا بھی کچھ دیر تک نظام الدین نے جائزہ لیا۔ پھر اپنے دائیں بائیں کھڑے عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''لگتا ہے، اس مقام پر قدرت ہمارے حق میں کوئی فیصلہ کرنے والی ہے۔ میرے بھائی! یہ سامنے غور سے دیکھو، یہاں کوہستانی سلسلے اور دریا کے درمیان فاصلہ بہت کم ہے۔ اس وقت میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر تم دونوں مناسب سمجھو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔''

اس موقع پر عارض زوزنی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نظام الدین پھر بول پڑا اور کہنے لگا۔

''آج سارے لشکریوں کو آرام کرنے دو۔ کل لشکر کے مختلف حصے باری باری یہاں آئیں اور یہ جو دریا اور کوہستانی سلسلے کے درمیان کم فاصلے والی زمین ہے، اسے کھودا جائے۔ یہاں ایک خندق بنائی جائے جس کی گہرائی کم از کم دس فٹ اور چوڑائی تیس فٹ ہو تا کہ کوئی بھی گھوڑا اپنے سوار کو لے کر خندق کو پھلانگ نہ سکے۔ دریا کے ساتھ جو تھوڑی سی زمین ہے، وہ خالی چھوڑ دی جائے گی۔ باقی ساری زمین کھود کر خندق بنا دی جائے۔ پھر بڑے تنوں والے درختوں کا انتخاب کیا جائے گا۔ ایسے درخت جن کے تنے تیس فٹ سے زیادہ لمبے ہوں۔ جب خندق کھود لی جائے گی اور صرف زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا دریا اور

خندق کے درمیان رہ جائے گا، تب ... ہم نے درختوں کے کاٹے ہوں گے، وہ خندق کے اوپر رکھ کر خندق اور دریا کے بیچ میں جو زمین کا ٹکڑا ہوگا، اسے بھی کھود دیا جائے گا۔ اس طرح دریا کا پانی خندق میں بھر جائے گا۔ اور جب ایسا ہو جائے گا تو یاد رکھنا، منگول جب اس راستے سے آئیں گے کہ شمال میں اپنے علاقوں کی طرف جائیں تو اس خندق کو پار نہیں کر سکیں گے۔ جب وہ خندق کے پاس آ کر رُکیں گے اور پیچھے سارا لشکر بھی رک جائے گا، اس کے بعد ہم حرکت میں آئیں گے، اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ میرے عزیز بھائی! ابتدا کس طرح کریں گے؟ اس پر بحث جا کر خیموں میں کریں گے۔ فی الحال میں نے یہی بتانا تھا کہ لشکریوں کو آج آرام کرنے کا موقع دیا جائے۔ کل سے جو کام میں نے کہا ہے، اس کام پر باری باری لشکر کے مختلف حصے مقرر کیے جائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا، ایک بار پھر اس نے باری باری غور سے عارض زوزنی اور برغہ خان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”میرے دونوں عزیز بھائیو! میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب تم دونوں اپنے خیالات کا اظہار کرو کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، کیا یہ قابلِ عمل ہے؟ دراصل میں چاہتا ہوں کہ جو منگولوں کا لشکر اس سمت میں آئے، اس میں سے کسی بھی منگول کو بھاگنا نصیب نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں ان سب کا قتل عام کیا جائے۔ جس طرح چند میل آگے مسلمانوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں، ایسے ہی ان سرزمینوں میں منگولوں کی لاشیں بھی بکھرنی چاہئیں۔“

عارض زوزنی اور برغہ خان نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نظام الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔

اس کے بعد نظام الدین وہاں سے ہٹا۔ برغہ خان اور عارض زوزنی اس کے ساتھ تھے۔ اتنی دیر تک پڑاؤ قائم ہو چکا تھا۔ دریا کے کنارے کی طرف جو کوہستانی سلسلہ تھا، اس کے پیچھے پڑاؤ قائم کیا گیا تھا اور اگر کوئی سوار دریائے سندھ کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھے تو خیموں کا وہ پڑاؤ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک جگہ جہاں کافی بڑی بڑی چٹانیں تھیں، وہاں نظام الدین رک گیا۔ کچھ سوچا، پھر وہ ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ نظام الدین کے بیٹھنے پر اس کے ایک طرف عارض زوزنی اور دوسری طرف برغہ خان بیٹھ گیا اور دائیں بائیں دوسرے چھوٹے سالار بھی بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر نظام الدین خاموش

رہ کر کچھ سوچتا رہا، پھر بولا، عارض زوزنی اور برغہ خان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"میرے عزیز بھائیو! اب ہم نے دو کام کرنے ہیں۔ پہلا یہ کہ تم دونوں اپنے مخبروں اور ہرکاروں کو جنوب کی طرف پھیلا دو۔ جنوب کی سمت جو بقول ہمارے مخبروں کے کشتیوں کا پُل ہے، اسی کے ذریعے دریا کو عبور کر کے منگولوں کا لشکر ہندوستان کی سرزمینوں میں داخل ہوا تھا اور اسی پُل کے ذریعے واپس آئے گا اور پھر دریا کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھے گا۔

جو مخبر مقرر کیے جائیں اور ہرکارے اس کام پر متعین ہوں، ان کے ذمے یہ کام لگایا جائے کہ جس وقت منگولوں کا لشکر دریا کو عبور کرے، اس وقت ہمیں اطلاع دی جائے اور جس وقت منگولوں کا لشکر یہاں سے صرف ایک فرسنگ کے فاصلے پر رہ جائے، تب بھی وہ مخبر ہمیں اطلاع کریں۔ اس کے بعد ہم منگولوں سے نمٹیں گے۔ کیسے نمٹیں گے، یہ بھی میں تمہیں بتاتا ہوں۔

اب دوسرا کام جو میں کہنا چاہتا ہوں، وہ منگولوں سے نمٹنے کے متعلق ہی ہوگا۔ جب ہمارے مخبر اور ہرکارے ہمیں یہ اطلاع کریں گے کہ منگولوں کے لشکر نے دریائے سندھ کے کشتیوں کے پل کو عبور کر لیا ہے تو ہم تیار اور مستعد ہو جائیں گے۔ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ جو کوہستانی سلسلہ ہے، اس کے اوپر اپنے بے خطا نشانہ رکھنے والے تیرانداز بٹھا دیئے جائیں گے۔ اُن کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے۔ پہلے منگولوں پر ایسی ہولناک، ایسی شدید اور موسلا دھار قسم کی تیراندازی کی جائے گی کہ منگولوں کے ان گنت لشکریوں کو چھید کر رکھ دیں۔ جب منگول دیکھیں گے کہ تیراندازی سے ان کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا رہا ہے تو وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے کی کوشش کریں گے تاکہ تیراندازوں کا خاتمہ کر کے تیراندازی رُکوا سکیں۔

اس دوران ہم تینوں بھائی اپنے کام کی ابتدا کر چکے ہوں گے۔ وہ اس طرح کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس، ایک عارض زوزنی، تیسرا برغہ خان کے پاس ہوگا۔ اسی طرح چھوٹے سالار بھی آپس میں بانٹ لئے جائیں گے۔ میں سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو کر منگولوں پر ضرب لگاؤں گا۔ بیچ کے حصے پر برغہ

خان حملہ آور ہو گا اور منگولوں کے لشکر کے پشتی حصے پر عارضی زوزنی حملہ کر دے گا۔ جب ایسا ہو گا تو منگول، تیراندازوں سے نمٹنے کے لئے کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنا بھول جائیں گے اور ہمارے ساتھ جنگ میں مصروف ہو جائیں گے۔ کچھ دیر تک یہ ٹکراؤ جاری رہے گا۔ اس دوران جو کوہستانی سلسلے کے اوپر ہمارے تیرانداز بیٹھے ہوں گے، وہ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ ان کے گھوڑے بھی پیچھے کھڑے ہوں گے۔ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔ ایک چھوٹا سالار مقرر کیا جائے گا جو اُن کی کمانداری کرے گا۔ جب جنگ اپنے عروج پر آئے گی، تب وہ تیرانداز اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے باہر نکلیں گے اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے منگولوں کی طرف بڑھیں گے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کا ایک اور لشکر منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ ساتھ ہی تیراندازوں میں سے کچھ جوان یہ شور کرتے ہوئے آئیں گے اور اپنے پہلے سے جنگ میں مصروف ساتھیوں کو کہیں گے کہ اپنے حوصلے بلند رکھو، پیچھے سے ہمارے کئی اور ایسے لشکر آ رہے ہیں جو منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بے چین اور بے تاب ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز بھائیو! جب ایسا ہو گا تو یاد رکھنا، منگولوں کے لشکر کے اندر بد دلی اور بے چینی کی لہر اُٹھے گی۔ وہ یہ خیال کریں گے کہ مسلمانوں کے تیراندازوں نے پہلے ہی ان کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے اور مسلمانوں کے تین گروہوں نے بھی ان پر حملہ آور ہو کر ان کی تعداد کو کم کیا ہے اور اب ایک چوتھا لشکر آ گیا ہے اور بقول ان کے پیچھے اور لشکر بھی آ رہے ہیں۔ لہٰذا منگولوں کو زندہ بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہے گی۔

اس کا ایک ہی ردِعمل ہو گا اور وہ یہ کہ منگول آگے نہیں بڑھیں گے۔ پانی سے بھری خندق نے ان کا راستہ روک رکھا ہو گا۔ لہٰذا وہ پیچھے بھاگنے کی کوشش کریں گے، اپنے دائیں جانب ہمارے پڑاؤ کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہو گی کہ اسی سمت سے مسلمانوں کے اور لشکر بھی ان سے نمٹنے کے لئے آ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ واپس بھاگیں گے۔

جب وہ واپس بھاگیں گے تو ہم پوری طاقت، قوت، تیزی اور سرعت کے ساتھ ان پر اپنے حملوں کی ابتدا کریں گے۔ کوشش کریں گے منگولوں کو گھیر کر جہاں دریائے سندھ

اور کوہستانی سلسلے کے اندر کھلی وادیاں ہیں، ان وادیوں کے اندر ان منگولوں کا قتل عام کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے عزیز بھائیو! میں سمجھوں گا کہ ہم نے جو کام کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس کی تکمیل کر دی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی نظام الدین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر جہاں جہاں ہم نے تیرانداز بٹھانے ہیں، ان جگہوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر اُنہی نشان زدہ جگہوں پر اپنے تیراندازوں کو بٹھا کر منگولوں کے آنے تک ان سے تیراندازی کی مشق بھی کروانی ہے۔''

نظام الدین جب اُٹھا، تب عارض زوزنی، برغہ خان اور سارے چھوٹے سالار بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر نظام الدین اُنہیں کوہستانی سلسلے کے اوپر لے گیا۔ جن جگہوں پر تیرانداز بٹھانے تھے، ان جگہوں کا تعین کر دیا گیا۔ سارے کام کی تکمیل کے بعد نظام الدین کوہستانی سلسلے سے نیچے اُترتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز بھائیو! تیراندازوں کو بٹھانے کے لئے جن جن جگہوں کا میں نے تعین کیا ہے، وہاں کل دن کے وقت بڑے بڑے پتھر رکھ دیئے جائیں گے۔ انہی پتھروں کی اوٹ میں رہتے ہوئے ہمارے تیرانداز، منگولوں پر تیراندازی کریں گے۔ میرے خیال میں خنکی بڑھ گئی ہے۔ پہلے اپنے پڑاؤ کا جائزہ لیتے ہیں، لشکر کے لئے جو کھانا تیار ہو رہا ہے، اسے بھی دیکھتے ہیں۔ اتنی دیر تک مغرب کی نماز کا وقت ہو جائے گا۔''

اس کے ساتھ سب سالار نظام الدین کے ساتھ ہو لئے تھے۔ پہلے نظام الدین نے عارض زوزنی، برغہ خان اور دیگر سالاروں کے ساتھ گھوم پھر کر پڑاؤ کا جائزہ لیا۔ جہاں کھانا تیار ہو رہا تھا، وہاں بھی کچھ دیر کے لئے رُکے۔ اتنی دیر تک مغرب کی نماز ہوئی۔ سب نے مل کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد اپنے اپنے خیموں کی طرف جاتے ہوئے نظام الدین، عارض زوزنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عارض زوزنی! میرے بھائی! لشکر کا ایک حصہ مختص کر دینا۔ جس کے دستے باری باری کوہستانی سلسلے کے اوپر بیٹھ کر پہرہ دیں گے۔ مستعد، تیار اور جاگتے رہیں گے۔''

عارض زوزنی نے نظام الدین کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ پھر سب اپنے اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

نظام الدین جب اپنے خیمے کے دروازے پر گیا، تب اس نے دیکھا اولون نے اپنا سارا سامان خیمے کے اندر قرینے سے رکھ دیا تھا۔ خیمے کے وسطی حصے میں صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک پر اولون بیٹھی ہوئی تھی اور اپنے سامنے زمین میں گڑھا کھود کر آگ کا چھوٹا سا ایک الاؤ بھی روشن کر رکھا تھا۔

مسکراتے ہوئے نظام الدین آگے بڑھا، اولون کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب اس نے اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لئے اولون کی طرح اپنے ہاتھ آگ پر پھیلائے، تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اولون نے پوچھ لیا۔

''آپ نے اتنی دیر کر دی۔ کیا مشاورت ہوئی؟''

اولون کے اس سوال پر نظام الدین نے منگولوں سے نمٹنے کے لئے جو منصوبہ تیار کیا تھا، اس کی تفصیل اولون سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد اولون کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر میں ان کا کھانا آ گیا۔ پھر دونوں میاں بیوی خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔

اس طرح کوہستانی سلسلے کے اندر قیام کر کے نظام الدین اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے اس لشکر کا انتظار کرنے لگا تھا جو سلطان جلال الدین کا تعاقب کرنے کے لئے ہندوستان کی سرزمینوں میں داخل ہوا تھا۔

❁❁❁

دوسری طرف چنگیز خان، سلطان جلال الدین کے ہنگامے سے فارغ ہو کر اپنے بیٹے چغتائی خان کو مکران میں چھوڑ کر خود ترکستان سے ہوتا ہوا ہجری 621ء میں سات برس کے بعد منگولیا کی طرف روانہ ہوا۔

واپس جاتے ہوئے راستے میں جب بخارا پہنچا تو حکم دیا کہ مسلمانوں میں سے جو سب سے زیادہ عالم اور اپنے مذہب سے واقف ہو، اس کو میرے سامنے لایا جائے تا کہ میں اس سے مذہب اسلام کی حقیقت اور تفصیل معلوم کروں۔

ان سات سالوں کے دوران خونریزی اور ممالکِ اسلامیہ کی کشت خونی سے چنگیز خان کو یہ محسوس ہوا تھا کہ اگرچہ مسلمان اس وقت کمزور ہو گئے ہیں مگر اسلام سطحی اور کوئی معمولی مذہب نہیں بلکہ عظیم الشان اور اعلیٰ تعلیمات کا مجموعہ ہے۔

چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل میں بخارا کے قاضی اشرف اور ایک جید عالم اُس کے دربار میں پیش کیے گئے۔ چنگیز خان کے دریافت کرنے پر ان دونوں مسلمانوں نے سب سے پہلے توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ تفصیل کے ساتھ چنگیز خان کے سامنے بیان کیا۔

اس عقیدے کے جواب میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان نے کہا۔

''میں اس عقیدے کو تسلیم کرتا ہوں۔''

اس کے بعد انہوں نے رسالت کا عقیدہ بیان کیا۔ چنگیز خان نے کہا۔

''میں اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بندوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں اپنے ایلچی اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے نماز اور روزے کے لازمی ہونے کا حال بیان کیا۔

چنگیز خان نے کہا۔

''اوقاتِ معینہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا اور گیارہ مہینے کے بعد ایک مہینے کے روزے رکھنا بھی معقول بات ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے حجِ بیت اللہ کے فرض ہونے کا حال بیان کیا۔

چنگیز خان نے کہا۔ ''اس کی ضرورت کو میں تسلیم نہیں کرتا۔''

چنانچہ قاضی اشرف نے چنگیز خان کی نسبت خیال ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ لیکن دوسرے عالم نے کہا، چونکہ اُس نے حجِ بیت اللہ کا انکار کیا ہے اس لئے وہ مسلمان نہیں ہوا۔

اس کے بعد چنگیز خان، سمرقند پہنچا تو وہاں کے مسلمانوں پر بہت مہربانیاں کیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ غور کرنے کا مقام ہے، سات برس بعد جو فاتح بہت سے اسلامی ملکوں کو فتح کر کے اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر اپنے وطن کو واپس جا رہا تھا، وہ اپنے عقیدے کو اسلام کے تحت بنا چکا تھا اور مذہبا مفتوح اور مغلوب ہو کر جا رہا تھا۔ چنگیز خان کے بیٹے تولی خان کے فرزند قبلائی خان اور ہلاکو خان اس وقت بالترتیب دس اور نو برس کے تھے۔

اپنے مرکزی شہر قراقرم پہنچ کر چنگیز خان نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور سرداروں کو جمع کر کے کہا۔

''میں نے تم لوگوں کے لئے بہت بڑا ملک فتح کر دیا ہے۔ تم بتاؤ کہ میں اب کس کو اپنا جانشین نامزد کروں؟ تاکہ تم سب بخوشی اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔''

سب نے اتفاق کے ساتھ کہا۔

''ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ آپ جس کو اپنا جانشین بنائیں گے، ہم اس کی اطاعت بجالائیں گے۔''

چنگیز خان نے کہا۔

''اگر تم اس معاملے کو میری رائے پر چھوڑتے ہو تو میں اپنا جانشین اوغدائی خان کو بنانا چاہتا ہوں۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔''

اس کے بعد اس نے حکم دیا۔

"ہمارے آباء و اجداد قبل خان اور کاچولی بہادر کا عہد نامہ نکالو۔ جس پر لیوکائی خان کی مہر بھی ثبت ہے۔"

اس عہد نامے کو نکال کر سب کو دکھایا اور سب سے اس پر دستخط کروائے اور حکم دیا کہ دشتِ قپچاق، دشتِ خزر، روس اور بلغار پر میرے بڑے بیٹے جوچی کی حکومت رہے گی۔ ماورالنہر، خوارزم، کاشغر، بدخشاں، بلخ، غزنی اور دریائے سندھ تک کا علاقہ چغتائی خان کی ملکیت سمجھا جائے گا۔ جبکہ تولی خان کی حکومت میں منگولیا کا ایک حصہ دیا۔ پھر اپنے سب بیٹوں کو حکم دیا کہ سب اپنے بڑے بھائی اوغدائی کو اپنا شہنشاہ سمجھیں۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے انحراف کا خیال کبھی دل میں نہ لائیں۔ اور اس طرح اس نے اپنے علاقے اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جس وقت اُس نے اپنے بیٹوں میں مملکت کی تقسیم کا کام سرانجام دیا، اس وقت اس نے منگولوں کی قرولتائی بھی طلب کی۔ قرولتائی ایک طرح سے ان کی مجلسِ مشاورت ہوا کرتی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس مجلسِ مشاورت کے لئے جو مقام تجویز کیا گیا تھا، وہ سات میل کے قریب قطر کا ایک سبزہ زار تھا۔ منگولوں کو سوچ بچار کے لئے اس سے بہتر مقام شاید ہی کہیں ملتا تھا۔ کیونکہ یہاں دریا کے پاس دلدلوں میں مرغابیاں افراط سے تھیں اور ہری بھری اونچی گھاس میں تیتر اُڑتے پھرتے تھے۔ چراگاہوں کی کوئی حد نہ تھی اور ڈھلانوں پر شکار افراط سے تھا۔ یہ ابتدائے بہار کا زمانہ تھا اور اسی زمانے میں قرولتائی کا اہتمام ان میدانوں کے اندر کیا گیا تھا۔

چنانچہ چنگیز خان کے قرولتائی منعقد کرنے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور قرولتائی میں حصہ لینے کے لئے سرداروں کی سواریاں آنے لگیں۔ جہاں جہاں اس کے لشکر پھیلے ہوئے تھے، وہاں وہاں سے سردار اور سالار آئے۔ چنگیز خان انہیں اپنی سلطنت کے شہباز خیال کرتا تھا۔ دُور دراز کے علاقوں کے سپہ سالار، گردش کرنے والے سالار اور ایلچی سب جمع ہونا شروع ہو گئے۔

تبت کی ڈھلانوں سے جو سالار آئے تھے، ان کی بند گاڑیوں پر چمڑے کا سنہری کام تھا اور انہیں سست اور لمبے بالوں والے یاک کھینچ کر لائے تھے جن کے سینگ بہت

چوڑے ہوتے تھے اور جن کی دُمیں ریشم کی طرح ملائم ہوتی تھیں۔ منگولوں کے یہاں ان جانوروں کی بڑی قدر و قیمت تھی۔

تولی، خراسان سے اپنے ساتھ اونٹوں کی قطاریں لایا تھا۔ چغتائی خان جو برف پوش پہاڑوں سے ہوتا ہوا آیا تھا، اپنے ساتھ ایک لاکھ گھوڑے لایا تھا۔ عام سادہ لباس پہننے والے منگول اب کمخواب، طلائی اور نقرئی جاموں میں ملبوس تھے۔ جن پر وہ سمور کے لبادے اور بھیڑوں کی کھالیں اوڑھے رکھتے تھے تاکہ ان کے بیش قیمت کپڑے میلے نہ ہو جائیں۔ منگولوں کے گھوڑوں کا ساز اب موسم زدہ چمڑے کا نہیں تھا بلکہ کھنکھناتی ہوئی لوہے کی زنجیروں کا تھا۔ گھوڑوں کے سروں پر چاندی کے چھوٹے تاج ہوتے تھے جن میں ہیرے چمکتے تھے۔

پھر مجلس یعنی قرولتائی منعقد کرنے کے لئے سب ایک شامیانے میں جمع ہوئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ ایک اتنا بڑا سفید شامیانہ تھا کہ اس میں دو ہزار آدمی آسانی سے سما سکتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ صرف چنگیز خان کے استعمال کے لئے تھا۔ جنوب کے دروازے پر جو مسلح جوان ڈھالیں لئے ہوئے کھڑے کئے گئے تھے، وہ چنگیز خان کے محافظ دستوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے صحرائے گوبی میں ان کے سردار اور سالار، چنگیز خان کی خدمت میں گھوڑے، عورتیں اور ہتھیار پیش کیا کرتے تھے۔ لیکن اب لشکر کے سرداروں، سالاروں اور محکوم حکمرانوں نے اسے نئی طرح کے تحفے دینا شروع کئے تھے۔ ایسے بیش بہا مال اور جواہرات جو نصف کرۂ ارض کے خزانوں سے لوٹ لوٹ کر فراہم کئے گئے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایسی دولت اور شان اس سے پہلے کبھی منگولوں نے نہ سنی تھی اور نہ دیکھی تھی۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ منگولوں کے سردار اور سالار اب گھوڑیوں کے دودھ کے بجائے شہد کھاتے تھے۔ ایران کی سفید اور سرخ شرابیں پیتے تھے۔ خود ایک موقع پر اپنے وطن جانے کے بعد چنگیز خان نے بقول مؤرخین اعتراف کیا تھا کہ اُسے شیراز کی شراب بہت پسند تھی۔

جس وقت اُس نے قرولتائی منعقد کی تھی، اس وقت مؤرخین کہتے ہیں، چنگیز خان سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے تخت پر بیٹھا تھا جسے وہ سمرقند سے اپنے ساتھ لے گیا

تھا۔ اس کے پاس علاؤالدین خوارزم شاہ کا تاج اور شاہی عصا بھی رکھا تھا۔ ایسا چنگیز خان نے اپنی اس مجلسِ مشاورت اور قرولتائی کی شان بڑھانے کے لئے کیا تھا۔

اس قرولتائی میں جب اس نے اپنی سلطنت کی تقسیم کا کام سرانجام دیا تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد قرولتائی میں مہینہ بھر جشن ہوتا رہا۔ جشن کا سماں بھی ایسا تھا جو اس سے پہلے منگولوں نے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اپنے وطن واپس آکر زندگی کے باقی دن وہاں گزارنا چنگیز خان کی قسمت میں نہیں تھا۔ اس کے بیٹوں کے لئے سب کام مکمل ہو چکے تھے۔ اب چنگیز خان یہ خیال کرتا تھا کہ دنیا میں اس کے صرف دو دشمن باقی رہ گئے ہیں۔ ایک تبت کے علاقوں کی لوہیا سلطنت تھی اور دوسرا بڑا دشمن جسے وہ خیال کرتا تھا، وہ چین کی حکومت تھی جس پر سنگ خاندان حکمران تھا۔

تبت کا حکمران ایک طاقت ور حکمران تھا۔ سب سے پہلے چنگیز خان اس کی طرف بڑھا۔ برف باری کا موسم تھا۔ برف باری ہی میں چنگیز خان اور لوہیا کے درمیان جنگ ہوئی۔ جس میں لوہیا کا لشکر کم اور چنگیز خان کا لشکر اس کے مقابلے میں بہت زیادہ تھا۔ جس پر لوہیا کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اور لوہیا میدانِ جنگ سے بھاگ کر برفستانوں میں جا کے پناہ گزین ہو گیا۔ اس موقع پر چنگیز خان نے اس کی طرف آدمی بھجوائے اور اسے یقین دلایا کہ جو ہو چکا، سو ہو چکا۔ اس کو بھول جاؤ۔ اب میں تمہیں اپنا دوست سمجھوں گا۔

لیکن یہ چنگیز خان کا ظاہری پن تھا۔ جبکہ چنگیز خان جنگ کو ختم نہیں کرنا چاہتا تھا اور ہر صورت میں لوہیا کا خاتمہ کرنے کے درپے تھا تاکہ اس کے بعد اُس کی اولاد کے لئے لوہیا ایک مصیبت نہ بن جائے۔

بہرحال لوہیا جب برف زاروں میں جا کر چھپ گیا، تب چنگیز خان نے چین کی سلطنت کی طرف کوچ کیا۔ چنگیز خان کا ایک چینی مشیر تھا جس کا نام لیوچنسائی تھا۔ چنگیز خان جب چین کے سنگ خاندان کی حکومت پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا تو اس چینی سفیر نے چنگیز خان کو مخاطب کر کے کہا۔

''اگر تُو ان سب آدمیوں کو مار ڈالے گا تو تمہاری مدد کون کرے گا؟ تمہارے بیٹوں کے لئے دوست کون پیدا کرے گا؟''

اس پر بوڑھے چنگیز خان نے غور کیا۔ اور سوچا کہ جب وہ آباد زمینوں کو ویران کر چکے گا تو اسی چینی مشیر لیوچسائی کی بدولت نظم ونسق برقرار رکھ سکتا تھا۔ لہٰذا خلافِ توقع اس نے جواب دیا۔

''میں تمہیں مفتوح قوموں کا سردار بناتا ہوں۔ میرے بیٹوں کی خدمت وفاداری سے کرنا۔''

اس کے بعد چنگیز خان نے چین کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کا پکا ارادہ کیا اور چین کی طرف کوچ کیا۔ ابھی وہ پیش قدمی کی حالت میں ہی تھا کہ یورپ کی طرف سے تیز رفتار ہرکارے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے بڑے بیٹے جوچی کی موت کی اطلاع دی۔ چنگیز خان اپنے بیٹوں میں جوچی کو سب سے زیادہ پیار کرتا تھا لیکن کسی پر کھل کر اس نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جوچی کی موت کا سن کر وہ اپنے خیمے میں تنہا بند ہو گیا اور سوگ مناتا رہا۔ بالکل ایسا ہی سوگ اس نے بامیان شہر کے نواح میں منایا تھا، جس وقت حملہ آور مسلمانوں نے جنگ کے دوران اس کے پوتے یعنی اوغدائی کے بیٹے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

کچھ دن ایسا ہی سماں رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ سب کام معمول کے مطابق ہوتا رہا لیکن جوچی کی موت کے بعد وہ اپنے سالاروں اور سرداروں سے بہت کم بات چیت کرتا تھا۔

آخر پیش قدمی کرتے ہوئے چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ ایک گھنے صنوبروں کے جنگل میں پہنچا جہاں اب بھی درختوں کے سائے میں برف نہیں پگھلی تھی حالانکہ سورج گرم تھا۔ وہاں چنگیز خان نے اپنے لشکر کو ٹھہرنے اور قیام کرنے کا حکم دیا

یہاں سب سے پہلے اس نے اپنے بیٹے تولی خان کو طلب کیا، پھر اسے نصیحت کی کہ تُو جانتا ہے، میں بیمار ہوں اور میری بیماری کی وجہ سے میری جان کس طرح گھلی جا رہی ہے۔ پھر اُس نے تولی اور باقی سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہا کہ چین کے سنگ خاندان کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے۔

چنانچہ جس روز اُس نے صنوبر کے اُس جنگل میں قیام کیا تھا، اس سے اگلے روز چنگیز خان مر گیا۔ منگول اب تبت کے بادشاہ کو اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرتے تھے

اور اس سے انہیں خطرہ بھی تھا۔

جب چنگیز مر گیا تو اس کی لاش کو خیمے کے اندر رکھ دیا گیا اور خیمے کے باہر ایک نیزہ گاڑ دیا گیا۔ کسی کو خیمے کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ اس کے بعد چنگیز خان کی طرف سے تبت کے بادشاہ لوہیا کی طرف پیغام بھجوایا گیا کہ جو کچھ گزشتہ دنوں میں ہوا، بھول جائے۔ چنگیز خان اب اسے اپنا حلیف سمجھتا ہے، اس سے آ کے ملے۔

تبت کا بادشاہ لوہیا حماقت کر گیا۔ اپنے کچھ سرداروں کے ساتھ چنگیز خان سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب وہ منگولوں کے لشکر میں پہنچا تو سب سے پہلے اسے اور سارے سالاروں اور سرداروں کو اعزازی خلعت پہنائے گئے اور منگول سرداروں اور سالاروں نے اسے اور اس کے سالاروں اور سرداروں کو اندر بٹھایا۔ پھر مؤرخین لکھتے ہیں کہ منگولوں نے چن چن کے تبت کے بادشاہ اور اس کے ایک ایک ساتھی کو قتل کر دیا۔

چنگیز خان جس وقت مرا، اس وقت خزاں کا موسم اپنے عروج پر تھا۔ چاروں طرف دشت کی گھاس بھوری ہو چکی تھی۔ آندھیاں برفانی رنگ لئے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھیں۔ سنگ خاندان کی مملکت کے علاقوں میں ہی چنگیز خان مرا تھا۔ اور پھر اس کی لاش کو گاڑی میں ڈال کر واپس اس کا لشکر اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف روانہ ہوا تھا۔

اس کی لاش کے اردگرد اس کے بیٹے، پوتے، سردار اور سالار تھے اور وہ بلند آواز میں کہتے جاتے تھے۔

''تُو ایک شہباز تھا جو ہمارے درمیان پرواز کرتا تھا، نعرہ لگاتا تھا، شکار تلاش کرتا تھا۔ اس سے پہلے تُو نے کہیں تھک کر قیام نہیں کیا۔''

منگول جو چنگیز خان کو اپنا دیوتا خیال کرنے لگے تھے، وہ حیران اور پریشان تھے کہ ستر سال کا جھکے ہوئے چوڑے شانوں کا چنگیز خان جس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح بھوری تھیں، اس لڑکھڑاتی ہوئی گاڑی میں تابوت کے اندر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ یہاں تک کہ لشکر، چنگیز خان کی لاش کو دریائے کیرولان کے کنارے بھورے سمور کے گنبد نما خیموں کے پڑاؤ کے اندر لے آیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ چین کی سرخ مٹی کے جس حصے سے بھی چنگیز خان کے تابوت کی گاڑی گزری، منگولوں نے راستے میں ہر اس شخص کو مار ڈالا، جس نے اس

گاڑی کو گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی دشمن کی نظر چنگیز خان کے تابوت کی سواری پر پڑے۔

لیکن منگول پڑاؤ کی بستی میں اس خبر کو چھپانا ناممکن تھا۔ ہر روز سفر کے دوران چنگیز خان کے پڑوس کے قبیلے اور لشکر کے دستے جو اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے، جوق در جوق آ رہے تھے اور چنگیز خان کے تابوت کے پاس پہنچ کر کہتے جاتے تھے۔

''وہ جو مضبوط پتھر تھا، ٹوٹ گیا۔ وہ جو ہمارے سامنے شہباز کی طرح اُڑتا تھا، ٹھوکر کھائے ہوئے ٹٹو کی طرح گر پڑا۔''

اور وہ یہ سوال بھی کرتے تھے کہ کیا وہ سچ مچ اپنی قوم سے جدا ہو گیا ہے؟

آخر تابوت کو منگولوں کے مرکزی شہر میں لایا گیا۔ قبائلی دستور کے مطابق اس کی ہر بیوی اپنے خیمے ہی میں رہتی، باہر نہ نکلتی۔ اس قانون کی پابندی سب سے چھوٹی ملکہ کولان نے بھی کی۔ اس لئے کہ چنگیز خان کی پانچ بیویاں تھیں۔ ہر بیوی باری باری ماتم اور بین کے لئے انتظار کرتی کہ تابوت اس کی دہلیز کے اندر رکھا جائے۔ وہ اس بوڑھے چنگیز خان کا ماتم کر رہی تھیں جس نے ان کے بیٹوں، بیٹیوں اور چھوٹے چھوٹے پوتوں اور نواسوں کو پالا تھا۔ جس نے اپنی بے خطر، بے بدل زندگی میں دنیا کی دُور دراز سرزمینوں میں جسے چاہا، فتح کر لیا۔

ہر یورت یعنی خیمے کے الاؤ کے گرد سرگوشی کے عالم میں یہ سوال پوچھا جانے لگا تھا کہ چنگیز خان کی روح کہاں آرام کرے گی؟ اس لئے کہ منگول کہتے تھے کہ وہ ان بوڑھوں میں سے نہیں تھا جو پرانے قبائلی دستور کے مطابق جب کام کے نہیں رہتے تھے تو انہیں غذا کے طور پر چربی کھانے کو دی جاتی تھی۔ نہ وہ کسی ہتھیار سے مارا گیا تھا۔

ہتھیاروں کی موت کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ موت جاودانی آسمان کی ضرب سے واقع ہوتی ہے۔

منگولوں کے عقیدے کے مطابق سانس رک جانے کے بعد بھی چنگیز خان کی روح اس کے جسم میں ہی تھی۔ کیونکہ اس کا خون نہیں بہا تھا۔ اگر خون نہ بہے تو روح، خون کے ساتھ جسم میں ہی رہتی ہے۔ اس روح کو منگول ''سولاؤ'' کہتے تھے۔ اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کیا اب چپکے سے جاودانی آسمان کو چنگیز خان کی روح چلی جائے گی؟ وہاں، جہاں

سے وہ دنیا میں آئی تھی؟ یہ وہ سوال تھے جو منگولوں کو پریشان کر رہے تھے۔

وہ یہ بھی سوچتے تھے کہ کیا چنگیز خان کی روح زمین میں ہی کسی مقام میں گم ہو جائے گی یا اپنی قوم کے درمیان آگ اور بہتے پانی میں؟

بہرحال جب ماتم ختم ہو چکا تو چنگیز خان کی تدفین کی تیاری شروع کی گئی۔ لاش کو گاڑی میں رکھا گیا۔ چنگیز خان کے بیٹے، سالار اور سرکردہ لوگ ماتم کی گاڑی کے ساتھ تھے۔ چنانچہ وہ لاش کو اس کوہستانی سلسلے کے پاس لے گئے جس کوہستانی سلسلے کو منگول ''برخان کالدون'' کے نام سے پکارتے تھے۔

یہاں چنگیز خان کو دفن کرنے کے لئے ایک اونچے اور بلند درخت کا انتخاب کیا گیا۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا تاکہ بوڑھے چنگیز خان کو اس درخت کے سائے تلے آرام کی جگہ ملے۔ یہاں ایک سربلند صنوبر کے درخت کے سایہ میں جس کے اطراف چھوٹے چھوٹے پودے بھی تھے، وہاں اس کی قبر کھودی گئی۔

صنوبر کے درخت کی جڑوں کے نیچے جو زمین کھودی گئی تھی، اس میں ایک بڑا سا خیمہ نصب کیا گیا جس میں گوشت اور پکا ہوا اناج، ایک کمان اور ایک تلوار رکھی گئی۔ اس کے علاوہ چنگیز خان جس گھوڑے پر سواری کیا کرتا تھا، اس گھوڑے کو پہلے مارا گیا، پھر اس کی ہڈیاں جلائی گئیں اور ان جلی ہوئی ہڈیوں کو بھی چنگیز خان کی قبر کے اندر ایک ترتیب اور قرینے سے رکھا گیا تھا۔

پانچ بیویوں کے علاوہ چنگیز خان کی زندگی میں اس کے ساتھ بیس اعلیٰ پائے کی شخصیت رکھنے والی خوب صورت، نوجوان اور نازک لڑکیاں بھی رہتی تھیں جو ناچ گا کر اسے خوش کرتی رہتی تھیں۔ لیکن قبر کے خیمے میں وہ اپنے سمور کے بھورے نمدے پر جنوب کی چراگاہوں کی طرف رخ کئے اکیلا دفن کیا گیا۔ لڑکیاں اس کے ساتھ نہیں تھیں۔

پھر قبر بند کر دی گئی۔ کچی مٹی کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے دبا دیا گیا۔ تابوت کی گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ جھاڑیوں کے جھنڈ میں عود، عنبر اور کافور جلایا گیا۔ اس کے بعد منگولوں کے پختہ عمر کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ منگولوں کے جس قبیلے کا نام یوران تھا، اسے چنگیز خان کی قبر کی حفاظت پر مقرر کیا جائے اور حفاظت اس وقت تک کی جائے جب تک اطراف کے درخت اتنے بڑے نہ ہو جائیں کہ قبر کے نشان والے پرانے صنوبر

کو اطراف سے چھپالیں۔

جب چنگیز خان دفن ہو چکا، تب ایک بوڑھے منگول نے وہاں آنے والے ایک دانشور منگول کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''اب چنگیز خان کی روح کہاں گئی ہے؟''

اُس دانشور نے مختصر سا جواب دیا۔

''چنگیز خان کی روح اس کے بدن سے نکل گئی ہے۔''

بوڑھے نے پھر پوچھا۔ ''نکل کر کہاں گئی ہے؟''

منگول دانشور نے جواب دیا۔ ''منگول قبیلے کے پرچم میں۔''

یہ جواب سن کر منگول سردار اور سالار بڑے خوش ہوئے کہ چنگیز خان کی روح منگولوں کے اسی نو دُموں والے پرچم میں رہے گی جو پرچم چنگیز خان کے لشکر کے ساتھ جاتا تھا اور اب یہ چنگیز خان کی روح منگولوں کے مختلف لشکروں کی رہنمائی اور مدد بھی کرتی رہے گی۔

اس موقع پر اس دانشور منگول نے دوسرے منگولوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''اب لوگوں کے سامنے چنگیز خان کا نام کبھی زور سے نہیں لیا جانا چاہئے۔''

اس کا کہنا تھا کہ اگر چنگیز خان کا نام زور سے لیا جائے گا تو ظاہر ہے اس کی روح کی توجہ ہٹ جائے گی جو نو دُموں والے جھنڈے میں موجود ہے۔

اور ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں، پڑاؤ کے اندر یعنی قبر کے قریب جو اس وقت منگول جمع تھے، ان میں اکثر کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ چنگیز خان کی روح پرچم میں سما سکتی ہے۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان شک کرنے والوں میں چنگیز خان کے پوتے قبلائی خان کی ماں بھی شامل تھی۔

❀❀❀

بہر حال چنگیز خان مر گیا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ چنگیز خان منگولوں کی قوم میں بڑا عقلمند اور دُور اندیش شخص پیدا ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے منگولوں کی غیر معروف قوم تمام دنیا میں مشہور ہو گئی۔ اس نے ملک گیری کے نہایت اچھے اور پختہ اصول ایجاد اور قائم کیے۔ وہ اس بات سے واقف تھا کہ منگولوں کی وحشی اور جاہل قوم کو کسی وقت بیکار نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ورنہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ بھڑ کر تباہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ اُس نے ایک طرف منگولوں کو اتفاق اور اتحاد کی خوبیاں سمجھانے میں خاص توجہ اور کوشش سے کام لیا تو دوسری طرف ایسے آئین اور قوانین قائم کیے کہ منگولوں کے لشکر کسی وقت بیکار نہ رہیں۔

چنانچہ اُس نے ایک مجموعۂ قوانین مرتب کیا۔ اس مجموعۂ قوانین کا نام یاسا تھا۔ منگولوں میں عرصہ دراز تک یاسا کا مرتبہ مذہبی اور آسمانی کتاب کے مانند سمجھا جاتا تھا جس کے اندر منگولوں کے لئے آئین اور قوانین درج تھے۔

چنگیز خان کی خون ریزی کے ساتھ جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ وہ متکبرانہ الفاظ کم استعمال کرتا تھا تو تعجب ہوتا ہے۔ چنگیز خان جب کسی بادشاہ کے نام خط لکھا کرتا تھا تو اس میں اوّل اُسے اپنی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہتا تھا اور آخر میں لکھتا تھا، اگر تم نے اطاعت قبول نہ کی تو خدا جانے انجام کیا ہو۔ یہ نہ لکھتا تھا کہ میں بہت بڑا اور جرار لشکر رکھتا ہوں اور تم کو ہلاک کر دوں گا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ملکوں کی فتوحات کو بھی وہ اپنے لشکر کی طرف منسوب نہ کرتا تھا بلکہ یہ کہتا

کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے فتح عنایت کی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی نسبت لمبے چوڑے القاب اور ستائش کے الفاظ نہ لکھنے دیتا۔ خود دوسرے لشکریوں کی طرح تمام کام انجام دیتا۔ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر لمبی لمبی مسافتیں طے کرتا اور اپنے ہمراہی سواروں سے بھی بڑی بڑی منزلیں طے کرواتا۔ اس کا قول تھا کہ ہم کو ہمیشہ جفاکشی اور محنت کا عادی رہنا چاہئے۔ اسی میں ہماری سرداری اور فضیلت کا راز ہے۔

اُس نے اپنی زندگی میں پانچ شادیاں کی تھیں۔ اُس کی پانچوں بیویاں مختلف قبائل اور مختلف قوموں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس طرح اس کے سسرالی قبائل بھی اس کو اپنا رشتہ دار سمجھ کر دل سے اس کی خیر خواہی میں مصروف رہتے تھے۔

چنگیز خان کی ''یاسا'' کے قواعد اور قوانین میں ایک یہ اصول بیان ہوا تھا کہ بادشاہ جب کسی نئے شہر کو فتح کرے تو اوّل وہاں قتلِ عام کا حکم ضرور دے۔ جب لشکر کو آزادانہ قتلِ عام کا موقع مل جائے اور شہر کی بہت سی آبادی قتل ہو جائے، تب امن و امان کا حکم دے کر باقاعدہ حاکم مقرر کرنا چاہئے۔

اس میں غالباً مصلحت یہ ہو گی کہ وہاں کی رعایا فاتحین سے مرعوب ہو جائے اور پھر کبھی بغاوت اور سرکشی کا ارادہ نہ کرے۔ اس قاعدے پر چنگیز خان نے اپنی تمام فتوحات کے دوران ہمیشہ عمل کیا۔

اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو اس زمانے کی متمدن دنیا میں سرکشی اور سازشوں کی کوششوں کا اس قدر عام رواج ہو گیا تھا کہ کسی شہر کا کوئی حاکم اور کسی ملک کا کوئی بادشاہ باغیوں کے فتنے سے محفوظ نظر نہ آتا تھا اور آئے دن بغاوتوں اور لڑائیوں کے ہنگاموں سے مخلوقِ خدا سخت پریشان تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ علویوں، ایرانیوں، شیعوں اور فاطمیوں کے خروج کا سلسلہ کسی زمانے میں منقطع نہ ہو سکا۔ عالم اسلام کے ان حالات اور دنیا کے ان واقعات سے چنگیز خان کو جب واقفیت ہوئی تو اس نے لوگوں کو خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لئے اس اصول پر عمل کرنا ضروری سمجھا اور اس طرزِ عمل میں اس کو کامیابی بھی ہوئی۔

منگولوں نے سوائے بغداد، عراق اور عرب و ہند کے تمام براعظم ایشیا اور کسی قدر براعظم یورپ پر قبضہ کر لیا تھا۔ منگولوں کے ہاتھ سے اسلامی سلطنتیں زیادہ تباہ و برباد

ہوئیں۔ اور مسلمان ہی ان کی تلواروں سے زیادہ شہید ہوئے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ منگولوں کے ہاتھ سے اسلام کا نام ونشان گم ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ اسلام کا محافظ خود خدائے تعالیٰ ہے اور شریعتِ اسلام ایسی چیز نہیں کہ کوئی مادی طاقت اس کو برباد یا مغلوب کر سکے لہٰذا بداعمال مسلمان تو منگولوں کے ہاتھ سے تباہ ہو گئے اور منگولوں کی تلوار مسلمانوں کے لئے تازیانہ بن گئی جس نے اُن کو غفلت سے بیدار کیا۔ لیکن منگول خود کچھ ہی عرصہ کے بعد اسلام کے غلام اور خادم نظر آئے۔

منگولوں کی اس بڑھی ہوئی سطوت اور طاقت کو دیکھ عیسائیوں نے بھی یہ کوشش کی کہ ہم منگولوں کو عیسائیت کی طرف متوجہ کریں۔ لیکن عیسائیت کے اندر یہ جذب اور کشش کہاں سے آتی جو ایک فاتح اور جنگجو قوم کو اپنا گرویدہ اور خادم بنا لیتی۔

منگول درحقیقت دین اور مذہب کے اعتبار سے سادہ لوح تھے۔ ان کے آبائی مذہب میں جس کی تفصیلات آج کسی کو معلوم نہیں، کسی مذہب سے کوئی عناد یا خوامخواہ کی دشمنی نہ تھی۔ اس قوم کو خدا تعالیٰ نے منگولیا کے پہاڑوں سے اسی لئے نکالا تھا کہ وہ فاتحانہ انداز میں براعظم ایشیا میں پھیلے اور پھر دینِ اسلام کی روشنی سے منور اور بہرہ ور ہو۔ چنگیز خان اور اس کی قوم کا وجود بھی اسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جس طرح اسلام ایک مفتوح پر اپنا اثر ڈالتا ہے، اسی طرح وہ فاتح کو بھی متاثر کرتا ہے۔

عربوں نے تمام دنیا کو فتح کیا۔ وہ ہر ملک میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو کر اسلام کے معلم بنے۔ لیکن منگولوں نے غافل مسلمانوں کو مفتوح، مغلوب اور مقتول بنا کر اس اثر کو ختم کیا۔ اور پھر اسی مذہب کے آگے گردنیں جھکا دیں جو اُن کے مسلمان مفتوحین کا مذہب تھا۔

❁ ❁ ❁

اپنے ماتھے پر چاند سجائے فرقتوں کے حساب، قرینوں کے نصاب کو کھنگالتی رات لوح وقلم کے مجرموں کی طرح بھاگی جا رہی تھی۔ کھنڈروں میں آندھیاں گزرنے کی آوازیں ہر شے پر خوف و وحشت طاری کر رہی تھیں۔ کرنوں کی چاندی بکھیرتا چاند آکاش پر دھیرے دھیرے، ہولے ہولے سفر کرتا ہوا اپنے سکھ سپنوں کے پنکھ سمیٹے جا رہا تھا۔ ڈھلتی رات کا سناٹا کم ہو رہا تھا اور رنگ بکھیرتی فضاؤں میں صبح کی صباحتیں، تاریک

ویرانیوں کی پیشانی چمکاتی سحر کے گیت گانے لگی تھیں۔ تاریکی بوسیدہ عقائد کی طرح ختم ہو رہی تھی۔

نظام الدین دریائے سندھ کے کنارے کوہستانی سلسلوں کے اندر جب فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اولون فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد خیمے میں کھودے گڑھے کے اند آگ روشن کر کے اس کے پاس بیٹھی شاید نظام الدین کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

نظام الدین آگے بڑھ کر اولون کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی دونوں میاں بیوی میں سے کوئی گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر کسی کے کھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ نظام الدین اُٹھ کھڑا ہوا۔ جب وہ دروازے پر آیا، تب ایک چھوٹا سالار وہاں کھڑا تھا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! منگولوں کے لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے جو ہرکارے اور مخبر مقرر کئے گئے تھے، ان میں سے کچھ لوٹ کر آئے ہیں۔''

یہ الفاظ سن کر نظام الدین کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ اتنی دیر تک اولون بھی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ نظام الدین نے آنے والے اس چھوٹے سالار کو مخاطب کیا۔

''آنے والے ہرکارے کہاں ہیں؟''

اس پر وہ چھوٹا سالار بولا اور کہنے لگا۔

''آنے والے ہرکارے تعداد میں تین ہیں اور ان تینوں کو لے کر محترم عارض زوزنی اور برغہ خان آپ ہی کی طرف آرہے ہیں۔''

اس کے بعد چھوٹے سالار نے جب جانے کی اجازت مانگی تو نظام الدین نے اس کو جانے کی اجازت دے دی۔ خود وہ خیمے کے دروازے پر ہی کھڑا رہا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سامنے کی طرف سے عارض زوزنی اور برغہ خان تین مخبروں کے ساتھ آتے دکھائی دیئے۔

نظام الدین کے کہنے پر وہ اس کے خیمے میں داخل ہوئے۔ سب آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ گئے۔ اولون نظام الدین کے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بعد آنے والے ان

مخبروں کو مخاطب کرتے ہوئے نظام الدین کہنے لگا۔

''میرے بھائیو! جو خبریں تم لے کر آئے ہو، وہ کس سمت کی اور کیسی ہیں؟''

نظام الدین کے استفسار پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! ہم منگولوں کے اس لشکر سے متعلق خبریں لے کر آئے ہیں جو ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ اس لشکر کا مقصد اور مدعا تو سلطان جلال الدین کو زندہ گرفتار کر کے چنگیز خان کے سامنے پیش کرنا تھا لیکن وہ جلال الدین کو گرفتار نہیں کر سکے لیکن ہندوستان کے دو بڑے شہروں لاہور اور ملتان کو رگیدنے کے بعد وہ اب واپس آ رہے ہیں۔ اور جس وقت ہم نے انہیں دیکھا، اس وقت وہ دریائے سندھ کا پل عبور کر رہے تھے۔''

نظام الدین کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ ان آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم لوگوں نے دریائے سندھ کے پل سے یہاں تک کا سفر کتنی دیر میں کیا؟''

جواب میں مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ہمارا یہ سفر رات بھر کا تھا لیکن اس کا موازنہ منگولوں کے لشکر سے نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے سفر کرنے کی رفتار زیادہ تھی جبکہ منگولوں کے پاس بہت سا سامان ہے۔ اس بنا پر ان کی پیش قدمی کی رفتار سست ہے۔''

وہ مخبر جب رکا تب نظام الدین نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تم اندازہ لگا کر بتا سکتے ہو کہ یہاں تک منگولوں کا وہ لشکر کب تک پہنچ سکتا ہے؟''

اس پر کچھ سوچتے ہوئے وہ مخبر کہنے لگا۔

''امیر! میرا اندازہ ہے کہ وہ کل صبح کے بعد کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتے ہیں۔''

نظام الدین نے پھر کچھ سوچا، دوبارہ اس نے مخبر کو مخاطب کیا۔

''ہندوستان سے واپس لوٹنے والے اس لشکر کی کمانداری کون کر رہا ہے؟ کیا تم لوگوں نے اس کا اندازہ لگایا ہے؟''

اس پر وہ مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! منگولوں کے دو سالار لشکر کی کمانداری کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک جائسی ہے، دوسرا اشیکی قتقو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہوا تب نظام الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب تم تینوں جاؤ۔ پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد شام تک مکمل آرام کرو۔''

اس پر وہ تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ مخبر جو اس سے پہلے نظام الدین سے مخاطب تھا، جاتے جاتے کہنے لگا۔

''امیر! ہمارے کچھ ساتھی منگولوں کے لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ جس وقت منگولوں کا لشکر یہاں سے پانچ میل دور رہ جائے گا، وہ آکر ان کی اطلاع کریں گے۔''

نظام الدین نے مزید خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد وہ تینوں وہاں سے نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد نظام الدین کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بولا اور کہنے لگا۔

''عارض زوزنی اور برغہ خان میرے دونوں عزیز بھائیو! ابھی تھوڑی دیر تک کھانا آتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ہم اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دیں گے۔ جن تیراندازوں نے کوہستانی سلسلوں کی چٹانوں کے پیچھے رہ کر تیراندازی کرنی ہے، وہ آج ہی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر مستعد ہو جائیں گے اور ڈھلان میں ان کے لئے آگ کے چھوٹے چھوٹے الاؤ بھی روشن کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ ان میں سے کچھ باری باری جاگیں، کچھ سوئیں۔ آگ کے الاؤ کی وجہ سے وہ پُرسکون رہیں گے۔ لشکر پہلے ہی ہم نے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور کل آدھی رات کے وقت لشکر کو بالکل تیار کر دیا جائے گا۔ تینوں حصے اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں گے اور فجر کی نماز بھی وہیں ادا کی جائے گی۔''

عارض زوزنی اور برغہ خان نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر ان دونوں نے نظام الدین کے خیمے میں ہی نظام الدین اور اولون کے ساتھ صبح کا ناشتہ کیا۔ پھر وہ دونوں نظام الدین کے ساتھ باہر نکل گئے تھے تاکہ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دیں۔

❁❁❁

اگلے روز صبح سویرے ہی نظام الدین، عارض زوزنی اور برغہ خان اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بالکل تیار اور مستعد ہو چکے تھے۔ تیرانداز کوہستانی سلسلے کے اوپر بڑی

بڑی چٹانوں کے پیچھے بٹھا دیئے گئے تھے۔ ان کے پاس تیروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ جبکہ تیراندازوں کے پیچھے ڈھلان میں تینوں لشکر اپنی اپنی جگہ بالکل مستعد تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ منگولوں کا لشکر جو اپنے بہترین سالاروں جائسی اور شیکی قتقو کی کمانداری میں پیش قدمی کر رہا تھا، وہ دریائے سندھ کے کنارے کنارے شمال کی طرف جانے والے راستوں پر نمودار ہوا۔ اس وقت چاروں طرف سناٹا تھا۔ منگولوں کا لشکر جب اس جگہ آیا جہاں ان کے سامنے تیس فٹ چوڑی خندق دریائے سندھ کے پانی سے بھر دی گئی تھی، تب وہ کچھ پریشان ہوئے، رک گئے۔ اس وقت جائسی اور شیکی قتقو اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھے۔ انہیں فوراً اطلاع کر دی گئی کہ آگے خندق ہے جسے گھوڑے عبور نہیں کر سکتے۔ خندق بھی گہری ہے جس میں دریا کا پانی بھرا ہوا ہے۔

ابھی منگولوں کے دونوں سالاروں کو یہ اطلاع ملی ہی تھی کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے ایسی تیز تیراندازی شروع ہوئی کہ گھوڑوں پر سوار منگول اوہام کی چادر میں بے جان پیلے پتوں اور موسموں کی آگ میں جھلستے خواہشوں کے لالہ زار کی طرح ختم ہونے لگے تھے۔ اس تیراندازی کی وجہ سے سانسوں کی گزرگاہوں میں زندگی کی مانگ بیوہ ہونے لگی تھی۔ شب گزیدہ ساعتوں میں تماشہ گاہِ حیات میں قاتل سراب ناچ اُٹھے تھے۔

ایسے میں جائسی اور شیکی قتقو نے کچھ مشورہ کیا، پھر جائسی زور زور سے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس تیراندازی کی پروا کیے بغیر کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنا شروع کر دو۔ یہاں ضرور مسلمانوں کا کوئی بھولا بھٹکا لشکر آن بسا ہے۔ ان سے ہونٹوں کی مسکراہٹیں چھین کر زمانے بھر کی تلخیاں ان کے چہروں پر سجا دو۔ ان کی زندگی کے خیموں کو ویران کر کے آنکھوں میں اشک بھر کے رکھ دو۔"

اپنے سالاروں کا یہ حکم سنتے ہی منگول خوف کی کپکپی میں چیخوں کے کہرام کی طرح رنگین سیال موت بن کر غضب ناک اور وحشت زدہ ہو کر پیچ وخم کے لہراتے خروش، بھٹکتی بلکتی لہروں کی طرح ان کوہستانی سلسلوں پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

ایسے میں اچانک سب سے پہلے نظام الدین نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ وہ کوہستانی سلسلے کے دوسری طرف سے اسرارِ کون و مکاں کی حدود سے اپنے نہ ہونے کے اقرار کی

ضد بن کر حیرت خیز طلسمات، آسمان کی بلندیوں پر سیاہ گھنے ابر سے اُتر کر پورب سے پچھم کی طرف ہوا بن کر پھیل جانے والے خوابوں کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر کے اگلے حصے پر روح کی بے سمت راہوں پر انا کو مجروح اور بے بس کرتے صحرا کے کھولتے بسیط بگولوں، سلگتی مسافتوں میں زمانے کی گردش تک سے نا آشنا کر دینے والے نفرتوں کے بدلتے روپ اور ماضی کے خونی سایوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

منگول کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنا بھول گئے اور اب وہ بڑی تیزی سے نظام الدین کے لشکر کی طرف لپکے تا کہ چاروں طرف سے اسے گھیر کر اس کا خاتمہ کر دیں۔ ایسے میں جبکہ منگول لپک کر آگے جانے کی کوشش کر رہے تھے، ان کے وسطی حصے پر قہرمانیت کی طرح نمودار ہو کر برغہ خان محکومیت کی ذلت، زردیوں کی نحوست سے دوچار کرتے ہست کے پُراسرار ماحول میں موت کی نئی رُتوں کے گیت سناتے قضا خیز لمحوں، سانسوں کو گروی رکھ کر ہولناک دکھوں سے تعارف کراتے دربدری کے عذابوں اور کڑے لمحوں کے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

برغہ خان کے اس طرح تیزی اور شدت کے ساتھ حملہ آور ہونے کے باعث وہ منگول جو نظام الدین کی طرف بڑھے تھے، رک گئے۔ وہ ابھی شش و پنج ہی میں مبتلا تھے کہ برغہ خان جو اُن کے وسطی حصے پر حملہ آور ہوا تھا، اس کا دفاع کیسے کریں؟ اس لئے کہ اُن کے لشکر کے اس حصے میں ان کے دونوں بڑے سالار جانسی اور شیکی قتقو موجود تھے۔

یہ شش و پنج جاری ہی تھا کہ پشت کی طرف سے عارض زوزنی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جذبوں کی توقیر سے محروم کر کے بے تحریر دکھ میں مبتلا کرتے آگ و خون کے سحاب کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر کے پچھلے حصے پر دلوں کی گہرائیوں میں گرم سایوں کی طرح رقص کرتے موت کے دست خونی، موسموں کی رعنائیوں میں یاس کے نوحوں، سلگتے صحرا اور خزاں کے سایوں کی طرح گھس آنے والے غیر مرئی سرابوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے منگول بھی اندھی قوت اور انوکھی طاقت کی نمائش کرتے ہوئے سناٹوں کو چیرتے لمحوں، بپھرتی موجوں کے بگولوں، کفن اوڑھے طوفانوں، بھوکے گِدھوں کی طرح اپنے گندے پروں کو سمیٹتے سیاہ چونچ کھولے چیخیں مار کر جھپٹ پڑے

تھے۔

جس وقت ہولناک ٹکراؤ شروع ہوا، نظام الدین کے کچھ من چلے اور زندہ دل جوانوں نے زور زور سے پکارنا شروع کر دیا تا کہ منگول سن سکیں۔ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ منگولوں پر حملہ آور ہونے والے اس لشکر میں سلطان علاؤالدین کے نامور سالاروں نظام الدین اور عارض زوزنی کے علاوہ ٹنڈرا کے میدانوں کے تاکچوت قبیلے کا سردار برغہ خان بھی شامل ہے۔

نظام الدین کا نام پہلے ہی منگولوں کے لئے خوف اور وحشت کا نشان بنا ہوا تھا۔ لہٰذا نظام الدین کا نام ہی سن کر خوف سے لرزاں ان منگولوں کی حالت ان چہروں کی سی ہونا شروع ہوگئی تھی جن پر شام سے پہلے شام وارد ہوگئی ہو، جن پر اُداسیاں بکل مار کر بیٹھ گئی ہوں۔ جن پر خون بھرا خوف طاری ہوگیا ہو جن پر بربریت کی آنکھ مچولی شروع ہوگئی ہو اور جن کی حالت برستے خون کی بارش میں بھیگے کاغذ سے بھی بری اور بدتر ہوگئی ہو۔

منگول، نظام الدین اور عارض زوزنی کے نام سن کر آگے بڑھنا بھول گئے تھے اور کوشش کرنے لگے تھے کہ پیچھے ہٹ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کریں۔ اس سے نظام الدین، برغہ خان اور عارض زوزنی نے خوب فائدہ اٹھایا اور تینوں اطراف سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

اب میدان کے اندر بربادی کی علامتیں، آسیبوں کے سائے، نفرتوں کی یلغار، لہو کے بہاؤ، دلوں کے گھاؤ رقص کرنے لگے تھے۔ موت کی تاریکیوں میں ہنرمندی کی ساری بافندگی، ہر شے کی بنت کاری خراب اور خون آلود ہونا شروع ہوگئی تھی۔

منگولوں کے لئے مصیبت یہ تھی کہ اب وہ آگے نہیں جا سکتے تھے۔ آگے تیس فٹ چوڑی خندق تھی جس کے اندر دس سے پندرہ فٹ گہرا پانی تھا۔ وہ اپنے دائیں جانب بھی نہیں جا سکتے تھے جہاں ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریائے سندھ بہہ رہا تھا۔ وہ پیچھے بھی نہیں جا سکتے تھے کہ ان کی پشت پر عارض زوزنی ان کی راہ روکے ہوئے تھا۔ اور اب وہ کوہستانی سلسلے کے اوپر بھی نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے نظام الدین اور برغہ خان ان پر حملہ آور ہو رہے تھے اور نظام الدین نے جو تیرانداز منگولوں پر تیراندازی کرنے کے لئے بٹھائے تھے، وہ بھی اب تیراندازی ترک کر کے

اپنی ڈھالیں اور تلواریں سنبھالتے ہوئے منگولوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اس موقع پر منگول ایک جگہ سمٹنے لگے تھے۔ اس لئے کہ بڑی تیزی سے ان کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں سب سے پہلے نظام الدین اور برغہ خان کے لشکر یکجا ہوئے اور بڑی تیزی سے آگے بڑھے۔ دوسری طرف سے عارض زوزنی بھی منگولوں کے اندر گھس پڑا تھا۔ نظام الدین اپنے تیز رفتار دستوں کے ساتھ اس سمت کا رخ کر رہا تھا جہاں منگولوں کے سردار اور سالار جائسی اور شیکی قتقو تھے۔ اس موقع پر اولون، نظام الدین کے پہلو بہ پہلو جنگ میں حصہ لے رہی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے کئی منگولوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

نظام الدین اور برغہ خان آندھی اور طوفان کی طرح جائسی اور شیکی قتقو کے سر پر جا پہنچے تھے۔ اس موقع پر ان گنت منگول اپنے سالاروں کو بچانے کے لئے نظام الدین اور برغہ خان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اولون برابر نظام الدین کے ساتھ اس کے محافظ دستوں میں شامل ہو کر جو بھی منگول سامنے آتا، اسے موت سے ہمکنار کرتی چلی گئی تھی۔

اس موقع پر برغہ خان، نظام الدین اور اولون کو کئی زخم آئے۔ لیکن سب سے پہلے نظام الدین آگے بڑھا۔ پہلے وہ جائسی پر حملہ آور ہوا اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس موقع پر پشت کی طرف سے شیکی قتقو نے تلوار کا ایک وار نظام الدین پر کیا جس سے نظام الدین کا شانہ زخمی ہو گیا تھا۔ اسی لمحے اولون حرکت میں آئی۔ تلوار بلند کر کے اس نے گرائی اور شیکی قتقو کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ جبکہ کئی تلواریں اولون پر بھی برس گئی تھیں۔

برغہ خان بھیڑیوں کے اندر جم کر لڑنے والے چیتے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ زخموں سے چور چور تھا۔ اس موقع پر عارض زوزنی بھی وہاں پہنچ گیا اور مسلمان لشکریوں نے دیکھا کہ نظام الدین بری طرح زخمی تھا۔ اولون بھی زخمی تھی اور یہ کہ برغہ خان بھی سر سے لے کر پاؤں تک زخمی تھا۔ انہوں نے پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ حملے شروع کر دیئے اور جس قدر اردگرد منگول بچے تھے، ایک طرح سے انہوں نے سب کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔

اولون زیادہ زخمی ہوئی تھی۔ اپنے گھوڑے سے گر گئی تھی۔ نظام الدین کچھ دیر بے سدھ

سا اپنے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے جب اپنے قریب اولون کو گھوڑے سے گرتا دیکھا، تب اس نے گھوڑے سے اُترنا چاہا لیکن اُتر نہ سکا۔ پتھریلی زمین پر گر گیا۔ رینگتا ہوا آگے بڑھا۔ اولون کی سانسیں ابھی باقی تھیں۔ اس نے ایک گہری نگاہ اس موقع پر اپنے شوہر نظام الدین پر ڈالی جو زخموں سے بے سدھ تھا، چل نہیں سکتا تھا، رینگتا ہوا اور زمین پر اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا اولون کے قریب آیا۔ ابھی اس نے قریب آکر اولون کا بازو ہی پکڑا تھا کہ بے حس ہو گیا اور جان کی بازی ہار گیا۔ اولون بھی اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھی۔ پہلے اس نے نظام الدین کے نظامِ تنفس کو دیکھنا چاہا لیکن اپنا ہاتھ تک نہ اُٹھا سکی۔ گھسٹتی ہوئی مزید آگے بڑھی۔ پہلے اس نے نظام الدین کی خون آلود پیشانی پر بوسہ دیا اور اسی بوسے کے دوران وہ بھی اپنی جان ہار گئی تھی۔ قریب ہی برغہ خان بھی اپنی آخری سانسیں گنتے ہوئے تمام ہو چکا تھا۔

عارض زوزنی قریب آکر اپنے گھوڑے سے اُترا۔ وہ خود بھی خاصا زخمی تھا۔ لیکن اپنے حواس میں تھا۔ گھوڑے سے وہ اُترا، پہلے نظام الدین، اس کے بعد برغہ خان کی لاش سے لپٹ کر خوب رویا۔ پھر اولون کے سر پر کچھ دیر تک ہاتھ پھیرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے نظام الدین کی لاش کے پاؤں پکڑ لئے۔ پھر روتی سسکتی آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''نظام الدین! میرے امیر! تُو خوابوں میں چاند کے تاروں کی گفتگو کرتا تھا۔ تُو محبت کی روانی، چاہتوں کی معتبر گھٹا تھا۔ تُو ہماری سانسوں میں خوشبوؤں کا تکلم، رگ و پے میں شجاعت کا نشہ تھا۔ ہمارے لئے تُو دلوں کو جوڑنے والا اسمِ اعظم، ہمارے لئے تُو چاندنی کی ٹھنڈی کرنوں، سوچوں کی آسودگی بھری لہروں کا ساتھی تھا۔ تُو ہمارے ذہنوں کے ہر روزن میں جرأت مندی اور حوصلوں کا بھڑکتا شعلہ تھا۔ تیرے بعد ہم صحراؤں کے اُن مسافروں جیسے ہوں گے جن کے مقدر میں محبت کے پرتو اور چاہتوں کے عکس نہ رہے ہوں۔ اندھیری راتیں، دن کے تپتے راستے ہمارا مذاق اُڑائیں گے۔ خوف کے جلتے دشت میں ظلم کے لمبے ہاتھ ہمارا تعاقب کریں گے۔''

اس سے آگے عارض زوزنی کی آواز جواب دے گئی تھی۔ وہ سسک پڑا تھا۔ ہچکیاں لیتے ہوئے رونے لگا تھا۔ عین اسی وقت وہ چونک پڑا۔ اس لئے کہ اسے اپنے پیچھے زور

سے کسی کے سسکنے، ہچکیاں لینے اور رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ چونک کر جب وہ اُٹھا، تب اس نے دیکھا اس کے پیچھے عمر کافی کھڑا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی عارض زوزنی پُر جوش انداز میں اس سے گلے مل گیا۔ دونوں کچھ دیر تک ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر سسکتے رہے۔ پھر جدا ہوئے۔ عمر کافی کہنے لگا۔

"میں یہاں دریائے سندھ کے کنارے سلطان کے ساتھ تھا۔ شکست کی صورت میں، میں اپنے کچھ ساتھیوں کو بچا کر کالیوین شہر کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن جب میں وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ امیر نظام الدین، آپ اور برغہ خان لشکر کو لے کر دریائے سندھ کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔ لہٰذا میں پھر ادھر آیا اور میری بدنصیبی، میری بدقسمتی، میری سیاہ تقدیر کہ میں نے یہ سماں دیکھنا تھا۔"

پھر دونوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ وہ لشکری جو عمر کافی اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اور جو جنگ میں بچ گئے تھے، سب نے مل کر پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ جنگ میں کام آنے والوں کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ ایک بلند اور اونچی جگہ نظام الدین، اولون اور برغہ خان کو بھی دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد عارض زوزنی اور عمر کافی بچے کھچے لشکر کو لے کر کسی لٹے پٹے اور آفت زدہ کاروان کی طرح پناہ لینے کے لئے کالیوین شہر کا رخ کر رہے تھے۔

(تمت بالخیر)

Pakistanipoint
Waqar Azeem